UNIVERSAL LIBRARY
OU_224458
UNIVERSAL LIBRARY

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲۸۱

معارف

مجلس دار المصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

قیمت پانچ روپیہ سالانہ مع محصول

مطبع معارف میں چھپکر
دفتر دار المصنفین اعظم گڈھ سے شائع ہوا
سید محمد حسن کاتب کانپوری تحریر نمود

کتبخانۂ دار المصنفین اعظم گڈھ

علامہ شبلی نعمانی

سیرۃ النبی صلعم حصۂ اول درجۂ اعلیٰ مجلد عہ غیر مجلد ؎ ر

ایضاً حصۂ دوم درجۂ اعلیٰ عہ ر

ایضاً حصۂ دوم درجہ دوم معہ، درجہ سوم للعہ ر

الفاروق حضرت فاروق اعظم کی لائف اور طرز حکومت عہ

الغزالی امام غزالی کی سوانح عمری اور انکا فلسفہ عہ ر

المامون خلیفہ مامون الرشید عباسی کے حالات عہ ر

شعر العجم حصۂ اول، شاعری کی حقیقت؛ فارسی شاعری

کا آغاز، قدما کا دور عہ ر

ایضاً حصہ دوم، شعراے عہد متوسط عہ ر

ایضاً حصہ سوم، شعراے متاخرین عہ ر

ایضاً حصہ چہارم، فارسی شاعری پر ریویو عہ ر

ایضاً حصہ پنجم، اصناف شاعری پر ریویو عہ ر

الکلام، جدید علم کلام عہ ر

الانتقاد علی التمدن الاسلامی، جرجی زیدان کے تمدن

اسلامی پر عربی میں ریویو ۸ ر

تذکرۂ خسرو یعنی امیر خسرو کے حالات اور انکی

شاعری، ماخوذ از شعر العجم ۱۰ ر

مضامین عالمگیر، شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر پر

اعتراضات اور انکے جوابات ۱۰ ر

مکاتیب شبلی مولانا مرحوم کے خطوط کا مجموعہ

جو علمی، قومی، ادبی، اخلاقی

معلومات کا خزانہ ہے جلد اول عہ ر

ایضاً جلد دوم عہ ر

دستۂ گل، مولانا کی فارسی غزلوں کا مجموعہ ۴ ر

برگ گل، مولانا کے آخری زمانہ کے فارسی

قصائد اور غزلوں کا مجموعہ ۴ ر

قصیدۂ امرتسر، امرتسر کے اجلاس ندوۃ العلما میں

مولانا نے جو فارسی قصیدہ پڑھا تھا

طبع رنگین و اعلیٰ ۲ ر

مجموعۂ کلام شبلی اردو ۱۲ ر

مثنوی صبح امید اردو ۴ ر

نوحۂ اسحاق، مولانا کا اپنے بھائی کی وفات پر

پُر درد مرثیہ ۱ ر

مولانا حمید الدین صاحب بی اے

تفسیر سورۂ تحریم جدید طرز پر عربی میں قرآن مجید کی تفسیر ۴ ر

تفسیر سورۂ قیامہ 〃 〃 ۴ ر

تفسیر سورۂ والشمس 〃 〃 ۴ ر

تفسیر سورۂ والکافرون 〃 〃 ۴ ر

تفسیر سورۂ والعصر 〃 〃 ۴ ر

الرای الصحیح فی من ہو الذبیح، یعنی یہ کہ حضرت اسمٰعیل کے

ذبیح اللہ ہونے پر ایک مدلل

اور پر زور رسالہ ۱۰ ر

اسباق النحو، سہل طرز پر عربی گرامر اردو ۵ ر

دیوان حمید، مولانا کا فارسی دیوان مع تصویر ۱۲ ر

خرد نامہ، منظوم خالص فارسی زبان میں امثال سلیمان کا ترجمہ ۴ ر

تحفۃ الاعراب، عربی کی نحو جدید اردو نظم میں ۲ ر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شذرات

اس نمبر سے معارف کی ساتوین جلد شروع ہوتی ہے، اور اسکی عمر کا چھٹا سال، جولائی سنہ ۱۹۱۶ء مین اسکا پہلا پرچہ شایع ہوا تھا، ہم سست اور غیر مستقل ہندوستانیون کے نزدیک تو ایک اردو رسالہ کی اتنی زندگی بھی غنیمت ہے، لیکن سفر یورپ کے لئے جہاز پر سوار ہونے کے ساتھ مجھے امریکہ کے ایک انگریزی رسالہ کو دیکھکر کسقدر تعجب ہوا، اسکا نام "دی سٹرڈے ایوننگ پوسٹ" (سنیچر کی شام کی ڈاک) تھا، ہر ہفتہ بڑی تقطیع پر باریک ٹائپ مین تین کالمون کے ساتھ فلادلفیا سے شایع ہوتا ہے، ہر ہفتہ کے صفحات کی ضخامت ۱۷۲، با این ہمہ اسکی عمر تم نے سنی، فروری سنہ ۲۰ء مین اسکی عمر ۱۹۲ برس کی تھی، بتاریخ یکم نومبر سنہ ۱۷۲۸ء اسکا پہلا نمبر نکلا تھا، کیا ہمارے لئے یہ بھی یکے از عجائب عالم ہے،

گذشتہ جنگ جانسوز کے دوران مین جرمنی نے زہریلی گیس کا استعمال شروع کیا تھا، اسکی اس "بربریت" پر ساری "مہذب و متمدن" دنیا فرط حیرت و غضب سے تھرا اٹھی تھی لیکن آج جبکہ ہنگامی اشتغال اور ضروریات جنگ مین سے کوئی شے موجود نہین، اور دنیا پر ایک بڑی حد تک امن و امان کی فرمانروائی کہی جاسکتی ہے، اسوقت پورے پر سکون غور و فکر کے بعد امریکہ کی متمدن، صلح جو، و آشتی پسند حکومت یہ فرمان نافذ کرتی ہے کہ فوج کو زہریلی گیس کے

استعمال سے دست بردار ہونیکی کوئی وجہ نہین بلکہ آیندہ جنگ کے موقع پر ہر امریکی سپاہی کو اپنی اپنی جیب مین اسکی ایک ایک ڈبیہ رکھنا لازم ہوگی (امریکہ کے ماہرین سائنس نے اس گیس کو منجمد بنا دیا ہے، اسلئے اسے صابن کی طرح بآسانی ڈبیہ مین محفوظ رکھا جا سکتا ہے!)

مسئلہ کے سیاسی پہلو سے یہان واسطہ نہین، یہان دکھانا صرف یہ مقصود ہے کہ یہ اس قوم کا طرز عمل ہے جو مغرب مین صلح و آشتی کی سب سے بڑی علمبردار مشہور رہے، جسکے آئین اساسی مین یہ دفعہ بھی شامل ہے کہ اس قوم کو دوسرون کے لڑائی جھگڑے سے کوئی واسطہ نہوگا، اور جسکے رئیس حکومت (پریسیڈنٹ ولسن) کو ایک لاکھ کا گرانقدر نوبل پرائز اس بنا پر عطا ہوا ہے کہ انھون نے قیام امن مین بہترین مساعی سے کام لیا!

دنیا کشت و خون کے مناظر سے اکتا گئی ہے، جنگ و جدل کے نام سے وہ لرزنے لگی ہے، اور اس سے بچنے کے لئے ہر ممکن ذریعہ سے وسیلہ تلاش کر رہی ہے، لیکن کیا اس سعی مین کامیابی کی بھی صورتین ہین کہ اقوام اپنے تئین جنگی شقاوت و حربی سنگدلی کے لئے روز بروز تیار کرتی رہین؟ لیکن درحقیقت اسمین کسی مخصوص فرد یا قوم کا قصور نہین بلکہ یہ صورت حال لازمی نتیجہ ہے اس نظام تمدن کا جسکی سیادت کا شرف یورپ و امریکہ کو حاصل ہے اور جو بالواسطہ اسوقت ساری دنیا پر حاوی و محیط ہے، جس ضابطہ اخلاق مین انکسار و فروتنی، غربت و قناعت کا کوئی درجہ نہو، جس طرز معاشرت مین بلندترین مرتبہ عالی حوصلگی و بلند نظری کو دیا گیا ہو، جس فلسفۂ سیاست مین فن احتیال "و حکمت عملی" کو فضائل و کمالات مین شمار کیا جاتا ہو، اور جس نظام تمدن کی بنیاد تمامتر "تنازع للبقا" مسابقت و باہمی کشمکش پر ہو، اسکے علمبردارون سے یہ توقع رکھنا کہ انکی کوششین مستقل

ویا ئدار امن و امان، کو وجود مین لاسکین گی، گرگ سے گلہ بانی کی اُمید قائم کرنا ہی، سچ یہ ہے کہ جبوقت تک دنیا پر مادّی تمدن اور خود پرستارانہ جذبات کی حکومت قاہرہ قائم ہے، مجالس صلح کا انعقاد، سیاسی صلحنامون کی ترتیب، نوبل پرائز کے سے بیش قرار وحوصلہ افزا انعامات، غرض ان لوگون کی ہر کوشش قطعًا لاحاصل وبیہودہ ہے، مثلہم کمثل الذی استوقد نارًا فلما اضاءت ماحولہ ذھب اللہ بنورھم وترکھم فی ظلمت لا یبصرون، صم بکم عمی فھم لا یرجعون،

خودی بہرصورت وبہرحال نفاق، وشقاق، اختلاف وافتراق ہی کی جانب لیجانیوالی ہوتی ہے، خواہ اسے "وطنیت"، "قومیت" یا اور کیسی ہی پرشوکت لقب سے معزز بنانیکی کوشش کیجائے، جو شے اتحاد وخلوص، الفت واخوت پیدا کرنیوالی ہے، وہ خودی نہین، بیخودی، خود فراموشی، وخود فنائی ہے، اصول مادیت کے لحاظ سے یہ دعوی یقینًا مستبعد معلوم ہوگا، لیکن جسم و مادہ سے ماورا ایک اور عالم ہے، جہان اختلاف وافتراق کی گنجائش نہین، جہان من وتو کا گذر نہین، اور جہان گبر ومومن، ترک وہندو، عجم وعرب، سب مساوی نظر آتے ہین، اسی عالم مین پہنچکر خواجہ عطار فرماتے ہین، ع

روح را پارسی وتازی نیست

یا مولانا رومی کی زبان مین،

روح را با تازی وترکی چہ کار

چند ماہ ہوئے یورپ کی بین الاقوامی زنانہ کانگرس کا آٹھوان سالانہ اجلاس جینوا (اٹلی)

مین منعقد ہوا تھا جسکی مفصل روداد حال مین ہندوستان پہنچی ہے، خواتین کی بہت بڑی تعداد شریک تھی، تقریرین نہایت پرزور ہوئین، رزولیوشن دو ایک نہین بلکہ بیسیون کی تعداد مین منظور ہوے، غرض جس معنی مین آجکل جلسون پر کامیابی کا اطلاق کیا جاتا ہے، اس معنی مین یہ جلسہ ہر پہلو سے نہایت کامیاب و شاندار رہا، کانگرس نے اپنے مطالبات کا جو طویل پروگرام منظور کیا ہے، اسکے چند عنوانات یہ ہین:-

(۱) سیاسی حقوق نسوان (۲) شخصی حقوق نسوان (۳) خانگی حقوق نسوان

(۴) تعلیمی حقوق نسوان (۵) اخلاقی حقوق نسوان (۶) اقتصادی حقوق نسوان

اور ان مین سے ہر عنوان کے ماتحت مردون سے مساوات کامل کا مطالبہ کیا ہی، اس سے قطع نظر کرکے کہ فطری عدم مساوات کے ساتھ "مساوات کامل" کا مطالبہ کس حد تک حق بجانب ہے، سوال یہ ہی کہ کیا خواتین مغرب اپنے فرائض سے اس درجہ سبکدوش ہو چکی ہین کہ "حقوق" کی اس پرہیبت صف آرائی مین انہین "فرائض" کا نام لینے کی بھی فرصت نہین ملتی؟

مغرب کے نظام تمدن کی بنیاد مطالبہ "حقوق" پر ہی، مشرق کے ضابطۂ اخلاق کی اصل ادائے "فرائض" ہی، مغرب کے نزدیک عورت کا کمال یہ ہی کہ وہ شمع بزم و رونق محفل ہوکر رہے، مشرق کے نزدیک اسکی انتہائی عزت یہ ہی کہ وہ چراغ خانہ کی حیثیت سے زندگی بسر کرتی رہے، یہی سبب ہی کہ مغرب مین ملکہ کلیوپیٹرا پیدا ہوتی ہے جو حسن وجمال کے حربہ سے اپنی فاتحانہ اولوالعزمیون مین ایک بڑی حد تک کامیاب رہتی ہی، اور مشرق مین سیتا پیدا ہوتی ہے جو عصمت شعاری و شوہر پرستی کی تصویر ہوتی ہے، اور حفظ ناموس کی خاطر دنیا سے ناکام و نامراد اٹھ جاتی ہے، ہندوستان جدید کے سامنے اسوقت دونون راستے کھلے ہوے ہین، دعا ہی کہ اسے راہ راست اختیار کرنیکی توفیق عطا ہو،

مقالات

سورۂ قیامت کے چند نکات

از

تفسیر نظام القرآن و تاویل الفرقان بالفرقان

مولفہ مولانا حمید الدین صاحب بی اے

"ہمارے ناظرین کو معلوم ہے کہ جناب مولانا حمید الدین صاحب ایک مدت دراز سے عربی زبان مین قرآن مجید کی تفسیر لکھتے ہین جسکے متفرق اجزا طبع بھی ہو چکے ہین حضرۃ الاستاذ کبھی کبھی اس تفسیر کے ٹکڑون کو اپنے قلم سے اُردو مین ادا کرکے الندوہ مین شایع کیا کرتے تھے آج ہم بھی الندوہ مرحوم کی تقلید مین ایک سورہ کی تفسیر کی تلخیص شایع کرتے ہین، افسوس ہے کہ اردو مین عربی کا زور قائم نہ رہ سکا ہے"

(۱) منکرین قیامت کے خیالات کا ابطال اس سورہ کا موضوع ہے انکار قیامت کا خیال جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے ان دونون آیتون مین

کلا بل تحبون العاجلۃ وتذرون الآخرۃ، ہرگز نہین بلکہ تملوگ دنیا کو دوست رکھتے ہو اور آخرت کو چھوڑتے ہو۔

فلا صدق ولا صلی ولکن کذب وتولی پس اسنے نہ سچ کو مانا اور نہ نماز پڑھی لیکن جھٹلایا اور پیٹھ پھیری

ثم ذھب الی اھلہ یتمطی، اور اپنے اہل وعیال کے پاس اکڑتا ہوا گیا۔

بیان فرمایا ہے، دنیا کے عشق، اہل وعیال کی محبت، اور عدم اطاعت الٰہی کی بنا پر پیدا ہوا تھا، اور وہ لوگ اس انکار پر ایک عام شبہہ سے دلیل لاتے تھے جسکو قرآن مجید نے انکی زبان سے بار بار بیان کیا ہے، مثلاً

اذا کنا عظاماً نخرۃ، — جب ہم سڑی گلی ہڈیون کا ڈھیر ہو جائینگے (اسوقت کیونکر زندہ ہو سکینگے)

خداوند تعالےٰ نے انکی حالت کے اقتضار کے لحاظ سے اسی شبہہ کو زائل کیا ہے اور اس سورہ مین تشفی بخش، زواجر اور دلائل جمع کردیئے ہین، چونکہ پہلی سورہ (مدثر) مین نہایت تصریح کے ساتھ انکے استکبار و انکار کو بیان کردیا گیا ہے، اور اسمین اُنکو شدت کے ساتھ ڈرایا گیا ہے، اِسلئے خداوند تعالیٰ نے اس سورہ مین اسکو بہت وضاحت کے ساتھ نہین بیان کیا، بلکہ انکو استدلالی طریقہ سے مخاطب کیا، قاعدہ یہ ہے کہ لوہار پہلے لوہے کو گرم کرتا ہے، پھر اسپر ہتھوڑا لگاتا ہے، اسی طرح جب ایک جھگڑالو اور مغرور قوم سے گفتگو کا موقع پیش آتا ہے تو یہی طریقہ اختیار کرنا پڑتا ہے، بہرحال باوجود اظہار غیظ و غضب کے اس سورہ مین پہلی سورہ (مدثر) کی طرح استکبار و انکار کی تصریح و توضیح نہین ہے، اس سورہ مین خدانے فرمایا ہے،

ذرنی ومن خلقت وحیدا وجعلت له مالاً ممدوداً وبنین شهودا ومهدت له تمهیدا ثم یطمع ان ازید کلا انه کان لآیاتنا عنیدا ساُرهقه صعودا انه فکر وقدر فقتل کیف قدر، ثم قتل کیف قدر، ثم نظر، ثم عبس وبسر ثم ادبر واستکبر، فقال ان هذا الا سحر یؤثر ان هذا

مجھکو اور اس شخص کو چھوڑ دو جسکو مین نے اکیلا پیدا کیا ہی اور اسکو بہت سا مال اور سامنے رہنے والی اولاد دی ہے اور اسکے واسطے بچھونا بچھایا ہے باوجود اسکے وہ چاہتا ہی کہ مین ان چیزون کو اور بڑھاؤن، ہرگز نہین وہ ہماری آیات کا دشمن ہی، بہت جلد مین اسکو صعود پر چڑھاؤنگا، بیشک اس نے فکر اور اندازہ کیا، پس وہ مارا جاے کہ کیونکر اندازہ کیا پھر وہ مارا جاے کہ کیونکر اندازہ کیا، پھر دیکھا، پھر تیوری چڑھائی اور منھ بنایا، پھر پیٹھ پھیری اور تکبر کیا، پھر کہا کہ یہ قرآن صرف ایک جادو ہی جو نقل کیا گیا ہی، نہین ہی یہ مگر آدمی کا

لاتوّل البشر، ساصليه سقر، وما ادرٰنك ما سقر، لا تبقی ولا تذر، — کلام ہین اسکو بہت جلد جہنم مین جھونک دونگا، وہ کیا جانے کہ دوزخ کیا ہے، وہ نہین باقی رکھتی اور نہین چھوڑتی،

اور اخیر کی آیت تک مین اسی تصریحی اسلوب کو قائم رکھا ہے، چنانچہ ارشاد ہوا ہے،

فما لھم عن التذکرة معرضین کانھم حمر مستنفرة فرت من قسورة — تو وہ لوگ کیون اس نصیحت سے منہ پھیرتے ہین، گویا وہ بدکنے والے گدہے ہین جو شیر سے بھاگے ہوئے ہین۔

غرض ان تمام آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سورہ اور پہلی سورہ (مدثر) کا موضوع اگرچہ ایک ہے، لیکن پہلی سورہ مین جو تصریح ہے وہ اس سورہ مین نہین ہے،

(۲) لیکن بااین ہمہ اس سورہ مین بھی کسیقدر غصہ کا اظہار کیا گیا ہے، اسمین انسان کی سرکشی اور جرارت کا ذکر بھی ہے، اسکے سوال وجواب مین ٹھکرانے والی اور جھکانے والی دھمکی بھی موجود ہے، اسکی آیتون مین بکثرت تہدید واستفہام بھی ہے، اس لحاظ سے اس سورہ کا اسلوب پہلی سورہ سے الگ نہین ہے، بلکہ اسی کے ساتھ مربوط ہے، دیکھو انسان کس سرکشی اور جرارت سے کہتا ہے،

أیّانَ یوم القیمة، — قیامت کا دن کب آئیگا۔

کیونکہ اتمام حجت کے بعد قیامت کا انکار صرف ضلالت وغوایت ہی کی بنا پر کیا جا سکتا ہی، اسلئے خدا نے سخت زلزلہ انگیز ورعشہ خیز جواب دیا، یعنی قیامت کا دن نہین بتایا بلکہ اُسدن جو مناظر پیش آئینگے انکی تصویر کھینچدی، اور فرمایا،

فاذا برق البصر وخسف القمر وجمع الشمس والقمر یقول الانسان یومئذ این المفر، — اور جب آنکھ چوندھیا جائیگی اور چاند گہنا جائیگا اور چاند اور سورج اکھٹے کئے جائینگے، تو انسان کہیگا کہ اب جائے گریز کہان ہے۔

(۳) اس سورہ مین تہدید و استفہام کے جو مواقع ہین، انکی تفصیل کی ضرورت نہین لیکن اصول بلاغت کے مطابق یہ نکتہ بتا دینا چاہیئے کہ جب غصہ کی حالت مین خطاب کیا جاتا ہے تو اسمین قدرتی طور پر ٹھراؤ (فصل) بکثرت آتا ہے، گویا متکلم ٹھہر ٹھہر کے غصہ کو پیتا ہی پھر نئے سرے سے گفتگو شروع کرتا ہے، اور اپنے کلام کو کلمات تہدید پر ختم کرتا ہے، اس سورہ مین یہی اسلوب اختیار کیا گیا ہے، اور اس لحاظ سے وہ سورہ علق، سورہ تکاثر، اور سورہ ہمزہ کے مشابہ ہے، کیونکہ ان مین بھی خدا نے اپنے غیظ و غضب کا اظہار اسی طریقہ سے کیا ہے،

اس تمہید کے بعد اب ہم آیت کے ٹکڑون کی تفسیر کی طرف متوجہ ہوتے ہین،

(۴) اس سورہ مین خدا نے قیامت کی جو قسم کھائی ہے، اسمین شدت کے ساتھ زجر و توبیخ پائی جاتی ہے، کیونکہ جب کوئی چیز بہت واضح ہوتی ہے تو خود اپنی دلیل بنجاتی ہے،

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

اسلئے خدا نے گویا کہا کہ "خود بخود عنقریب اس دن کو جان لوگے، بتانے کی ضرورت نہین" لیکن قرآن مجید کا یہ بھی اسلوب بیان ہے کہ وہ تہویل و تخویف کے بعد دلائل بھی بیان کرتا ہے، چنانچہ سورہ نبأ مین پہلے تہدیدی طور پر فرمایا،

عم یتساءلون، عن النبأ العظیم	وہ لوگ کس چیز کو پوچھتے ہین بہت بڑی چیز کو جسمین وہ
الذی ھم فیہ مختلفون، کلا	اختلاف کرتے ہین، ہرگز نہین وہ عنقریب جان لین گے
سیعلمون، ثم کلا سیعلمون،	اور ہان ہرگز نہین وہ عنقریب جان لین گے،

پھر اس تہدیدی کلام کے بعد اثبات قیامت پر دلائل قائم کئے، اور فرمایا

الم نجعل الارض مھادا الخ،	کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہین بنایا۔

بعینہ اس آیت مین بھی قیامت کی قسم کھانے کے بعد جو ایک تہدیدی قسم تھی ایک دلیل

قائم کی جو نہایت قریب الفہم ہے،

(۵) یعنی خدا نے قیامت کی جو قسم کہائی، اسمین خود قیامت سے وجود قیامت پر استدلال کیا اسکے بعد نفس لوامہ کی قسم سے خود نفس پر بداہت سے دلیل لایا، کیونکہ ہر شخص بدیہی طور پر جانتا ہے کہ وہ ایک حاکم کے زیر اقتدار ہے، جو اسکا حساب لیگا، ورنہ اسکا نفس بعض افعال پر اسکو کیون ملامت کرتا، اس سے ثابت ہوا کہ خود انسان کی فطرت کے اندر افعال قبیحہ سے روکنے کی طاقت موجود ہے، خدا نے اسی حس بدیہی کو اس آیت مین

بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ — آدمی خود اپنے نفس کی دلیل ہے،

بصیرت کے لفظ سے تعبیر کیا ہے،

(۶) خداوند تعالی نے جسطرح قیامت اور نفس لوامہ سے ایک ساتھ استدلال کیا اسی طرح ان دونون کی ایک مخصوص صفت کو ایک جگہ جمع کر دیا، اور وہ صفت بصیرت ہے کیونکہ انسان باوجودیکہ اپنے افعال پر طرح طرح کے عذر پیش کرتا ہے اور حیلے ڈہونڈہتا ہے لیکن نفس کی ملامت باقی رہتی ہے، بجز اس حالت کے کہ انسان کا ضمیر بالکل مردہ ہوجاے اور اسوقت اسپر یہ آیت صادق آتی ہے،

ختم اللہ علی قلوبھم — خدا نے اُنکے دلون پر مہر لگادی ہے،

اور یہی لوگ ہین جن سے رسول اللہ صلعم کو اعراض کرنے کی ہدایت کیگئی ہے، کیونکہ اُن پر کوئی نصیحت اثر نہین کر سکتی، اس آیت مین بھی خدا نے ان لوگون سے اعراض کا حکم دیا ہے، جیسا کہ ہم لا تحرک لسانک لتعجل بہ کی تفسیر مین بیان کرینگے،

(۷) نفس لوامہ اور قیامت کے ایک جگہ جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونون مین ایک خاص قسم کی مناسبت ہے، اور وہ یہ ہے کہ قیامت نفس کلی کی ملامت کرنیوالی ہے،

کیونکہ عالم اپنے تربیت و نظام کی وجہ سے ایک شخص واحد ہے، اسلئے جسطرح ہر انسان مین ایک نفس لوامہ موجود ہے جو اسکے گذشتہ افعال پر ملامت کرتا ہے، بعینہ اسی طرح تمام عالم کے لئے ایک عام نفس لوامہ ہے، جو انسان کے گذشتہ اعمال کو اسکے سامنے کر دیتی ہے، اور خدا نے اس آیت مین

ینبؤ الانسان یومئذ بما قدم واخر — آج کے دن انسان کو اسکے تمام اگلے پچھلے اعمال کی خبر دیجائیگی

اسی نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہے،

بعینہ اسی طرح ہر پیغمبر اپنی قوم کے لئے نفس لوامہ ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعثت عام کی بنا پر تمام عالم کے لئے نفس لوامہ ہین، اور آپ اس حیثیت سے قیامت کے مثل ہین، جیسا کہ ہم نے کتاب ملکوت اللہ مین تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، اور اسکا ایک حصہ سورۂ صف کی تفسیر مین بھی مذکور ہے،

(۸) چونکہ ابتدا مین اہل عرب تحمل شریعت کی صلاحیت اور استعداد نہین رکھتے تھے جسکا اقتضاء یہ تھا کہ انکے ساتھ رفق و ملاطفت کیجائے، اِسلئے شروع مین وحی نہایت مختصر اور نہایت کم نازل ہوتی تھی، اور اہل عرب سے اسوقت تک کے لئے تمہل آمیز اعراض کیا جاتا تھا جب تک ان کا جوش ٹھنڈا ہو جائے، لیکن کفار کے مخاصمہ و مجادلہ کی حالت مین آپ کے لئے صرف قرآن ہی ایک تسکین بخش اور استقامت آفرین چیز ہو سکتی تھی، اسکے ساتھ آپ تکمیل شریعت، اور لوگون کے ایمان کے سخت متمنی تھے، اس سے بھی بڑھکر یہ کہ کفار طنزاً کہتے تھے،

لولا نزل علیہ القرآن جملۃ واحدۃً — محمدؐ پر پورا قرآن ایک ہی بار کیون نہین نازل ہو جاتا۔

ان اسباب کی بنا پر جب آپ پر نزول وحی ہوتا تھا تو آپ اُسکو نہایت شوق کے

ساتھ خود زبان مبارک سے پڑہتے تھے اور اسکو ازبر یاد کرلیتے تھے تاکہ اثبات حق اور ابطال باطل کے لئے آپ کے ہاتھ خوب مضبوط ہوجاءین، لیکن خدانے اس تدریج وتمہل کی مصلحتین آپکو متعدد آیتون مین تبلائین مثلاً اس آیت مین۔

ولاتعجل بالقرآن من قبل ان یقضی الیک وحیہ وقل رب زدنی علما ولقد عھدنا الی آدم من قبل فنسی ولم نجد لہ عزما، | جب تک قرآن کی پوری وحی نازل نہو جائے اوس کے متعلق جلدی نکرو اور کہو کہ خداوندا میرے علم کو بڑھا ہم نے تم سے پہلے آدم کو وصیتین کین، لیکن وہ بہول گئے اور ہم نے اُن مین عزم نہین پایا۔

خدانے آپکو بتایا ہے کہ انسان ضعف عزم کی بنا پر دفعتہً تمام شریعت کا متحمل نہین ہوسکتا اسلئے کل قرآن کے نزول کے لئے عجلت نکرو بلکہ جو کچھ ملے اسکو قبول کرلو، اور یقین کرو کہ تکمیل یا تخفیف کے لئے ابھی اور کچھ باقی ہے، اور خدا سے اضافۂ علم کی درخواست کرو، غرض اس آیت مین انسان کے طبعی ضعف کے لحاظ سے خدانے تدریج وتمہل کی مصلحت تبائی لیکن اس آیت مین،

لاتحرک بہ لسانک لتعجل بہ ان علینا جمعہ وقرآنہ فاذا قرأناہ فاتبع قرانہ ثم ان علینا بیانہ کلا بل تحبون العاجلۃ وتذرون الاخرۃ، | قرآن مجید کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت ندے تاکہ تو جلدی کرے اسکے ساتھ اسکا جمع کرنا اور پڑہنا ہمارا کام ہے پس جب ہم اسکو پڑہین تو تو ہمارے پڑہنے کی پیروی کر اُسکے بعد اسکا بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے، ہرگز نہین بلکہ تم لوگ دنیا سے عاجلہ کو دوست رکھتے ہو اور آخرت کو چھوڑ دیتے ہو،

انسان کی استعداد وقابلیت کی بنا پر اس مصلحت کو سمجہایا ہے، کیونکہ انسان مین فطرۃً ایک بصیرت موجود ہے، اور وہ آہستہ آہستہ بلند ہونے کا طبعی شوق اپنے دل کے اندر رکھتا ہی

لیکن دنیاے عاجلہ کی محبت جیساکہ خدانے بیان فرمایاہے،

خلق الانسان من عجل — انسان عجلت سے پیدا کیا گیا ہے،

ان الانسان خلق هلوعا اذا مسه الشر — انسان گھبرانے والا پیدا کیا گیا ہے جب اسپر مصیبت

جزوعا واذا مسه الخیر منوعا۔ — آتی ہے تو بدحواس ہو جاتا ہے اور جب اسکے بھلے دن آتے ہیں تو بخیل ہو جاتا ہے

بذات خود ایک فطری چیز ہے اور وہ اس راہ مین رکاوٹ پیدا کرتی ہے بہرحال انسان مین یہ دو متضاد طبعی توتین موجود ہین، اور اسلئے اسمین اجتہاد اور تربیت کا مادہ بھی فطرۃً ودیعت کیا گیا ہے، تاکہ فطرت کا یہ بیج خود انسان کی قوائے فطری ہی کے ذریعہ سے نشو ونما پاے، اور اسلئے مذہب مین جبر و اکراہ کی ممانعت کیگئی ہے، تو اسی اصول کی بناپر جب خدانے اس سورہ مین یہ بیان کردیا کہ خود انسان کے اندر ایک بصیرت اور نفس لوامہ موجود ہے تو پیغمبر کو اسکی تربیت کا طریقہ بتایا اور فرمایا کہ تم کو قرآن کے متعلق جلدی نہین کرنی چاہیئے، کیونکہ تدریج و تمہل تربیت کا اصلی سنگ بنیاد ہے، اسلئے جو کچھ تم پر نازل ہو اسکو پڑھکر سنا دو، اسکے بعد یہ بتایا کہ اس تدریج و تاخیر کی بناپر وہ لوگ قرآن کے فواید سے بے بہرہ نہین ہین، کیونکہ یہ تو عین اقتضاے حکمت ہے، بلکہ دنیاے عاجلہ کی محبت اور محسوسات کی غلامی نے انکو اندھا کردیا ہے، انسان کے اندر خود بصیرت موجود ہے، اور خدانے اسکے لئے دلائل قائم کردیئے ہین، باایں ہمہ وہ اپنے تمرد و طغیان کی بناپر اس سے غفلت برتتا ہے، خدانے اسی کے قریب قریب انکی حالت پہلی سورہ مین بھی بیان کی ہے اور فرمایا ہے،

فما لهم عن التذكرة معرضين — وہ لوگ یاددہانی سے کیون اعراض کرتے ہین گویا

كانهم حمر مستنفرة فرت من قسورة — وہ بدکنے والے گدھے ہین جو شیر سے بھاگے ہوئے ہین بلکہ

بل یرید کل امری منھم ان یوتی صحفا منشرۃ ہر آدمی یہ چاہتا ہی کہ اسکو کھلے ہوئے صحیفے دیئے جائین،

لیکن خدانے انکی اس خواہش کا یہ جواب دیا ہے،

کلا بل لا یخافون الآخرۃ کلا انہ ہرگز نہین بلکہ وہ لوگ آخرت کا خوف نہین کرتے ہرگز نہین،

تذکرۃ فمن شاء ذکرہ یہ ایک یاد رکھنے والی چیز ہے جو چاہے اسکو یاد رکھے،

قرآن مجید کی اور سورتون (اعلی، دہر) مین بھی اسی قسم کی آیتین موجود ہین جن سے قرآن مجید کے ترتیب و نظام مین نمایان مطابقت نظر آتی ہے، لیکن عام طور پر مفسرین کی نگاہ کلام کے اس ربط پر نہین پڑی یہانتک کہ قفال نے کہدیا کہ قیامت کے دن کفار سے یہ خطاب کیا جائیگا، قفال کے علاوہ اور مفسرین نے اگرچہ کلام کے اصل مقصد سے عدول نہین کیا تاہم انھون نے بھی اس آیت کو ایک الگ مستقل آیت سمجھا، جو مضمون سورہ کے ساتھ مربوط نہین ہے، اُن کے نزدیک اثنائے قراءت مین رسول اللہ صلعم نے حقیقۃً عجلت کی اور جبرئیل علیہ السلام نے آپکو ان الفاظ مین اس عجلت سے منع کیا، یہ اگرچہ بالکل واقعہ ہے کہ آپ نے ان آیات کی تلاوت مین عجلت سے کام لیا، لیکن یہ کوئی عارضی بات نہ تھی بلکہ یہ آپ کا عام طرز تھا اور چونکہ آپ کا یہ عجلت آمیز شوق متعدد اسباب کی بنا پر پیدا ہوا تھا، اسلئے خدانے آپکو متعدد طریقون سے جیساکہ ہم ابھی بیان کرآئے ہین، آپکو تسکین دی،

مفسرین کا یہ بھی خیال ہے کہ قرآن مجید کے ضائع و برباد ہونے کے خیال سے آپ یہ عجلت کرتے تھے، اور یہ بالکل ایک واقعہ ہے، لیکن اسکے ساتھ اپنی قوم کی ہدایت کے لئے بھی آپکو نزول وحی کا عاجلانہ اشتیاق تھا، اسلئے خدانے اس سورہ کے ربط و نظام کو قائم رکھکر آپکو انہی دو امور کی بنا پر تسکین دی، اور فرمایا کہ قبول وحی مین

کیون اسقدر مشقت برداشت کرتے ہو، قرآن مجید کی جمع و ترتیب، اور اسکا تحفظ خود ہمارا فرض ہے، رہگئی تمہاری قوم کی ہدایت تو وہ لوگ دنیا کی محبت مین ڈوبے ہوئے ہین اسلئے کم یا زیادہ جو کچھ بھی کہا جائے، اُنکے لئے برابر ہے، سورۂ اعلیٰ اور سورۂ دہر مین اسکو خدا نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا تھا، اس بنا پر اس سورہ مین اسکا ذکر اجمال کے ساتھ کیا، لیکن ان دونون سورتون مین جو باتین اجمالاً بیان کی تھین، اس سورہ مین اسکی تفصیل کردی -

(عبدالسلام ندوی)

یای مجہول

از

(پروفیسر شیخ عبد القادر ایم اے آئی ای ایس)

"یہ مضمون پچھلے سال آل انڈیا اورینٹل کانفرنس، پونہ مین انگریزی مین پڑہا گیا تہا اب تکمیل و نظر ثانی کے بعد اشاعت کے لئے جا چکا ہے، کانفرنس کے دیگر مضامین کے ساتھ کتابی صورت مین شائع ہوگا،

لیکن ناظرین معارف خوش ہونگے کہ پروفیسر موصوف نے انکے حق کو انگریزی پبلک پر مقدم رکھا، ہماری منت پذیری کا تقاضا بھی اس خالص عنایت کی شکر گذاری پر مجبور کرتا ہے گو ہمارے محترم دوست کی ذات پر "معارف" کے اتنے حقوق ہین کہ اگر وہ اسکو اپنے قرض کی وصولی کی صرف پہلی قسط سمجھے تو بیجا نہوگا،

ہندوستان مین احاطہ بمبئی اور خاصکر شہر بمبئی مین جہان ایران کے نو وارد مسلمان (مغل) اور زردشتی گلی کوچہ مین ملتے ہین، آدمی کو یہ نظر آتا ہے کہ فارسی زبان دو طرح کی ہے، ایک جو ہندوستان مین رائج ہے، اور دوسری ایران کی، ان دونون مین اگرچہ خاص خاص الفاظ و محاورات، تراکیب و اسالیب عبارت اور اختلاف گرامر کی بنا پر بھی کافی فرق محسوس ہوتا ہے، لیکن جو فرق سب سے زیادہ نمایان ہوکر نظر آتا ہی وہ تلفظ کا ہے،

اول الذکر فرق کی بنیاد تو یہ ہے کہ ہندوستان کے فارسی اساتذہ ابتک قدیم یعنے کلاسکل فارسی ہی کے مستند مصنفین و شعراء کے نقوش قدم کا تتبع اپنے کمال کی معراج سمجھتے

آئے ہین، عبارت ہین زور وچستی، صفائی وسلاست، اور نحوی اصول کی رعایت قدیم فارسی کے اجزاے شکر ہین، جن سے دور جدید کی ایرانی فارسی کا بیشتر حصہ خالی ہے، بجاے چستی وایجاز کے عبارت ہین سستی اور ڈھیلاپن روز بروز زیادہ پیدا ہوتا جاتا ہے، جو سلوک مصریین عربی کے ساتھ ہوا ہے، وہی موجودہ ایران فارسی کے ساتھ کر رہا ہے، بقول ڈاکٹر فریز روزن کے گرامر کے اصول وقواعد سے بے پرواہی، انکے استعمال ہین تناقض، جہان جو دل ہین آیا لکھدیا بول دیا، جسکی بدولت بعض اجزاے کلام خصوصًا حروف وروابط کا استعمال معلمین وتعلمین دونون کیلئے ایک مصیبت بنگیا ہے، تعریف فعل تک کی صفائی وسادگی غائب ہوگئی ہے، ایک صیغہ کی جگہ دوسرا آجکل بکثرت وبے تکلف استعمال کردیا جاتا ہے، بخلاف اسکے قدیم فارسی ہین اس فرق وتفاوت کا ہرجگہ لحاظ رکھا جاتا تھا"۔

ثانی الذکر یعنی تلفظ کا اختلاف، اسکی نسبت عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اہل زبان یعنی ایرانیون ہی کا تلفظ اصلی اور صحیح ہے، ہندوستان والون نے اسکو فاسد وخراب کرڈالا ہی پروفیسر براؤن جیسے اہل نظر بھی اسی عامیانہ آواز کے ہم آہنگ ہوگئے ہین، اور ہمارے تلفظ کو خالص ہندوستانی" فاسد اور غلط سمجھکر اُسکی جا بجا تحقیر کی ہے، لیکن حقیقت حال اسکے بالکل خلاف ہے، یعنی ہندوستان ہی کا تلفظ ایران کا اصلی تلفظ ہے، اور خود اہل ایران اپنے اسلاف کے جادۂ مستقیم سے اس باب ہین بھی اسی طرح الگ جا پڑے جسطرح اغیار اول ہین،

بالائی ہند ہین، جہان مغل شاذ ونادر ہی نظر آتے ہین، تلفظ کے اس اختلاف کی بہت سے لوگون کو خبر بھی نہوگی، لیکن یہان بمبئی ہین اسکو خاص اہمیت حاصل ہوگئی ہے، اور فارسی الفاظ کو موجودہ ایرانی تلفظ کے خلاف بولنا ایک" لغوی فتنہ" سمجھا جاتا ہے، اس سے بڑھکر تماشہ یہ ہی کہ بعض لوگ مغلون کے لب ولہجہ اور انکے مخصوص حرکات وسکنات کی بوزنہ وار نقالی کو فارسی

علوم و زبان دانی کی سند و دلیل جاننے لگے ہین، حالانکہ

نہ ہر کہ طرف کلہ کج نہاد و تند نشست   کلاہ داری و آئین سروری داند

ایک علمی اور تعلیمی دشواری یہ آپڑی ہے کہ سارے ہندوستان کی طرح احاطہ بمبئی مین بھی فارسی پڑھنے والے طلبہ تو زیادہ تر غریب ہندوستانی ہی ہوتے ہین، لیکن اسکولون اور کالجون کے اساتذہ، معلمین اور ممتحنین مین ایک کافی تعداد مغلون اور کچھ انکے مقلدین کی بھی داخل ہوگئی ہے، جس سے بیچارے طالبعلم نہ صرف اس کشمکش مین پڑجاتے ہین کہ وہ کسکا اتباع کرین، بلکہ بارہا اسکی بدولت امتحانات مین بھی انکا خون ہوتا ہے، ان حالات کو پیش نظر رکھکر ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ اس مسئلہ پر ایک مرتبہ علمی حیثیت سے اچھی طرح غور و فکر کرکے ہوسکے تو مدارس مین کوئی ایک راہِ عمل اختیار کرلیجائے ۔

جن لوگون نے ہندوستانیون اور ایرانیون دونون کو فارسی بولتے یا پڑھتے سُنا ہے اُن کو جن جن چیزون کے تلفظ مین نمایان طور پر تفاوت نظر آیا ہوگا، وہ فتحہ، کسرہ، ضمہ، حروف ممالہ، نون غنہ، واو مجہول اور یاے مجہول کے تلفظات ہین، ان سب پر بحث کو کسی ایک مضمون کے دامن مین نہین سمیٹا جاسکتا، اسلئے سردست میری گفتگو کا تعلق صرف آخر الذکر یعنی یاے مجہول کے تلفظ سے ہوگا ۔

فارسی کے جن الفاظ مین یاے مجہول واقع ہے، ان کا ایک تلفظ تو وہ ہے جو تم نے ایرانیون یا مغلون سے سُنا ہوگا، دوسرا وہ جو ہمارے ہان جاری ہے، مثلاً "شیر" یعنی درندہ کہ ایرانی اسکو "تیر" کی "ی" کی طرح تلفظ کرتے ہین، اور ہندوستانی ہندی تلفظ "ڈھیر" یا "پھیر" کی "ي" کی طرح۔ اس دوسرے تلفظ کی نسبت عام خیال یہ پھیلا ہوا ہے کہ یہ ہندوستانی

مسلمانون کی ایجاد ہے، جنھون نے اسکو اردو تلفظ کے قالب مین ڈہال لیا ہی۔ ایرانیون کے خالص فارسی تلفظ کو اس سے کوئی واسطہ نہین، خود بہتیرے مسلمان اور بعض مستشرقین یورپ تک بھی یقین رکھتے ہین، پروفیسر براؤن اپنی کتاب A year amongst the Persian (ایران مین ایک سال) مین فرماتے ہین کہ "یہ غلط اور رکیک تلفظ جو ہندوستان مین جاری ہے مین نے اصل مین اپنے ہندوستانی ہی احباب سے سیکہا تہا جسکو اب مین جلد سے جلد چھوڑ رہا ہون"۔

لیکن تحقیق کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ (۱) جس تلفظ کو ہندوستانیت کے ساتھ مطعون کیا جاتا ہے وہ کسی طرح بھی اس معنی مین ہندوستانی نہین ہے، کہ یہ ہندوستان کے مسلمانون کی اختراع ہے یا انہی کے ساتھ مخصوص ہے، (۲) بلکہ یہ خالص ایرانی تلفظ ہے، (۳) جو ہندوستان مین آنے سے پہلے صدیون ایران مین جاری رہا ہے، (۴) نیز بعض حیثیات سے "فاسد وخراب" ہونے کے بجاے علمی نقطۂ نظر سے بھی صحیح تر تلفظ ہے، (۵) اور موجودہ ایرانی تلفظ خود بگڑا ہوا اور ایک لحاظ سے غیر ایرانی ہے۔

اس دعوی کے ثبوت مین چار مختلف دلائل پیش کئے جاسکتے ہین، جنکی بنیاد تمامتر خالص اور مستند ایرانی مصنفین کی شہادت پر ہوگی، ہندوستان کے اساتذۂ فارسی کی تصانیف سے عمداً اغماض کیا گیا ہے تاکہ مخالف کو اس عذر کی گنجائش نرہے کہ خود فریق مقدمہ کی شہادت پر اعتبار نہین کیا جاسکتا۔

۱- پہلی دلیل خود معروف ومجہول کی تفریق سے پیدا ہوتی ہے، فارسی زبان کی قاموسون اور گرامر کی کتابون مین اکثر یہ بیان ملتا ہے کہ "ی" دو طرح کی ہوتی ہے، معروف ومجہول، معروف جیسے رتیب، تیر، وید، پیل، شیر (دودھ) وغیرہ کی ی ہے، اور مجہول جیسے

خویش، تیز، سپید، شیر (درندہ) وغیرہ لفظون مین پائی جاتی ہے، اب سوال یہ ہے کہ یہ دو نام کب، کس نے، اور کیون رکھے؟ اسکا جواب یہ ہے کہ یہ نام عربون نے وضع کئے، جنکے کانون کے لئے "ی" کی ایک آواز تو خود اپنی زبان مین مانوس و معلوم تھی جسکا نام اُنھون نے "معروف" رکھا، اور دوسری جو نامانوس و نامعلوم تھی وہ "مجہول" قرار پائی،

اس قسم کی تفریقات کچھ ایک حرف "ی" یا تلفظ ہی کے ساتھ مخصوص نہین بلکہ "و" کے تلفظ مین معروف و مجہول کی تفریق کا بھی یہی منشا ہے، اور تلفظ کے علاوہ دوسرے اصول و قواعد مین بھی جہان عربی زبان کے خلاف کوئی بات نظر آئی ہے، عربون نے اپنی زبان کو اصلی قرار دیکر اسی طرح کی تقسیم کردی ہے، مثلاً اضافت مقلوب، کہ اسکو مقلوب اِسلئے کہدیا گیا کہ عربی مین مضاف مضاف الیہ کی جو ترتیب ہوتی ہے، اسکے لحاظ سے "جہان پناہ" "دل آرام" "جان آفرین" وغیرہ کی اصل فارسی اضافتون کی ترکیب معکوس و مقلوب تھی، انتہا یہ کہ فارسی زبان کی جو رائج گرامر ہے، اسکو تمامتر عربی ہی کے قالب مین ڈہالنے کی کوشش کیگئی ہے، اور صحیح فارسی گرامر جو نفس فارسی ہی زبان کو سامنے رکھکر بنائی گئی ہو اب تک مفقود ہے،

غرض معروف و مجہول کی اس تفریق سے صاف ظاہر ہے کہ جب ایران مین فارسی زبان کے لئے عربی رسم الخط وجود مین آیا، اسوقت یقیناً یہ دو مختلف آوازین موجود تہین ورنہ دو الگ الگ نام رکہنے کی کیا ضرورت تھی، فرانس کے مشہور مستشرق ڈارمسٹیٹر نے بالکل ٹہیک لکہا ہے کہ "جب عربی حروف ہجا ایران مین داخل ہوئے تو اسوقت تک "اِے" اور "اُو" کی آوازین (جو اُردو مین حروف ندا کی حیثیت سے استعمال ہین "اُو" (جیسے نور مین) اور "اِی" کی آوازون سے بالکل ممتاز اور جداگانہ طور پر موجود تہین، لیکن چونکہ عربون کے ہان "اِے" اور "اُو" کی آوازین نہین تہین، اِسلئے انہون نے انکی جگہ پر اُن حروف علت (یعنی "ی" اور "و") کو

رکھدیا جوان سے بہت زیادہ قریب الصوت تھے"،

جس سے لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ "ی" کی "مجہولی" آواز خود ایرانیون کے ہان نامانوس "یامجہول" نہ تھی، بلکہ عربون کے ہان اور کم ازکم عربون کے حملہ تک یہ آواز ایران کی زبان مین موجود تھی،

۲- اگر تاریخی ولسانی پہلو سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ فتح ایران سے قبل ساسانیون کے زمانہ مین خود پہلوی مین یہ دونون آوازین موجود تہین، گو اسکے حروف ہجا مین دونون کے اظہار کے لئے ایک ہی علامت تھی، جو پہلوی حروف ہجا کی ایک خاص خصوصیت ہے، یعنی ایک ہی حرف کئی کئی آوازون کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ پہلوی سے بھی پیچھے جاؤ تو اوستا مین نہ صرف معروف ومجہول کی دو مختلف آوازین ملتی ہین، بلکہ اوستا کے حروف ہجا مین ان دونون کے لئے دو بالکل الگ علامتین بھی موجود ہین، بعینہ یہی حال سنسکرت مین ہے جو اوستا کی بڑی بہن ہے اور نیز اسی کے اثر سے ہندوستان کی دیگر آریا زبانون بھی یہ فرق موجود ہے،

اصل یہ ہے کہ "یاے مجہول" کی آواز وہی ہے جو زند و اوستا مین "اَیے" اور سنسکرت مین "اَیے" ہے، جیسا کہ ذیل کی چند مثالون سے واضح ہوگا :-

فارسی	زند
کیش	گیش
دیو	دَیو
تیغ	تَیگھ
ریش	رَیش
سپید	سَپَیت (سنسکرت مین: श्वेत)

۳- یہ ثابت ہو چکنے کے بعد کہ اوستا اور پہلوی کے زمانہ سے لیکر اُس وقت تک جب فارسی زبان نے عربی حروف کا لباس پہنا، ایران مین یاے مجہول کا تلفظ قطعاً موجود تھا، اب ہمکو یہ دیکھنا ہے کہ اسلامی عہد کے ایران مین یہ کب تک موجود رہا ہے، اسکے لئے خود فارسی شعراء کی سند جسکا قافیہ سے پتہ چل سکتا ہے فیصلہ کن ہوگی، اسلئے کہ قافیہ مین صرف تلفظ ہی کا اعتبار ہوتا ہے،

اس غرض کے لئے مین نے اسدی طوسی کے لغت الفرس"کو جو فارسی کا قدیم ترین لغت ہے، شروع سے آخر تک پڑھا ہے، اور رودکی، عنصری، فرخی، منوچہری، انوری، خاقانی، سعدی و حافظ کے دواوین کا ایک ایک کرکے جائزہ لیا ہے، ان مین ایک مثال بھی اسکی نہین ملتی کہ یاے معروف والے لفظ کا قافیہ کہین یاے مجہول والے لفظ سے کیا گیا ہو، بخلاف اسکے آجکل جب معروف و مجہول کے تلفظ مین کوئی فرق نہین باقی رہ گیا ہے، تو شعراے ایران بے تکلف ایک کا دوسرے سے قافیہ کرتے ہین، اور کوئی تمیز نہین کرتے، پس اگر موجودہ شعراء آج جو کچھ تلفظ کرتے ہین وہی لکھتے ہین تو یقینی نتیجہ نکلتا ہے کہ متقدمین شعراء نے جیسا لکھا ہی ویسا ہی تلفظ بھی کرتے تھے،

شاہنامہ فردوسی اور مثنوی مولانا روم کے سمندر کو کھنگالنا چونکہ زیادہ فرصت طلب تھا اسلئے اس بارہ مین مین نے ڈاکٹر مسیٹر کے اس بیان پر اعتماد کرتا ہون جو علی الترتیب اسپیگل (Speegel) اور سپہر کاشانی کی شہادت پر مبنی ہے کہ "قدیم شعراء مثلاً فردوسی نے کبھی"معروف"کا"مجہول" سے قافیہ نہین کیا، سپہر کی اصلی عبارت یہ ہے:- کہ

"شعراے متقدم جمیعا رعایت نمودہ اند و مجہول با معروف نیاوردہ اند و مولوی معنوی در مجہولات یای غایت سعی مبذول نمودہ و نیک باید دانست کہ درین اشعار نیز رعایت

کردہ است کہ فرمودہ، کارِ پاکان را قیاس از خود مگیر + گرچہ باشد در نوشتن شیر شیر
یعنی در نوشتن شیر درندہ را چون شیر خوردنی نویسند، البتہ چنین بود زیرا کہ در تکلم تفاوت کنند
نہ در نگارش پس شیر خوردنی کہ بیاے معروف است با مگیر قافیہ نمودہ"

ڈاکٹر سخاؤ نے بیرونی کی کتاب آثار الباقیہ کے ترجمہ پر جو مقدمہ لکھا ہے، اسکی چند سطرون کا اقتباس بھی بے محل نہوگا کہ اس سے فردوسی کے عہد کے لئے ہمارے دعوی پر مزید روشنی پڑتی ہے

"بیرونی کے معنی باہر والے کے ہین، جو فارسی لفظ بیرون سے مشتق ہے .... ہمارے زمانہ مین اس لفظ کو طہران مین (یاے معروف) کے تلفظ سے ادا کرتے ہین، لیکن فارسی لغت نویسون کی شہادت کی بنا پر اسکا تلفظ یاے مجہول کے ساتھ ہے، مشہور سوانح نگار سمعانی جو لسانیات کا عالم ہے، اور بیرونی سے صرف "سو" سال بعد گذرا ہے، اس نے لکھا ہے کہ وسط ایشیا مین "بیرون" کا تلفظ بیاے مجہول تھا۔"

ممکن ہے، کسی کے دل مین یہ اعتراض پیدا ہو کہ ڈاکٹر سخاو نے سمعانی کی سند سے جو کچھ لکھا ہے اس سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ وسط ایشیا مین مجہول کا تلفظ معروف سے الگ تھا اصل ایران کے بارہ مین اس قول کی کوئی سند نہین ہو سکتی، مگر یہ اعتراض کچھ نتیجہ خیز نہین ہے، کیونکہ اس زمانہ مین وسط ایشیا اور افغانستان ہی کے شہر مثلاً سمرقند، بخارا، خیوا، خارزم، غزنی، ہرات، غور ہی وغیرہ فارسی علم و ادب کے مرکز تھے، اور اس زمانہ کا خراسان آج کے خراسان سے بہت وسیع تھا، فارسی شاعری موجودہ ایران مین نہین بلکہ وسط ایشیا ہی مین پیدا ہوئی اور وہین نشو و نما حاصل کیا، دقیقی، فردوسی، عنصری، فرخی، رومی، اور سیکڑون انکے معاصر شعرا موجودہ ایران سے نہین بلکہ افغانستان و وسط ایشیا ہی کی سرزمین سے تعلق رکھتے ہین، جہان آج بھی معروف و مجہول کا فرق موجود ہے، ہندوستان مین فارسی زبان پہلے پہل یہین سے آئی، اور

فیضی، خسرو، مسعود سعد سلمان وغیرہ جیسے اساتید فارسی کو اسی خاک ہند سے پیدا کیا جو بعد کے فارسی شعراء کے لئے نمونۂ تقلید و استناد بن چکے ہین۔

لہذا ہندوستان کا فارسی تلفظ آج کے سلمانون کا اختراع نہین، بلکہ یہ وہی تلفظ ہے جو فارسی علم و ادب کے اصل وطن مین صدیون سے پہلے موجود تہا، اور اب بھی موجود ہے،

لہذا اگر فارسی کے قدیم و مستند شعراء معروف و مجہول کے تلفظ مین فرق کرتے تھے تو کیا علمی حیثیت سے یہ لازمی نہین ہے کہ انکے کلام کو ہم بھی اُسی تلفظ سے پڑہین جس سے وہ پڑہتے تھے اسی قدیم خصوصیات تلفظ وغیرہ کو بہلا کر فردوسی وغیرہ کلاسکل شعراء کے کلام کو موجودہ تلفظ و تہجی کے اعتبار سے لکہنا اور چہاپنا گیا اُسی درجہ کی سائنٹفک غلطی نہو گی جطرح اگر چوسر و شیکسپیر کے تلفظ و تہجی کے تمام خصوصیات کو فنا کر کے اُنکو موجودہ انگریزی زبان کا شاعر بنا دیا جاے؟

اب ہمکو یہ دیکہنا ہے کہ اہل ایران نے کب سے غلط روی شروع کی ہے، اور موجودہ "فاسد" اور بگڑے ہوے تلفظ کا راستہ کس زمانہ سے اختیار کیا ہے، اتنا تو یقینی کہ حافظ کے عہد (چودہوین صدی عیسوی) تک اس فتنہ کا آغاز نہین ہوا تہا، لیکن غالباً اس عہد کے تہوڑے ہی عرصہ بعد اس نے سر اُٹہایا، صفوی دور مین اس اختلال کے آثار زیادہ نظر آتے ہین، یہانتک کہ قاچاری دور کے آتے تک اصلی قدیم تلفظ بالکل مفقود ہو جاتا ہے۔

دیوان حافظ مین ۲۰۵ غزلین یاے مجہول کے قافیہ کی ہین، اور ۷۰ یاے معروف کی جنمین ایک مثال بھی ایسی نہین ہے جہان معروف کا مجہول، یا مجہول کا معروف سے قافیہ کیا گیا ہو، لیکن اٹہارہوین صدی تک پہنچتے پہنچتے تلفظ کا یہ اختلال و فساد اچہی طرح ایران مین جڑ پکڑ گیا، اور صاحب براہین العجم، مرزا لطف علی بیگ کے چند اشعار نقل کر کے

(زرویش تا ز زلفین گرہ گیر + چو تا رعنکبوتان شد سراز یر، وغیرہ) جنمین "سرازیر" کا

"گرہ گیر" "ہری" "کا" "پری" "دل آویز" "کا" "چیز" "مور" "کا" "دور" "امید" "کا" "دید" اور "آری" "کا" "یاری" "سے قافیہ کیا گیا ہے، لکھتا ہے کہ یہ غلطی ہے، کیونکہ "داد دیا سے ہریک این الفاظ کہ اول ذکر شد مجہول اند وثانی معروف" اسکے علاوہ سحاب، والہ، اور مجمر کے کلام سے بھی اسی قسم کی مثالین نقل کرکے تغلیط کی ہے۔

یہ کوئی نادر بات نہین ہے بلکہ دور حاضر کے شعرا، قاآنی ونشاط وغیرہ کے ہان اس غلطی کے ارتکاب کی مثالین بکثرت ملتی ہین، دربار کے شاعر بہار مشہدی نے سرا ڈورڈگرے کا مدحیہ لکھا ہے، جسمین گرے کا قافیہ "نسیم سحری" سے کیا ہے،

سوی لندن گذرای پاک نسیم سحری | سخنے از من گو بہ سراڈورڈ گرے

قاآنی کہتا ہے:-

ہر جا کہ بود مہرش چون شہد شود سم | ہر جا کہ بود قہرش چون زہر شود شیر

در سایۂ عدلش زبس امین شدہ عالم | آسودہ چرد آہو، درخوابگہ شیر

اسی طرح نشاط لکھتا ہے،

اے شیفتہ ردی نکوے تو جہانی | نیکو نتوان گفت کہ نیکو تر ازانی

وانرا کہ در اوصاف تو باشد سر گفتار | ہر عضو لبی باید بہ موی زبانی

۴۔ اب بطور چوتھی اور آخری دلیل کے ذیل مین خود خالص ایران کے چند مشہور و مستند مصنفین کی شہادتین پیش کیجاتی ہین، شمس قیس، جس نے شیخ سعدی کے قدردان اتابکین کے دور یعنی ساتوین صدی ہجری مین اپنا معجم تصنیف کیا ہے، جسکی اہمیت کا اندازہ پروفیسر براؤن کے اس بیان سے ہو سکتا ہے کہ "عربون کے فتح ایران سے لیکر اسوقت تک قریباً تیرہ سو سال کی طویل مدت مین جہانتک ہمکو معلوم ہے، اس سے بڑھکر مکمل، جامع اور

صحیح کتاب اپنے مضمون پر کوئی نہین لکھی گئی ہے" وہ لکھتا ہے کہ

"ضمہ ماقبل واو در لغت فارسی دوگونہ بود مشبّعہ و ملیّنہ چنانکہ ضمہ مور و سور و ملیہ چنانکہ ضمہ روز و بوز و ہم چنین کسرۂ ماقبل یا ر دوگونہ باشد مشبعہ و ملیّنہ، مشبّعہ چنانکہ کسرۂ پیل در بخیل و ملینہ چنانکہ کسرہ دیر و پریر و متقدمان شعرا متحرک بضمہ مشبعہ را مرفوع معروف خوانده اند و متحرک بضمہ ملیّنہ را مرفوع مجہول و ہم چنین متحرک بکسرہ مشبعہ را مکسور معروف و بکسرہ ملیّنہ را مکسور مجہول، و بہیچ وجہ میان مکسور معروف و مکسور مجہول در قوافی جمع نشاید کرد"۔

گو قاچاری دور تک آتے آتے ایران کا یہ اصلی تلفظ بولنے لکھنے دونون مین بالکل معدوم ہو چکا ہے، اور عام طور پر شعرا اس وبا سے محفوظ نہ رہ سکے، لیکن پھر بھی کچھ نگاہون مین یہ امتیازی کی یہ غلطیان آج بھی کھٹک جاتی ہین، "براہین العجم" کا مصنف جو پچھلی صدی کا آدمی ہے اپنے ہم وطنون سے کہتا ہے کہ "باید دانست کہ یاے معروف را با یاے مجہول قافیہ نتوان آورد"، اور جدید شعرا کی نہایت تفصیل سے اس قسم کی غلطیان گنائی گئی ہین،

مجمع الفصحا کے مصنف رضا قلی ہدایت نے "انجمن آرائے ناصری" مین لفظ "شیر" کی تحت مین لکھا ہے کہ

"شیر با اول مکسور و یاے مجہول معروف است و برج اسد را نیز گویند۔۔۔۔ و دیگر معنی شیر است کہ می خورند و باین معنی با یاے معروف است نہ مجہول و استادان شعراین دو یا را با یکدگر قافیہ نمی کنند و فرق می گذارند،

شہزادہ نجف قلی مرزا صاحب "درۂ نجفی" جس نے فن عروض پر ایک نہایت ہی مفید کتاب آج سے صرف آٹھ سال قبل لکھی ہے، لکھتا ہے کہ "شیر خوردنی کہ یای آن معروف است

باشیر ورندہ کہ یاے آن مجہول است قافیہ نبابد کرد"

اس سے بھی بڑھکر یہ ہے کہ بعض الفاظ مین قدیم تلفظ کی یادگار ابتک اہل ایران کی خود زبان پر باقی ہے، یعنی آرے اور بلے کو وہ آج بھی یاے مجہول ہی سے بولتے ہین، نیز "ریش" (زخم اور داڑہی) بیش (زہر اور زیادہ) وغیرہ، بہیترے الفاظ کی نسبت اہل لغت صاف صاف لکھتے ہین کہ انکے دو مختلف معنی معروفی و مجہولی تلفظ ہی کی تفریق سے پیدا ہوتے ہین۔

الحاصل (۱) خود یاے مجہول کی اصطلاح (۲) پہلوی اوستا مین مجہولی تلفظ کا وجود (۳) اسلامی عہد کے شعرا کے کلام کی شہادت اور (۴) خالص ایران کے مستند مصنفین کے بیانات کی بنا پر ہم ذیل کے نتائج بالکل بجا طور پر نکال سکتے ہین:۔کہ

(۱) یاے مجہول کی آواز یاے معروف سے اصلاً مختلف ہے، (۲) یہ خالص ایران کی آواز ہے جو اسلام سے صدیون پہلے موجود تھی، اور اسلام کے بعد بھی کم از کم چودہوین صدی کے خاتمہ تک یقیناً موجود رہی، (۳) جسکو ہندوستانی تلفظ کہا جاتا ہے، وہی حقیقت مین فارسی کا قدیم و اصلی تلفظ ہے، جو رودکی، فردوسی، سنائی، انوری، خاقانی، نظامی، عطار، رومی، سعدی، حافظ جیسے اساتذۂ شعرا اور انکے معاصرین کی زبان پر نہایت اہتمام و پابندی کے ساتھ جاری تھا، (۴) لہذا انکی کتابون اور چودہوین صدی عیسوی تک کے عام فارسی لٹریچر کو پڑہتے وقت اگر ہندوستانی تلفظ کی پابندی کیجاے تو اسکو نہ صرف "غلط" "فاسد" کہنا غلط ہوگا بلکہ علمی و سائنٹفک حیثیت سے صرف یہی تلفظ صحیح ہوگا، اور موجودہ ایران کا تلفظ "غلط" "فاسد" ٹہریگا، (۵) البتہ صفوی اور اسکے بعد کے زمانہ کی تصانیف کو پڑہتے پڑہاتے وقت اگر موجودہ تلفظ کا اتباع کر لیا جاے تو زیادہ قابل اعتراض نہوگا، گو خود ایران کے

ارباب بصیرت مصنفین آج بھی معروف و مجہول کے تلفظ کی اس بے امتیازی کے روادار نہین ہین، (۶) ساتھ ہی اس تفریق و امتیاز کے قائم رکھنے مین ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ ایک ہی لفظ کے جو مختلف معنی ہوتے ہین، اختلاف اصوات کی پابندی سے انکی طرف سُننے والے کا ذہن زیادہ آسانی سے منتقل ہوجاتا ہے"

معارف :۔ یہ بحث چونکہ محض نظری نہین ہے، بلکہ فارسی کی تعلیم و تحصیل کے ایک نہایت اہم عملی پہلو کا تصفیہ کرتی ہے، اسلئے فاضل مقالہ نگار کو امید ہے کہ فارسی کے ہواخواہ علی العموم اور اساتذہ و معلمین علی الخصوص اسکی طرف واجبی اعتنا فرمائینگے، اور کم از کم خط و کتابت کے ذریعہ سے انکو اپنی رد و قبول کی راے سے اطلاع دینگے، تاکہ بحث کے بقیہ قدم اُٹھانے کے لئے ہمت افزائی ہو۔

ہمارے نزدیک یہ ثابت و مسلم ہوچکنے کے بعد کہ رودکی و فردوسی سے لیکر سعدی و حافظ تک وہی تلفظ تھا جو آج ہم ہندوستانیون کا ہے، ایک بڑی حد تک عمل کا بھی فیصلہ ہوجاتا ہے، فارسی زبان کا جو لٹریچر ہندوستان بلکہ تمام دنیا اور خود ایران مین زیادہ تر پڑھا پڑھایا جاتا ہے، وہ وہی ہے جسکو اسلاف فارسی نے پیدا کیا تھا، باقی اس زمانہ کے نئے وارثون نے اپنے ادبیات مین کوئی ایسا قابل نازش اضافہ نہین کیا ہے جسمین باہر والون کے لئے کشش و دلچسپی کا کچھ خاص سامان ہو، اور جسکے حصول کیلئے موجودہ اہل ایران کی تقلید و نقالی ناگزیر ہو۔

رہی یہ بات کہ فارسی چونکہ سنسکرت کی طرح کوئی مردہ زبان نہین ہے، اسلیے ادبیات قدیمہ کی تعلیم و تعلم مین نہ سہی لیکن بول چال مین ہمکو یقیناً آج ہی کل کے ایرانیون کا اتباع کرنا ہوگا، تو گو اسکے جائز سمجھنے مین ہمکو تامل نہین، تاہم اس بارہ مین بھی ترجیح ہم اپنے لئے قدیم ہی تلفظ کو

وینگے، اسلئے کہ فارسی زبان بولنے کی حدتک صرف قاآنی ونشاط ہی کے نہین بلکہ فردوسی و نظامی کے وطن (وسط ایشیا) مین بھی زندہ ہے، لہذا اگر خسرو و غالب کے ہم وطنون پر استناد کے لئے کسی غیرہی کا دامن پکڑنا واجب ہے تو پھر شیراز و طہران کے بجاے سمرقند و بخارا ہی کی کیون نہ سند پکڑین جہان سے اصلا ہندوستان مین فارسی داخل ہوئی تھی ۔

ہم خوش ہین کہ بمبئی کے "حلوہ فروش" مغلون اور "چاے فروش" ایرانیون کی دیا ابھی بمبئی یونیورسٹی کے احاطہ سے باہر زیادہ متعدی نہین ہونے پائی تھی، کہ پروفیسر موصوف نے ہمکو چونکا دیا، البتہ بمبئی وجوار بمبئی مین اس فتنہ کے سدباب کے لئے زیادہ بلیغ اہتمام کی ضرورت ہے کہ بیچارے سرد ملک کے رہنے والے سراؤ ورڈ گرے پر نسیم سحری کے جہونکے دیران کی طرح ہندوستان مین برداشت کرنکی مصیبت نہ پڑے،

پچھلے اگست کے معارف مین جناب ہوش بلگرامی کے نام سے بھی "یاے مجہول" کی بحث پر قافیہ کے نقطۂ نظر سے ایک مختصر سی تحریر شائع ہوچکی ہے، اسمین بھی اسکی تصریح کیگئی ہی کہ متقدمین قافیہ مین معروف و مجہول کو جمع نہین کرتے تھے، اسمین محقق طوسی کی "معیار الاشعار" سے ایک عبارت نقل کیگئی ہے، جسکا ایک فقرہ یہ ہے کہ "شاید بربعض مردم ملتبس گردد" جس سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ "محقق کے زمانہ مین بعض ایسے لوگ تھے جنکی نظر مین یاے معروف و مجہول ایک ہی چیز تھی" لیکن ہمارے نزدیک اس فقرہ کے سمجھنے مین تسامح ہوا ہے، مراد یہ ہے کہ یاے معروف و مجہول کے قریب التلفظ ہونے کی وجہ سے شاید بعضون کو التباس واقع ہو، قرینۂ عبارت بھی اسی پر دال ہے، وہو ہذا "چنانچہ "پسری" در خطاب "و خبرے" در نکرہ پس کسرۂ را مختلف است، و شاید کہ بربعض مردم ملتبس گردد"۔

انگریزون کی ترقی کا راز

(ایک فرانسیسی مصنف کے نقطۂ نظر سے)

(۱)

از مولوی محمد سعید صاحب انصاری رفیق دار المصنفین

براعظم یورپ مین فلسفۂ عروج و زوال اقوام پر جو کتابین لکھی گئی ہین، ان مین موسیو دیمولان کی کتاب کو نہایت مقبولیت حاصل ہوئی ہے جس مین اس نے انگریزون کی ترقی اور دوسری قومون کے تنزل کے علل و اسباب نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کئے ہین، اور انگلش نظام تمدن کے تمام اجزا، مثلاً تعلیم، تربیت، سیاست، حکومت، تجارت، زراعت، صنعت، حرفت، اور اخلاق نفسیہ کا جرمن اور فرینچ نظامِ تمدن سے مقابلہ کرکے یہ ثابت کیا ہے کہ نفسی حیثیت سے انگلش قوم جرمن اور فرینچ اقوام سے زیادہ ترقی یافتہ ہے، اور انگریزون نے دنیا پر جو عام تسلط حاصل کر لیا ہے اسکا یہی سبب ہے، اس بنا پر اسکی کتاب کے مطالعہ سے ایک ساکن اور جامد قوم کی تمدنی سطح مین حرکت پیدا ہوتی ہے، اور وہ اس خضر طریقت کی رہنمائی مین بہت جلد اپنی منزل مقصود کا پتہ لگا سکتی ہے، یہی وجہ ہے کہ جب ۱۸۹۷ء مین وہ پریس سے چھپکر نکلی تو تمام عالم مین ایک غل پڑ گیا، اور لیبر پارٹی کے جھونپڑون سے لیکر ایوانہائے حکومت تک اسکے غلغلہ سے گونج اٹھے،

دو ماہ کے اندر وہ تمام دنیا مین پھیل گئی، جرمن، فرینچ، انگلش، اٹالین اور امریکن اخبارات نے اسپر ریویو لکھے، اور اسکے مباحث کا خلاصہ کیا، متعدد زبانون مین اسکا ترجمہ ہوا،

ہر طرف سے مصنف کے پاس مبارکباد کے خطوط پہنچے، اور اسکی راے سے اتفاق کیا گیا، اسطرح تھوڑے ہی دنون مین دنیا کے گوشہ گوشہ سے دیمولان کی آواز آنے لگی،

خود رند میخوارہ فرانس جسکی رندی، سیہ مستی، کاہلی، اور مفت خواری کا اس کتاب مین جا بجا خاکہ اُڑایا گیا ہے، اس غلغلہ سے چونک اُٹھا اور اپنے چہرہ سے غفلت کی نقاب اُلٹ دی، چنانچہ تیرہ پرجوش نوجوانون نے مل کر ایک کمیٹی قائم کی جس نے ۱۸۹۹ء مین پیرس کے قریب ایک کالج رد من نظام تعلیم کی مخالفت مین قائم کیا، اسلئے اسکا صحن نہایت کشادہ اسکا باغ نہایت وسیع، اور اسکی عمارت نہایت شاندار اور بلند بنائی گئی، باغ مین ورزش وغیرہ کا انتظام کیا گیا، قدیم وحشیانہ طریقۂ تعلیم کو چھوڑ دیا گیا، ایک جدید نصاب تیار کیا گیا، جسمین صنعت و حرفت کی تعلیم کو خاص طور پر اہمیت دیگئی، اور انکی تعلیم کے لئے ماہرین فن مقرر کئے گئے، اور ان تمام چیزون مین انگلش نظام تعلیم کو سامنے رکھا گیا، اسطرح دیمولان کے خیالات نے ایک عملی شکل اختیار کی اور فرانسیسی قوم مین ایک جدید دور کا آغاز ہوا -

چونکہ موجودہ زمانہ مین اس قسم کی کتابون کی شدید ضرورت ہے، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسکے تمام مفید مباحث اہل ملک کے سامنے لائے جائین، کیونکہ ہندوستان جدید اور فرنگستان قدیم کے حالات مین بڑی حد تک مناسبت اور مشابہت پائی جاتی ہے،

تعلیم و تربیت کا موازنہ انگلش نظامِ تعلیم مین تربیت پر بہت زیادہ زور دیا جاتا ہے، اس لئے دیمولان نے فرانسیسیون کے تنزل کا اصلی سبب فساد تربیت ہی کو قرار دیا ہے، چنانچہ لکھتا ہے،

"اگر تم سو فرنچ فارغ التحصیل طلبہ سے یہ سوال کرو کہ آیندہ ان کا مشغلہ کیا ہوگا؟ تو ان مین سے بچہتر یہ جواب دینگے کہ ہم سرکاری ملازمت کے امیدوار ہین، کیونکہ انکا

غالب حصہ فوج، عدالت، وزارت، کمشنری، مال، سفارت، یا دوسرے محکمہ جات
شلاً پل، کان کنی، آب پاشی، جنگلات، تعلیم، اور مدارس وغیرہ مین داخل ہونا چاہتا ہے
اور آزاد پیشون کی طرف ناکام لوگون کے سوا کوئی رخ نہین کرتا[۱]،

لیکن سوال یہ ہے کہ یہ خیال اُن مین کیونکر پیدا ہوا؟ اور اسکے کیا اسباب ہین؟ مولان
کہتا ہے کہ اس خیال کا اصلی سبب جرمن نظام تعلیم ہے کیونکہ

"جب جرمن فرانس پر غالب آئے تو ہمنے سمجھا کہ اُنکے غلبہ کی اصلی علت اُنکے مدارس ہین، اسلئے ہم نے تعلیم کے موضوع زیادہ کردیئے، اور مدارس کی تعداد بڑہا دی، اور یہ اہتمام اسقدر عام ہوا کہ تمام ملک مین تعلیم مفت اور جبری کردیگئی، اور شہری اور دیہاتی سب مدارس مین داخل ہوگئے، (اسوقت) جو شخص مدارس کے مفید ہونے مین شک کرتا تھا ہم اس سے بغض وعناد رکھتے تھے، اور (چونکہ) لوگون مین جرمنون کی تقلید کا خیال نہایت شدت سے جاگزین ہوگیا تھا، اسلئے ہم نے اُنکے فوجی نظام سے چند باتین اخذ کرکے تعلیم وتربیت مین داخل کرلین[۲]"،

ممکن ہے کہ جرمن نظام تعلیم کا فرانسیسیون پر کچھ اثر پڑا ہو، اور اسکے فوجی نظام کے مختلف مظاہر فرانسیسی مدارس کے در و دیوار سے نمایان طور پر نظر آتے ہون، لیکن حقیقت یہ ہے کہ فرانس کا قدیم نظام تعلیم بھی انہین اصول پر قائم تھا، اور اس سے بھی طلبہ کے دماغ مین اسی قسم کے خیالات پیدا ہوسکتے تھے، کیونکہ

"سب سے پہلے جس شخص نے مدارس کو تنخواہ دارون کا تربیت گاہ بنایا وہ نپولین اول ہے، چنانچہ سترہوین اور اٹھارہوین صدی تک (فرانس مین) بورڈنگ سسٹم کا

---

۱ سر تقدم الانکلیز صفحہ ۴۴، ۲ ایضاً صفحہ ۵۲،

رواج شاذ و نادر تھا، اور پہلی شاہی حکومت کے قبل تک عام نہین ہوا تھا، لیکن جب نپولین اول نے سرکاری مدارس قائم کئے تو اسکو حکماً رواج دیا، کیونکہ وہ عام تسلط اور نفوذ جسکو وہ حاصل کرنا چاہتا تھا صرف اسی صورت مین ممکن تھا کہ تنخواہ دارون کی تعداد زیادہ کیجائے، اسی لئے حکومت کو اُن نوجوانون کی تربیت پر خاص توجہ ہوئی جنکو وہ آیندہ ملازمت کے ذریعہ سے اپنا دست و باز و بنانا چاہتی تھی، اس بنا پر اس نے اپنے مصالح کو پیش نظر رکھکر چند قوانین وضع کئے، اور طلبہ کو علوم حقیقیہ سے ہٹا کر اُنکے سامنے سربسجود کر دیا، جس سے اسکا اصلی مقصد حاصل ہو گیا، یعنی وہ پست ہمتی اور فرمانبرداری کے عادی بن گئے، اُنکے خیالات مین اتحاد اور ہمرنگی پیدا ہو گئی، اور اُنکے دماغون سے انانیت کا خیال زائل ہو گیا، پہلی حکومت کے بعد اور حکومتون نے بھی اسی نظام کو قائم رکھا، اور آج بھی وہی قائم ہے، اسلئے تنخواہ دارون کی تعداد مین کمی نہین ہوئی اور اعلیٰ طبقہ کا اقتدار زمانۂ سابق سے بہت بڑھگیا، اور یہین سے سطحی تعلیم اور بورڈنگ سسٹم کی ابتدا ہوئی؛[1]

اس سے معلوم ہوا کہ ان خیالات کے پیدا ہونے کی اصلی علت "حکومت" کا وہ نظام ہے جو محض چند سیاسی مصالح کی بنا پر قائم کیا گیا ہے، اور چونکہ وہ جرمن اور فرانس دونون مین مشترک طور پر پایا جاتا ہے اسلئے دونون قومین اس سے یکسان طور پر متاثر ہوئی ہین چنانچہ قیصر ولیم شاہنشاہ جرمنی نے اپنے ایک اسپیچ مین جرمن نظام تعلیم کے متعلق حسب ذیل خیالات ظاہر کئے ہین،

"مین جب نظام تعلیم پر غور کرتا ہون تو صاف نظر آتا ہے کہ ہمکو جس چیز کی ضرورت

[1] سر تقدم انگلیز صفحہ ۸۰۔

تھی وہ مدارس سے حاصل نہین ہوئی، ××× ۱۸۷۰ء سے پروفیسر دن نے اپنی توجہ تمامتر تعلیم کی طرف مبذول کر رکھی ہے، اور تربیت کا خیال ترک دیا ہے، ×××× اسلئے ضرورت ہے کہ اس مرض کا علاج کیا جائے، اور اسکی صورت صرف یہ ہے کہ ہم موجودہ حالت کو چھوڑ دین، لیکن دقت یہ ہے کہ جس حد تک پہنچکر ٹھہر جانا چاہیئے ہم اُس سے بہت آگے بڑھ گئے ہین، مدارس نے لوگون پر بہت زیادہ بار ڈال دیا ہے، اور اُن سے طلبہ اس کثرت سے نکلے ہین جنکی نہ ضرورت ہے، اور نہ قوم اُن کا بار اُٹھا سکتی، ×××× اسلئے اب مدارس کی تعداد بڑھانے کی ضرورت نہین، اُنکی تعداد کافی ہے۔"

لیکن وہ کیا چیز تھی جسکی شہنشاہ جرمن اپنے مدارس سے توقع رکھتا تھا؟ اسکا جواب بھی اسی کی زبان سے سننا چاہیئے، وہ کہتا ہے،

"مدارس کا یہ فرض تھا کہ وہ اصل مقصد کی جانب توجہ کرتے، یعنی وہ قوم مین ایسی تعلیم پھیلاتے جو نوجوانون مین وہ اوصاف پیدا کرتی جنکی فرائض حکومت کی انجام دہی مین ضرورت پڑتی ہے تاکہ ہم بہت جلد اپنے ملک کی ترقی کا نظارہ کر سکتے۔"[۱]

اس بنا پر جرمن اور فرانس دونون کے نظام تعلیم مین "سیاست" کی روح جلوہ گر ہے، جو طلبہ کو اپنے اغراض و مقاصد کے مطابق ڈھالنا چاہتی ہے، اسلئے فرانس کے نظام تعلیم کو جرمنی کا پرتو قرار دینا صحیح نہین ہے، وہ خود اپنے نظام سیاست کا پرتو ہے جو ہر چیز کو سلطنت کے دامن مین سمیٹنا، اور رعایا کو ایک دست شل بنا دینا چاہتا ہے، یہی حالت جرمنی کی بھی ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ

"دونون ملکون مین خیالات بالکل متحد اور غرض بالکل ایک ہے اور وہ یہ کہ مدارس کو

[۱] سر تقدم الانکلیز صفحہ ۶۱ -

سیاسی تسلط حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا جائے[1]"،

بہرحال اس نظام تعلیم سے جو خرابیان پیدا ہوئین وہ حسب ذیل ہین،

(۱) تعلیم نہایت سطحی ہوگئی، جسکا سبب یہ ہے کہ جب لوگ نہایت کثرت سے ملازمت کی طرف مائل ہوے تو حکومت نے امتحان کا طریقہ ایجاد کیا، اور اسکو سخت کرنے کے لئے نصاب مین کتابین زیادہ کردین، اور چونکہ وقت کم رکھا تھا اسلئے طلبہ کو اسی محدود وقت مین امتحان کے لئے تیار ہونا پڑا، اسکا یہ اثر ہوا کہ وہ عبارت کے رٹنے، مختصرات کے پڑھنے، جلد سمجھنے، اور کم وقت مین متعدد موضوع پر تیار ہونے کے عادی ہوگئے، اسلئے نہ انکو حقیقی معلومات حاصل ہوسکے، اور نہ اُنکے عقلی ملکات کو نشو و نما حاصل ہوئی، یہی وجہ ہے کہ قدیم زمانہ کے بہ نسبت اسوقت فرانس مین سطحی کتابین زیادہ شائع ہو رہی ہین، کیونکہ اُن کے مصنفین اکثر وہ لوگ ہین جو امتحانات مین ناکامیاب ہوکر ادبی پیشون کی طرف مائل ہوگئے ہین، اور یہی وجہ ہے کہ اخبارات کے مضامین نہایت سطحی ہوتے ہین کیونکہ انکے ایڈیٹر بقول شہنشاہ جرمنی "مدارس کے ناکام طلبہ ہوتے ہین[2]"، اور اسلئے انکے مضامین مین جنرل معلومات کے علاوہ کچھ نہین ہوتا، اور یہ سطحیت اب اسقدر ترقی کرگئی ہے کہ فرانس مین کتابون کے پبلشر ایسی کتابون کے چھاپنے سے عموماً احتراز کرتے ہین جو کئی کئی جلدون مین ختم ہوتی ہین، کیونکہ ایک جلد سے زیادہ کی کتاب کو لوگ دلچسپی کے ساتھ نہین پڑھتے،

(۲) طلبہ سے قوت عمل مفقود ہوگئی، اور اسکے وجوہ حسب ذیل ہین:-

ا- کام کرنے کے لئے جوانی کی ضرورت ہوتی ہے اور ہمارے طلبہ کا زمانہ شباب زیادہ تر مدارس ہی مین ختم ہو جاتا ہے، کیونکہ حکومت نے ملازمت کے لئے عمر کی قید لگا رکھی ہے،

[1] سر تقدم الانکلیز صفحہ ۶۱ [2] ایضاً صفحہ ۵۸-

جسکی وجہ سے ۲۰، ۲۵ بلکہ بعض اوقات ۳۰ سال تک طلبہ کا وقت بیکاری مین گذر جاتا ہے، اور جب اس زمانہ مین بھی ملازمت نہین ملتی تو پھر وہ ہاتھہ پاؤن توڑکر بیٹھہ جاتے ہین، اور ان پر تمام صنعتون کا دروازہ مسدود ہو جاتا ہے، اور چونکہ یہ عام قاعدہ ہے کہ انسان کی عمر کے ساتھہ ساتھہ حرص بھی بڑہتی جاتی ہے، اسلئے وہ کسی کام کو استقلال کے ساتھہ نہین کرسکتے، اور انکے تمام کاروبار ابتر رہتے ہین،

۲- ہمت وارادہ، عزم واستقلال، اور اعتماد علی النفس بھی کام کرنے کے لئے لازمی ہین، اور افسوس ہے کہ ہمارا نظام ان ملکات کی تربیت نہین کرتا، بلکہ انکو بالکل کمزور اور مردہ کردیتا ہے، کیونکہ سرکاری دفاتر مین ان چیزون کی مطلق ضرورت نہین ہوتی، وہان صرف گریڈ اور سینیرٹی کا لحاظ کیا جاتا ہے، اسلئے طلبہ سے یہ تمام قابلیتین مفقود ہوجاتی ہین، اسی بنا پر شہنشاہ جرمن نے کہا ہے کہ

"طریقۂ تعلیم وتربیت کو ان حالات کے مطابق ہونا چاہیئے جنمین رہ کر ہمنے اقوام عالم کی صف مین جگہ حاصل کی ہے، تاکہ (ہمارے نوجوانون مین) کشمکش حیات کا مقابلہ کرنے کی قوت پیدا ہو" [۱]

قیصر کے اس مقصد کو جرمن وزیر تعلیمات نے اپنے خطبۂ افتتاحیہ مین اور بھی واضح کردیا ہے، چنانچہ وہ کہتا ہے،

"جرمنون کو اب ایسی قوم نہین بننا چاہیئے جسکی راحت کا دار مدار تمامتر عالم خیال پر ہو، اب پروشیا اور جرمنی کی حالت بدل گئی ہے، کیونکہ قوم کی نظرین بیرونی ممالک کی طرف اٹھہ رہی ہین، اور وہ نوآبادیون کے قائم کرنیکی طرف مائل نظر آتی ہے" [۲]

---

[۱] سر تقدم انگلیز صفحہ ۵۷ [۲] ایضاً صفحہ ۵۶،

اس سے معلوم ہوا کہ تعلیم کا عملی حیثیت سے یہ مقصد ہونا چاہیئے کہ قوم مین ایسے افراد پیدا ہون جو بیرونی ممالک مین رہ کر اجنبی قومون کے دوش بدوش کام کر سکین، اور اس راہ مین جو مشکلات حائل ہون انکا نہایت استقلال سے مقابلہ کر کے تمام دنیا پر چھا جائین؛ لیکن ظاہر ہے کہ مدارس کے طلبہ سے یہ توقع پوری نہین ہو سکتی کیونکہ وہ اپنے زمانۂ تعلیم مین فراغت و کتاب و گوشہ چمنے کے اصول پر زندگی بسر کرتے ہین، اسلیے صنعت و حرفت اور کسب و عمل سے بالکل بے بہرہ رہتے ہین، اور اس بنا پر وہ اس میدان کے مرد نہین ہو سکتے؛

(۳) اخلاقی رُوح مردہ ہو گئی، جسکی وجہ یہ ہے کہ چونکہ ہمارا نظام تعلیم طلبہ کو صرف ملازمت کے قابل بناتا ہے، اسلئے اس نے تمام قوانین مین انکو اطاعت اور فرمانبرداری کی تعلیم دی ہے، یہی وجہ ہے کہ کالج اور اسکول کے در و دیوار سے صرف اطاعت کی آواز آتی ہے، اور بورڈنگ ہاوس مین گھنٹے کی آواز پر جو کام کئے جاتے ہین اور جنکی وجہ سے طلبہ کی زندگی، فوجی زندگی کے حدود مین داخل ہو جاتی ہے، سب کے سب اسی رُوح کا مظہر ہوتے ہین، فوجی زندگی مین غور و فکر سے مطلق کام نہین لیا جاتا، اور عقل و فہم کو چھاؤنی کے حدود سے باہر کر دیا جاتا ہے، اسلئے اسکول اور کالج مین بھی طلبہ صرف قوت حافظہ سے کام لیتے ہین، اور جو طالب العلم قوی الحافظہ، سریع الخیال، اور زود فہم ہوتا ہے اسکی تعریف کیجاتی ہے، لیکن جو غور و فکر، اور تعقل و تدبر کا عادی ہوتا ہے اسکو کوئی نہین پوچھتا، ان اوصاف کی بنا پر اگرچہ طلبہ سرکاری ملازمت حاصل کر لیتے ہین اور بظاہر ہمارا نظام اپنے مقاصد مین کامیاب نظر آتا ہے، تاہم اُن سے وہ تمام اخلاقی اوصاف مفقود ہو جاتے ہین، جن پر کسی عظیم الشان تمدن کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے، اُنسے غور و فکر کا مادّہ سلب ہو جاتا ہے، اُنکی ہمت اور اقدام عمل کے جذبات سُست ہو جاتے ہین، اور سب سے بڑھکر یہ کہ خود "انانیت" بھی فنا

ہوجاتی ہے جسکے کہو دینے سے وہ صوفیون کی طرح صابر، شاکر، ہمخیال، رضاجو، بےحس، اور پست ہمت ہو جاتے ہین، اور یہی قوم کی سب سے بڑی بدقسمتی ہے،

(۴) صحت خراب ہوگئی، اور اسکی وجہ صاف ظاہر ہے، ایک قلیل اور محدود وقت مین متعدد موضوع پر تیار ہونیکا طلبہ کی صحت پر نہایت مضر اثر پڑتا ہے، یہی وجہ ہو کہ آج ضعف بصارت کی عام شکایت پیدا ہوگئی ہے، اور اسمین ۷۰ فیصدی طلبہ مبتلا نظر آتے ہین، لیکن سوال یہ ہے کہ جن لوگون کو آنکھون سے نظر نہین آتا وہ ہمارے کس کام آسکتے ہین؟ ہم دنیا کو اپنی اصلی آنکھون سے دیکھنا چاہتے ہین، لیکن ہمارا نظام تعلیم شیشہ کی آنکھون سے اسکا نظارہ کراتا ہے! اور یہ اسقدر افسوسناک منظر ہے کہ جسکو دیکھکر جرمنی کا مطلق العنان فرمانروا بھی کانپ اٹھا ہے، چنانچہ وہ اپنی تقریر مین کہتا ہے،

"ہمارے ساتھیون مین سے (جو کل اکیس تھے) اٹھارہ آدمی عینک لگاتے تھے، اور مین اس (تخیل) سے بہت گھبرا گیا ہون، اور آپ لوگون کو بتلانا چاہتا ہون کہ میرے پاس رعایا کی بے شمار درخواستین آرہی ہین، اور مجھکو اس حالت کی طرف متوجہ کیا جارہا ہے اور چونکہ مین ملک کا باپ ہون، اسلئے یہ ذمہ داری تمامتر مجھپر عائد ہوتی ہے، اس بنا پر مین اعلان کرنا چاہتا ہون کہ یہ حالت آیندہ باقی نہین رہیگی"

اور جب یہ حالت آیندہ باقی نہین رہ سکتی تو کیا ہمکو اس نظام پر زیادہ عرصہ تک قائم رہنا چاہیئے؟ یہ وہ سوال ہے جسکے جواب مین ہر طرف سے اصلاح تعلیم کی صدائین بلند ہوتی ہین، کیونکہ طلبہ کی زندگی پر مدارس کا سب سے زیادہ اثر پڑتا ہے، لیکن مدارس کی حالت عام طور پر نہایت خراب ہے، اسلئے ہمکو اپنے مدارس کے حدود سے نکلکر سکسن مدارس کے حدود مین قدم رکھنا چاہیئے،

انگریزی حکومت کا نظام جرمنی اور فرانس سے بالکل مختلف واقع ہوا ہے، وہان افراد بالکل آزاد رکھے گئے ہین، اور انکو حکومت کا غلام نہین بنایا گیا ہے، اسلئے اُس کا نظام تعلیم بھی طلبہ کو اپنا غلام نہین بناتا، بلکہ وہ علم کے ساتھ عمل کی بھی تعلیم دیتا ہے اور انکی تربیت کا خاص طور پر خیال رکھتا ہے، اور چونکہ انگریز سرکاری ملازمت کی طرف بہت کم مائل ہوتے ہین، اسلئے مدارس مین

"درسی تعلیم کو زیادہ اہمیت نہین دیجاتی"[۱]

بلکہ بقول ڈاکٹر ریڈی وہان تعلیم کا یہ مقصد سمجھا جاتا ہے کہ

"تمام انسانی ملکات کو یکسان طور پر نشو و نما دیجاے، جس سے لڑکے انسان کامل بنکر زندگی کے مقصد اصلی تک پہنچ سکین، اس بنا پر مدارس کو وہ مصنوعی ظرف نہین ہونا چاہیئے جسمین طلبہ صرف کتاب پڑھنے کے عادی ہوجائین، بلکہ انکو ایک عملی ظرف بننا چاہیئے، جسمین حتی الامکان طلبہ کو اشیاء کے طبائع اور حقائق سے روشناس کرایا جاے، تاکہ وہ علم کے ساتھ عمل کی بھی تعلیم پائین، کیونکہ یہ دونون چیزین باہم لازم ملزوم ہین، اسلئے جسطرح وہ مدارس کے باہر پائی جاتی ہین، بعینہ اُسی طرح انکو مدارس کے حدود مین بھی پایا جانا چاہیئے، تاکہ جب یہ نوجوان عرصۂ حیات مین قدم رکھین تو اُنکو یہ نہ معلوم ہو کہ کسی نئی دنیا مین آگئے ہین، جسکا اُنکے پاس کچھ سامان نہین، × × × × کیونکہ انسان محض عقل مجرد کا نام نہین ہے، اسکے ساتھ جسم بھی شامل ہے جو بالکل مادی چیز ہے، اس بنا پر ضرورت ہے کہ اسکی تربیت مین ہمت، ارادہ، چستی، چالاکی، قوت مادی، اور مہارت دستی کو بھی داخل کرلیا جائے"[۲]

---

[۱] سر تقدم الانکلیز صفحہ ۸۵، [۲] ایضاً صفحہ ۸۲،

جس سے اسمین تزاحم فی الحیات کی قوت پیدا ہو جو

"اس تربیت کی غرض اصلی ہے[1]"

اس بنا پر انگریزی مدارس جرمن اور فرنچ مدارس کی طرح کوئی چھاؤنی یا جیل خانہ نہین ہوتے جہان در و دیوار سے صرف غلامی کی آواز سنائی دیتی ہے، بلکہ

"وہ ایک مکمل گھر ہوتے ہین[2]"

جہان خانگی زندگی کا پورا لطف حاصل ہوتا ہے، اور چونکہ ان مدارس کا مقصد تطبیق علم وعمل ہوتا ہے، اسلئے اُنکے حدود مین ایک منتقل دنیا نظر آتی ہے، جہان زراعت ہوتی ہے، تجارت ہوتی ہے، کارخانے ہوتے ہین جنمین طلبہ کو مختلف پیشے سکھلاے جاتے ہین، بیطاری اور طب کی تعلیم دیجاتی ہے، تیراکی سکھلائی جاتی ہے، ورزش کرائی جاتی ہے، چڑیا گھر ہوتے ہین، عجائب خانے ہوتے ہین، کتبخانے ہوتے ہین، گرجے ہوتے ہین[3]، غرض تہذیب وتمدن کی ہر شاخ ہوتی ہے، اور نہایت اعلیٰ پیمانہ پر ہوتی ہے، تعلیم کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اساتذہ فن زراعت، مساحت، تعمیر، اور بیطاری وغیرہ پر لکچر دیتے اور طلبہ کو انکا عملی تجربہ کراتے ہین، ان مدارس مین عقلی تعلیم بھی ہوتی ہے، جسکا مقصد یہ ہوتا ہے کہ

"مسمیٰ، اسماء سے قریب آجاے، اور ذہن آسانی کے ساتھ لفظ سے معنی کی طرف منتقل ہوجائے، اور طلبہ نے جوکچھ سیکھا ہے اسکے استعمال پر قادر، اور اسکے حاصل کرنیکی طرف راغب ہون، لیکن اسکا محرک کوئی انعام یا صلہ نہو بلکہ خود ان کا ذاتی ذوق وشوق ہو[4]"

اسلئے جو طلبہ ان علوم کو حاصل کرتے ہین انکو حقیقی، اصلی اور ٹھوس معلومات حاصل

---

[1] سر تقدم الانکلیز صفحہ ۱، [2] صفحہ ۸۷ [3] از صفحہ ۲۷ تا ۲۱ [4] صفحہ ۸۹

ہوتی ہین، اور چونکہ انکی تعلیم کا محرک کوئی عہدہ، صلہ یا انعام نہین ہوتا، اسلئے انکی زندگی جرمنون اور فرانسیسیون کی طرح قمار بازی کا مظہر نہین بنتی، لیکن با این ہمہ اس تعلیم مین بھی انکے دماغون پر زیادہ بار نہین ڈالا جاتا، بلکہ انکی صحت کا خاص طور پر لحاظ رکھا جاتا ہے، چنانچہ ڈاکٹر ریڈی کا قول ہے کہ

"جس نرازو سے ہم طلبہ کو تولتے ہین وہ اگرچہ ہکو اس نشاط، چستی اور چالاکی کی مقدار نہین بتلاتی جسکو ہمارے طلبہ نے حاصل کرلیا ہے، تاہم ہکو اسکا ضرور خیال رہتا ہے کہ کہین یہ کام انکے جسمون کو کمزور نہ کردے[۱]"

اس بنا پر انگریزی نظام تعلیم سے حسب ذیل فوائد حاصل ہوتے ہین،

(۱) وہان ہر فن کی تعلیم نہایت اعلیٰ پیمانہ پر دیجاتی ہے، کیونکہ طلبہ کا مقصد صرف امتحان کا پاس کرنا نہین ہوتا، بلکہ اپنی ذات کو، قوم کو اور ملک کو فائدہ پہنچانا مقصود ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ علم الاجتماع، علم النباتات، علم طبقات الارض، علم الفلاحۃ، علم الحیوان اور علم المعادن وغیرہ مین انگریزون سے بڑھکر کوئی قوم عالم نہین ہوتی،

(۲) قوت عمل بڑھجاتی ہے، جسکی وجہ یہ ہے کہ طلبہ کا وقت ابتدا ہی سے نہایت مفید کامون مین صرف ہوتا ہے، اور وہ علم کے ساتھ ساتھ عمل کے بھی عادی بنائے جاتے ہین، چنانچہ وہ اپنے ہاتھہ سے کاشت کرتے ہین، درخت لگاتے ہین، جہاز بناتے ہین، شہد کی مکھیان پالتے ہین، جانورون کی پرورش کرتے ہین، ڈیری فارم قائم کرتے ہین، لوہا پیٹتے ہین، اوزار بناتے ہین، ہتیار ڈھالتے ہین، بلکہ خود اپنی ضروریات کی چیزین بھی تیار کرتے ہین[۲]، اسلئے ان مین دنیا مین پھیلنے اور نوآبادیون کے قائم کرنے کی قوت پیدا ہوجاتی ہے، جس سے

[۱] سر تقدم الانکلیز صفحہ ۹۶، [۲] صفحہ ۹۴،

وہ نہایت دانشمندی کے ساتھ کام لیتے ہین، چنانچہ آج سیکڑون امرا اور روساء کے لڑکے اپنے عیش وآرام کو چھوڑکر نوآبادیون مین زندگی بسر کر رہے ہین، دنیا سمجھتی ہے کہ وہ محض گردش روزگار کی بدولت ادہر جانکلے ہین، حالانکہ واقعہ بالکل اسکے خلاف ہوتا ہے،

(۳) اخلاقی قوت نشو ونما پاتی ہے، کیونکہ انگریزی حکومت نے نظام تعلیم کو فوجی رُوح کا مظہر نہین بنایا ہے، اسلئے انگریزی مدارس کے فضا مین اطاعت وفرمانبرداری کی آواز بازگشت نہین سُنائی دیتی، بلکہ اسکے برخلاف طلبہ بالکل آزاد ہوتے ہین[۱]، اُن کے ساتھ سکریٹری اور پروفیسرون کے تعلقات دوستانہ رہتے ہین[۲]، یہ لوگ طلبہ کے ساتھ کہانا کہاتے تفریح کرتے اور اُن سے برادرانہ سلوک کرتے ہین[۳]، کالج کی استانیان انکو لیکر باغ مین بیٹھتی ہین، جہان وہ پیانو بجاتے اور گیت گاتے ہین[۴]، ان باتون کی وجہ سے اُن مین انانیت ترقی کرتی ہے[۵]، اور ان مین اعتماد علی النفس کا جذبہ پیدا ہوتا ہے جسکو خود اساتذہ پیدا کرتے ہین، چنانچہ لارڈ کنونسفرڈ لڑکون سے مخاطب ہوکر کہتا ہے،

"تم اپنے نفوس پر شدت کرو، کیونکہ تمہارے سامنے بہت سی مشکلات ہین، جنپر تم کو غالب آنا ہوگا، اور بہت ممکن ہے کہ تمہاری زراعت برباد ہوجاے، اور جانور مرجائین، لیکن اس سے تمہارے عزم وارادہ مین فتور نہ آنا چاہیئے، تم بہادرون کی طرح اُٹھو! ان حالات پر غالب آؤ، اور اپنے نقصان کی تلافی کرو[۶]،"

سر گریہم پرے کہتا ہے،

"تمہین دنیا کے ہر گوشہ مین برطانی پھریرا اُڑتا ہوا ملیگا، اسلئے تم کینیڈا کے سرد ملک سے لیکر افریقہ یا اسٹریلیا کے گرم ملکون تک چکر لگاآؤ، تم جہان بھی پہنچوگے تمکو وہ علم نظر آئیگا جو

---

[۱] سر تقدم الانگلیز صفحہ ۴۴ [۲] ایضاً [۳] صفحہ ۵ [۴] صفحہ ۹ [۵] صفحہ ۸ [۶] صفحہ ۷۶،

ایک ہزار سال سے لڑائیون اور آندہیون کا مقابلہ کر رہا ہے، اب تمہارا زمانہ ہے، اسلئے اس طریقہ کو سمجھ لو جسپر تمہین چلنا ہے، × × × × اپنے کام مین پس وپیش نہ کرو بلکہ بہادر، جری، جفاکش، اور محنتی بنجاؤ[1]"

یہ ہین اخلاقی قوت کے وہ مختلف مظاہر جنکو صحیح اجتماعی تربیت نے نمایان کیا ہے،

(۴) صحت جسمانی غیر معمولی طور پر ترقی کرتی ہے، چنانچہ موسیو ریڈی کہتا ہے،

"ہمارا کالج غذا، لباس، اور طرز معاشرت کے لحاظ سے ایک ایسا کارخانہ ہے جسمین نہایت قوی اور مضبوط اشخاص ڈہالے جاتے ہین، کیونکہ ہمارے ہان دردسر اور زکام کی بھی بہت کم شکایت ہوتی ہے جسکی وجہ یہ ہے کہ ہم طلبہ کو صحیح رہنے کے طریقے بتاتے رہتے ہین، اور امراض غلطی، ناواقفیت یا کامون مین افراط اور بے ترتیبی سے پیدا ہوتی ہین، اسلئے ہماری زیادہ تر کوشش یہ ہوتی ہے کہ انکو صاف اور ستھرا رہنے کا عادی بنائین، اور صحیح اصول پر چلنے کی ترغیب دین[2]"

یہ تو مدارس کی تعلیم وتربیت کا تذکرہ تھا، اب ہم خانگی تربیت پر توجہ کرنا چاہتے ہین، تربیت کا اصلی مقصد یہ ہے کہ صحیح معنی مین آدمی پیدا ہون، اس بنا پر جو عورتین گھر مین بیٹھکر صرف چرخہ کاتنا اپنی زندگی کا مقصد قرار دیتی ہین وہ اُن بچون کی مان نہین بن سکتین جو منصۂ وجود پر جلوہ گر ہوتے ہی تمام دنیا پر چھا جاتے ہین، ایسے بچون کی پرورش کا ایک اور نظام ہے، جو رومانی نظام تربیت سے مختلف واقع ہوا ہے،

(۱) سب سے پہلی بات یہ ہے کہ بچون کو اپنی ملک نہ سمجھا جائے، جو قومین اپنی اولاد کو جائداد غیر منقولہ کی طرح اپنے پاس رکھتی ہین وہ محبت کی سرزمین مین عداوت کا بیج بوتی ہین، کیونکہ اس سے

---

[1] سر تقدم انگلیز صفحہ ۷۷، [2] صفحہ ۹۶ و ۹۷،

نہ تو بچون مین آزادی پیدا ہوتی ہے اور نہ وہ مصائب برداشت کرنیکے عادی ہوسکتے ہین،

(۲) ان سے بچون کی طرح برتاؤ نہ کیا جائے تاکہ ابتدا ہی سے اُن مین عزتِ نفس کا خیال پیدا ہو، اور وہ اپنے کو ایک مستقل آدمی سمجھین، بخلاف اسکے ہمارے ہان جوان اور بوڑہی اولاد سے بھی بچون کا سا برتاؤ کیا جاتا ہے، اسلئے ان مین عزت نفس کا خیال نہین پیدا ہوسکتا،

(۳) تربیت قوم کی آیندہ ضروریات کے مطابق ہونی چاہیئے، کیونکہ اپنی اولاد کو ماضی یا حال کے مطابق ڈہالنا بالکل بیہودہ امر ہے،

(۴) لڑکون کی صحت اور قوت جسمانی سے خاص طور پر اعتنا کرنا چاہیئے، اور انکو رومن نظام تعلیم کے پنجہ غضب سے بچانا چاہیئے،

(۵) لڑکون سے انکے سن وسال کے مطابق کام لینا چاہیئے اور انکو بیکار نہ چھوڑنا چاہیئے،

(۶) انکو دستکاری کی تعلیم دینا چاہیئے اور اسکو ذلیل نہ سمجھنا چاہیئے، یہی وجہ ہو کہ انگلستان مین بڑے بڑے امرا اور لارڈ کے لڑکے تک کاشتکار، کارخانہ دار اور تاجر ہوتے ہین اور اسکو ذلت نہین سمجھتے، جسکی وجہ یہ ہو کہ انگریزون مین تعلیم بالکل عملی طور پر دیجاتی ہی جسمین طالبعلم کو کتاب سے چندان واسطہ نہین ہوتا، مثلاً وہان مہندس وہ لوگ ہوتے ہین جو عملاً اس کام کو کرتے بھی ہین، لیکن جو لوگ مدارس مین صرف ہندسہ کی کتابین پڑھ لیتے ہین اُنکو مہندس نہین کہا جاتا، اسی بنا پر دمولان نے لکھا ہو کہ ہمارا محکمہ زراعت صرف چند ڈائرکٹر اور کلرک پیدا کرتا ہے، بخلاف اسکے انگریزون کے ہان وہ فلاح پیدا ہوتے ہین جو دنیا کو تلوار کے بجائے ہل کے ذریعہ سے فتح کرلیتے ہین،

(۷) انگریزون کی ایک خصوصیت یہ ہو کہ وہ اپنے کو ہر قالب مین ڈہال لیتے ہین، اور یہ اثر انکی اولاد مین بھی پایا جاتا ہے

(۸) وہ اپنے لڑکون کو زیادہ تنبیہ و تادیب نہین کرتے کیونکہ انسان اس سے خود اپنی نظر مین ذلیل ہوجاتا ہے،

(۹) وہ زمانہ تربیت کے بعد اپنی اولاد کو الگ کردیتے ہین کہ اپنے اخراجات کی خود کفیل ہو، (باقی)

شذرات

تشکیلات اسلام

گذشتہ سفر یورپ کے جن نتائج کو لیکر مین لوٹا ہون ان مین ایک یہ ہی کہ عالم اسلامی کی ترقی و فلاح سے مایوس ہونیکی کوئی وجہ نہین ہے بلکہ خدا کے فضل سے یہ غیر متزلزل یقین لیکر آیا ہون کہ ایک نیا عالم اسلامی نئے انتظامات اور نئے سروسامان اور ایک نئی تنظیم و تشکیل (ارگنائزیشن) کے ساتھ بہت جلد ہماری آنکھون کے سامنے آجائیگا، تمام مسلمان قومون کو اپنی حالت کا پورا پورا احساس ہوگیا ہے اور تدبیر و علاج مین مصروف ہین، ایک بڑی چیز یہ ہے کہ خلافت اسلامیہ کے تزلزل اور مسلمانون کے امور مذہبی مین اختلال نے ہر اسلامی ملک کے علماء اور مذہبی جماعتون کو اپنے فرض سے آشنا کردیا ہے، اسلئے اب ہندوستان کی طرح ہر مملکت اسلامیہ مین مسلمانون کی مذہبی شیرازہ بندی اور احکام اسلامیہ کی ترتیب و تنظیم کا مسئلہ درپیش ہی آج جبکہ علمائے اسلام ہندوستان مین اس مسئلہ پر غور کر رہے ہین تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان سے باہر دوسرے ممالک مین علماے اسلام تعمیر مذہبی کا جو نقشہ تیار کر رہے ہین اس سے ہمارے ہان کے کارفرما علما بھی واقف ہون تاکہ یہ معلوم ہو کہ انکے ہم پیشہ دوسرے ملکون مین بھی اپنے فرض سے غافل نہین، دوسرے اس نقشہ تجاویز (اسکیم) کو دیکھکر مبادلۂ خیالات کا موقع ہاتھ آئے، تمہیداً اس مضمون کا شان نزول سن لینا چاہیئے،

چند برس گذرے کہ قسطنطنیہ مین چند روشنخیال علماے اتراک نے جمعیۃ الارشاد کے

نام سے ایک مذہبی انجمن قائم کی تھی جسکا مقصد یہ تھا کہ تمام عالم اسلامی کی مذہبی حیثیت سے شیرازہ بندی کیجاے اور از سر نو دنیاے اسلام کی تعمیر کیجاے اور موسم حج مین اس غرض کے لئے سالانہ اجماع الامۃ کے نام سے ایک اجلاس اُسکی طرف سے منعقد کیا جاے، اس انجمن کی طرف سے ۱۳۳۲ھ مین "تشکیلات الاسلام" ایک رسالہ شایع کیا گیا تھا جسمین مسلمانون کے نظام جماعت کو دکھایا گیا ہے، احمد حلمی بغدادی نے ترکی مین اور حسین کامل نیروی نے عربی مین اسکا ترجمہ کیا، جس زمانہ مین وفد خلافت پیرس مین تھا یہ رسالہ مجھ تک پہنچا، اور اب یہ ہندوستان کے عام مسلمانون کے سامنے پیش کیا جاتا ہے،

تمام فرائض، بالخصوص اُن فرائض پنجگانہ مین جو اسلام کا سنگ بنیاد ہین (یعنی کلمہ توحید، روزہ، نماز، حج، زکوۃ) بہت سی حکمتین اور مصلحتین پوشیدہ ہین،

فرائض الٰہی، خصوصاً اُن فرائض سے جنپر اسلام کی بنیاد رکھی گئی ہے، وہ قوانین الٰہیہ[1] مراد ہین، جنکی تبلیغ اولو العزم پیغمبرون نے اس غرض سے کی ہے کہ وہ استعداد زمانہ کے مطابق سعادت انسانی کے متکفل ہون، اور یہ بلند مذہب خاتم الانبیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے مکمل ہوا، اور جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے بنی نوع انسان کے لئے مذہب اسلام کا انتخاب کیا کیونکہ خدا کے نزدیک صرف وہی مذہب تھا، اسی طرح خداوند تعالیٰ نے بنی نوع انسان پر جو احسانات کئے تھے شریعت محمدیہ کے ذریعہ سے انکی تکمیل ہوئی،

انسان کی تخلیق، اور اُسکے لئے موجودات کی تسخیر، اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ

---

[1] قوانین الٰہیہ سے عادت خداوندی، سنتِ خداوندی، اور قوانین فطری مراد ہین، الفاظ مختلف اور معنی تقریباً ایک ہین،

انسان کی ترقی اور اسکی سعادت مشیتِ ایزدی کا اقتضا ہے،

لیکن اسلام جسطرح انسانی سعادت و ترقی کا متکفل ہے، اسی طرح قرآن مجید بھی خدا کا ایک ہی قانون ہے جو تمدن انسانی کو قیامت تک کے لئے مستمراً قائم رکھ سکتا ہی کیونکہ اخلاق، اجتماع، اقتصاد، اور سیاست انسانی کے لئے جن طبعی اور ضروری قوانین کی ضرورت ہے وہ ان سب کا جامع ہے، صرف ایک ہی مذہب ہے، اور بے شبہہ وہ اسلام ہے، کیونکہ یہ قوانین تمام دنیا کو اپنا جواب لانے کے لئے ایک مدعیانہ دعوت دیتے ہین، اسلئے متمدن اور غیر متمدن انسان دونون انکو پڑھتے ہین، اور انکے ذریعہ سے وہ سب کے سامنے معرکۂ کارزار کھولتے ہین، اب یہ معلوم ہو جانا چاہیئے کہ اسلام کی اجتماعی صورت حسب ذیل طریقہ سے سعادت بشری کی حفاظت کرسکتی ہے،

تمام مسلمان بھائی بھائی ہین، ان سب کو خدائی رسی کے مضبوط پکڑنے کا حکم دیا گیا ہے سب کے سب تفریق و انتشار سے روک دیئے گئے ہین[1]، یعنی تمام مسلمانون کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اجتماعی طور پر ایک ہو جائین، ایک ہی حالت مین ریگ کے ٹیلے کی طرح ایک ہی قسم کی حرکت کرین، اور باہم ایک دوسرے کے معین و مددگار رہون اور ایک دوسرے کا پشت پناہ بنے، انکو یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ اپنے تمام معاملات مین باہم مشورہ کرین اور جو تجویز انہون نے قرار دے لی ہے، اسمین شک و شبہہ نہ کرین اور خدا پر بھروسہ رکھین، لیکن ان تمام احکام کی تعمیل کی اصلی بنیاد مشورہ ہے اور مشورہ صرف مجالس

[1] جیسا کہ خداوند تعالیٰ کہتا ہے (واعتصموا بحبل اللہ جمیعا و لاتفرقوا) کیونکہ اولاً تو اسمین اعتصام بحبل المتین کا حکم دیا، اور وہ قرآن ہے، ثانیاً ولاتفرقوا کے ذریعہ سے تفرق و انتشار سے منع کیا تاکہ اعتصام کی اور تاکید ہو جائے،

مشاورت اور دار الشوریٰ کے ذریعہ سے کیا جا سکتا ہے، اسلئے اسلام نے یہ تمام اساسی اصول قائم کئے، اور نہایت اعلیٰ پیمانہ پر قائم کئے، اور اس لحاظ سے اسلام نے جس زمانہ کو اس اصول پر چلایا وہ اسلام کی عظمت و شان کا حقیقی زمانہ تھا،

مسلمانون مین باہم میل جول اور پورے معنی مین اتحاد عام پیدا کرنے کے لئے محلہ کی مسجدون کو جنکا نام اصطلاح شریعت مین "مسجد الحی" (محلہ کی مسجد) ہے بنیاد قرار دیا،[۱]

پس امن و سکون کے زمانہ مین نماز با جماعت کا التزام ایک سنت موکدہ ہے یعنی انسان کے لئے جب طبعی و سیاسی موانع موجود نہون تو اپنے دینی بھائیون کے ساتھ ایک خاص وقت مین باہم مل کر مفروضہ نماز کا ادا کرنا واجب ہے، اور اسلئے مسلمانون کے پاس جو خبرین پہنچین، اُنکے متعلق، نماز کے بعد محلہ کی مسجد مین باہم ذکر اور مشورہ کرین،

اس سے بڑے اجتماع کے لئے جو ہفتہ وار ہو سکتا ہے، ہمیشہ محلہ کی جماعتون کا قیام اور اُن کا جامع مسجدون کی طرف جانا اور خطبہ کے بعد جسمین انکی تمام دینی و دنیوی ضرورتین بیان کیگئی ہون، نماز جمعہ پڑھنا نہایت ضروری ہے، اور اس موقع پر ایک عظیم الشان مجلس قائم ہو جاتی ہے جسمین خطیب یا انتخاب شدہ سردار نماز کے پہلے منبر پر کھڑا ہو کر ہفتہ کے تمام اخبار و واقعات جو عالم اسلامی کے لئے مفید ہین، وضاحت کے ساتھ بیان کرتا ہے، اور اسوقت موجودہ جماعت کے لئے جو تلقین لازمی ہے اُسکا پورا کرنا اور خطبہ کا سننا اور اسکا سمجھنا تمام حاضرین پر واجب ہے اور اس موقع پر توضیحی

---

[۱] اسلئے محلہ کی مسجد جمعہ کی مسجد سے افضل ہے یعنی علماء کے نزدیک یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ پنجوقتہ نماز کا التزام محلہ کی مسجد مین اور مساجد مین جانے سے افضل اور زیادہ ثواب کا باعث ہے،

سوال کرنا بھی جائز ہے،

اسی طرح سال مین دو بار عیدگاہ مین جو ایک عظیم الشان اجتماع گاہ ہے، جمعہ مسجدون کی تمام جماعتون کو لازمی طور پر جمع ہوجانا چاہیئے، اور خطبہ کے قبل نماز عید پڑھنی چاہیئے، اس مجمع مین خطیب سال بھر کے اخبار و واقعات کو بیان کرتا ہے، اور عیدگاہ کا

لہ جیسا کہ حضرت عمرؓ کی خلافت مین واقع ہوا، وہ خطبہ دے رہے تھے، اور حضرت خالد اور عبیدہ بن جراح کے متعلق گفتگو کر رہے تھے کہ ایک نوجوان نے اس معاملہ مین اُنسے سوال و جواب کیا، جو کہ مشہور ہے، اور اسکے الفاظ یہ ہین،

حضرت امیر المومنین ؓ ہین سنے شامی فوج کے سپہ سالار خالد بن ولید کو معزول کیا اور اُنکی جگہ پر اُس شخص کو مقرر کیا جنکی تعریف مین رسول اللہ صلعم نے امین الامۃ کا لفظ استعمال کیا ہے یعنی ابو عبیدہ جراح، ایک نوجوان (صرف ۱۲ سال کی عمر) اے عمر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد کی تعریف مین "دشمنون کے اوپر کھنچی ہوئی تلوار" کہا ہے، اور آپ نے اس تلوار کو جو دشمنون کے اوپر کھنچی ہوئی تھی میان مین کر دیا، اور فوج کا سپہ سالار ایک ایسے شخص کو مقرر کیا جو جنگی حالات سے بالکل ناواقف ہے، کیا یہ آپ نے کوئی قابل تعریف کام کیا؟ حضرت عمرؓ تھوڑے سے تامل کے بعد" لڑکا جو کچھ کہتا ہے سچ ہے، لیکن یہ اُسکی غیرت کا اقتضا ہے، کیونکہ وہ خالد کا رشتہ دار ہے، اِسلئے میرا تقرر صحیح ہے،

بالخصوص ذیل کی حدیث جو مسلم شریف مین مذکور ہے، اس باب مین دلیل واضح اور شاہد عادل ہے

ایک بار رسول اللہ صلعم نے خطبہ دیا اور فرمایا لوگو خدا نے تم پر حج فرض کر دیا اسلئے حج کرو اسپر ایک آدمی یعنی اقرع بن حابس نے کہا، کیا ہر سال یا رسول اللہ، اسپر آپ خاموش ہوگئے، یہانتک کہ انھون نے تین بار اس فقرے کا اعادہ کیا تو آپ نے فرمایا اگر مین ہان کردون تو حج واجب ہوجائیگا اور تم اسکی استطاعت نہین رکھتے،

پورا رقبہ اسکی آنکھہ کے سامنے ہوتا ہے، اور وہ ان واقعات کا خلاصہ تمام مسلمانون کو سُناتا ہی، اور توضیحی سوال کرنا یہان بھی جائز ہے،

لیکن اس توضیح کے لئے یہ لازمی ہے کہ بہترین طریقے پر ہو، اور آداب اسلامیہ کے مخالف نہو، بالخصوص لبغیر اجازت کے گفتگوے بے محابا یقیناً ناجائز ہے،

اسی طرح زمانۂ قیام عرفات یعنی مسلمانون کے اجتماع عمومی کے زمانہ مین ایسے لوگون کا وجود ضروری ہے جو تمام ممالک اسلامیہ سے ان اخبار، واقعات اور تجاویز کو لاسکین جو اسلام اور مسلمانون کے لئے مفید ہون، اس موقع پر ان لوگون کو جمع ہونا چاہیئے، ادہر اُدہر گردش کرنا چاہیئے، لوگون سے ملنا جلنا چاہیئے، اور تمام مسلمانون کے ساتھ خاص آداب وفرائض کی پابندی کے ساتھ جیسا کہ کتب فقہیہ، بالخصوص ان کتابون مین جو مناسک حج کے متعلق لکھی گئی ہین مذکور ہے ہٹرنا چاہیئے، الغرض سیاسۃً وفطرۃً دونون حیثیتون سے یہ مسلمانون کی اجتماعی حالت کے لئے مفید اور ضروری ہے،

خوش نصیبی کا زمانہ اور خلفای راشدین کا عہدِ حکومت

خلفاے راشدین کے زمانہ مین گورنرون کے پاس سالانہ فرامین بھیجے جاتے تھے، جنکے ذریعہ سے مسلمانون کی ضرورتین دریافت کیجاتی تہین، اور اس موقع پر حکام اُن تمام تجاویز کو جو مساجد، جوامع، اور عیدگاہون مین قرار پائی ہین، دریافت کرتے تھے، اُنکو سمجھتے تھے، اور اُن کا خلاصہ لکھکر دربار خلافت مین بھیجدیتے تھے،

اسی طرح ایک خاص شخص کے ذریعہ سے جو خلیفہ کی طرف سے مامور کرکے تمام اطراف اور تمام صوبون مین بھیجا جاتا تہا، یہ چیزین دریافت کیجاتی تہین، بالخصوص امیر الحاج جو عہدِ نبوت اور زمانۂ خلفاے راشدین مین مکہ کو بھیجا جاتا تہا، اور آج بھی سلاطین عثمانیہ کے

زمانہ مین بھیجا جاتا ہے، مسلمانون کے اس اجتماع عام کی تجاویز کو جو عرفات مین ہوتا تہا سمجھتا تہا، یعنی اس طریقہ سے خلیفہ کو اسلام اور مسلمانون کے خیالات سے اطلاع حاصل ہوتی تھی، اور اسی حیثیت سے مسلمانون کے تمام کام چلتے تھے، یعنی اسی طریقہ سے زمانہ کے موافق اور مسلمانون کے اور مفید قوانین مقرر ہوتے تھے، جو فتاوی عرف اور عادت کے مطابق ہوتے تھے،

اسی طرح غیر مسلم جماعت کے مطالب بھی انکی جماعت سے پوچھے جاتے تھے، لیکن جب یہ معاملات متروک ہوگئے اور استبداد کا دور آیا، یعنی مسلمانون کے ہر فرد کی حکومت سلب کرلیگئی، اور مشورہ، شوری اور اسکا وہ نظام جو حکومت کا سنگ بنیاد تہا بیکار ہوگیا، اور مشورہ کی نصائح اور وہ اقتصادی اور سیاسی اجتماعات جو کہ ادائے عبادت سے پہلے اسکے بیچ اور اسکے آخر مین مساجد، جوامع، عیدگاہ، طواف، اور مواقف مین قرار پاتے تھے، معدوم ہوگئے، اور نصائح، خطبے، اور منبر نے خالص دعاؤن کی صورت اختیار کرلی، یہانتک کہ ایک مدت کے بعد ان منبرون پر اور ان پاک عبادتگاہون مین ایسے خطبے پڑہے جانے لگے جو خاص خاص اصحاب[۱] کی گالی، گلوج اور طعن و تشنیع پر مشتمل ہوتے تھے، حالانکہ ان متبرک مقامات کو اسلام کا ایوان اور دارالشوری بنایا گیا تہا،

۱؎ بالخصوص خلفاے امویہ کے زمانہ مین مسلمانون مین جو تفرقہ قائم ہوا وہ انتہائی افسوسناک درجہ تک پہنچ گیا، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور انکے دونون فرزندون پر خطبون مین اور منبرون پر گالیون کی بوچھار ہونے لگی، کیونکہ اس زمانہ کے خطبا انکے خاص مزدور تھے، اور انکے احسانات سے فائدہ اٹھاتے تھے، اور یہ تمام حالات مسلمان دیکھتے سنتے تھے، اور انکی بدعہدی اور ظلم کے خوف سے چپ رہتے تھے، کیونکہ ان کا زمانہ استبداد اور شخصی راے کا زمانہ تہا، آخر یہ زمانہ گذر گیا (بقیہ برصفحہ آئندہ)

تاکہ اسمین عبادت، مشورہ، تعارف اور پند و نصائح کئے جائین، اور ان مین مسلمانون کے معاملات پر غور و فکر اور مشورہ کیا جائے، اور انکو جوامع، قوم کی اجتماع گاہ اور انکی مجالس شرعیہ قرار دیا جائے، اسکے علاوہ وہ امام جو محلہ کی مسجد مین مسلمانون کی طرف سے منتخب کیا گیا ہے، جب اسکے پیچھے نماز پڑھ لیجائے اور وہ اپنی محراب سے چلنے لگے اور اسکی طرف اپنی پشت کرلے تو بحیثیت امام اور ایک منتخب شدہ رئیس کے اسکا فرض ہی کہ تسبیحات مسنونہ اور ادعیہ ماثورہ کے موجودہ جماعت کے ساتھ مسلمانون کے معاملات اور اُنکی دینی اور دنیوی ضرورتون کے متعلق مذاکرہ و مشاورہ کرے، خواہ ان چیزون کا تعلق خود انکی ذات سے ہو یا انکی رعایا سے ہو، یا اُنکے وطن سے ہو، مثلاً سرحد کی حفاظت، پلون کی تعمیر، جہاد اور اعانت، زکوۃ و صدقہ کے فوائد و منافع، اتفاق و اتحاد، فصل مقدمات، اور انکے حالات کی تحقیقات وغیرہ، کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کرتے تھے، یہانتک کہ آپ خاص خاص اشخاص اس غرض سے مقرر فرماتے تھے کہ امت کے ان لوگون کے حالات دریافت کرین جو ایک دن اور دو دن بھی مرض، سفر، یا اور کسی عذر کی وجہ سے اس اجتماع مین موجود نہ تھے،

اور یہی وجہ ہے کہ ان اجتماعات کے مقامات محکمہ، یا حکومت کے مقامات کے قائم مقام ہوتے تھے، اور یہی وجہ ہے کہ خلیفہ اور حکام اکثر ان مقامات مین موجود رہتے تھے، اور اُنکے معاملات کے سمجھنے کی کوشش کرتے تھے،

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اور خلافت حضرت عمر بن عبدالعزیز کو ملی، اُنھون نے حکم دیا کہ خطبہ مین یہ آیت پڑھی جائے، ان اللہ یامر بالعدل والاحسان، اور خطبون مین جو گالیان شامل ہوگئی تھین انکو چھوڑوادیا، ابتک یہ حالت قائم ہے، اور قیامت تک قائم رہیگی،

ہر شخص کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام مسجد دن میں مذاکرہ و مشادرہ کرتے کرتے سو جاتے تھے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے جبکہ وہ مسجد مین سو رہے تھے فرمایا کہ اٹھ اے ابو تراب!

اسی طرح اوقات نماز کے علاوہ صحابہ کرام مساجد مین باہم میل جول رکھتے تھے، بالخصوص اصحاب صفہ تو ہمیشہ مسجد مین قیام کرتے تھے، اُسی مین کھاتے پیتے تھے، اسی مین قرآن مجید اور اصول دین کی تعلیم حاصل کرتے تھے، اور ان تمام باتون کا انکار نہین کیا جاسکتا[1]

مساجد مین صف بندی کے نظام و ترتیب سے بھی یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ مجمع عبادت اور مشورہ دونون کے جامع ہین، اور وہ عبادت گاہ ہونے کے ساتھ دار الشوری بھی ہین، کیونکہ پہلی صف مین وہ لوگ کھڑے ہوتے ہین جو برگزیدہ اُمت ہین، اسکے بعد جوانون کا پھر عورتون کا درجہ ہے، اور جیسا کہ اس ترتیب مین دوسری حکمتین پائی جاتی ہین اسیطرح اسمین ایک بڑا سبب پایا جاتا ہے، اور وہ یہ کہ اصحاب الرائے امام یا رئیس سے قریب تر ہوتے ہین، بالخصوص ان لوگون کا نظر سے قریب ہونا اور یہ ایک ایسی چیز ہے جو

---

[1] یہ معلوم ہے کہ مساجد و جوامع ہین، اور خطبہ کے لئے امام کے منبر پر چڑھنے کے اوقات مین اگر کوئی ایسی بات کہی جاے جو اصل مقصد سے غیر متعلق اور مشورے اور تلقینات شرعیہ کے مخالف ہو یا اسکی اجازت نہ لیگئی ہو یا لغو یا ناقابل اعتنا ہو تو وہ بالاتفاق حرام ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مساجد مین دینی اور دنیوی حیثیت سے درس و تدریس استصباح و استفصاح مذاکرہ و مشادرہ جائز ہے،

جس شخص نے ان مساجد و جوامع کو جو قدیم سلاطین اور سلاطین عثمانیہ نے بنوائی ہین بغور دیکھا ہی اسکو صاف نظر آتا ہی کہ انکے اندر بہت سے حصے ہین مثلاً انکے دونون بازوؤن مین حکام کیلئے بہت سے حجرے بنائے گئے ہین اور ان مین نماز کے لئے ایک بلند چبوترہ ہی، بالخصوص استنبول مین جامع محمود پاشا اسی تقسیم اور اسی صورت کے مطابق تعمیر ہوئی ہے

نصف النہار کے سورج کی طرح روشن نظر آتی ہے، یہانتک کہ جمعہ اور عیدین کی نماز مسافرون، بچون، اور عورتون پر فرض نہین ہے، اور اسی طرح اذان، اقامت، جماعت، عورتون کے لئے سنت نہین ہے، کیونکہ وہ مشورہ مین صائب الراے نہین ہین، لیکن باین ہمہ جب وہ لوگ مسجد مین آجائین تو انکی اطلاعات سُنی جائینگی، لیکن انکی راے دریافت نہین کیجائیگی،

فرق مراتب اور مساوات اسلام مین

اسلام عبادت گاہون اور مشورہ گاہون مین قاعدۂ مساوات کا پابند ہے اور اس مساوات مین صرف ایک نقطہ پر فرق نمایان ہوتا ہے، اور وہ نقطہ علم اور تقویٰ کا ہے، مثلاً مسجد مین صفِ اول کی ترتیب مین سب سے زیادہ عالم اور سب سے زیادہ قاری سب سے زیادہ پرہیزگار اور سب سے زیادہ مسن آدمی کو جیساکہ کتب فقہیہ مین مذکور ہے، مقدم رکھا جاتا ہے، اور یہ لوگ جیساکہ وہ اُن لوگون مین ہین جو امامت اور ریاست کے لئے تیار ہوتے ہین، اسی طرح اُنکی بلند مرتبگی سے مذاکرہ و مشاورہ مین بہت زیادہ فائدہ اُٹھایا جاسکتا ہے،[۱]

[۱] دین و دنیا اور خدا کی نگاہ مین جو چیز سب سے زیادہ مقبول ہے وہ تقویٰ ہے، اور تقویٰ بہترین عمل بھی ہے، اتقا اور تقویٰ کے شرعی معنی اگرچہ کتب تفاسیر، احادیث اور اخلاق سے ظاہر ہین لیکن ہمارے زمانہ مین اس حیثیت سے کہ وہ ہر ممنوع سے بچنے کا نام ہے، وہ موجودہ دور کی اصطلاح مین لفظ حریت کا مرادف ہے، صرف اتنا فرق ہے کہ تقویٰ عام ہے اور حریت خاص، کیونکہ حریت کے معنی باہمی حقوق کی نگہداشت کے ہین، اور تقویٰ کے معنی حقوق اللہ اور حقوق العباد مین تجاوز کرنے سے بچنے کے ہین اور اسمین خدا اور انسان دونون کے حقوق داخل ہین، اس بنا پر حریت التقوی کا (بقیہ برصفحۂ آیندہ)

اسی طرح جو لوگ اُس منبر پر جو جامع مسجد اور عیدگاہ مین نصب کیا گیا ہے، چڑہنے کی قدرت رکہتے ہین، اُن کا مقام بھی صفِ اول مین ہے[1]،

(بقیہ صفحہ گذشتہ) ایک جزو ہے، اور قرآن مجید مین تقوی اور انقیاد کا ذکر بکثرت مذکور ہے بالخصوص متعدد مواقع پر یہ مذکور ہے کہ عاقبت کی بہلائی پرہیزگارون کے لئے ہے اور عقلمندون کو بھی تقوی کا حکم دیا گیا ہے،

[1] امامت اور خطابت محض روحانی چیز نہین ہین کیونکہ اسلام مین رہبانیت نہین ہے، اس بنا پر جیسا کہ کتب فقہیہ مین مذکور ہے بوقت ضرورت امامت و خطابت کا تقرر صرف مسلمانون کی جماعت کے انتخاب سے ہو سکتا ہے، جیسا کہ متقدمین علماے اسلام کے زمانہ مین تہا، علماے متاخرین کے نزدیک ان کا تقرر خلیفہ کے حکم اور اجازت سے ہونا چاہیئے تاکہ نزاع واقع نہو، اگرچہ نماز کے لئے انتخاب سے بھی امام کا تقرر ہو سکتا ہے، اور جبکہ اس طرح امام کا انتخاب ہو سکتا ہے تو ہر جماعت مین ریاست اور بحث و مباحثہ کا عہدہ بھی اسکے مستحقین کو دیا جا سکتا ہے، اور اسلام مین ہر مسلمان اور مومن امام ہے، یعنی ہر مسلم مین امامت کا وصف موجود ہے، البتہ جماعت کے ساتھ نماز کے ادا کرنے اور مشورہ اور تقریر و پند و نصائح کے موقع پر جماعت ایک ایسے امام یا خطیب کا انتخاب کرتی ہے جو موجودہ جماعت مین سب سے زیادہ صاحب علم، سب سے بڑا قاری، سب سے زیادہ پرہیزگار اور سب سے زیادہ مسن ہو اور جو لوگ امامت اور خطابت کے لئے سب سے زیادہ موزون ہین، وہ امامت، خطابت اور ریاست کے مقامات پر کھڑے ہوتے ہین، ورنہ یون تو ہر مسلمان امام ہے، یہانتک کہ جاہل جاہل کا امام ہو سکتا ہے اسلام کی مذہبی خدمات ایک شخص کے ذریعہ سے یا ایک جماعت کے ذریعہ سے انجام پا سکتی ہین اور مذہبی خدمات پر اجرت لینا علماے متقدمین کے نزدیک ناجائز ہے، اس لحاظ سے خطابت، امامت اور تمام عبادات کے لئے شرعاً اجرت پر کسی شخص کا تقرر نہین کیا جا سکتا، یہانتک کہ (بقیہ برصفحہ آیندہ)

چونکہ اسلام مین کامل مساوات موجود ہے، اسلئے بہت سے صاحب مرتبہ مسلمان صف نماز مین اُن مسلمانون کے مقابل مین کھڑے ہوتے ہین جو صاحب مرتبہ نہین ہین،

اور اس موقع پر امتیاز صرف علم و تقوی کے ذریعہ سے ہوسکتی ہے، کیونکہ خدا نے فرما دیا ہے کہ خدا کے نزدیک تم مین شریف تر وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے اور یہ مساوات کاملہ سب سے زیادہ جامۂ احرام مین نمایان ہوتی ہے کہ اسمین مسلمانون کے درمیان کوئی فرق نظر نہین آتا ہے، سب کے سب ایک ہی لباس مین ہوتے ہین، اور سب کی حالت ایک ہی ہوتی ہے، اور اس جگہ برادری کے لحاظ سے تمام مسلمان ایک معلوم ہوتے ہین، اس لحاظ سے لوگون مین مساوات تامہ کا ظہور، جامۂ احرام کے پہنے طواف کے کرنے اور عرفات مین قیام کرنے کے وقت ہوتا ہے، یہانتک کہ بادشاہ، امیر اور دولتمند شخص کسی طرح ایک محتاج سے ممتاز نہین ہوتا اور اسیکا نام مساوات کاملہ ہے[۱]،

(بسلسلہ صفحہ گذشتہ) علماے اسلام مین معلمین کی تنخواہ کے متعلق بھی اختلاف ہے، اسی طرح یہ بھی متفق علیہ مسئلہ ہے کہ جو اُجرت مذہبی خدمت پر لیجاتی ہے وہ پاک نہین ہے، پس مسلمان اپنی نماز یا تنہا پڑھتے ہین یا جماعت کے ساتھ اور تجہیز و تکفین اور جنازہ کی نماز فرض کفایہ ہے اور ہر مسلمان کو معلوم ہے کہ طلاق و نکاح کے معاملہ مین کسی روحانی پیشوا کی ضرورت نہین ہے، کیونکہ نکاح صرف ایجاب و قبول، دو گواہون کی موجودگی اور تعیین مہر سے ہوسکتا ہے اور مجلس نکاح کا انعقاد جیسا کہ آج دستور ہے کسی اسلامی کتاب مین موجود نہین اور نہ اسکے متعلق کوئی روایت ہے

[۱] اسلام کا کوئی یونیفارم نہین ہی بلکہ اسمین صرف ستر پوشی ہے، لیکن درحقیقت اسلام کا ایک یونیفارم ہی لیکن وہ لباس کا نہین ہی بلکہ اعتقاد و عمل کا ہی اور انہی دونون کو ایمان و اسلام کی شرط کہا جاتا ہی یعنی یہ اسکی علامات ہین،

روے زمین کے تمام مسلمان اُسی طرح عرفات مین جمع ہوتے ہین اور بے تکلف باہم ملاقات کرتے ہین اور ان مین باہم تعارف ہوتا ہے، اور ان مین ہر ایک جانتا ہے کہ ایک دوسرے کا بھائی ہے، اور ان مین ہر ایک دوسرے کی گفتگو، اسکے رنج وغم اور اُسکی ضروریات کو سنتا اور سمجھتا ہے، یہانتک کہ وہ لوگ باہم اعانت کا وعدہ کرتے ہین، اِسی طرح وہ لوگ باہم اپنی معلومات دوسرے کو دیتے ہین اور ہر ایک دوسرے کا پتہ لکھ لیتا ہی اور اپنی تجارت اور صنعت وحرفت کو اِس طرح ترقی دیتے ہین اور اور بھی بہت سے فوائد اٹھاتے ہین، اور ان مین سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ خلیفہ کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ جماعت اسلام کے ارباب حل وعقد نے دنیا کے مختلف گوشون مین کیا کیا تجویزین قرار دی ہین یہانتک کہ انہی کے مطابق قوانین بناے جاتے ہین،[1]

اور جبکہ اسلام اپنے عملی قانون مین اس طریقہ کا پابند ہے تو مسلمانون کے درمیان کوئی تفرقہ نہین ہوسکتا اور اپنے خلیفہ کے ماتحت ایک جماعت بنجاتے ہین،

اور جبکہ یہ حالت ہے تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ روے زمین پر کوئی قوم مسلمانون سے زیادہ ترقی یافتہ اور زیادہ قوی نہین ہوسکتی ہے، اس بنا پر دنیا مین حاکم عادل صرف اسلام کا خلیفہ ہے، کیونکہ چھوٹے بڑے تمام استغاثون کا مرافعہ اسی کی طرف ہوتا ہے،

اور اس بنا پر دنیا کے تمام مسلمان جس شخص کے ہاتھ پر بالفعل بیعت کرلین اُسکو

---

[1] اور چونکہ ہر سال حجاج کے محلہ اور شہر کے لوگ خاص پابندی کے ساتھ انکی مشائعت اور اُن کا استقبال کرتے ہین اسی طرح ہر معاملہ مین انکی گفتگو سنتے ہین اور اُسپر عمل کرتے ہین، اِسلئے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حجاج اپنے اہلِ وطن کی طرف سے وکلا اور ممبر بناے گئے ہین، اور وکالت اور ممبری کا یہ مسئلہ استبداد کے ہاتھ رسماً وعادتاً بالکل بدل گیا ہی جیسا کہ سخت استبداد کے آخری زمانہ مین یہ رسم اور یہ عادت بالکل رہ گئی،

حقیقی معنون مین روے زمین کا خلیفہ کہا جا سکتا ہے، اور چونکہ بیت الحرام کا حج بہت سے ارکان ومناسک کا جامع ہے، اس لحاظ سے وہ عبادت ہے، اور خدا کی راہ مین دوڑ دہوپ ہے، اور وہ فرض ہے بالخصوص اسمین سیر وسیاحت، تبدیل آب وہوا، اور صحت کا فائدہ بھی ہے،

اور اسلامی برادری کی تنہا بیدار کرنیوالی، مسلمانون کے معاملات کی ایک کرنیوالی اور ان مین تعارف کرانے والی سب سے بڑی مجلس مشاورت ہے اور اس حیثیت سے وہ اسلام کا سب سے بڑا رکن ہے،

اس زمانہ مین اسلام کی تنظیم کیونکر ہوسکتی ہے

قانون ارتقا نے بنی نوع انسان کو عظیم الشان ترقی کا مظہر بنا دیا ہے، پہلے پڑہے لکھے لوگون کا وجود نہ تہا اور اگر تہا بھی تو انگلیون پر گنا جا سکتا تہا، لیکن بخلاف اسکے آج بے پڑہے لکھے لوگ صرف چند ہین، اور پڑہے لکھے لوگ روز بروز بڑہتے جاتے ہین کیونکہ زمانہ بدل گیا ہے،

چھوٹے چھوٹے خیمے اور شامیانے جو پہلے گہر کا کام دیتے تھے، اب انکی جگہ چھوٹی بڑی مرتب عمارتین، نہرین، تجارت خانے، ہوٹل، فوجی صدر، کوتوالی، سرائین اور ایوان و محل وغیرہ تعمیر ہوگئے ہین، چلنے پہرنے والے قبائل کی جگہ شہر آباد ہوگئے ہین، اور قومون کی جگہ سلطنتین اور حکومتین قائم ہوگئی ہین، اور اونٹون اور گہوڑون کی جگہ گاڑیان اور تیز رو انجن تیار ہوگئے ہین، اسی طرح بس اور موٹرین بھی بنگئی ہین جو بغیر آہنی لائنون کے بہاپ کی قوت سے ہر جگہ چلتی پھرتی نظر آتی ہین، اور معمولی کشتیون کے بجاے سٹیمر، جنگی اور آہن پوش جہاز، ذریڈ ناٹ بنگئے ہین جو متحرک قلعہ کی صورت رکہتے ہین اسی طرح

انسان جسطرح غباروں اور ہوائی جہازوں کے ذریعہ سے سیر و سیاحت کرتا ہے، بعینہ
اسی طرح آبدوزوں کے ذریعہ سے دریا کی تیراکی کرسکتا ہے، اور منجملہ ان تمام ترقیوں کے
ایک ترقی یہ ہے کہ انسان نے ایسے آلات ایجاد کرلئے ہین جو زمین کے اندرونی حصہ کو
بذریعہ برقی طاقت کے روشن کردیتے ہین، اور مخصوص کلون کے ذریعہ سے جسکو پائپ
کہتے ہین اسکے اندر ہوا داخل کیجاتی ہے، اور اس طرح زمین کے اندر سیاحت کیجاتی ہے
اور یہ سب معدنیات کے نکالنے اور اُنکی جستجو و تلاش کے لئے کیا جاتا ہے، اسی طرح
ایک ایسا آلہ بنگیا ہے جسکے ذریعہ سے زمین کے اندر اُترا اور نکلا جاتا ہے اور اُسکا نام
اسانسور ہے، اور سمندر کے نیچے بلور کے شہر آباد کئے گئے ہین جنمین جگمگاتے ہوئے
بازار ہین، اور زمین کے نیچے لمبے اور مرتب راستے، نہرین اور پُل تیار کئے گئے ہین،
یہانتک کہ انسان نے خشکی کو تری کے ساتھ ملا دیا ہے اور جبکہ پتھرون اور درختون سے
ہتھیار بنائے جاتے تھے، اُنکی جگہ مترالیوز مشہور توپین، اور سب سے بڑی نو ایجاد توپ
جسکا نام بیالیس ہے تیار ہوگئی ہے، اسی طرح انسان جانورون کے چمڑے کے بجائے
سندس اور استبرق کے کپڑے پہنتا ہے،

خلاصہ یہ کہ انسانی سیاست، انسانی اجتماع، انسانی اقتصاد اسقدر مکمل ہوگیا ہے کہ
دنیا ایک دوسری دنیا بنگئی ہے، اسی کے مثل حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے دین
کی ابتدا ہوئی اور وہ رفتہ رفتہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے مکمل ہوا جیساکہ خود خداوند
تعالیٰ فرماتا ہے، الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا ،

اور اس صورت مین اسلام مین جو تشکیلات پہلے سے وضع کیگئی ہین اُن کو
اس زمانے کے مطابق بنانا چاہیئے، اور اس معاملہ مین غیر معمولی اہتمام

کرنا چاہیئے ۵ (باقی)

۵ مثلاً اس زمانہ مین اُن مسلمانون کے لئے جو محلہ کی مسجد کے پاس رہتے تھے کوئی رجسٹر نہین بنایا جاتا تھا اور اسوقت اسکی کوئی ضرورت نہین تھی لیکن اس زمانہ مین اسکی ضرورت ہے،

اسی طرح پہلے محلہ کی مساجد اور مجالس شوری مین جو تجویزین قرار دیجاتی تھین وہ لکھی نہین جاتی تھین بلکہ زبانی منتقل ہوتی رہتی تھین، اور زبانی تقریرون کے ذریعہ سے ان کا ایجاب بھی ہوتا تھا، لیکن اب اُن کو لکھنا چاہیئے، کیونکہ حالات بکثرت پیدا ہوگئے ہین اور ذہن ان کا احاطہ نہین کرسکتا،

اسی طرح چونکہ خطبے عربی مین پڑہے جاتے تھے اور بعض مقامات مین ان مقامات کی زبان مین اُنکے ترجمہ کی ضرورت ہوتی تھی، مشائخ کراسی کا عہدہ ایجاد کیا گیا، جو مسلمانون کے لئے انکا ترجمہ کرتے تھے اور اُنکو سمجہاتے تھے (چونکہ خطبون مین مسلمانون کے حالات سے بحث نہین ہوتی تھی اسلئے انھون نے صرف دعا کی صورت اختیار کرلی، اور اسلئے مشائخ کراسی نے جب کوئی بات ترجمے کے قابل نہین پائی تو انھون نے صرف وعظ و نصیحت کرنا شروع کیا) اور اس زمانہ مین علم ہر جگہ بہت ترقی کرگیا ہے، اور ہر انسان مشتاقانہ آرزو رکہتا ہے، اور دنیا کے حالات کی فوری اطلاع چاہتا ہے خصوصاً عالم اسلامی اور اپنے دوسرے شہرون کے بہائیون کے حالات کی اور یہ خواہش رکہتا ہے کہ انکی خبرین مستند ترین آدمی کے منھ سے سُنے، اس بنا پر ہر مقام پر خطبون کو ایک مرتبہ عربی زبان مین پڑہنا چاہیئے اور اسکے بعد دوبارہ اس مقام کی زبان مین اسکا ترجمہ کرنا چاہیئے، مثلاً اگر اس مقام کی زبان ترکی یا کردی یا لازی یا فارسی یا چینی یا رومی یا فرنچ یا انگریزی یا روسی یا جاوی یا آفریدی یا اردو ہو تو عربی زبان مین خطبہ پڑھ لینے کے بعد اس زبان مین اسکا ترجمہ پڑھکر سُنانا چاہیئے اور اسطور پر مسلمانون کے حالات انکے موجودہ بہائیون کو سُنائے جاسکتے ہین یہ ضرورت اسلئے پیش آئی ہے کہ خطبہ نام ہے وعظ، تذکیر، اخبار، ایضاح اور تعلیم و تلقین کا، اور جب اس مقام کی زبان مین ہوگا وہ فوائد حاصل ہونگے، اور صحیح یہ ہے کہ خاص مقام کی زبان مین خطبہ پڑہنا چاہیئے۔

تلخیص و تبصرہ

مذہب و سلطنت

سینٹ پال کے ڈین، ریورنڈ انگ، ڈی، ڈی کا شمار اسوقت انگلستان کے علماء اجل مین ہے، مختلف مباحث پر انکی متعدد بلند پایہ تصانیف شایع ہو چکی ہین، حال مین اُنھون نے نامور علمی رسالہ ہبرٹ جرنل مین ایک مبسوط و محققانہ مضمون مذہب وحکومت کے تعلقات پر شایع کیا ہے جسکا ضروری ملخص ان صفحات مین درج کیا جاتا ہے

تاریخ کے مطالعہ سے اگر کوئی سبق حاصل ہوتا ہے، تو یہ ہے کہ صحیح نظام حکومت کا مسئلہ آج تک نہین حل ہو سکا ہے، دنیا مین اسوقت تک متعدد نظامات حکومت قائم ہو چکے ہین، لیکن تجربہ کے بعد ہر نظام ناکام ہی ثابت ہوا ہے، حکومت کو مذہب کے ماتحت رکھنے کے معنی یہ ہوتے ہین کہ مقتدایان شریعت کی جماعت مالک و مختار ہو جاتی ہے جو عوام کی ضعیف الاعتقادی سے فائدہ اُٹھاتی ہے، اور ناجائز طریقون سے تحصیل زر کرنے لگتی ہے، یونان کی سلطنت بلدیہ مین گو علوم و فنون کو انتہائی ترقی ہوئی لیکن خود اسکی عمر کتنے دن کی ہوئی؟ اسکے بعد اسی بنیاد پر حکماء نے اپنے جو اور نظامات قائم کئے انکی حیثیت بھی ہمیشہ نظری ہی رہی، پھر روما کی شہنشاہی وجود مین آئی، لیکن اس شہنشاہی کا رقبہ اطراف بحر روم تک محدود رہا، موجودہ زمانہ دورِ قومیت کا سمجھا جاتا ہے لیکن اسی قومیت کے تخیل نے نصف یورپ کو ماتمکدہ بنا رکھا ہے، اور اسی قومیت کے ثمرات نے تمدن کی بنیادین متزلزل کر رکھی ہین، ان مشاہدات کے بعد دماغون سے قومیت کی

گرفت ڈہیلی ہونے لگی ہے، اور قومیت کی جگہ اب "بین الاقوامیت" لے رہی ہے، لیکن اسکی عمر بھی کچھ طویل نہین معلوم ہوتی، اسلئے کہ اُسکی بنیاد نہ تو محبتِ انسانی پر ہے اور نہ خواہش امن و صلح پر، دو بین الاقوامی نظام جو اسوقت موجود ہین، اُن مین سے ایک کا نام کتھولک ازم ہے، جسکی حیثیت ارباب عسکریت و حربیت کے ہاتھ مین ایک آلہ سے زائد کی نہین، دوسرے کا نام لیبر (طبقۂ عُمال) ہے، جسکا کُھلا ہوا مقصود یہ ہے کہ ایک طبقۂ ملک دوسرے سے سرگرم آویزش رہے، سائنس، فلسفہ، فنانس، وغیرہ بھی نظامات بین الاقوامی کہے جاسکتے ہین، لیکن اُنکی کوئی سیاسی حیثیت نہین،

جیساکہ ڈاکٹر لبسل اپنے ایک تازہ لکچر مین کہتے ہین، عامۃ الناس کے معتقدات دلی کی بنیادین متزلزل ہوگئی ہین، اور کوئی متنفس یہ نہین بیان کرسکتا کہ وہ کس شخص یا کس شے کا محکوم ہے، مطلق العنان تاجدار کے وجود مٹ جانے کے بعد کسی شخصیت کے ساتھ ذاتی وفاداری کا خیال کیونکر باقی رہ سکتا تھا؟ اب بجاے اسکے کہ کوئی شے اتحاد و اشتراک پیدا کرنیوالی ہو، حکومت فریقانہ طرز کی ہوکر رہ گئی ہے، اور اسکا نتیجہ یہ ہے کہ لغاوتون اور سازشون کی گرم بازاری جسطرح قدیم فرمانرواؤن مین رہتی تھی، اس سے آج ایک ذرہ کم نہین، کہا یہ جاتا ہے کہ آج حکومت کی عنان جمہور کے ہاتھون مین ہے، بااین ہمہ کتنے دلون مین حکومت کی محبت یا تعظیم ہے؟ لطف یہ کہ حکومت کی جانب سے اس عام بے اعتمادی کے باوجود اُسکے فرائض کا دائرہ بہت بڑہا دیا گیا ہے، اور اس سے توقعات ہر قسم کے رکھے جانے لگے ہین، ..... ایک عام انتشار خیالات کی فضا مین، حکومت سازشون اور خود غرضیون کی آماجگاہ بنکر رہ گئی ہے، جمہوریت کا صحیح تخیل کسی کے ذہن مین نہین، اور پارلیمنٹ اور ووٹ اور مباحثہ وغیرہ کے قدیم آئینی طریقے سب کی نظرون مین ذلیل ہوتے جارہے ہین، بے اعتمادی

عجلت پسندی اور عمل کی جانب سے بے رغبتی، عصر حاضرہ کے خصوصیات مین داخل ہوگئے ہین،

یہ بیان حرف بحرف درست ہے، مین سب سے زیادہ زور موجودہ نظام جمہوریت سے بے اعتمادی پر دونگا، نظام جمہوری پر عملاً کسی کو بھی اعتماد باقی نہین رہا ہے، اور طرق حکمرانی کے تمام تجربات کی ناکامی ثابت ہو چکی ہے،

اس موقع پر کہا جا سکتا ہے کہ آجکل سائنس کا دور دورہ ہے، فلسفۂ اخلاق، فلسفۂ سیاست، ہر شے سائنس کے ماتحت ہے، صحیح نظام حکومت کے مسئلہ کا حل بھی سائنس ہی کی مدد سے کرنا چاہیئے، پروفیسر رٹنی کہتے ہین کہ "مسئلہ ارتقا ایک نظری حیثیت نہین رکھتا، بلکہ ہمین اپنی عملی زندگی کا ایک ایک قدم اسکی رہنمائی مین اٹھانا چاہیئے" پس بہتر ہے اگر ایک نظر سائنس کے دعاوی پر بھی کر لیجائے،

میرے علم مین علماے سائنس مین کوئی ایسا نہین ہوا ہے، جسے حکماے سیاسیات (پولیٹکل فلاسفرز) کی صف اول مین جگہ دیجا سکے، ڈارون نے کبھی اپنے موضوع سے باہر قدم ہی نہین رکھا، اسپنسر نے بیشک فلسفہ سیاست پر لکھا، لیکن اسکی کیفیت یہ ہے کہ وہ عسکریت (ملیٹرزم) اور کاروباریت (انڈسٹلریزم) کو باہم متناقض قرار دیتا ہے اور کہتا ہے کہ موجودہ تمدن مین جون جون کاروباریت کو ترقی ہوتی جائیگی، عسکریت از خود فنا ہوتی جائیگی، تا آنکہ کاروباری پھیلاؤ کے ساتھ افراد کو پوری آزادی حاصل ہوجائیگی، جنگ وخونریزی کا نام ونشان مٹ جائیگا، اور امن وامان کی حکومت قائم ہوجائیگی، اس خیال کی جنگ جرمنی نے جیسی کچھ پردہ دری کی ہے، سب پر روشن ہے، اسٹراس علانیہ جنگ کی حمایت کرتا ہے، اور دنیا سے جنگ کے فنا ہونے کو ناممکن بتاتا ہے، مسٹر کلاڈ کے نزدیک

بقاے اصلح" کے یہ معنی ہی نہین کہ جو نوع کارزار حیات" بین غالب رہتی ہے وہ اخلاقی حیثیت سے اصلح ہوتی ہے، بلکہ اسکے معنی صرف یہ ہین کہ مادّی قوٰی کے لحاظ سے وہ سب سے افضل ہوتی ہے، ڈارون کے نظریات کا جرمنی بین اسی لئے پرجوش استقبال ہوا کہ اسکی عسکریت و جنگجوئی کو ان سے ایک دستاویز استناد ہاتھ آگئی، انگریز علماے سائنس نے جو اس نتیجہ کی کسی طرح تائید نہین کر سکتے، ایک عجیب قسم کے فلسفہ ثنویت کی آڑ مین پناہ لی، ہکسلے کہتا ہے کہ رفتار کائنات، کعبۂ اخلاق کے بالکل متضاد سمت مین ہے، اور انسان کا فرض یہ ہے کہ وہ اپنی جد و جہد سے اس اخلاق شکنی کو روکے، گویا دنیا کی حکمرانی اہرمن کے ہاتھ مین ہے، اور یزدانیت کے فرائض انسان سے پورے کرائے جاتے ہین، لیکن آخر انسان کیون بلا وجہ رفتار کائنات کے خلاف جد و جہد کرے؟ اسکا ہکسلے کے ہان کوئی جواب نہین، والس نے اسکی تاویل یہ کی کہ عالم روحانیات سے برابر کمک پہنچتی ہے، لیکن ظاہر ہے کہ اس جواب کو قبول کرنا سائنس کے حدود سے نکل کر مذہب کی حمایت مین آجانا ہے،

علماء سائنس سے اس گتھی کے سلجھانے مین ایسی ایسی لغزشین ہوئین کہ بالآخر لوگون نے اسکی اعانت سے بالکل بے نیازی حاصل کرلی ہے اور اسکی جانب سے لوگون مین ایک عام بدعقیدگی پیدا ہوگئی ہے، یہانتک کہ مسٹر ارنسٹ بارکر نے جو خود ایک فلسفی اور فلاطون و ارسطو کے فلسفہ کے دقیق النظر عالم ہین، حال مین ایک موقع پر یہ لکھدیا کہ "یہ امر بہت کچھ مشتبہ ہے کہ آیا مسائل اخلاقیات و سیاسیات کو قوانین مادی کی اعانت سے کچھ بھی فائدہ پہنچ سکتا ہے۔" الیوٹ نے ایک مستقل کتاب "سائنس کے خلاف فلسفیانہ بغاوت" پر تصنیف کرڈالی ہے، جسمین متعدد طبقات فلاسفہ کی جانب سے سائنس پر نہایت شدید اعتراضات کئے ہین،

سائنس کے خلاف یہ بغاوت خود علماے سائنس کی پیدا کی ہوئی ہے، جو فلسفہ و الٰہیات کے مبادی سے بھی ناواقف ہونے کے باوجود اس زعم میں مبتلا تھے کہ اسرار کائنات کا حل قوانین مادہ کی مدد سے کرلینگے، یہ رفتہ رفتہ یہانتک بڑھ گئی تھی کہ اگر معجزات مسیح کا تاریخی ثبوت نہ مل سکا تو اُنکے نزدیک نفس مسیحیت ہی کا بطلان ہوگیا، با این ہمہ میرے خیال مین سائنس سے اس درجہ بدگمانی جائز نہین، سائنس کی جو روزافزون کامیابیان ہین ان سے اغماض نہین برتا جاسکتا، اور نہ یہ ممکن ہے کہ اخلاقیات و سیاسیات کے دائرہ کو اس سے قطعاً علٰحدہ رکھا جائے،

سائنٹفک نظام اخلاق کو "مادیت" سے تعبیر کرنا سخت غلطی ہے، جسکے مفہوم مین ایک دشنام کا پہلو شامل ہوگیا ہے، قوانین فطرت بھی خدا ہی کے بنائے قوانین ہین اور اگر ہم خدا کو مانتے ہین تو اسکے بنائے ہوئے قوانین فطرت سے وحشت کرنیکی کوئی وجہ نہین البتہ یہ سوال بیشک کرنا چاہیے کہ آیا ارتقا صرف انواع ہی کا ہوتا ہے، یا تصورات و افکار کا بھی، اور ان قوانین کے ماتحت جو مادی و جسمانی طرز حیات سے الگ ہین،

سائنس سے ہمین یہ شکوہ ہی نہ ہوسکتا ہے کہ وہ مادیت کی داعی ہے، یہ الزام اسپر قطعاً غلط ہے، البتہ یہ شکوہ ہمین اس سے ضرور ہے کہ اسکی نظر نہایت تنگ و محدود ہے وہ صرف ایک مخصوص قسم کی توجیہ و تشریح پیش کرسکتی ہے، اور جن حقائق کی تشریح ان مخصوص قوانین سے نہین ہوسکتی وہ سرے سے انکے وجود ہی کی تکذیب کرنے لگتی ہے، یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ ہم مین ایثار و استیثار دونون کے جذبات موجود ہین جنمین باہم کشاکش جاری رہتی ہے، جذبات ایثار کے غالب آنے کا نام خیر و نیکی ہے، اب اگر عالم سائنس اپنے اصول کے لحاظ سے بتائے کہ آخر انسان اپنی خودی کو پامال کرکے ایثار سے کام لے؟ یہ نورانی قوت اسمین کس

سائنٹفک قانون کی ماتحتی مین پیدا ہوتی ہے؟ اسی سوال کے جواب نہ ملنے پر کہا جاتا ہے کہ سائنس، اخلاق و معاشرت کے مسائل کی تشریح کے لئے کافی نہین،

میری تشخیص مین مغربی تمدن کے زوال و انحطاط کا اصلی سبب دنیویت ہی یعنی "آن جہان" سے قطع نظر کرکے "این جہان" پر مرکزیت توجہ، مغربی تمدن کی ساری وسیع مملکت کو اس سرے سے اس سرے تک دیکھہ جاؤ، ہرطرف بے چینی، بے قناعتی و بدامنی ہی کے مناظر نظر آئینگے، سرمایہ داری کے نظام پر آج چارون طرف سے کیون یورش ہے، اسلئے نہین کہ غیر سرمایہ دارون کو خواہ مخواہ سرمایہ دارون سے بغض و عناد پیدا ہوگیا ہے، بلکہ اسلئے کہ خود سرمایہ دار اپنے وجود کا کوئی جواز نہین رکھتے، سرمایہ داری کا اصلی منشا، یہ ہونا چاہیئے تھا کہ اس سے مفید کامون کو مدد پہنچے، نہ یہ کہ صاحب سرمایہ شب و روز عیش و عشرت مین مصروف رہے، ایسی حالت مین کس دلیل سے سرمایہ دار اپنے وجود کی ضرورت ثابت کرسکتے ہین؟ یہی حال طبقہ عمال کا ہے، آج کوئی اجیر اپنا فرض سمجھکر اپنے کام مین مشغول نہین ہوتا، بلکہ ہر ایک اپنے تئین ایک مظلوم غلام سمجھتا ہے، ایسی حالت مین خوشدلی و انبساط طبع کیونکر قائم رہ سکتا ہے نتیجہ یہ ہے کہ ہرسمت بے دلی و بے انبساطی کا دور دورہ ہے، اور کوئی طبقہ اپنی حالت پر مطمئن و قانع نہین، اس صورت حال کے ساتھ ہی اگر نظام تمدن قائم ہے تو اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ کوئی دوسرا راستہ بجز موت و ہلاکت کے نظر نہین آتا، اگر ہم اس نظام کو فوراً فنا کردینا چاہین تو اسکے معنی یہ ہین کہ ہم اپنی زندگیون کا خاتمہ کررہے ہین، موجودہ نظام تمدن کی مثال اسوقت بالکل اُس عظیم الشان درخت کی ہے، جسکی جڑین خشک ہونا شروع ہوگئی ہون، اور جسکا زمین پر آرہنا آجکل کی بات ہو،

بعض حکما رنے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ مسیح کی تعلیم چونکہ رہبانیت و ترک دنیا کی ہے،

اسلئے سلطنت روحانی کے باشندون کو دنیوی حکومتون سے کوئی تعلق نہین رہ سکتا، لیکن یہ خیال سرتاسر بے بنیاد ہے، مسیحیت مین ممانعت صرف دنیا سے دل لگانے کی ہے، باقی جب سلطنت روحانی کا حقیقی سلطان (خدا) خود خلق وامر نظم ونسق کائنات مین ہر وقت مشغول رہتا ہے، تو اس سلطنت کے وارثون کے لئے یہ کیونکر ممکن ہے کہ وہ اپنے سلطان کی تقلید نہ کرین؟ البتہ عام دنیا دارون اور ان مین فرق یہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ دنیا کو مقصود بالذات نہین سمجھتے، اور جو کچھ بھی عمل کرتے ہین، اس سے مقصود محض امر الٰہی کی تعمیل یا رضاجوئی حق ہوتا ہے، اس عالم جان مین اضافیات کا گذر نہین، یہان اطلاق کے سکہ کا چلن رہتا ہے، اضافیات کا دائرہ عالم حس تک محدود ہے،

ہماری سب سے بڑی غلطی ابتک یہی ہوتی چلی آئی ہے کہ ہم عالم حس مین اطلاق کا حکم لگاتے رہے ہین، جزئی پر کلی کا اطلاق کرتے رہے ہین، اور ظواہر پر حقائق کا دھوکا کہاتے رہے ہین، حقائق اصلیہ سے یہ تین چیزین مرادلیجاتی ہین، نیکی، صداقت، و حسن اور مین اس تقسیم مین ترمیم کی کوئی وجہ نہین پاتا، حقائق اصلیہ کی شناخت یہ ہے کہ ان مین خصوصیات ذیل موجود ہوتے ہین،

(۱) اول یہ کہ انکی حیثیت آلی نہین ہوتی بلکہ وہ خود مقصود بالذات ہوتے ہین،

(۲) دوسرے یہ کہ ان مین وسعت وتعمیم ہوتی ہے، ذاتی خودغرضیون سے نکال کر وہ ہمین ایک وسیع تر فضا مین لاتے ہین،

(۳) ان مین تسکین وتسلی خاطر کا ایسا سامان موجود ہوتا ہے کہ بعد کو بھی ہم اسپر مسرت کرتے رہتے ہین کہ ہمین انکے عمل کی توفیق ہوئی،

دوسرون کی خالص اعانت وہمدردی کرکے ہمین مزد ومزید کی طلب نہین ہوتی بلکہ

یہ شے بجاے خود مقصود بالذات ہوتی ہے، علمی تحقیقات اور ادب و فلسفہ کی خدمتگذاری سب خصوصیات بالا کی بنا پر کارہاے ثواب مین داخل ہوجاتی ہین،

انسان عالم صغیر کی حیثیت سے عالم کبیر کا ایک چھوٹے پیمانہ پر مثنٰی ہے، اسلئے اِسکا فرض ہے کہ جو کچھ عالم کبیر مین ہوتا رہے، اسکا اعادہ اپنی حسّی زندگی مین بھی کرے، اور چونکہ عالم جان مین برابر یہ قاعدہ جاری ہے کہ بڑی ہستیان بغایت خلوص چھوٹی ہستیون کی مدد کرتی رہتی ہین، اِسلئے عالم حس مین بھی اسکی تقلید انسان پر واجب ہے،

اجتماعات انسانی مین ساری خرابیون کی جڑ باہمی مخالفت و نفسانیت ہی نکلتی ہے پس اگر دنیا مین امن کامل کی عملداری قائم کرنا منظور ہے، تو اصلاً قابلِ غور صرف یہ مسئلہ ہے کہ اتحاد و اشتراک، خلوص و یکجہتی کے عناصر کو کیونکر تقویت دیجاے؟ مسیحیت اسکا جواب یہ دیتی ہے کہ تمام افراد انسانی ایک ہی خاندان کے ارکان ہین، اور سب فرزندان الٰہی ہین پس سب مین رشتۂ مواخات مجازی نہین بلکہ بالکل طبعی و قدرتی ہے، اس روحانی رشتہ کے سوا کسی اور رشتے کو بنار اتحاد قرار دینا ریگ کی بنیاد پر تعمیر کرنا ہے، دنیوی اغراض جو کچھ بھی ہون اُنکی مدت زندگی چند روزہ ہی ہوتی ہے، جہان ان اغراض کی ضرورت باقی نرہی، معاً اتحاد و ائتلاف بھی منتشر ہوجاتا ہے، اور اسکا تجربہ ہمین اپنے گرد و پیش روزمرہ ہوتا رہتا ہے جن انجمنون، مجلسون، اور جتھون کے مقاصد جتنے زیادہ پست و ادنیٰ ہوتے ہین، اُسیقدر اُنکا وجود ناپائدار ثابت ہوتا ہے، بخلاف اسکے جو اجتماعات روحانی مقاصد لیکر قائم ہوتے ہین انکے ارکان مین ہمیشہ خلوص برقرار رہتا ہے، اور ایک دوسرے کی خدمتگذاری برابر اپنے اوپر فرض سمجھتے رہتے ہین، "محسن مطلق" کا عکس ان خدام حق پر پڑتا رہتا ہے، اور اُنکو بھی اصلی لطف ایک دوسرے کے ساتھ احسان کرنے اور باہمی خدمتگذاری مین آنے لگتا ہے،

آخر مین ڈاکٹر موصوف لکھتے ہین، کہ

"مسیحیت کی اصلی تعلیم یہ ہے، جسکی تصریح خود مسیح اور کلام مسیح کے سمجھنے والون نے کی ہے، ہمین زمین پر اپنی حیثیت مسافر اور فرستادہ کی سمجھتے رہنا چاہیئے، ہماری ارواح غیر فانی ہین، مگر ہمارے زمین پر بھیجے جانیکا مقصد یہ ہر کہ ہم زمین کو جسپر بہشت کا پرتو پڑ رہا ہے، جسقدر اسکے موافق بنا سکتے ہون بنائین، اس مقصد کے حصول کا طریقہ صرف یہ ہے کہ اپنی حیات روحانی کو انتہائی ترقی دینے کی کوشش و فکر مین رہین، ...... مسائل اجتماعی کا حل اسوقت تک ہونا ناممکن ہے، جب تک ہم ایک دوسرے کے مقابلہ مین اپنے "حقوق" و "مطالبات" کو پیش کرتے رہین گے، یا اپنے درد کا درمان مجالس وضع قوانین کو سمجھتے رہین گے، میرے نزدیک اسکا علاج صرف یہ ہے کہ ہم مسیح کے فلسفۂ اخلاق و فلسفۂ حیات کو اپنا جزو ایمان بنالین"

یہ مشورہ مسیحی مخاطبین کو دیا گیا ہے، ورنہ ہر صحیح مذہب کے رہنماؤن کا فلسفۂ اخلاق و فلسفۂ حیات انکے پیروؤن کا جزو ایمان بنجاتا ہے،

(ہبرٹ جرنل)

اخبار علمیّۃ

ڈاکٹر ٹامس، جو انگلستان کے ایک ممتاز مستشرق ہین، اور رایل ایشیاٹک سوسائٹی کے سکریٹری اور انڈیا آفس لائبریری کے مہتمم ہین، ماہ نومبر سے ہندوستان مین دورہ کر رہے ہین ہندوستان کے علماے فن سے ملنا، اُنسے تبادلۂ خیالات کرنا، اور ملک کے کتبخانون کا جائزہ لینا، یہ انکے مقاصد سفر ہین، پونہ کے مشہور بھنڈارکر اورینٹیل انسٹیٹیوٹ مین انھون نے اپنے وقت کا معتد بہ حصہ صرف کیا، اور مہابھارت کے آیندہ ایڈیشن کے متعلق ڈاکٹر بھنڈارکر سے مشورہ کرتے رہے، مہابھارت کا ایک صحیح و مکمل ایڈیشن بھنڈارکر انسٹیٹیوٹ مین، اور دوسرا یورپ مین عنقریب شائع ہونیوالا ہے،

جاپان کے بدھسٹ گروہ مین یہ عقیدہ راسخ ہے کہ جن لوگون کی شادی اس زندگی مین نہین ہو سکتی، انکا نکاح اگر بعد موت اسی دنیا مین کر دیا جائے تو عالم عقبیٰ مین اُنہین وصل حاصل ہو جائیگا، چنانچہ اس عقیدہ کی ماتحتی مین حال مین جاپان سے یہ خبر آئی ہے کہ ایک نوجوان مرد اور ایک نوجوان عورت ایک دوسرے پر عاشق تھے، مگر بعض خانگی مجبوریون سے مناکحت نہ کر سکے، مایوس ہوکر دونون ایک روز جاکر سمندر مین کود پڑے، اور چشم زدن مین غرق ہوگئے، اعزہ نے بڑی تلاش کے بعد دونون کی نعشین برآمد کین اور اُنہین جلاکر دونون کی خاکستر کو لڑکی والون کے مکان پر لائے، لڑکی کے باپ نے اسوقت انکا نکاح پڑھ دیا اور اب ان لوگون کا اعتقاد یہ ہے کہ جنت مین وہ دونون زن و شوہر کی حیثیت سے رہتے ہونگے،

شکر کی کمیابی و قحط کو دیکھکر بعض علمائے کیمیائیات نے اُسے لکڑی کے برادہ سے تیار کرنے کا طریقہ دریافت کیا ہے، لکڑی کے برادہ مین ایک تیزاب ڈالدیا جاتا ہے، جس سے اسمین ایسے کیمیاوی تغیرات ہوجاتے ہین کہ شکر تیار ہوجاتی ہے، آج سے چند سال پیشتر لکڑی کا برادہ ایک بیکار شے سمجھکر خس وخاشاک کی طرح پھینکدیا جاتا تھا، لیکن کچھ روز ہوے اس سے موٹر اسپرٹ کو تیار کرنے کا کام لیا جانے لگا اور اب اسکی شکر بنائی جانے لگی،

مسیو پینلاو، جو ایک زمانہ مین فرانس مین وزیر اعظم تھے، اور گہرا علمی مذاق رکھتے ہین، کچھ روز ہوے فرنچ گورنمنٹ کی جانب سے چینی یونیورسٹیون کے حالات کی تحقیق کے لئے چین گئے تھے، چند ماہ قیام کے بعد وہ فرانس واپس آگئے ہین، اُنکے بیان سے معلوم ہوا کہ چینی گورنمنٹ نے پیرس مین ایک دار العلوم کے قیام کے لئے چالیس ہزار روپیہ کا سالانہ عطیہ منظور کیا ہے، نیز یہ بھی قرار پایا ہے کہ یونیورسٹی آف پیرس کی ایک الحاقی شاخ کسی چینی یونیورسٹی مین کھلیگی، اور اسکے لئے چین و فرانس دونون کی حکومتین دو دو لاکھ روپیہ سالانہ کے عطیات دینگی، حکومتِ چین نے اسکا بھی وعدہ کیا ہے کہ اُن چار کتب قدیمہ کے بھی جنکے اندر چین کے علوم وفنون، حکمت وصنعت کے خزائن محفوظ ہین وہ تین تین نسخے حکومت فرانس کے نذر کریگی، ان چارون مجلدات کی مجموعی ضخامت ۵ لاکھ صفحات کی ہے،

مشہور ماہر سائنس، سر رے لنکسٹر اپنے ایک تازہ مضمون مین لکھتے ہین کہ کوئلہ کے دھوئین کی سمیت سلفرک ایسڈ مین ہوتی ہے، جو اس گندہک سے جو کوئلہ مین موجود رہتی ہے ہر وقت خارج ہوتا رہتا ہے، تخمینہ کرنے سے معلوم ہوا کہ صرف شہر لندن مین سالانہ ایک

کرور ساٹھہ لاکھہ ٹن (ایک ٹن ۷۲ من کا ہوتا ہے) کوئلہ صرف ہوتا ہے، جس سے چار لاکھہ ۸۰ ہزار ٹن سیاہ کاربونک پوڈر اور تقریبًا اسیقدر زہریلا سلفرک ایسڈ فضاے لندن کو مسموم کرتا رہتا ہے،

جاپان کا ایک طبی مضمون نگار لکھتا ہے کہ ماہرین فن طب کے تازہ تجربات سے معلوم ہوا ہے کہ مینڈہک کے بعض اقسام غذا کا نہایت عمدگی سے کام دیسکتے ہین، ٹوکیو کے ڈاکٹر واٹانابے ۱۹۱۸ء مین امریکہ سے اس قسم کے کچھہ مینڈہک جاپان لاے تھے، اور یہان اُنکی خاص توجہ سے پرورش و پرداخت کیگئی، یہ مینڈہک طول مین سات انچ ہوتے ہین اور اُنکی ٹانگین ۱۷،۱۷ انچ لانبی ہوتی ہین، یہ مینڈہک پانی مین رہتے ہین، اور اُنکی غذا کیڑے مکوڑے اور جہینگا مچھلی ہوتی ہے، اُن کا گوشت مرغ اور مچھلی سے زیادہ لذیذ اور صاف ہوتا ہے، اور ہر مینڈہک کے جسم سے ۲۵ آونس گوشت نکلتا ہے،

کچھہ عرصہ پیشتر تک ایٹم (سالمہ) کا وجود ناقابل تجزی سمجھا جاتا تھا، لیکن امریکہ کے ایک ماہر کیمیائیات نے اُسکے متعدد اجزا کرکے دکہاے، پروفیسر آرتہر اسمتہیلز (الیڈسن یونیورسٹی) جنھون نے یارک شائر نیچرل سائنس ایسوسی ایشن کی صدارت کی، حال مین بیان کیا ہے کہ اس جدید اکتشاف نے بیشمار اکتشافات و اختراعات کا دروازہ کہول دیا ہے، اور مستقبل قریب مین ایسے عجیب و غریب اکتشافات ہونگے، جنکے سامنے موجودہ اکتشافات بالکل بےحقیقت ہوجائینگے،

سرڈینیس راس، پرنسپل دار العلوم مشرقی لندن نے ایک اخبار کے نمایندہ سے بیان کیا کہ دار العلوم کو قائم ہوے اگرچہ ابھی بہت قلیل زمانہ ہوا ہے تاہم اسی مختصر زندگی مین اُس نے کافی مقبولیت حاصل کرلی ہے، چنانچہ سال گذشتہ طلبہ کی تعداد ۴۰۰ تک پہنچگئی اور عمارت مدرسہ ناکافی ثابت ہوئی، اسوقت قلتِ گنجائش کے باعث صرف ۷ ادیج مین، حالانکہ جتنی زبانون کی تعلیم دیجاتی ہے انکی تعداد ۳۰ سے متجاوز ہے، اور اسکول کی موجودہ ضروریات کے لحاظ سے کم از کم ۲۰ جدید کمرون کی ضرورت ہے، عربی، سنسکرت، چینی وفارسی کے لئے پروفیسرون کے، اور چینی، بانطو، تامل و ملایا زبانون کے لئے ریڈرون (مدرسین) کے تقرر کی حال ہی مین منظوری حاصل ہوئی ہے، عربی، ہندوستانی (اردو) و جاپانی زبانون کی تحصیل کے لئے طلبہ کی بڑی تعداد داخل ہو رہی ہے، اور عربی و سنسکرت زبانون کی تکمیل، نیز مشرقی تاریخ مین تجرید اکرنے کی غرض سے بھی طلبہ کی ایک معقول جماعت شامل ہو رہی ہے، خصوصاً ہندوستانی یونیورسٹیون کے گرایجویٹ طلبہ کی، دار العلوم نے اب مشرقی تاریخ، خصوصاً تاریخ متعلق بہ ہندوستان، و مشرق ادنی و وسطی کو زیادہ اہمیت دینا شروع کردی ہے، عمارت کے لئے دار العلوم کو سردست ۱۵ لاکھ روپیہ کی ضرورت ہے، اور اسکے لئے اپیل شایع ہو رہی ہے،

جاپان مین سیرت نسوان کا اندازہ کرنے کے لئے عورتون کے نام اس مضمون کے عام اشتہارات شایع کئے گئے ہین کہ اہنین دنیا مین سب سے زیادہ مرغوب و محبوب شے کیا ہے؟ اس سوال کے ہزارہا جوابات موصول ہوے، جنہین ترتیب دینے سے حسب ذیل نتایج ظاہر ہوئے،

۹۸۰	فی ہزار	نے	نئے اور نفیس لباس کو اپنی محبوب ترین شے بتایا،
۷۲۰	"	نے	تھیٹرون اور تماشا گاہون کی سیر کا شوق ظاہر کیا،
۱۵۰	"	نے	عمدہ اور لذیذ غذا کے حق مین راے دی،
۱۰۰	"	نے	خوشحال گھرانا ملنے کو سب سے بڑی نعمت قرار دیا،
۵۰	"	نے	سفر و سیاحت کو اپنی عزیز ترین خواہش بتایا،
۳۰	"	نے	زر و دولت کی فراوانی کو مطمح نظر کہا،

نیویارک مڈیکل جرنل مین ایک مضمون نگار نے انسان کے دانتون پر ایک سلسلۂ مضامین لکھا ہے، جسکے ضمن مین اس نے اپنی تحقیقات کے بعض عجیب و غریب نتائج پیش کئے ہین، ازانجملہ اس نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ انسان کے آلات تناسل اور دانتون کے درمیان خاص تعلق ہے، چنانچہ اگر کسی عورت کے جانبی (آڑے) قواطع (وہ دانت جو منہ مین بالکل سامنے کی جانب ہوتے ہین اور جن سے کترنے یا کاٹنے کا کام لیا جاتا ہے) نہ موجود ہون تو وہ ہمیشہ لاولد رہیگی، اور اگر صرف داہنی جانب کے غائب ہون تو اسکے صرف لڑکیان ہونگی، علی ہذا اگر بائین جانب کے غائب ہون تو اسکے صرف لڑکے ہونگے، گویا نر اولاد کا تعلق داہنی جانب کے قواطع سے ہے اور مادہ کا بائین جانب سے،

امریکہ و برطانیہ کے بعض علماے فلکیات کا خیال تھا کہ کرۂ مریخ مین برف باری ہو رہی ہے فرانس کے مشہور ہیئت دان کیمل فلامریان نے حال مین اس خیال کی قطعی تردید کی ہے وہ کہتا ہے کہ امریکی و برطانوی فلکیین جس سفید بلندی کو تودۂ یخ خیال کر رہے ہین، وہ

ایک طبعی حدث ہے، جو تبت سے بلند تر ہے،

جنگ کے تجربات نے جہان علمی دنیا مین صدہا انقلابات پیدا کر دیئے وہان طب جدید و سائنس کے اس مسئلہ کی بھی بنیادین متزلزل کر دی ہین کہ قواے ذہنی کا مستقر دماغ ہے، پروفیسر ٹرروڈ لکھتے ہین کہ دوران جنگ مین پیہم تجربات واختبارات سے یہ ثابت ہو گیا کہ دماغ کے تمام حصون کو الگ کر دینے کے بعد بھی حیات نفسی مین کوئی فرق نہین آتا، ڈاکٹر رابرٹ بل ایک عرصہ سے دماغ کے مستقر نفس ہونے کے منکر تھے،

رسالہ کالیجین لکھتا ہے کہ مسلمانون کو فلسفہ سیاسیات سے نابلد سمجھنا صحیح نہین، اس فن پر اُنکے ہان ایک جامع و مبسوط کتاب عربی زبان مین موجود ہے جسکا نام الاحکام السلطانیہ ہے اور جو بغداد کے قاضی القضاۃ ماوردی (۱۰۵۸-۹۷۲ء) کی تصنیف ہے، یہ مکمل کتاب بیس ابواب مین منقسم ہے جنمین سے ابتدائی پانچ ابواب کا فرنچ ترجمہ پیرس مین دو جلدون مین ۱۹۰۱ تا ۱۹۰۶ء مین شایع ہو چکا تھا، اور مقدمہ مترجم مین مسلمانون کے فلسفہ حریت پر تبصرہ بھی موجود ہی ۱۹۱۵ء مین مکمل کتاب کا ترجمہ بھی پیرس مین شایع ہو گیا ہے، اور انگریزی زبان مین اسکے ابتدائی بتین ابواب کا خلاصہ ۱۹۱۰ء کے رایل ایشیاٹک سوسائٹی جرنل کے پرچون مین ملیگا، جرنل مذکور کے ۱۹۱۱ء و ۱۹۱۶ء کے مختلف نمبرون مین فرائض قضا ۃ پر جو مضامین نکلے ہین وہ بھی اس کتاب سے ماخوذ ہین، اسکے علاوہ اس فن پر دوسری معرکۃ الآرا کتاب ان کے ہان نظام الملک کا سیاست نامہ ہے، جو فارسی زبان مین ہے، نظام الملک سلجوقیہ کے عہد مین ۲۹ سال تک وزیر اعظم رہا ہے، (۱۰۶۳ء تا ۱۰۹۲ء) اور اپنے زمانہ کا بہت بڑا مدبر ہوا ہے،

سیاست نامہ بھی ایک مبسوط کتاب ہے جو پچاس ابواب مین تقسیم ہے، اسکا فرنچ ترجمہ ۱۸۹۳ء مین شایع ہوا ہے، اور انگریزی زبان مین نظام الملک کی عملی سیاسیات کا تذکرہ سایکس کی ہسٹری آف پرشیا مین ملیگا،

ہالینڈ سے ایک دیوہیکل انسان آجکل امریکہ مین وارد ہے، اسکا قد ۹ فٹ ۷ انچ کا ہے، اور چھ گز کپڑے مین اسکا سوٹ تیار ہوتا ہے اسکا قصد سرکس مین ملازمت کا ہے،

آثار علمیہ و ادبیہ

پروفیسر براؤن کا فارسی خط

ایڈیٹر معارف کے نام

یکشنبہ، ۲۹- اگست سنہ ۱۹۲۰ء

آقای فاضل ادیب عالم مکرما،

دیروز بزیارت رقیمۂ کریمۂ آنجناب مشرف وممنون گردیدم ولی خیلے افسوس میخورم کہ بدین زودی تشریف می برید در حینیکہ مخلص درجاے دور از لندن میباشم حقیقۃً بجاے تاسف است کہ درین مدت کہ در انگلستان تشریف داشتید، بیشتر فرصت نداشتم از فضائل و کمالات آنجناب مستفیض شوم، کتابیکہ تازہ مرحمت فرمودہ اید ہنوز نرسید، ولے شکّے ندارم کہ چون بکیمبرج برگردم آن را آنجا خواہم یافت، امیدوارم کہ در آیندہ ہرگاہ مخلص بتوانم در راہِ علم خدمتے بآن جناب نمایم مطلعم بفرمائید، تا انشاءاللہ کوتاہی نکنم، باز میگویم کہ ہرگاہ بتوانید کتاب مولوی شبلی نعمانی مرحوم را یعنی شعر العجم یا بفارسی یا بانگلیسی ترجمہ و چاپ بکنند، چقدر از براے عموم فارسی خوانان خوب و بجا می شد، چقدر افسوس میخورم کہ نصیبم نشد آن بزرگوار را ملاقات کنم قبل از آنکہ ازین دار الفنا بدار البقا انتقال فرمایند،

سلام خالص این مخلص را بآقاے محمد علی و سائر رفقاے خود برسانید، انشاءاللہ این سفر[1] شما بے ثمر نبودہ است ولے دریغ این روزگار بے سامان و این وقایع ناگوار کہ نہ فقط ہر مسلمان بلکہ ہر کہ قدر تمدن اسلام را می شناسد از اینہا مستغرق بحر غم و حزن است،

باقی السلام و ایام عزت و جلالت مستدام و بکام باد،

مخلص حقیقی

Edward G. Browne

[1] وفد خلافت،

ادبیات

افاداتِ اکبر

تاریخ وفات مولانا محمود حسن صاحب رحمہ اللہ

عالم بے مثال و سنّت الست　　مثلش اینجا کسے نبود و نہ ہست

داد فتوی و رفت از دنیا　　گشت در ماتمش جہان سر دست

سال رحلت ببین درین مصرع　　گفت اُو قول حق، بہ حق پیوست

۱۳۳۹ھ

مولانا عبدالباری فرنگی محلی

اے چرخ! ہوائے شوق چلے، اے شاخِ عمل گلباری کر

کچھ کام کریں، کچھ سعی کریں، ہر شیخ کو عبدالباری کر

گاندھی، بزبانِ شوکت علی

جو پوچھا کیوں کر اس منزلِ تاریک میں کھولی　　زبانِ حضرتِ شوکت سے بولے حضرتِ گاندھی

مباش ای رہ نوردِ عشق فارغ از تپیدنہا　　کہ در آخر بجائے میرسد از خود رمیدنہا

ترکِ موالات

اس ترک موالات کے کیڑے پہ پڑے کیوں　　اتنا ہی ہی اسکا یہ جواب آپ سڑے کیوں

کفر سے جنکو ہو انعام کا خواہاں ہونا
کون تسلیم کرے اُنکا مسلمان ہونا

مغربی تعلیم کا مقاطعہ

مغربی تعلیم سے ہی ایشیا کا دل ملول
کر دیا خلقت کو اُس نے بے تمیز دبی اصول

جو کرے اصلاح اسکی مدح کا ہی مستحق
اور باتون کو بظاہر مین سمجھتا ہون فضول

تعلقِ حکومت

ہو تعلق محلِ شاہی سے
اسکا کیا غم بنے جو خواجہ سرا

محسوساتِ جوش

جناب شبیر حسن صاحب جوش ملیح آبادی مصنف رُوح ادب

طعنۂ خودسری دیا، عشقِ جنون پرست نے
راہِ وفا مین کہو دیا، فکرِ بلند ولپست نے

میرے حواس لیلئے، یار کی چشمِ مست نے
"فتح" کا تاج رکہدیا، سر پہ مرے "شکست" نے

تیرے خیال کے نثار، آکے مجھے چھڑا لیا
قید کیا تہا رُوح کو، عقل کے دار وبست نے

سر پہ ترے رہین سدا، پہولون کے تاج فصلِ گل!
رُوح مین درد بھر دیا، تیری ہوائے مست نے

آکے ہماری آنکہہ مین، اشک نہ کیون تھمے رہین
درس دیا ہی آپکی، چشمِ حیا پرست نے

نظمِ عبودیت "پڑہی مین نے کچھ ایسے لحن سے
ہنس کے رباب اُٹھا لیا نغمہ زنِ الست" نے

جا کے نسیم جانستان کہنا یہ بزمِ حسن مین
بہیجا ہی تحفۂ سلام جوشِ سحر پرست نے

مطبوعات جدیدہ

خاتم النبیین، احمدی جماعت قادیان کی طرف سے آنحضرت صلعم کی ایک سوانح عمری اس نام سے اُردو مین شایع ہوئی ہے، مصنف کا نام مرزا بشیر احمد صاحب ایم، اے ہی ابھی صرف پہلا حصہ ہمارے سامنے ہے، اس حصہ مین جغرافیہ عرب، مختصر تاریخ قبل اسلام، و سوانح نبوی از وفات تا ہجرت، بیان کئے گئے ہین، کتاب مین سوانح نبوی کے اثناے بیان مین مخفی طور سے مرزا صاحب کے حالات و دعاوی کی تطبیق کی کوشش کیگئی ہے، وحی و الہام کی تشریح جنون کا کشفی حالت مین آنا، آنحضرت صلعم کو اپنی فضیلت نبویہ کا بتدریج علم وغیرہ اسی قسم کے امور ہین، ہر پڑھنے والے کو یہ بھی نظر آئیگا کہ ہماری سیرۃ نبوی کے معلومات سے بکثرت فائدہ اُٹھایا گیا ہے مگر ہم ممنون ہین کہ مصنف نے دیباچہ مین اس اخذ و استناد کی تصریح کردی ہے، تاہم اس تضاد پر ہم سادہ لوح لوگ حیرت کرینگے کہ ایک طرف تو سیرۃ نبوی کے مصنف کا یہ پایہ ہے کہ اسکی امانت و شہادت (تصنیف) ایسے مقدس کام کے لئے ماخذ و مبنیٰ قرار پاے، دوسری طرف وہ اس لائق بھی نہو کہ عام مسلمان مرنے والون کی طرح، مسلمانون کے دستور کے مطابق اسکا ذکر رحمت و مغفرت کے ساتھ کیا جاے بلکہ اسکا ذکر اس طریق سے کیا جاے جو اکابر مشرکین کے ساتھ مسلمانون مین رائج ہی چنانچہ ارشاد ہوتا ہی شبلی آنجہانی، ھدانا اللہ وایاھم الی الصراط المستقیم،

خلافت اسلامیہ، مولوی ابو الحسنات صاحب ندوی رفیق دار المصنفین نے ترکی اور مسئلہ خلافت پر معارف اور دوسرے پرچون مین جو مضامین لکھے تھے، جناب نذیر احمد صاحب قریشی دہلوی نے ایک رسالہ کی صورت مین انکو یکجا شایع کیا ہی، رسالہ مین ترکی اور عرب کے کئی نقشے بھی لگاے گئے ہین، لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ، قیمت ۸؍، پتہ: نذیر احمد قریشی، گودام چمڑہ، سبزی منڈی، دہلی،

مجلد ہفتم | ماہ جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ مطابق فروری ۱۹۲۱ء | عدد دوم

مضامین

شذرات		۸۲ - ۸۶
مسئلۂ خلافت		۸۷ - ۹۲
حکمائے مغرب اور فلسفۂ تصوف	مولوی عبد الماجد صاحب بی، اے	۹۳ - ۱۰۷
انگریزون کی ترقی کا راز	مولوی محمد سعید صاحب انصاری	۱۰۸ - ۱۱۷
تشکیلات الاسلام	افادۂ علمائے اتراک	۱۱۸ - ۱۳۲
اسپینی زبان مین عربی کے آثار		۱۳۳ - ۱۴۰
افغانستان کی تعلیمی روداد		۱۴۱ - ۱۴۵
اخبار علمیہ		۱۴۶ - ۱۵۵
ادبیات	عزیز لکھنوی، جگر مرادآبادی، مولوی ابو الحسنات نیر ندوی	۱۵۶ - ۱۵۸
مطبوعات جدیدہ،	اسلام مین کوئی فرقہ نہین، عطر حافظ، منصور، الامان،	۱۵۹ - ۱۶۰

الرائی الصحیح فی من ھو الذبیح، عربی زبان مین مسئلۂ تعیین ذبیح پر جناب مولانا حمید الدین صاحب کا رسالہ جو ابھی چھپکر تیار ہوا ہے، مولانا نے اس رسالہ مین تورات، قرآن مجید، اور دیگر شواہد قطعیہ کے ذریعہ سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچائی ہے کہ ذبیح حضرت اسمعیل تھے، ضمناً مکۂ معظمہ، کعبہ اور بنائے حج کے مسائل کی بھی توضیح کی ہے، قیمت ۱۰/

مینجر دار المصنفین

شذرات

یہ دیکھکر نہایت خوشی ہوئی کہ طلباے دیوبند نے تمام عربی خوانان مدارس ہند کی ایک متحدہ جمعیت قائم کرنی چاہی ہے اور اسکے لئے عملی کوششین بھی انھون نے شروع کردی ہین، یہ پڑھکر بھی اطمینان ہوا کہ طلباے دار العلوم ندوہ نے نہایت فراخدلی اور خندہ جبینی کے ساتھ اپنے دیوبندی بھائیون کے ساتھ مل کر کام کرنے کی آمادگی ظاہر کی ہی اور دیگر مدارس اسلامیہ کے طالب العلم بھی لبسرعت اس تحریک مین شامل ہورہے ہین، یہی تو وہ چیز تھی جسکی عربی تعلیم کے مصلحین سالہا سال سے متمنی تھے، آخر

آمد آن یارے کہ ما می خواستیم

بوڑھی ہڈیون مین تواب جنبش مشکل ہے، اب جو کچھ ہین وہ انہین نوجوانون سے امیدین ہین، بہتر ہوتا کہ یہ وفد مختلف سربرآوردہ اسلامی مدارس کے مستعد طلبا سے مرکب ہوتا، اور وہ اس سرے سے اس سرے تک تمام مدارس اسلامیہ کے طلبہ مین اتحاد کی دعوت پکارتا ہوا چلا جاتا۔

مسلم یونیورسٹی علی گڈہ پر اسوقت سے جب وہ فقط کالج تھا، ارباب نظر کا یہ اعتراض چلا آتا ہے کہ عربی تعلیم کے لئے وہان یورپین، عیسائی یا یہودی پروفیسر کیون رکھے جاتے ہین؟ اور اب نیا کیون بلوایا گیا ہی، علاوہ مذہبی بدنمائی کے اور علمار سے قطع نظر کرکے جب اسی قابلیت

و لیاقت کے بلکہ اس سے بہتر خود مسلمان پروفیسر مل سکتے ہین تو سات سمندر پار سے ڈیوڑھی اور دو گنی قیمت پر علوم عربیہ کے یورپین اساتذہ کیون بلوائے جاتے ہین، ایک علم فلسفۂ لغت یا موازنۂ السنۂ سامیہ، اور کتبخانہ ہاے یورپ کی فہرست کتب کے علاوہ علمی حیثیت سے وہ ہمارے عام مسلمان علماے ہند سے جنھون نے جدید طرز سے تھوڑی بھی آگاہی حاصل کی ہو انکی ذات ایک ذرہ بھی ممتاز نہین ہوتی، بہتر ہو کہ ہماری یونیورسٹی مین آیندہ سے فارسی پڑھانے کے لئے بھی کسی فرنچ اور اردو پڑھانے کے لئے کسی جرمن کی خدمات حاصل کئے جا ہین،

حالانکہ یہ سُن کر ہمارے ارکان مسلم یونیورسٹی کو افسوس ہوگا کہ جو اساتذہ ہزارون روپئے تنخواہون پر وہ حاصل کرتے ہین وہ ہمارے ہی سیاہ رنگ بھائیون کے آگے زانوے ادب تہ کر کے عالم بنتے ہین، اور وہان کی یونیورسٹیون مین فخر کے ساتھ قبول کئے جاتے ہین، لندن کے مدرسۂ السنۂ مشرقیہ (اسکول آف اورینٹیل اسٹڈیز) مین اردو، فارسی، عربی، اور ترکی پڑھانے کیلئے ہندی ایرانی، عرب اور ترک نوکر ہین، علی رضا بے وہان ترکی اور ایک بغدادی مسلمان اور ایک شامی عیسائی عربی پڑھاتے ہین اور ہمارے ہی کالج کے تعلیم یافتہ ملک عبدالقیوم اُردو سکھاتے ہین، کیمبرج مین خلیل خالد بے پہلے تھے، اب قدری بے اور ہندوستان کے عبدالحی عرب ہین، ڈاکٹر اسپرنگر، سر ولیم میور، ڈاکٹر لیٹنر، ڈاکٹر راس، ڈاکٹر آرنلڈ، سر چارلس لائل جنھون نے یورپ جا کر علوم مشرقیہ کے تبحر کا نام پیدا کیا، وہ فیض انکو اسی ہندوستان سے پہنچا، اسوقت پروفیسر براؤن اور پروفیسر مارگولیوتھ جو کیمبرج و آکسفورڈ کے آجکل آفتاب و ماہتاب ہین وہ برفستانی یورپ مین نہین بلکہ ایران و مصر و شام کی خاک چھان کر چکے ہین، فرانسیسیون کو مشرق کا علم تونس اور الجزائر کے جبہ پوشون سے پہنچا ہے۔

علی گڈھ کالج مین عربی تعلیم کی شاخ کھلنے سے لیکر آج تک دو پروفیسر یورپ سے آچکے ہین، ڈاکٹر ہارویز اور ڈاکٹر اسٹوری، لیکن جسقدر وہ ہمارے طلبہ کو سکھا گئے اس سے زیادہ وہ ہمارے علماء سے سیکھ گئے، جب آئے تھے تو سیدہی عربی بھی نہین پڑھ سکتے تھے اور اب واپس جاکر اکابر مستشرقین مین داخل ہین، یہ سب سُن کر آپ کہین گے کہ سب سچ! لیکن ہمکو تو جو چیز ملیگی وہ یورپ ہی کی گداگری سے ملیگی! خواہ وہ سیاست ہو یا معاشرت، مغرب کا علم ہو یا مشرق کا!

لیکن اسی ملک مین اور اسی صوبہ مین ہماری ہی یونیورسٹی کی ہمزاد ایک ہندو بنارس یونیورسٹی ہے، یہان بھی اُسکی مقدس مذہبی زبان کی تعلیم کے لئے سنسکرت پروفیسر ہوتی ہین، سنسکرت کے بہترین یورپین عالم جرمن اور فرنچ ہین، لیکن جہانتک ہمکو معلوم ہے کہ اُسکی پیشانی پر کسی جرمن یا فرنچ سنسکرت اسکالر کے حصول خدمات کا داغ نہین، اور بغیر انکے خود ہندی پنڈت اپنی زبان کی تعلیم آپ نہایت خوبی سے دے لیتے ہین، پھر ہم کیون نہین کر سکتے؟ جواب یہ ہے کہ ہم نے عربی کا وظیفہ ہی سرکار سے اس شرط پر لیا ہے کہ ہم اپنی مذہبی تعلیم اپنون سے نہین بلکہ آپ ہی سے سیکھین گے،

ہندوستان کی مسیحی دنیا مین لکھنؤ کے لارڈ بشپ ایک خاص مرتبہ رکھتے ہین، مسیحی سال رواں کے نوروز کے دن انھون نے ایک بڑے کلیسا مین صوبہ کے گورنر نیز دیگر اعلیٰ حکام انگریزی کے سامنے ایک مبسوط تقریر کی جسکے دوسرے حصون سے یہان سروکار نہین، لیکن اسکے آخر مین جو دعا اُنھون نے مانگی وہ یقیناً قابل توجہ ہے، دعا کے الفاظ یہ تھے:-

"اے پروردگار، تو وہ جس نے مختلف اقوام کو سطح ارض پر مل کر رہنے کے لئے پیدا کیا تو وہ جس نے اپنے فرزند عیسیٰ مسیح کے ذریعہ سے یہودی وغیر یہودی، آزاد و غلام، یونانی، و وحشی، ہر قسم کی تفریق کو مٹانے کا حکم دیا، ہم تیری درگاہ مین التجا کرتے ہین کہ ہمارے دلون سے رشک وحسد کو دُور کر، اور ہمارے غرور کو توڑ، اور ان تمام نسلی تعصبات کو دُور کردے جو مشرق و مغرب، شمال وجنوب کے درمیان اخوت و محبت کی راہ مین حایل ہوتے ہین تاکہ دنیا کے سب لوگ امن واطمینان سے رہ سکین"

اخبارات مین ہے کہ اس دعا پر حاضرین نے "آمین" کہی، لیکن معلوم نہین کہ عہدہ داران سیاسی بھی آمین کہنے والون مین تھے، یا نہ تھے، اور اگر تھے تو یہ امر بھی تحقیق طلب رہ جاتا ہے کہ انکے قلوب اُنکی زبانون کے کس حد تک شریک تھے۔

لیکن سیاسی حکام سے قطع نظر کرکے امید ہو کہ لارڈ بشپ صاحب نے اسپر غور کر لیا ہو کہ آج جس صورت حال کو مٹانے کے لئے انہین دعائین مانگنے کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے اُسکے پیدا کرنے کی ذمہ داری خود اُنکی جماعت پر کسقدر عاید ہوتی ہے، بڑے بڑے تجارتی کاروبار قائم کرنا، جنگی جہازات پر ہر سال کرورون روپیہ صرف کرنا، مے نوشی، بدچلنی اور دوسری نفس پرستیون پر بیشمار دولت خرچ کرنا، کمزور قومون سے غلامی کا کام لینا، سیاسی مصالح کے لئے حق وصداقت کو بالکل پس پشت ڈالدینا، قتل وخون ریزی مین مشغول رہنا، ان مین سے کوئی شے ایسی ہے جسے حضرت مسیح کی تعلیم سے کچھ بھی علاقہ ہے؟ پھر کیا ایسی حالت مین حاملان شریعت مسیحی پر یہ فرض نہ تھا کہ گم گشتگان وادی معصیت کو راہ حق دکھاتے، اور اپنے "ابن اللہ" کی جانشینی کا کچھ تو حق ادا کرتے، ہم مسلمانون کے عقیدہ مین حضرت مسیح کی صحیح و مکمل تعلیم آج دنیا مین

موجود نہین، لیکن وہ ادہوری اور ناقص تعلیم، جو کچھ بھی مروجہ انجیلون مین موجود ہے وہ بجاے خود اس پایہ کی ہے کہ اگر اسی کے مطابق عمل ہونے لگے تو دنیا نمونۂ جنت بنجائے،

سچ یہ ہے کہ دنیا آج جس دور ابتلا سے گذر رہی ہے اسکی ذمہ داری ایک بڑی حد تک ہر مذہب کے علماء ہی پر عاید ہوتی ہے، مسلمان علماء اگر واقعتہً اپنی حیثیت "نائب رسول" کی رکھتے تو ناممکن تھا کہ ممالک اسلامیہ کی حالت اسوقت ماتم انگیز ہوتی، انتم الاعلون کا وعدۂ برحق ان کنتم مومنین کے ساتھ مشروط تھا، اور رہے، ہندو علماے مذہب اگر رامچندر دوسری کرشن کے بتائے ہوے دہرم پر قائم رہتے تو انکی قوم آج اس پستی کی حالت مین نہوتی، بودھ مذہب کے معتقد اگر گوتم بدھ اور ناد کے نقش قدم پر چلتے ہوتے تو ممکن نہ تھا کہ چین قعر انحطاط مین پڑکر جاپان کی مادیت کے عذاب مین مبتلا ہو، اور عیسائی علمبرداران شریعت اگر کبھی کبھی بھی سنت مسیحی پر عمل پیرا ہونے رہتے تو مغرب کا انجام یقیناً خودکشی سے بہت دور ہوتا، دنیا دار تو بہرحال دنیا دار ہوتے ہی ہین لیکن جب ہادیان برحق پر بھی جاہ پسندی و نفس پرستی کا عفریت مسلط ہوجائے تو اصلاح و بہبود کی توقعات پر فاتحہ پڑھ دینا چاہیئے۔ بقول حضرت مسیح کے "جب خود نمک کی نمکینی جاتی رہے تو اُسے کس چیز سے نمکین کیا جاسکتا ہے؟" اگر ایک روز کل مخلوق کے لئے یوم احتساب کا آنا برحق ہے تو یہ بھی بالکل قطعی ہے کہ اسوقت تنہا سرکش امراء، ظالم سلاطین، مغرور حکام، بد دیانت تاجر، دفریب شعار اہل سیاست ہی سے بازپرس نہوگی بلکہ ہر مذہب و ملت کے مسند نشینان امامت و جبّہ پوشان شریعت کی فرد اعمال کا بھی ایک ایک جزئیہ آئینہ ہوگا، اور مرحوم مرزا غالب کی روح تو اسوقت بھی صدا دے رہی ہے ؎

بچتے نہین مواخذۂ روز حشر سے قاتل اگر رقیب ہے تو تم گواہ ہو

مقالات

مسئلہ خلافت کے متعلق چند شکوک کا ازالہ

"گذشتہ معارف کے مضمون خلافت اور ہندوستان پر تبصرہ کرتے ہوئے ہمارے ایک ماہر سیاست دوست (ایڈیٹر صاحب صبح امید) نے حسب ذیل سوالون کے جوابات ہم سے چاہے ہین،

(۱) تاریخ مین ایسے زمانے گذرے ہین جب ایک ہی وقت مین خلافت کے کئی دعویدار موجود تھے اور دنیاے اسلام کا کوئی نہ کوئی حصہ اُنکو خلیفہ مانتا تھا۔

(۲) خود اسلام کی تاریخ مین ایسے مواقع گذرے ہین جب خلافت کا اقتدار اور اسکی عظمت محض مذہبی رہ گئی تھی اور حکومت و ثروت یا اقبال سلطنت کے لحاظ سے خلافت کا زور اور اسکی طاقت بہت گھٹ گئی تھی آج بھی جب یہی صورت ہے تو دولت عثمانیہ کے قوت و اقتدار پر اسقدر اصرار کیون کیا جاتا ہے

(۳) اسوقت بھی خلافت کی حمایت کا جو جوش ہندوستان مین ظاہر کیا جارہا ہے مصر شام یا حجاز عرب وغیرہ مین نہین"

یہ سچ ہے کہ بغداد کی خلافت پر ایک ایسا وقت آیا ہے جبکہ دُور دست صوبون مین خود مختاریان پھیل گئی تھین، ایران، ترکستان، خراسان، روم، ایشیاے کوچک، ہندوستان، مصر و شام، اور بلاد مغرب (شمالی افریقہ) مین بڑی بڑی اسلامی طاقتین پیدا ہوگئی تھین جنکے مقابلہ مین بغداد کی دنیاوی ہستی پرکاہ سے زیادہ نہین رہی تھی ہمارے مخالفین کہتے ہین کہ وہ زمانہ ہے جب خلفاء کی طاقت اور ان کا اقتدار و اثر صرف بغداد کی چار دیوارون مین محدود ہوکر رہگیا تھا اسلئے خلیفۂ اسلام کے لئے دنیاوی اثر و اقتدار لازمی شے نہین، اسکا صاف جواب تو یہ ہو کہ اگر مسلمانون کی بدبختی سے ان کا مرکزِ خلافت کسی زمانہ مین احکام اسلامیہ کے منشاء کے خلاف اسقدر کمزور ہوگیا تھا تو یہ ضرور نہین کہ آیندہ بھی مسلمان اسی بدبختانہ حالت کو دوبارہ قبول کرنے پر مجبور کئے جائین، اگر اُن پر کوئی ایسا منحوس زمانہ گذرا ہو کہ انھون نے علانیہ

بعض محرمات کا ارتکاب کیا ہو تو یہ ضروری نہین کہ آئندہ یہ اُسکے جواز کا فتوئی ہو جائے، اور اسکے قبول پر وہ مجبور کئے جائین،

ہمارے مہربان حال وکرم فرما مستشرقین یورپ جنھون نے اس موضوع پر قلم اُٹھایا ہے، مثلاً نلّینو (اطالین) لوئی میسنیا (فرنچ) اور ہوگارتھ اور مارگولیتھ (انگریز) ان لوگون نے ان کمزور خلفاء کے حالات کی طرف اشارہ کرکے مسلمانون کو یہ تلقین کرنا چاہا ہے کہ اگر خلافت عثمانیہ اسی موجودہ حالت مین رہے تو یہ احکام اسلامیہ اور اقتدار خلافت کے خلاف نہین ہے، گو ان بزرگون کے جوابات زمانۂ قیام یورپ کے مضامین مین اسی قلم سے بار بار دیئے جاچکے ہین، تاہم یہ سچ ہے کہ کسی زمانہ مین خلافت کی دنیاوی قوت اسقدر کمزور ہو گئی تھی مگر اُنہین عاجز اور درماندہ خلفا کے ہاتھون مین اُن طاقتور اور پُرزور سلطنتون کی باگین تھین جو اسلامی و دینی مقاصد کے لئے اِدہر سے اُدہر پھیر دی جاتی تھین، دنیا مین بیسیون مسلمان سلاطین تھے جو راہِ اسلام مین ہر چیز جو اُنکے قبضۂ قدرت مین تھی بغداد و مصر کے سریرآرائے خلافت کے پاؤن کے نیچے ڈالدیتے تھے، خود خلیفہ کی کمان مین فوج و عسکر کا بیشمار دَل نہ تھا مگر ان تمام سلاطین کی بیشمار فوجین جو دنیا کے طول وعرض مین پھیلی ہنین اسلام کی حمایت اور مسلمانون کی حفاظت مین خلیفۂ اسلام کے تابع کیجا سکتی تھین، کیا آج بھی یہی حالت ہے؟ ہماری تمناؤن کی ایک ٹمٹماتی شمع باسفورس کے ساحل پر جل رہی تھی، آپ چاہتے ہین وہ بھی بجھ جائے۔

وفد خلافت نے ایک دفعہ انگلستان کی لیبر پارٹی کے مشیر مجلس مین اپنا مقدمہ پیش کیا برناڈشا مشہور آیرش اہل قلم اُسکے صدر تھے، اُنھون نے رئیس وفد کی دردناک داستان کو پوری توجہ سے سُن کر نہایت سادگی سے فرمایا کہ "تمکو ترکون کی خلافت پر اسقدر اصرار

کیون ہے، اگر ان سے یہ منصب چھین لیا گیا ہے تو دوسرے مسلمان فرمانروا کے سپرد یہ کیون نہین کردیتے؟" میز کے ایک گوشہ سے مشرقی لباس مین ایک مسلمان نے آہ سرد کھینچی، اور عرض کی،

افسوس کہ قبیلۂ مجنون کسے نماند

دول یورپ کی سیاسی چالون نے ممالک اسلامیہ سے ایک ایک کا خاتمہ کردیا، اب ہماری آزادی کی آخری لاش ہے جسکو آپ روندرہے ہین، اگر آج آپ ایک مسلمان حکمران ہوتے تو آپ خلیفہ ہوسکتے تھے،

تمہید نے طول کھینچا، مقصود یہ ہے کہ ہمارے پاس اب وہ ذرائع نہین جنکی قوت پر کمزور خلافت اپنے فرائض کو کسی طرح انجام دیسکے، دولت عثمانیہ کے سوا اب کون اسلامی حکومت ہے، جسمین اس بارگران کے اٹھانے کی طاقت ہے، اب ہندوستان، ترکستان، خراسان، ایران، مصر، شام، عرب مین کون پُرزور اور طاقتور مسلمان سلاطین ہین جو اسلام کی حمایت اور حفاظت کی خاطر کسی کمزور خلیفۂ اسلام کے پاؤن کے نیچے اپنے گھٹنے، اور خزانے اور اپنے لشکر اور فوج ڈالدین۔

۲- سب کو معلوم ہے کہ خلافت اموی تک یعنی آغاز اسلام سے تقریباً ڈیڑھ سو برس تک تمام ممالک اسلامیہ مشرق سے لیکر مغرب تک ہر حیثیت سے ایک ہی خلیفہ کے ماتحت تہے، اور سندھ سے اسپین تک، ایشیا، افریقہ اور یورپ تینون براعظم مین جمعہ کے روز ہر خطیب کے منھ سے ایک ہی خلیفہ کا نام نکلتا تہا، اسوقت یقیناً تمام دنیا کے مسلمانون کو یہ محسوس ہوتا ہوگا کہ وہ اس پردۂ عالم کے جس حصہ مین بھی ہون ایک ہی متحد جسد اسلامی کے اعضا ہین،

۱۳۸ھ مین عبدالرحمن اموی نے اندلس (اسپین) جاکر حکومت عباسیہ سے کاٹکر ایک نئی

حکومت کی بنیاد ڈالی، جو پانچوین صدی ہجری تک قائم رہی، لیکن اسوقت تک جبتک عباسیہ مین قوت رہی، وہ ادعاے خلافت کی جرارت نہ کرسکے، چوتھی صدی مین خلیفہ راضی باللہ کے کمزور عہد حکومت مین جب شیعی دعوت تمام عباسی حدود مملکت مین پھیل رہی تھی، ایران و مشرق مین دیلمی شیعی بادشاہون کا تسلط ہوگیا، سواحل عرب و فارس مین قرملی شیعون کا ظہور ہوا، افریقہ اور مغرب کو عبیدی شیعون نے دبالیا، اور اپنا لقب خلیفہ اختیار کیا، اسپین مین عبدالرحمن الناصر اموی نے یہ دعوی کیا کہ اب اہلسنت وجماعت کے لئے عباسی خلیفہ کے مقابلہ مین ازروے طاقت وقوت کے وہ خلافت کا زیادہ مستحق ہے،

یہی وہ زمانہ ہے جسکی نسبت یورپ سے لیکر ہندوستان تک شور ہے کہ ایک وقت مین متعدد خلیفہ ہوسکتے ہین، اول تو یہ سمجھ لینا چاہیئے جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا گیا ہے کہ اگر احکام اسلامی کے مخالف تاریخ اسلام مین کوئی واقعہ گذرا بھی ہو تو وہ اسکے جواز اور حلت کی سند نہین بن سکتا، آنحضرت صلعم کا صاف و صریح حکم ہے،

من اتاکم وامرکم جمیع علی رجل واحد یرید ان یشق عصاکم او یفرق جماعتکم فاقتلوہ (مسلم)	جو تمہارے درمیان امامت کا نیا دعوی کرے اور تم سب ایک شخص پر پہلے متحد تھے اور وہ دوسرا یہ چاہتا ہے کہ تمہاری جماعت مین تفرقہ پیدا کردے تو اسکو مار ڈالو،
واذا بویع للخلیفتین فاقتلوا آخرھما (مسلم)	جب دو آدمی خلافت کے مدعی ہون تو دوسرے کو قتل کردو،

امام شافعی کتاب الرسالہ مین لکھتے ہین،

وما اجمع المسلمون علیہ ان یکون الخلیفۃ واحدا	اور جسپر تمام مسلمانون نے اجماع کیا یہ ہے کہ خلیفہ ایک ہو

ان تصریحی احکام کے بعد اس تاریخی واقعہ کی بھی تسلی کر لیجئے، جو ہم نے اوپر بیان کیا ہے، وہ حرف حرف علامہ سیوطی کی تاریخ الخلفاء سے ماخوذ ہے، علامۂ موصوف راضی باللہ عباسی کے حال مین لکھتے ہین،

۳۲۵ھ مین (بغداد کا) نظام خلافت نہایت خلل پذیر ہوگیا، تمام صوبون پر یا تو باغیون نے قبضہ کر لیا یا ایسے گورنرون نے جو خراج نہین بھیجتے تھے، اور یہ تمام امرار الگ الگ خود مختار بادشاہ بن بیٹھے، اور راضی کے ہاتھ مین بغداد اور عراق کے سوا کچھ نہین رہا، اور اسمین بھی ابن رایق شرکت کا دعویدار تھا، تو جب نظام خلافت اس زمانہ مین اسدرجہ کمزور ہوگیا اور دولت عباسیہ کے ستون اسدرجہ کمزور ہوگئے تو قرامطہ اور بدعتی فرقون نے ملکون پر غلبہ حاصل کر لیا، اور

> امیر عبدالرحمن اموی بادشاہ اندلس کی ہمت بڑھ گئی اور اس نے کہا کہ مین خلافت کا مستحق زیادہ ہون، اور امیر المومنین الناصر لدین اللہ اپنا لقب اختیار کیا اور اندلس کے اکثر صوبون پر قبضہ کیا اسکا بڑا رعب تھا اور لڑائیان بھی لڑا، اسکی روش بھی اچھی تھی، باغیون کو جڑسے اکھاڑ کر پھینکدیا اور ۷۰ قلعے فتح کئے، اس زمانہ مین امیر المومنین سے ملقب دنیا مین تین تھے، خلیفۂ عباسی بغداد مین، ناصر اندلس مین، اور مہدی قیروان (افریقہ) مین۔

یہ تیسرا شخص مہدی ہونے کا مدعی تھا، اور ایک نئے شیعی فرقہ کا بانی ہوا، اور اسی کے جانشین مصر جاکر خلفاے بنی فاطمہ بنے، لیکن اسلام کے سواد اعظم اہل سنت کو ان سے کوئی تعلق نہ تھا، اور نہ اسپین کے یہ امرار ممالک اسلامیہ مین خلفا تسلیم ہوئے، اور نہ انکے حدود مملکت سے باہر کبھی کسی نے ان کا نام لیا اور خود انکے ملک کے مسلمان، حجاز اور موسم حج مین آکر خلفاے بغداد ہی کے ائمہ اور خطباء کے ماتحت (اپنے فرائض) ادا کرتے تھے۔

آخر مین اس سوال کا جواب دینا ہے کہ جب دنیا کے دوسرے مسلمان خاموش ہین تو ہندوستان کے مسلمان ہی سب سے زیادہ انہماک اور جوش اس مسئلہ مین کیون ظاہر کرتے ہین، سب سے پہلے تو یہ عرض کرینگے کہ ہمارے دوست نے "عدم علم" کا نام "علم عدم" کیون رکھا، یہ سچ ہے کہ ہندوستان کے انسانون کو جو علم ریوٹر کی "وحی" اور "ٹائمز" کے "الہام" کے ذریعہ سے ملتا ہے، ان مین یہ معاملہ سکوت کے پردہ مین مخفی ہے، لیکن اگر عربی، ترکی اور فارسی اخبارات تک رسائی انکی ہوسکتی تو واقعات آئینہ بنکر سامنے آتے، مسلم آوٹ لک کے نمبر بھی اگر نگاہون سے گذرتے ہوتے تو یہ شبہہ نہ پیدا ہوتا، وفد خلافت کا جو پہلا جلسہ پیرس مین ہوا تھا، اسکی روداد بھی شاید پڑھی نہین گئی، جسمین چین، روس، تونس، ایران، عراق، شام، اور افریقہ، مصر اور ہندوستان کے مسلمان مسئلۂ خلافت کے لئے جمع ہوے تھے، مسلم آوٹ لک کے نمبرون مین اکثر اقطاع عالم کے مسلمانون کی کوششون کے نمونے آپکو مل سکتے ہین، اور ہمارے پاس یہ مواد موجود ہے،

لیکن اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ دوسرے ممالک کے مسلمان اس فرض سے غافل ہین ہمارے دوست مسلمانان ہند کو یہ مشورہ دینگے کہ انکو بھی غفلت کی چادر اوڑھ لینی چاہیئے، کیا اگر کل عراق وشام کے مسلمان دوسرے فرائض ترک کردین تو اس بنیاد پر ہندوستان کے مسلمانون سے بھی یہ فرض متروک ہوجائیگا؟ لیکن اسکو بھی چھوڑکر ہم یہ کہتے ہین کہ ہان تمام دنیا کے مسلمانون سے زیادہ ہندوستان کے مسلمانون کو اس مسئلہ مین انہماک اور جوش کی ضرورت ہے کیونکہ تمام ممالک اسلامیہ مین انہی کی تعداد سب سے زیادہ ہے اسلئے انکے سر اسلام کے حقوق و فرائض کا بار بھی سب سے زیادہ ہے، اور سب سے آخر اسلئے کہ اس مسئلہ مین اُنہین کا گناہ سب سے بھاری اور انہین کی فرد اعمال سب سے زیادہ سیاہ ہے، انہین کے خون اور انہین کی دولت نے اس تباہی کا بیج بویا ہے، اور انہین کی حکومت سب سے زیادہ ان تمام مصیبتون کی ذمہ دار ہے۔ والسّلام!

حکمائے مغرب اور فلسفۂ تصوف

(۱)

از مولوی عبدالماجد بی۔ اے

مغرب کی بلند پروازیون کا منتہی، حکمت و عقلیت ہے، وہان کے صاحبان بصیرت کی معراج کمال یہ ہے کہ مشاہدۂ و تجربہ، عقل و فکر کی وساطت سے مظاہر کائنات کی توجیہ و تعلیل کیجا سکے، ڈیکارٹ نے جو موجودہ فلسفیون کا آدم، اور اپنی قوت اجتہاد کے لحاظ سے عدیم النظیر سمجھا جاتا ہے، اپنے سارے نظام فلسفہ کا سنگ بنیاد اس حقیقت کو قرار دیا کہ "مین سوچتا یا فکر کرتا ہون" کینٹ و ہیگل، بیکن و ہیوم، اسپنسر و برگسن، نیوٹن و ڈارون، ہکسلے و ہیکل کے اسماے گرامی فہرست مشاہیر یورپ کے لئے زینت عنوان ہین، اور ان سب کی خوش آہنگیون کی آخری تان آکر عقل و استدلال یا مشاہدہ و تجربہ ہی پر ٹوٹتی ہے، لیکن مشرق کا نصب العین ہمیشہ اس سے مختلف رہا ہے، یہان یہ تخیل شروع سے قائم رہا ہے کہ انسانیت کی آخری منزل ایمان و عرفان ہے، اور اسکے وسائط و وسائل، عقل و استدلال، مشاہدہ و تجربہ نہین، بلکہ وحی و الہام، مراقبہ و مکاشفہ، تزکیۂ نفس و اصلاح باطن ہین، یہان یہ تعلیم ابتدا سے جاری رہی ہے کہ مادیات و معقولات سے ما ورا، ایک عالم حقائق ہے، اور اسی کے "پیامبر" انتہائی تعظیم و تکریم کے مستحق ہین، یہی باعث ہے کہ یہان جس عقیدت، خلوص و احترام کے ساتھ حضرت محمدؐ، و حضرت مسیح، زرتشت و گوتم بدھ، سری رامچندر و سری کرشن، بلکہ انکے خدام کے نام لئے

جاتے ہین، اسکا عشر عشیر بھی کپلؔ وچارؔوک، بوسؔ وراےؔ، بیرونی، وفارابی، ابن سینا، ابن رشد کو نصیب نہین،

اس اختلاف سرشت کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ سائنس (علوم مادی) وفلسفۂ حسی کا پورا نشو و نما مغرب مین ہوا، اور اشراقیات وفلسفۂ روحانی اپنے اوج کمال پر شرق مین پہنچے، کیمیاوی اکتشافات، حیاتی نظریات، مادی آلات، اور بھاپ (اسٹیم) بجلی (الکٹرسٹی) اور ریڈیم کے مصنوعات، جو مغرب کے لئے سرمایۂ ناز ہین، شرق مین کبھی غیر معمولی عزت وقعت کے مستحق نہ سمجھے گئے، علی ہذا فقر و زہد، جذب وسلوک، وجد وکشف کے حقایق واسرار جو شرق کے توشۂ عاقبت ہین، مغرب مین عموماً ناقابل التفات سمجھے گئے، اور یہ صورت حال دونون جگہ ابتک قائم ہے،

لیکن یہ جو کچھ کہا گیا محض اکثریت کی بنا پر صحیح ہے، ورنہ مستثنیات دونون جگہ ملتے ہین، ایک طرف شرق مین مادی علوم کی ترقی ونشو و نما کی کافی مثالین ملتی ہین، دوسری طرف مغرب مین بھی وقتاً فوقتاً تصوف و روحانیات کی جانب اعتنا وتوجہ کے نظائر پیش نظر ہوتے رہتے ہین، لندن کی ارسٹاٹیلین سوسائٹی (جمعیت ارسطالیسی) اسوقت برطانیہ مین فلسفہ کی ممتاز ترین جماعت ہے، جسکے ارکان وہان کے مشاہیر حکما و فلاسفہ ہین، حال مین اس انجمن کے سامنے اسکے ایک فاضل رکن مسٹر کیکی کاب نے اپنا ایک مختصر رسالہ "تصوف، صحیح و باطل" کے عنوان سے پیش کیا جس سے اسقدر تو بہر حال ثابت ہوتا ہے کہ مغرب کے بعض مستند فلاسفہ بھی اپنی مخصوص صحبتون مین کم ازکم اس موضوع کو قابل تذکرہ سمجھنے لگے ہین، اس رسالہ کے مطالب اس قابل ہین کہ انہین ایک اجمالی تبصرہ کے ساتھ اردو مین منتقل کیا جاے، تاکہ

ؔ۱ و ؔ۲ قدیم ہندو حکما، ؔ۳ و ؔ۴ عہد حاضرہ کے مشہور ترین ہندو ماہران سائنس،

اہل شرق بھی مغرب کے فلسفۂ تصوف پر واقف و مطلع ہو سکین،

مصنف کے اصلی خیالات کی ترجمانی سے قبل یہ ضروری ہے کہ مغرب کے فلاسفہ و حکماء و الٰہیین ابتک جو مفہوم تصوف کا لیتے رہے ہین اسکی توضیح کردیجاے اور اس غرض کیلئے ذیل مین وہان کے محققین کی تعریفات تصوف درج کیجاتی ہین،

پروفیسر ہیرلڈ ہفڈنگ، جو ڈنمارک مین ایک نامور فلسفی ہوے ہین، اور نفسیات و فلسفہ وغیرہ پر متعدد مستند تصانیف کے مصنف ہین، اپنی تصنیف "فلسفۂ مذہب" مین لکھتے ہین، کہ

"مذہب کی عام تعلیم کے برخلاف جسمین خارجیت، مادیت و دوئی کے عناصر ہوتے ہین تصوف محض وحدت کی جانب رہنمائی کرتا ہے۵"

پروفیسر ایڈورڈ کیرڈ، اسکاٹ لینڈ کے ایک دقیق النظر عالم، اور علوم یونان کے ایک متبحر فاضل ہوے ہین، اپنی ضخیم تالیف "فلسفۂ یونان مین ارتقاے شریعت" مین تحریر فرماتے ہین کہ

"تصوف نفس کی اس حالت کا نام ہے، جسمین تمام تعلقات منقطع ہوکر صرف روح وخدا کے درمیان تعلق باقی رہجاتا ہے۔" (جلد ۲ صفحہ ۱۰)

انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ اتھکس، (قاموس مذاہب و اخلاقیات) مباحث متعلقہ پر مستند تالیف ہے، اسمین ہے کہ

"عالم روحانیات سے مشغولیت کا جوجان تصوف ہے، یہ خاصہ ہے کہ عالم محسوسات کی ذہن مین بالکل بے وقعتی ہوجاتی ہے،" (جلد ۹، صفحہ ۱۱۴)

پروفیسر اے، ای، ٹیلر، جو الٰہیات و اخلاقیات پر متعدد کتابون کے مصنف ہین،

---

۵ ص ۲۱۴ Hoffding's Philosophy of Religion،

لکھتے ہین کہ

"ہستی مطلق (بہ اصطلاح صوفیہ) اگر ہمارے شعور مین آسکتی بھی ہو تو علم وحکمت کے ذریعہ نہین آسکتی، بلکہ عرفان و معرفت کے واسطہ سے آسکتی ہے جو علم وادراک سے بالکل مختلف ایک شے ہے، اور جسکا اظہار معمولی زبان کے ذریعہ سے جو محسوسات ومدرکات کے لئے موزون ہوئی ہے ہو ہی نہین سکتا" (پرابلم آف کانڈکٹ، صفحہ ۳۰۶)

ڈاکٹر میکٹاگارٹ، جو کیمبرج مین ایک ممتاز فلسفی سمجھے جاتے ہین، فرماتے ہین کہ

"یہ عقیدہ کہ جملہ نفوس، واجب الوجود کے مظاہر وشیون ہین، اسطرح کہ یہ برابر فنا وتغیر پذیر ہوتے ہین، درآنحالیکہ واجب الوجود اپنی جگہ پر بدستور قائم رہتا ہے، ہمیشہ صوفیون مین مقبول رہا ہے، اور حکمائے مشرق نے اسے خاص اہمیت دی ہے" (اسٹڈیز ان ہیگلین کاسمالوجی، صفحہ ۳۳-)

ہارٹ مین، اپنا ایک ذاتی نظام فلسفہ رکھتے ہین، ایک ضمنی موقع پر اُن کے ہان یہ فقرہ آگیا ہے:-

"فلسفہ کی رفتار ترقی نام ہے اسکا کہ تخیلاتِ تصوف مین عقلیت وادراک کی آمیزش ہوتی رہے"

مس ہریسن کے خیال مین،

"موت وحیات دو متضاد و متناقض چیزین ہین، لیکن تصوف ان دونون کے درمیان ہمیشہ ارتباط پیدا کرنے کی کوشش کرتا رہا ہے"

نیٹل شپ کی تحقیق ہے، کہ

صحیح تصوف، اس عقیدہ کا نام ہے کہ جسقدر واقعات وحقائق ہمارے شعور مین آتے ہین،

وہ سب حقیقت کے پرتو ہین" (مجموعۂ تصانیف فلسفہ، صفحہ ۳۲)

امریکہ کے مشہور فلسفی عالم پروفیسر رائس کے نزدیک،

"تصوف خرافات پرستی کا نام نہین اور نہ طلسمات وغیرہ کے اوہام سے اسے مخلوط کرنا چاہیئے، بلکہ صحیح و اصلی تصوف اسکا نام ہے کہ قلب پر حال کی کیفیت طاری ہوجائے مطلوب حقیقی تک رسائی ہوجاے، دوئی کا پردہ اٹھ جاے اور ظاہری اسباب و علل کی جستجو ختم ہوجائے"

ایک جدید مصنف مسٹر اے، بی، شارپ کی شہادت ہے، کہ

"تمام حالات صوفیانہ مین قدر مشترک یہ ہے کہ وہ فوق العادۃ ہوتے ہین خدا کا علم حضوری وحالی، صرف فوق العادۃ ہی طریقہ پر ہوسکتا ہے، اور اسی کا نام تصوف ہے"

جدید علمائے فلسفہ و مابعد الطبعیات کے ان متعدد اقوال سے جنہین مصنف نے نقل کیا ہی اسکا اندازہ ہوگیا ہوگا کہ مغرب کے روحانی فلسفیون کے دماغون مین، تصوف کا کیا مفہوم ہے لیکن اس گروہ کے علاوہ ایک جماعت علمائے نفسیات کی بھی ہے جو ہر مسئلہ کو نفسیاتی نقطۂ نظر سے دیکھتی ہے، تصوف، بحیثیت ایک نفسی و ذہنی کیفیت کے پوری طرح اسکے لئے موضوع بحث بن سکتا تھا، چنانچہ اس جماعت کے مختلف ارکان نے اس موضوع پر تفصیل سے طبع آزمائی کی جسکا ایک آدھ نمونہ ناظرین کے لئے لطف و نفع سے خالی نہوگا، اگرچہ حیرت ہے کہ ہمارے مصنف نے اس جماعت کی جانب بالکل اعتنا نہین کی ہے۔

پروفیسر ٹامس ریبو، فرانس کے نہایت مشہور عالم نفسیات ہوے ہین، اور اُن کا شمار مغرب کے ممتاز ترین علمائے نفسیات مین ہے، انہون نے "سائیکالوجی آف اموشنس" (نفسیات جذبات) پر ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے، اور اسمین ایک پورا باب انھون نے حاسۂ

مذہبی کی تشریح و تحلیل کی نذر کیا ہے، اسمین وہ تحریر فرماتے ہین کہ مذہب کے ارتقا کے ساتھ رفتہ رفتہ اسمین سے عبادات و مراسم کا حصہ حذف ہوتا جاتا ہے، اور مذہب محض فلسفیانہ معتقدات کا ایک مجموعہ رہجاتا ہے، لیکن مذہب محض عقلیت کا نام نہین، جذبات مذہب کی سرشت مین داخل ہین، بغیر جذبات کے مذہب، مذہب رہ ہی نہین سکتا ہے، اسلئے مذہب جب ایک بلند ارتقائی مرتبہ پر پہنچ کر بھی مذہب باقی رہنا چاہتا ہے، تو اسکے سوا چارہ نہین کہ اسوقت ظاہری شریعت سے الگ اسکی ایک باطنی شاخ بھی قائم ہوجاے اور اسی شاخ کو تصوف کہتے ہین، علماے شریعت مذہب کے ظاہری جزو کو لے لیتے ہین اور علماے باطن، مذہب کی حقیقی بنیاد، جذبات کا سررشتہ سنبھالنے لگتے ہین، یہی باعث ہی کہ دنیا کا کوئی ترقی یافتہ مذہب ایسا نہین جو صوفیہ و اہل باطن کا ایک گروہ اپنے اندر نہ رکھتا ہو، یہانتک، کہ

"اسلام بھی باوجود اپنی خشک توحید اور مراسم ظاہری کی قلت کے اس عالمگیر کلیہ سے مستثنیٰ نہ رہ سکا، چنانچہ اسمین باطنی و صوفیانہ فرقون کا وجود رہ چکا ہے، اور اب بھی ہے، ان مختلف گروہون کے حالات پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زمان و مکان، نسل و عقیدہ کے اختلافات کے باوجود تمام ارباب باطن ایک ہی رشتۂ اتحاد مین منسلک اور قیود شرعیہ سے کم و بیش آزاد ہین، ان مین اتحاد پیدا کرنیوالی شے جذبات ہین، اور اختلاف پیدا کرنیوالی عقلیت[1]"

وجد، جو اہل باطن کی اصطلاح مین ایک مخصوص روحانی کیفیت کا نام ہے، اسکی تحلیل پروفیسر ریبو یون کرتے ہین کہ وہ عناصر ذیل سے مرکب ہوتی ہے:-

[1] Ribot's "Psychology of Emotions (صفحہ ۳۱۹)

(۱) مرکزیت و یکسوئی۔ رقبۂ شعور تنگ و محدود ہوکر تمامتر توجہ کسی ایک ہی نقطہ پر مجتمع ہو جاتی ہے۔

(۲) آرزوے وصل۔ صاحبِ وجد کے قلب مین اپنے معشوق کے وصال کی انتہائی شدت کے ساتھ آرزو و تمنا ہوتی ہے، (یہی باعث ہے کہ عاشقان مجازی اور اربابِ وجد کی اصطلاحین عموماً ایک ہی ہوتی ہین[۱])۔

آگے چل کر پروفیسر موصوف نے نوع انسانی کو انکے مزاج وافتادِ طبیعت کے لحاظ سے مختلف طبقات مین تقسیم کیا ہے، جسمین ایک طبقہ کا نام حسّاس (Sensitives) رکھا ہے، اس طبقہ مین کچھ افراد ایسے ہوتے ہین جنکے احساسات نہایت لطیف و نازک ہوتے ہین، اور جنکی عقلین تیز و رسا ہوتی ہین، لیکن جو قوت ارادی سے محروم ہوتے ہین، عموماً صوفیہ اور ہندو یوگی جو گوشہ نشین و تارک الدنیا ہوکر اپنے اذکار و اشغال مین مصروف رہا کرتے ہین، اسی قبیل سے ہوتے ہین[۲]،

اس نظام تحقیق مین بلندترین طبقہ کا نام حسّاس فعال (Sensitive actives) ہے، یہ وہ لوگ ہوتے ہین جنمین قوت احساس، قوت فاعلہ (ارادہ) دونون اپنے مرتبۂ کمال کو پہنچی ہوتی ہین، دنیا کے اکابر صوفیہ جنکے بکثرت مریدین ہوتے ہین اور جنکے فیوض کا سلسلہ نہایت وسیع و عام ہوتا ہے، اس طبقہ مین شامل ہوتے ہین[۳]۔

نفسیات کے ایک اور نامور عالم جرمنی کے ڈاکٹر ہیوگو منسٹربرگ ہوئے ہین جنھون نے حال مین وفات پائی ہے، اور جو مدت دراز تک امریکہ کی ہارورڈ یونیورسٹی مین اسی فن کے

[۱] Ribot's Psychology of Emotions صفحہ ۳۲۶ و ۳۲۰،

[۲] ایضاً صفحہ ۳۹۴، [۳] ایضاً صفحہ ۴۰۰،

استاد رہے تھے، اُنھون نے اپنی کتاب "علم النفس اور زندگی" مین ایک مستقل عنوان "نفسیات اور تصوف" کا قرار دیا ہے، اور اسکے ذیل مین تصوف پر نفسیاتی نقطۂ نظر سے ایک مبسوط مضمون لکھا ہے، انکے نزدیک "مادیات و ذہنیات کے درمیان فوق العقل تعلقات پر عقیدہ رکھنے" کا نام تصوف ہے[1]، ڈاکٹر موصوف کے استفسار مین ہندوون کے قدیم ترین یوگ سے لیکر زمانۂ حال کے طریقۂ استحضار ارواح تک تمام عجائب و غرائب پر تصوف کا یکسان اطلاق ہو سکتا ہے[2]، لیکن اس اصول کے تسلیم کرنے کے بعد آگے چل کر جہان صوفیانہ اعمال و تعلیمات کی توضیح کی توقع ہو سکتی تھی وہان اس جرمن محقق نے اپنی توجہ کا تمام تر مرکز موجودہ اسپرچولزم (استحضار ارواح وغیرہ) کی شعبدہ بازیون ہی کو رکھا ہے گویا تصوف مرادف ہے، گول میز کے گرد بیٹھکر روحون کو بلانے، اُنسے سوال و جواب کرنے، اور مریضون کو معمول بنا کر انھین شفا بخشنے وغیرہ کا، اور انھین واقعات کی تشریح و تحلیل کے لئے اس نامور فاضل نفسیات نے اپنی کتاب کے پچاس پچپن صفحے وقف کر دیئے ہین[3]۔

یہ ان حکماء نفسیئین مغرب کی تحقیقات کا نمونہ تھا جو تصوف کے منکر نہین بلکہ ایک گونہ ہمدردی رکھتے ہین انکے علاوہ ایک بڑا گروہ ان محققین کا تھا اور اب بھی ہے جو یا تو سرے سے عالم روحانیات کے وجود کے قطعی منکر ہین، (مثلاً جرمن محقق ہیکل) اور یا عملاً اسکے عدم وجود کے قائل ہین، (مثلاً برطانوی محقق ہکسلے) لیکن ظاہر ہے کہ منکرین و مخالفین کے خیالات کے اظہار کا یہ محل نہین،

حکماء فلاسفہ "ارباب قال" کے پہلو بہ پہلو ایک نظر "ارباب حال" کے بیانات پر بھی

---

[1] Munsterberg's Psychology & life صفحہ ۲۲۹ [2] ایضاً

[3] ایضاً - از صفحہ ۲۲۹ تا ۲۸۲ -

کرنا چاہیئے کہ خود انھون نے اس باب مین کیا تصریحات دنیا کے سامنے پیش کی ہین، اہل تصوف دنیا کے ہر مذہب و ملت مین ہوئے ہین، خصوصاً ہندوؤن کے مذہب و فلسفہ کا تو جزو اعظم تصوف ہی ہے، لیکن بحث کو سمیٹنے کے لئے اس مضمون مین صرف مسلمانون کے تصوف سے استناد کیا جائیگا۔

ابو محمد رویم جو جنید بغدادی کے خاص احباب، اور قدیم ترین صوفیائے اسلام مین سے ہوئے ہین، اُنسے لوگون نے تصوف کی ماہیت دریافت کی تو انھون نے کہا کہ

"صوفی وہ ہے جو نہ کسی شے کا مالک ہو اور نہ کوئی شے اسکی مالک ہے"[1]

تصوف کی حقیقت اُنھون نے یہ بیان کی کہ

"وہ اشیاء کے درمیان ترک تفاضل کا نام ہے یعنی ہر شے کو یکسان سمجھنا"[2]

ایک اور موقع پر انہی بزرگ سے یہ بھی منقول ہے کہ

"تصوف، اعمال حسنہ کی پابندی کا نام ہے"[3]

اُن کے ارشاد کے مطابق تصوف کی بنیاد خصائل ذیل پر ہے:-

"فقر و محتاجی کو اختیار کرنا[1]، بذل و ایثار مین مشغول رہنا[2]، اور اعراض و اختیار (نفرت و رغبت) دونون سے آزاد ہو جانا[3]"۔[4]

اہنین کا ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ

"توحید حقیقی آن است کہ فانی شوی در ولائے او از ہوائے خود، و در وفائے او از جفائے خود، تا فانی شوی کل بکل"[5]

---

[1] نفحات الانس، جامی، صفحہ ۹۶ (مطبوعہ نولکشور) [2] ایضاً، [3] تذکرۃ الاولیاء عطار، جلد ۲ صفحہ ۲۶ (مطبوعہ لندن) [4] ایضاً۔ [5] ایضاً،

امام ابومحمد جریری سے، جنھین جنید بغدادی نے اپنا ہمعصر قرار دیا تھا[ا]، تصوف کی بابت سوال کیا گیا تو اُنھون نے فرمایا کہ

الدخول فی کل خلق سنی والخروج عن کل خلق دنی — وہ ہراعلیٰ خلق مین درآنا اور ہرادنیٰ خلق سے نکل جانا ہے[۲]

شیخ شہاب الدین سہروردی ایک حدیث نبوی سے استناد کرکے لکھتے ہین کہ

فالفقر کاین فی ماھیۃ التصوف — فقیری تصوف کی ماہیت مین داخل اور وہی اسکی

وھو اساسہ وبہ قوامہ، — بنیاد اور اُسکا قوام ہے[۳]

جنید بغدادی سے جو آج تک صوفیاے اسلام مین سید الطائفہ کے لقب سے مشہور ہین تصوف کی ماہیت وحقیقت سے متعلق بکثرت اقوال منقول ہین جنمین سے چند یہان درج کئے جاتے ہین،

"گفت تصوف ذکرے است بہ اجتماع، و وجدے است بہ استماع، و عملے ست باتباع"،

(تذکرۃ الاولیا، عطار)

"گفت، تصوف اصطفاست ہرکہ گزیدہ شد از ماسوے اللہ اُو صوفی ست" (ایضاً)

"تصوف ذکرے ست پس وجدے ست پس نہ این است نہ آن تا نماند چنانکہ نبود" (ایضاً)

اقوال ذیل بھی انھین کی جانب سے منسوب ہین[۵]:۔

"تصوف اسکا نام ہے کہ خدا تجھسے تجھکو مردہ کردے، اور اپنی جانب زندہ کردے"

"تصوف کے معنی یہ ہین کہ تو خدا کے ساتھہ براہِ راست و بلاواسطہ رہے"

"صوفی کی مثال زمین کی سی ہے کہ اسمین نجاست وگندگی ڈالی جاتی ہے مگر وہ

[ا] تذکرۃ الاولیا، عطار جلد ۲ صفحہ ۱۳۲، [۲] عوارف المعارف شہاب الدین سہروردی صفحہ ۳۰ (مطبوعہ مصر) [۳] ایضاً ص ۲۹
[۵] تذکرۃ الاولیا، عطار جلد ۲ صفحہ ۲، عوارف المعارف مین بھی ان مین سے اکثر اقوال مندرج ہین۔

اس سے پاکیزہ و صاف ہی ہوکر برآمد ہوتی ہے۔"

"صوفی وہ ہے کہ اسکا وجود خدا کے ساتھ ہو اور وہ اسکے سوا اور کچھ نہین جانتا۔"

"صوفی وہ ہے جسکا دل مثل قلب ابراہیم کے دوستی دنیا سے خالی اور فرمان خداوندی کی تعمیل کے لئے مستعد ہو، جسکی خوئے تسلیم مثل تسلیم اسمعیلؑ کے ہو، جسکا اندوہ مثل اندوہ داؤد کے ہو، جسکا فقر مثل فقر عیسیٰ کے ہو، جسکا صبر مثل صبر ایوب کے ہو، جسکا شوق مثل شوق موسیٰ وقت مناجات کے ہو، اور جسکا اخلاص مثل اخلاص محمد کے ہو۔"

انھون نے اس مرتبہ کے حصول کا جو طریقہ بتایا ہے، اس سے بھی اس مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے، فرماتے ہین، کہ

"ہم نے تصوف کو قیل وقال، جنگ وجدل سے نہین حاصل کیا ہے، بلکہ گرسنگی، بیخوابی، ترک دنیا، و ترک لذات و مرغوبات سے حاصل کیا ہے۔"[1]

ائمہ تصوف نے ولایت و ولی کی تعریف یہ کی ہے[2]،

الولایۃ ھی عبارۃ عن فناء العبد فی الحق وبقائه به فالولی ھو الفانی فیه والباقی به،	ولایت کے معنی حق مین بندہ کے فنا ہوجانے اور حق کے ساتھ اسکے باقی رہنے کے ہین، اور ولی وہ ہے جو فانی فی اللہ اور باقی باللہ ہو۔

مولانا جامی، ولی کی تعریف مین ابو علی جوزجانی کا مقولہ نقل کرتے ہین[3]،

الولی ھو الفانی من حاله والباقی فی مشاھدۃ الحق، لم یمکن له عن نفسه اخبار، ولا مع غیر اللّٰہ قرار	ولی وہ ہی جو اپنی حال سے فانی ہوجائے اور صرف مشاہدۂ حق مین باقی رہجائے اسکے واسطے یہ ممکن ہی نہو کہ اپنے سے خبر رکھہ سکے اور خدا کے ماسوا کسی شے سے اسکو قرار نہو۔

[1] تذکرۃ الاولیا، جلد ۲ صفحہ ۸ [2] نفحات الانس، صفحہ ۴ [3] ایضاً،

ابراہیم ادہم نے ایک شخص سے فرمایا کہ اگر تو مرتبۂ ولایت تک پہنچنا چاہتا ہے تو

لا ترغب فی شئ من الدنیا والآخرۃ	دنیا و عقبیٰ میں کسی شے کی جانب رغبت نہ کر، اپنے
وافرغ نفسک للّٰہ تعالیٰ واقبل	تئیں صرف خدا کے لئے فارغ رکھ، اور اپنی توجہ
بوجھک علیہ۔	تمامتر اسی کی جانب کر دے[1]۔

سرخیل متقدمین، شیخ معروف کرخی تصوف کی یہ حقیقت بیان کرتے ہیں:۔

التصوف الاخذ بالحقایق والیأس	تصوف نام ہے حصول حقایق کا، اور املاک خلق
مما فی ایدی الخلایق، فمن لم یتحقق	سے بے نیازی کا، پس جو شخص صاحب فقر نہین،
بالفقر لم یتحقق بالتصوف،	وہ صاحب تصوف بھی نہین،[2]

شبلی نے اسی متن کی شرح مین کہا ہے، کہ

"فقیر وہ ہے جو حق کے سوا اور ہر شے سے بے نیاز ہو"[3]

شیخ وقت، مظفر قرمینی کا مقولہ تھا کہ سچا فقیر وہ ہے جو خدا تک کا محتاج نہو[4]، یعنی اُسے خدا پر اسقدر اعتماد ہو، اور وہ وظایف عبودیت مین اس درجہ منہمک و مستغرق ہو کہ اُسے خدا کے سامنے بھی اپنی کسی عرض و معروض کے پیش کرنے کی مہلت نہو[5]۔

متقدمین صوفیہ مین امام عبدالکریم ابوالقاسم قشیری (۳۷۶ھ تا ۴۶۵ھ) ایک بڑے پایہ کے بزرگ گذرے ہین، اُن کا رسالہ قشیریہ، صوفیانہ لٹریچر مین خاص مرتبہ استناد رکھتا ہے، اس کتاب مین ایک مستقل باب ماہیت تصوف پر رکھا ہے، جسمین اُنھون نے اکابر صوفیہ کے اقوال جمع کر دیئے ہین، جو زیادہ تر وہی ہین جو اُوپر دوسرے حوالون سے گذر چکے ہین، ایک

[1] نفحات الانس صفحہ ۴ [2] عوارف المعارف صفحہ ۳۰، [3] ایضاً، [4] ایضاً [5] دور حاضرہ کے ایک نامور صوفی حاجی وارث علی شاہ (دیوہ) کا بھی بعینہ یہی مقولہ تھا۔

آدھ مقولہ اور یہان درج کیا جاتا ہے[1]۔

"تصوف نام ہے اپنے نفس کو تمامتر ارادۂ الٰہی کے تابع بنا دینے کا"۔

"صوفی وہ ہے جو نہ کسی کا مالک ہو، نہ کوئی اسکا مالک ہو"[2]۔

"تصوف کے معنی محض انقیاد حق کے ہین"۔

"صوفی وہ ہے کہ کوئی شے اس سے مکدر نہین ہوتی بلکہ ہر شے اس سے صفائی وجلا پاتی ہے"۔

"تصوف یہ ہو کہ جاہ کو بالکل ساقط کردیا جاے اور دنیا و عقبیٰ دونون مین رسوائی کو قبول کرلیا جاے"۔

"غوث اعظم" شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی کی مرتبہ و جلالت سے مسلمانون کا بچہ بچہ واقف ہے، انکی خاص تعلیمات تصوف انکے رسالۂ فتوح الغیب مین محفوظ ہین، اسمین وہ طالب تصوف کو یہ تعلیم دیتے ہین کہ جو کیفیات ثلثہ عام مومنون پر کبھی کبھی گذرتی ہین، انہین وہ اپنے اوپر ہر صورت اور ہر حال مین لازم کرلے، وہ کیفیات ثلثہ یہ ہین[3]۔

امر تمثیلہ، نہی یجتنبہ، قدر	امر الٰہی کی تعمیل، نہی الٰہی سے اجتناب، اور قضاے
یرضیٰ بہ،	الٰہی پر رضا۔

طالب کو چاہیئے کہ

فلینبغی لہ ان یلزم ھمھا قلبہ و	لازم کرلے اپنے قلب پر ان چیزون کا قصد، اپنے
یحدث بھا نفسہ ویاخذ الجوارح	نفس پر انہین چیزون کی حکایت، اور اپنے اعضا پر
بھا فی سایر احوالہ	انکے مطابق عمل ہر حال مین[4]،

---

[1] رسالہ قشیریہ صفحہ ۱۶۰ (مطبوعہ مصر) [2] جامی نے یہ قول رویم کی جانب منسوب کیا ہے، جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے، امام قشیری اسے سمنون کی زبان سے نقل کرتے ہین، [3] فتوح الغیب صفحہ ۹ (مطبوعہ نولکشور) [4] ایضاً۔

چوتھی صدی ہجری مین ابو نصر سراج ایک جلیل القدر صوفی گذرے ہین جنکی مبسوط تصنیف کتاب اللمع کو یورپ نے حال مین بڑی تلاش وجستجو کے بعد شایع کیا ہو یہ کتاب اسلامی تصوف کے ابتدائی دور کی بہترین شارح اور مستند ترین تاریخ ہے، چنانچہ بعد کو حالات صوفیہ مین جتنی کتابین مستند قرار دیگئی ہین، مثلاً طبقات الصوفیہ، حلیۃ الاولیا، کشف المحجوب، عوارف المعارف، رسالہ قشیریہ، تذکرۃ الاولیا وغیرہ، ان سب کا ایک بڑا ماخذ یہی کتاب اللمع ہے، اسمین ذوالنون مصری کے الفاظ ذیل منقول ہین،

سُئل ذوالنون المصری رحمہ اللہ عن الصوفی فقال ھو الذی لا یتعبہ طلب ولا یزعجہ سلب

صوفی وہ ہو کہ نہ کسی شے کی طلب اُسکو تھکائے، اور اُسکا سلب ہونا اُسے جگہ سے ہلا سکے۔[1]

اُنہین کا یہ بھی ارشاد ہے،

ھم قوم آثروا اللہ علی کل شئ، فآثرھم اللہ علی کل شئ۔

صوفیون کا وہ گروہ ہو جس نے اللہ کو سب چیزون پر اختیار کیا، پس اللہ نے بھی اسکو سب پر برگزیدہ کیا۔[2]

عمر بن عثمان مکی کا قول بھی اسی کتاب مین منقول ہے۔

سُئل عمرو بن عثمان المکی رحمہ اللہ عن التصوف فقال ان یکون العبد فی کل وقت بما ھو اولی فی الوقت

تصوف سے یہ مراد ہو کہ بندہ ہر وقت اسی شغل مین مصروف رہے جو اسوقت کے لئے اول وافضل ہو۔[3]

شیخ شہاب الدین سہروردی بیسیون تعریفات تصوف کو نقل کرکے خاتمۂ بحث پر اپنی ذاتی تحقیق لکھتے ہین، کہ

فنقول الصوفی ھو الذی یکون دائم التصفیۃ لا یزال یصفی الاوقات

صوفی وہ ہے جو ہمیشہ تصفیۂ قلب رکھتا ہے وہ ہمیشہ اپنے اوقات کدورت سے پاک رکھتا ہو کہ

[1] کتاب اللمع صفحہ ۲۵، (مطبوعہ لندن) [2] ایضاً، [3] ایضاً۔

عن شوب الاكدار بتصفية القلب	اسکا قلب نفس کی کدورت سے پاک رہے اور
عن شوب النفس، ويعينه على هذه	اس تصفیۂ قلب کو مدد اس سے پہنچتی ہے کہ وہ ہمیشہ
التصفية دوام افتقاره الى مولاه۔	اپنے پروردگار کا محتاج رہتا ہے[1]

تصوف کی جو تعریف خود صوفیہ اپنی زبان سے کرتے ہین، نیز اسکا جو مفہوم حکمای مغرب لیتے ہین، دونون کی تصریحات اوپر گذر چکین، اُن کا مقابلہ کرنے سے صاف نظر آجائیگا کہ تصوف کا جو مفہوم بعض مغربی نفسیین و فلاسفہ لے رہے ہین، مثلاً یہ کہ وہ استحضار ارواح کا نام ہے، اسے تو تصوف سے کوئی واسطہ ہی نہین، البتہ بعض دوسرے مغربی نے اسکا جو مفہوم سمجھا ہے، مثلاً پروفیسر کیرڈ کی یہ تعریف کہ "تصوف، نفس کی اس حالت کا نام ہے جسمین تمام تعلقات منقطع ہوکر صرف روح و خدا کے درمیان تعلق باقی رہجاتا ہے"۔ اس قسم کی تعریفات، خود اہل تصوف کے پیش کردہ معیار کے بہت قریب آجاتی ہین، پھر بھی بحیثیت مجموعی اہل تصوف کے تصوف، اور اہل حکمت کے تصوف کے درمیان وہی فرق رہجاتا ہے، جو "شنیدن" "دیدن" یا "قال" "حال" کے درمیان ہوتا ہے۔

(باقی)

---

[1] عوارف المعارف، صفحہ ۳۲،

انگریزون کی ترقی کاراز

(ایک فرانسیسی مصنف کے نقطۂ نظر سے)

(۲)

ازمولوی محمد سعید صاحب انصاری رفیق دار المصنفین

طرزمعاشرت کا موازنہ | لیکن اس طریقہ تربیت کا فرق سب سے زیادہ انگریزون اور فرانسیسیون کے طرزمعاشرت مین نظر آتا ہے، اسلئے موسیو دیمولان نے ان دونون قومون کی حیات خصوصی کا بھی موازنہ کیا ہے،

(۱) سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اسکا آبادی پر بہت زیادہ اثر پڑتا ہے، چنانچہ مردم شماری کے کاغذات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فرانس کی آبادی روز بروز کم ہو رہی ہے، اس کے اسباب اگرچہ علمائے اقتصاد نے مختلف بیان کئے ہین، اور موسیو ناڈیک نے اپنے رسالہ مین انکی تعداد سترہ تک بتلائی ہے، لیکن درصل ان سب کا مرجع صرف دو قسم کے اسباب ہین، اسباب باطلہ اور اسباب ثانویہ، اسباب باطلہ مین تین سبب بتلائے گئے ہین جنمین ایک یہ ہے کہ فرانس کی قوت تولید طبعی طور پر کمزور واقع ہوئی ہے، چنانچہ موسیو ناڈیک نے لکھاہے کہ

"تولید کی طبعی قوت تمام قومون مین مساوی نہین ہے، کیونکہ اسمین آب وہوا، تمدنی اور اقتصادی حالات، اور خصوصیات ملک کو بھی بہت بڑا دخل ہوتا ہے × × × قوت تولید چینی عورتون مین زیادہ، اور پیرس عورتون مین کم ہوتی ہے، کہا جاسکتا ہے کہ تمام لٹین قومین بالخصوص فرنچ قوم، سلافی اور سکسن اقوام سے قوت تولید مین کمزور ہے"

اس بنا پر ہمارا درجہ اس خاص معاملہ مین دوسری اقوام سے بہت زیادہ پست ہے[۱]"

لیکن یہ نظریہ استقرار سے غلط ٹھہرتا ہے کیونکہ

"اگر یہ صحیح ہے تو پھر شورش کے زمانہ مین جبکہ فرنچ قوم نہایت کثرت کے ساتھ کناڈا،

لوبزیان، ہندوستان، سینٹ ڈومینگ، جزیرہ فرنسہ، بار بونیا، اور اٹلی وغیرہ مین پھیلی

ہوئی تھی اسکی کیا توجیہ کیجائیگی؟[۲]"

نیز فرانس کے بعض حصون مثلاً بردٹون مین جو حیرت انگیز طور پر آبادی ترقی کر رہی ہے،

اور جسکے نسبت خود ناڈیک نے لکھا ہے کہ

"اگر تمام صوبون مین تولید کا یہی اوسط ہو تو پھر ہمکو اپنے ہمسایہ قومون پر رشک

کرنے کی ضرورت نہین[۳]"

اسکا کیا سبب قرار دیا جائیگا؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرانس مین قوت توالد وتناسل کی کمی کا کوئی طبعی سبب موجود نہین ہے، اور جب کوئی طبعی سبب موجود نہین ہے تو پھر ہمکو ان خارجی اسباب کا پتہ لگانا چاہیئے جنھون نے اسکی قوت تولید کو ضعیف کر دیا ہے، اس بنا پر علماے اقتصاد نے اسکے سات اسباب اور بتلاے ہین، جو اسباب ثانویہ کے نام سے مشہور ہین، لیکن یہ اسباب بھی حقیقی طور پر موثر نہین ہو سکتے، اسلئے ایک عام اور ہمہ گیر سبب کے تلاش کرنے کی ضرورت ہے، اور وہ دیمولان کے نزدیک

"خاندان کی وہ حالت ہے جو فرانسیسی تمدن سے پیدا ہو گئی ہے[۴]"

لیکن یہ حالت نہایت تشویش ناک ہے کیونکہ فرانس کی آبادی روز بروز کم ہو رہی ہے اور دوسرے ممالک کے باشندے نہایت کثرت کے ساتھ فرانس کی طرف ہجرت کر رہے ہین،

---

[۱] سر تقدم الانکلیز صفحہ ۱۲۹، [۲] ایضاً [۳] صفحہ ۱۳۰ [۴] صفحہ ۱۴۰۔

جنکی نسل حیرت انگیز طور پر بڑھ رہی ہے، اسلئے ضرورت ہے کہ چین کی طرح فرانس مین بھی ایک دیوار قائم کی جائے، جو ان اجنبی قومون کے عناصر کو اسکے حدود مین داخل ہونے سے روک دے، لیکن جبکہ وہان اس قسم کی کوئی مادی دیوار موجود نہین ہے توہمکو اس روحانی دیوار کا پتہ لگانا چاہیئے جسکو سکسن انگریزون نے اپنی قومیت کے تحفظ کے لئے قائم کیا ہے، لیکن یہ دیوار صرف نظام تربیت کی مضبوط چٹان پر قائم ہوسکتی ہے، اسلئے سب سے پہلے ہمکو نظام تربیت ہی مین تغیر پیدا کرنا چاہیئے،

انگریزون نے تربیت کا جو نظام قائم کیا ہے وہ بالکل طبعی ہے اِسلئے اس سے افراد مین ذاتی ہمت پیدا ہوتی ہے، وہ اپنی زندگی کا خود سامان مہیا کرتے ہین، اور مان باپ کو اُنکے لئے معاش کی فکر نہین کرنا پڑتی، بخلاف اسکے فرانس کا نظام بالکل غیر طبعی ہے اسلئے وہان بیکار، کاہل، مفت خور، اور عیاش لوگ پیدا ہوتے ہین جنمین ذاتی ہمت بالکل مفقود ہوتی ہی اور وہ سامان معیشت کے مہیا کرنے سے قاصر رہتے ہین، اس بنا پر والدین کو انکی کفالت کرنا پڑتی ہے، اور جب اس قسم کے لوگون کی تعداد زیادہ ہوجاتی ہے تو مورث خاندان کو اپنے دیوالیہ پن کا اعلان کرنا پڑتا ہے کیونکہ ایک بڑے خاندان کی پرورش کرنے کی وجہ سے اُسکی جائداد پر بار پڑتا ہے اور وہ رفتہ رفتہ ختم ہوجاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ فرانسیسی نکاح سے عام طور پر جی چراتے ہین[۱]، اور جنلوگون کے ایک دو بچے پیدا ہوجاتے ہین وہ انکو نہایت غنیمت سمجھتے ہین، اور اس سے زیادہ کی ضرورت نہین سمجھتے یہی وہ حالت ہی جو دیمولان کے نزدیک "فرانسیسی تمدن سے پیدا ہوگئی ہے"[۲]

اور واقعات شاہد ہین کہ اسکا فرانس کی قوت تناسل پر نہایت گہرا اثر پڑا ہے،

---

[۱] سر تقدم الانکلیز صفحہ ۱۳۹ [۲] صفحہ ۱۳۷

(۲) دولت وثروت کی کثرت مین فرانس ضرب المثل ہے، انزان کمپنی، سویز کمپنی، اور پیرس کے الکٹرک کمپنی نے اپنے شرکا کو جو منافع تقسیم کیے ہین، انکی تعداد سے تمام عالم متحیر ہے، پیرس کے بنکون نے دنیا کی بڑی بڑی سلطنتون (ٹرکی، ہانڈ راس، وینز ویلا، اسپین، ارجنٹائن، پیرو وغیرہ) کو اپنا قرضدار بنالیا ہے، لیکن بااین ہمہ فرانس کی مالی حالت خطرہ مین ہے، کیونکہ اسکے نظام تربیت نے لوگون کو زراعت، تجارت، اور صنعت وحرفت سے ہٹا کر حکومت کے آستانہ پر کھڑا کر دیا ہے، اسلئے انکی تنخواہون سے جو کچھ پس انداز ہوتا ہے وہ بنکون یا کمپنیون مین جمع ہو جاتا ہے، اس بنا پر بنکون کی تعداد بڑھ گئی ہے اور آمدنی کے تمام ذرائع انہین سے وابستہ ہو گئے ہین، لیکن بنکون کی یہ حالت ہے کہ انکے سرمایہ کا بہت بڑا حصہ اغیار دا جانب کے ہاتھون مین چلا گیا ہے، جسکے واپسی کی بہت کم امید ہے اور اگر خدانخواستہ یہ صورت پیش آگئی تو پھر فرانس کا خاتمہ ہے، کیونکہ حصول دولت کے موجودہ ذرائع اسکے پاس مفقود ہین، اور قدیم ذرائع (کوئلہ کی کان کنی) پر اغیار کا قبضہ ہو چکا ہے،

بخلاف اسکے انگریزون کے نظام تربیت نے انکو حکومت کی آستان بوسی سے بےنیاز کر دیا ہے اسلئے وہ زراعت، تجارت اور صنعت وحرفت کی طرف مائل ہو گئے ہین، اور ان چیزون مین انھون نے حیرت انگیز طور پر ترقی کرلی ہے، اسلئے وہ اپنی دولت بنکون کے بجائے انہین چیزون پر صرف کرتے ہین، جنمین نقصان کا احتمال کم ہوتا ہے اور دولت انکے قبضہ سے نہین نکلتی،

(۳) دونون قومون کے نظام اخلاق مین عظیم الشان فرق پایا جاتا ہے، مثلاً ایک انگریز مسرت خیز زندگی کا عادی ہوتا ہے، سلف ہلپ (اپنی مدد آپ کرنا) کو پسند کرتا ہی، سیاست سے بے تعلق رہتا ہے، عیش پسندی کے ساتھ چست وچالاک ہوتا ہے، صفائی اور پاکیزگی کا ہمہ

وقت خیال رکھتا ہے، فطرۃً آزاد اور خود مختار ہوتا ہے، اور اُسکو وہ "حقیقی زندگی" سمجھتا ہے[1] کیونکہ یہ تمام اعمال و افعال اس نظام تربیت کا پرتو ہین جس نے اسکے ملک مین آزادی کی رُوح پہونکدی ہے، بخلاف اسکے ایک فرنچ کے حالات، اخلاق و عادات اور اغراض و مقاصد سے ایک بے لطف زندگی، توکل، اعتماد علی الغیر، سیاست سے تعلق، عیش پسندی، کاہلی، مفت خوری اور گندگی کا پتہ چلتا ہے، جو اس نظام تربیت کا نتیجہ ہے، جس نے اُسکا بال بال غلامی کے شکنجہ مین جکڑ دیا ہے،

(۴) علم الاقتصاد اور علم الاجتماع کے ماہرین نے انسان کے طرز معاشرت مین مکان کو بھی بہت زیادہ اہمیت دی ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ اسکا اثر انگریزون اور فرانسیسیون کی زندگی مین نمایان طور پر مختلف نظر آتا ہے، چنانچہ

"اتکالی تو مین مکان کو ایک مادی چیز کی حیثیت سے دیکھتی ہین اور استقلالی (آزاد) قومین اسکو صرف ایک معنوی چیز سمجھتی ہین[2]"

یعنی

"اتکالی قومون کے نزدیک گھر سے مراد تمام اثاثہ، عمارت، زمین، اہل و عیال، اور قرب و جوار کے لوگ ہوتے ہین، اسلئے اُن کا خیال اہنہین چیزون مین اُلجھ کر رہجاتا ہے کیونکہ انکی ایک خاص خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے نفوس کی بہ نسبت ان چیزون زیادہ اعتماد کرتی ہین[3]۔ × × × × بخلاف اسکے استقلالی قومون کے افراد قبیلہ، خاندان، اور تعلقات پر مطلق اعتماد نہین کرتے، بلکہ انکو ان مصنوعی ظروف پر اعتماد ہونے کے بجاے خود اپنے نفوس پر اعتماد ہوتا ہے[4]"

---

[1] سر تقدم الانکلیز صفحہ ۱۶۹ [2] صفحہ ۱۸۳ [3] ایضاً [4] صفحہ ۱۸۶،

اسلئے آزاد قومین مختصر، یکمنزلہ، اور ہوادار مکان مین رہتی ہین جسکے گرد باغ یا کھیت ہوتے ہین اور جو صرف انکے بال بچون کے لئے کافی ہو سکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ انگریز شہر سے باہر رہنا پسند کرتے ہین، اور اُنکے شہرون کی وسعت آبادی کی بہ نسبت کہین زیادہ ہوتی ہے اور چونکہ انکے مکانات نہایت مختصر اور معمولی درجہ کے ہوتے ہین اسلئے انکو ان مکانات کے چھوڑ دینے مین مطلق تامل نہین ہوتا اور وہ جہان چاہتے ہین ہجرت کر کے چلے جاتے ہین بخلاف اسکے انکالی قومین بڑے بڑے عالیشان مکانات مین رہتی ہین اور اُن مین کئی کئی خاندان آباد ہوتے ہین، اِسلئے انکی عزت وعظمت تمامتر انہین مکانات کے اندر سمٹ آتی ہے اور انکے پاؤن کی بیڑی بنجاتی ہے جس سے وہ باہر نکلنے کے قابل نہین رہتے، اسکا یہ اثر ہوتا ہے کہ انکو حقیقی عظمت اور آزادی کا احساس تک نہین ہوتا اور اِسلئے وہ ترقی کرنے سے معذور رہتے ہین،

اسی کا یہ اثر ہے کہ آزاد قومون مین ادنی طبقہ حیرت انگیز طور پر ترقی کر رہا ہے، چنانچہ موسیو کلیفلنڈ جو ابتداءً ایک بنئے کا ملازم تھا ترقی کر کے یونائیٹڈ اسٹیٹ امریکہ کا پریسیڈنٹ ہو گیا، لارڈ گلاسکو نیوزیلینڈ کا گورنر ایک ملاح کا لڑکا تھا، اور فرنکلین جو تمام دنیا مین مشہور ہے محض ایک معمولی صناع تھا[1]، اور یہی وجہ ہے کہ سکسن انگریزون مین خدمتگار بہت کم ملتے ہین، چنانچہ انگلستان مین عموماً سلیٹی، جرمن، یا لاطینی ان خدمات کو ادا کرتے ہین[2]، اسی کا اثر ہے کہ اعلیٰ طبقہ کو بھی اپنی سطح سے اُترآنا پڑا ہے چنانچہ انگلستان کے امرا، اور لارڈ تک تھرڈ کلاس مین سفر کرنے کے عادی ہو گئے ہین، اور یہ خود ریلوے کی رپورٹون سے ظاہر ہوتا ہے چنانچہ ایک ریلوے کمپنی نے جب فرسٹ کلاس کو توڑنا چاہا تو اسکی یہ وجہ بیان کی کہ ڈیوک بہ حیثیت ممبر لیمن جو

[1] سر تقدم الانکلیز صفحہ ۱۹۷، [2] صفحہ ۱۹۶،

ملکہ کے داماد ہین ہمیشہ تھرڈ کلاس مین سفر کرتے ہین[۵]،

حیات عامہ کا موازنہ انگریز اور فرنچ قوم کے طریقۂ تعلیم، تربیت، اور طرز بود و باش مین جو عظیم الشان اختلاف پایا جاتا ہے وہ انکی حیات عامہ کے ہر شعبہ سے نمایان ہے،

(۱) تمام سلطنتون مین اہل سیاست کا ایک گروہ ہوتا ہے جو انگلستان مین بھی موجود ہے، لیکن اسمین اور دوسرے اہل سیاست مین زمین و آسمان کا فرق پایا جاتا ہے، یہ ظاہر ہے کہ قومی نیابت کے عناصر قوم کے جذبات و خیالات کے ساتھ ساتھ متغیر ہوتے رہتے ہین اور جو فریق غالب ہوتا ہے اُسی کی راے مانی جاتی ہے، اسلئے اُسکی سخت ضرورت ہی کہ اہل سیاست کے انتخاب مین اس بات کا لحاظ رکھا جاے کہ وہ سوسائٹی کے کن کن طبقون سے منتخب ہورہے ہین؟ اور اُنکی تعداد مین کیا تناسب پایا جاتا ہے؟ چنانچہ انگریزون نے اسکا اتنا لحاظ رکھا اور ممبرون کی تعداد مین ایسا توازن قائم کیا ہے کہ اُن کا انتخاب بالکل انتخاب طبعی بنگیا ہے، بخلاف اسکے فرانس مین انتخاب بالکل غیر طبعی اصول پر ہوتا ہے جو ذیل کے نقشہ سے معلوم ہوسکتا ہے،

فرنچ پارلیمنٹ		انگلش پارلیمنٹ	
کاشتکار	۷۲	کاشتکار	۱۳۲
صناع	۴۱	صناع	۱۳۱
تجار	۲۲	تجار	۱۰۰
اہل ادب (ڈاکٹر، اڈیٹر، وکلا وغیرہ)	۲۷۰	اہل ادب	۱۰۷
فوج	۶	فوج	۶۶
عہدہ داران حکومت	۹۵	عہدہ داران حکومت	۴۷

[۵] سر التقدم الانگلیز صفحہ ۱۹۸-

انگریزی پارلیمنٹ کے اسی انتخاب طبعی کو دیکھکر موسیو ٹائن نے لکھا ہے کہ

"ہمکو انگریزی سلطنت کے استحکام پر تعجب ہوتا ہے لیکن اسمین تعجب کی کوئی بات نہین کیونکہ وہ ان زندہ عناصر کا جو تمام دنیا مین پہیلے ہوئے ہین ایک صحیح خلاصہ ہے[۱]"

(۲) اشتراکیت کا خیال سب سے پہلے جرمنی مین پیدا ہوا اور پھر فرانس، روس، اٹلی، ہالینڈ سوئٹزرلینڈ، بلجیم، پولینڈ، رومانیا، غرض یورپ کے تمام حصون مین پہیل گیا، لیکن جن ممالک مین سکسن عنصر غالب تہا وہان اس مذہب کو سخت ناکامی اُٹہانی پڑی، اسکی وجہ یہ ہے کہ تمدنی تغیرات وانقلابات کی حالت بالکل ایک بیج کی سی ہوتی ہے جو تمام دنیا مین یکسان طور پر نہین اُگتا، بلکہ اسکے لئے زمین کی قابلیت شرط ہوتی ہے، اس بنا پر چونکہ جرمنی کی سرزمین مین اشتراکیت کے برگ وبار پیدا کرنے کی زیادہ قابلیت موجود تھی اسلئے

"اشتراکیت کی فوج نے وہان ڈیرے ڈالدیئے اور فلسفیانہ حیثیت سے تربیت پائی[۲]"

لیکن جن ممالک مین اس بیج کے قبول کرنے کی قابلیت مفقود تھی انہون نے اپنے کو

"اشتراکیت کے عناصر سے پاک رکہا[۳]"

کیونکہ اس مذہب کا منشا یہ ہے کہ

"تمام اجتماعی مسائل کو قانون اور سلطنت کے ذریعہ سے حل کیا جاے اس طرح کہ سلطنت کو ریاست عامہ حاصل ہو، اور وہ رعایا کے تمام جذبات خیالات اور احساسات کا مرکز بنجائے[۴]"

اس بنا پر جن قومون کے نظام سیاست مین غلامی کی رُوح موجود تھی وہ فطرۃً اس مذہب کی طرف مائل ہوگئین، لیکن انگریز فطرۃً آزاد پیدا ہوتے ہین اسلئے

---

[۱] سر تقدم الانگلیز صفحہ ۲۳۲ [۲] صفحہ ۲۳۵ [۳] صفحہ ۲۵۱ [۴] صفحہ ۲۳۶،

"انکی طبیعت کسی جھنڈے کے پیچھے جمع ہونے یا کسی مشترک کام کے لئے شخصی آزادی کو کھو بیٹھنے سے ابا کرتی ہے[۱]"

اور اسلئے وہ اشتراکیت کی طرف مائل نہین ہوتے،

(۳) وطنیت کا خیال ہمیشہ سے تمام دنیا مین پایا جاتا ہے، لیکن اسکی نوعیت ہر زمانہ مین بدلتی رہتی ہے، آج دنیا مین تین قسم کی وطنیت پائی جاتی ہے۔ مذہبی وطنیت، جو عرب، ترک اور ترکمان وغیرہ مین موجود ہے، سیاسی وطنیت جو جرمن، فرانس، روس، اٹلی اور اسپین وغیرہ مین ہے اور شخصی وطنیت جو انگریزون مین پائی جاتی ہے، ان مین سے پہلی قسم صرف افریقہ اور دیگر وحشی ممالک تک محدود ہے، اور چونکہ متمدن دنیا پر اسکا کوئی اثر نہین پڑتا اسلئے ہم اسکا ذکر قلم انداز کرتے ہین، البتہ دوسری قسم تمام عالم پر چھائی ہوئی ہے اور افسوس ہے کہ

"اسکی روح اب تک مردہ نہین ہوئی، البتہ یہ وبا اب حد سے زیادہ ترقی کر گئی ہے اور اسکے چہرہ پر موت کے آثار نمایان ہوگئے ہین[۲]"

تاہم وہ

"اب صرف دقتی ذرائع اور بے حد غلو سے کام لیکر قائم رہ سکتی ہے، لیکن اس سے قوم پر بہت زیادہ بار پڑیگا، اور ہمارا خیال ہے کہ فرانس یا جرمنی اسی بار کے نیچے دب کر تباہ ہو جائینگے[۳]"

کیونکہ اسکا نتیجہ ہمیشہ تباہی اور بربادی کی صورت مین ظاہر ہوا ہے چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے معرکون مین اسی کی خون آشام تلوار چلی ہے، جس نے دفعۃً شیرازۂ امن کو بکھیر دیا اور نظام عالم کو تہ و بالا کر دیا ہے،

---

[۱] سرتقدم الانگلیز صفحہ ۲۴۹ [۲] صفحہ ۲۸۷ [۳] ایضاً

بخلاف اسکے انگریزون مین شخصی وطنیت موجود ہے جو قوم کے ایک ایک فرد کو سلطنت سے زیادہ عزیز رکھتی ہے، جو آزادی کو ہر چیز پر مقدم سمجھتی اور اپنے افراد کو حکومت کے ظلم وستم سے نجات دلاتی ہے، اس بنا پر انگریزون کا وطن خود ان کا گھر ہوتا ہے جسمین وہ آزادانہ زندگی بسر کرتے ہین، اسکا یہ اثر ہوتا ہے کہ

(۱) وہ ہر جگہ ہجرت کرکے جانے اور دنیا مین پھیلنے پر قادر ہو جاتے ہین،

(۲) انکی دولت مین اضافہ ہوتا ہے،

(۳) ان کا احساس اخلاقی ترقی کرتا ہے،

اور یہ تمام اوصاف ان مین اسی وطنیت کی بدولت پیدا ہوتے ہین، جو بالکل فطرتی چیز ہے اور جو قوم کو رعب وداب، جاہ وجلال، طبل وعلم، خدم وحشم، تیغ وخنجر، فوج وسپاہ، غرض "مسلح امن" کے تمام ہیبت ناک مظاہر سے بے نیاز کرکے اس قوت کے سامنے جھکا دیتی ہے جو وطن کی اصلی طاقت ہے، اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ انگریز دنیا کی سب سے بڑی سلطنت کے مالک ہونیکے باوجود بہت کم فوج رکھتے ہین، چنانچہ اڈورڈ ریگلاس نے اپنی کتاب تخطیط البلدان الجدید مین لکھا ہے کہ "دائمی طور پر جو فوجین سلطنتون کے پاس رہتی ہین اُن مین سب سے کم تعداد انگریزی فوج کی ہے، انگریزی سلطنت کی آبادی یورپ کی اور سلطنتون سے چارگنا زیادہ ہے لیکن بااین ہمہ اسکی فوج ایک لاکھ سے زائد نہین" اور یہ تعداد فرنچ، جرمن اور روسی فوج کی سدس، اسٹریا کی ربع، اور اٹلی کی ثلث فوج کے برابر ہے،

(باقی)

مترجمات

تشکیلات الاسلام

(۲)

اسلام کا کام جسطرح شوری پر مبنی ہے، اسی طرح نظام اسلام کی بنیاد اخوت پر ہے، اور اسکا باہمی نتیجہ اعانت و امداد ہے، اور اسی اخوت و مشاورت کے تحفظ مین جسکا نتیجہ باہمی اعانت و امداد ہے انسان کی سعادت کی تکمیل ہے، اور چونکہ انہی بنیادون کے چھوڑ دینے نے آج مسلمانون کو محکوم بنا دیا ہے، اور انکو ذلت اور ترک وطن پر مجبور کیا ہے اور انکو تمام اطراف مین محتاج ترین قوم کر دیا ہے، حالانکہ ظہور اسلام کے ساتھ ہی یہ بنیادین قائم ہو چکی تھین، اسلئے ان چھوڑی ہوئی بنیادون کی تجدید و احیار کے لئے تمام دنیا کے مسلمانون کے لئے بطور نمونہ و مثال کے ان تشکیلات کا پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے،[1]

---

[1] ان اسلامی بنیادون کے چھوڑ دینے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اندلس کے ملک مین کسی مسلمان کا وجود باقی نہین رہا، اسی طرح ہنگریا کے مسلمانون نے ان تشکیلات کا لحاظ نہین رکھا، اسلئے وہ رفتہ رفتہ عیسائی ہوگئے یہانتک کہ آج وہان کوئی مسلمان نہین پایا جاتا، اور بلغارستان کے اکثر مسلمانون نے ہجرت کرلی، اور باقی لوگ جنکو ان تشکیلات سے واقفیت نہ تھی اسی طرح ایک عیسائی حکومت بنگئے، اور عنقریب وہ زمانہ آنیوالا ہے جب وہان روس کی دستوری حکومت ہوگی اور اسوقت جن روسی مسلمانون نے ہجرت نہین کی ہے وہ اپنے حقوق کی محافظت کرینگے اور اپنی توقعات حاصل کرینگے، یہ ایک یقینی بات ہے اور وہ صرف اسلئے کہ وہ لوگ اسی طریقہ سے اپنا نظام قائم کرینگے اور اسکو زمانہ کی ضرورتون کے موافق بنالین گے،

(۱) ان تشکیلات اسلامیہ کے ذریعہ سے تمام دنیا کے لئے ایک سیدھا راستہ بنایا گیا ہی جس سے تمام امیدین اور تمام مقاصد پورے ہو سکتے ہین، اسکے ذریعہ سے مسلمانون کے باہمی تعارف، باہمی اخوت، باہمی اعانت و امداد، اور اعتصام بحبل اللہ اور اجماع امت کے دوام کا تحفظ کیا جا سکتا ہے، اور اسکے ذریعہ سے ہر طریقہ سے انکی ترقی اور انکا اتحاد ہو سکتا ہے، اور امت اسلامیہ کے تمام ارباب حل وعقد کے ساتھ انکو اس راستہ پر چلایا جا سکتا ہے، تاکہ وہ انکی کوششون سے فائدہ اُٹھا ئین، بالخصوص اسکے ذریعہ سے سعادت انسانی اور مذہب اسلام کی حفاظت ہو سکتی ہے،

تشکیلات

(۲) اسلام کی تشکیلات کسی خاص فرقہ یا جماعت کی تشکیلات کے مماثل نہین ہین بلکہ قدرتی طور پر مسلمانون کا ہر فرد اسمین داخل ہے، مثلاً اگر کسی مسلمان کی کوئی ایسی حالت نہ دیکھی جائے جو کفر کی موجب ہو، یا اسمین اور دوسری برائیون سے قطع نظر کرکے اگر ایک بات بھی ایسی پائی جائے جو ایمان پر دلالت کرے تو اسکو کافر نہین کہا جا سکتا، کیونکہ یہ ایک دینی اصول ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہین کیجا سکتی، اور اس بنا پر وہ شخص ان تشکیلات سے خارج نہین کیا جا سکتا[۱]، کیونکہ تمام مسلمان بھائی بھائی ہین، اور ان مین باہم کوئی فرق نہین ہی کیونکہ انکے مباحثات نفسانی اور خود غرضانہ نہین ہین، بلکہ خالصتہً لوجہ اللہ ہین، اسلئے مسلمان تفرقہ سے سختی کے ساتھ روکے گئے ہین، اور مسلمانون کی عام جماعت پر یہ لازم ہے کہ وہ ان نجاوبز اور قرار دادون کے آگے سر جھکائے، اور اولوالامر سے مراد جماعت انتظامیہ ہے

[۱] یعنی جو شخص کلمۂ توحید کا جو اسلام کی متعدد کینوالی کری ہی قائل ہو وہ ان تشکیلات مین داخل ہی اسلئے اختلاف مذہب، اختلاف طریقہ، اختلاف قومیت، اختلاف نسل اور اختلاف زبان کا لحاظ نہین کیا جائیگا،

جسکی انتہا خلیفہ پر ہوتی ہے، اسلئے مسلمانون کا فرض ہے کہ جماعت انتظامی اور خلیفہ کی اطاعت کرے، اور اسلام اسی طرح متحد اور ایک جماعت بن سکتا ہے،

اسلام کے مجالس شوریٰ پانچ ہین

(۳) محلہ کا مشورہ گاہ، جمعہ کا مشورہ گاہ، مصلا کا مشورہ گاہ، کعبہ کا مشورہ گاہ، آخرالذکر موقع اجتماع عمومی کا مقام ہے،

(۴) محلہ کی مسجد، اور جو محلہ کی جمعہ مسجد بھی ہے، اور وہ ان مسلمانون کی جو عاقل ہین بالغ ہین، اور اس محلہ مین قیام رکھتے ہین، اور اس مسجد مین ہمیشہ آتے رہتے ہین عبادتگاہ اور مشورہ گاہ ہے،

(۵) جمعہ مسجد، اور وہ ان مسلمانون کی اجتماع گاہ ہے جو ان محلون، ان دیہاتون مین رہتے ہین جو اس مسجد کے حلقے مین ہین، اور وہ عبادت گاہ بھی ہے، مشورہ گاہ بھی ہے اور باہم سوال وجواب کی جگہ بھی ہے،

(۶) عیدگاہ، یعنی سب سے بڑی مسجد، اور وہ جامع مسجد کے حلقہ کے مسلمانون کی عبادتگاہ اور مشورہ گاہ ہے۔

(۷) مصلیٰ، یعنی نماز کی جگہ اور وہ ان شہرون کے مسلمانون کی عبادت گاہ، مشورہ گاہ، اور سوال وجواب کی جگہ ہے جنکی گنجائش جامع مسجد مین نہین ہے، اور وہ لوگ غیر معمولی حالات کی بنا پر اجتماع کا ارادہ رکھتے ہین، اور ان تینون مقامات مین مشورہ کا حق صرف ممبرون کو ہے، جماعت کو مشورہ کا حق حاصل نہین،

(۸) لیکن مسلمانون کے اجتماع عمومی کا مقام عرفات ہے، اور وہ مسلمانون کا سب سے بڑا اجتماع گاہ ہے جو اسلام کی عظمت پر دلالت کرتا ہے، اسکے ذریعہ سے مسلمانون مین

تعارف اور اخوت اور باہمی اعانت و امداد کا سلسلہ قائم ہوتا ہے اور اسی کے ذریعہ سے وہ دنیا پر یہ ظاہر کرتے ہین کہ وہ ایک متحد جماعت ہین،

(۹) دنیا مین جسطرح خانہ کعبہ مسلمانون کی سب سے بڑی عبادت گاہ ہے، اسی طرح عرفات بھی ان کا سب سے بڑا اجتماع گاہ ہے،

(۱۰) ان تشکیلات کی تنظیم، قبائل، عشائر، اور ان اقوام کے لحاظ سے ہونی چاہیئے جو ممالک اسلامیہ مین موجود ہین اور افریقہ اور ایشیا مین رہتی ہین، لیکن انکے لئے شہر اور مقامات نہین ہین،

(۱۱) عیدگاہ اور جامع مسجد کی تعیین و انتخاب محلہ کی مسجدون کی جماعت انتظامیہ کے مشورے اور اطلاع سے ہونی چاہیئے اور اسی طرح مصلی کی بھی،[1]

---

[1] اور اگر کوئی بہت بڑا اسلامی شہر موجود ہو جیسا کہ استنبول ہے، تو اسکے حلقون کی تقسیم عیدگاہون پر ہونی چاہیئے، اور چونکہ ہر محلہ مین ایک مسجد کا وجود دین کے لوازمات مین ہے اسی طرح ہر شہر مین ایک جامع مسجد کا وجود بھی ضروری ہے تاکہ اس شہر کے لوگ اسمین خطبہ سنین، (اور اگر ایک شہر مین دو جمعہ مسجدین ہون، تو علماے اسلام کے درمیان ان مین جواز نماز کا مسئلہ مختلف فیہ ہے) اسکے علاوہ اکثر شہرون مین بڑی بڑی جامع مسجدین ہین، جنمین بوقت ضرورت (واجبہ) کے، اس شہر کے عقلا اور بالغ جمع ہوتے ہین، عبادت کرتے ہین، مشورہ کرتے ہین، اسی طرح مصلا کا وجود بھی ہے، جسمین بوقت ضرورت شہر کے تمام لوگون کا اجتماع بھی ہو سکتا ہے، اور اسمین چھوٹے بڑے تمام لوگ جمع ہوتے ہین، اور ہمارے زمانہ مین یورپ کی زبان مین اس اجتماع کا نام "میٹنگ" ہے لیکن اہل استبداد نے اس غرض سے کہ مسلمانون کی عام جماعت کی طرف سے جو مشورہ اور ادراہ افہام و تفہیم کیا جاتا ہی اسکا سلسلہ توڑ دیا جاے اور کسی جامع کبیر مین اُنکا اجتماع نہو، ہر چھوٹی مسجد مین ایک ممبر رکھوا دیا اور یہ مسلمانون کے عدم اتحاد کا ایک حیلہ بھی بن گیا۔

(۱۲) وہ تجویزین جو اوقات خمسہ کے مشورہ سے مسلمانون اور موجودہ جماعت کی طرف سے قرار دیگئی ہین، وہ اس حلقہ کے دار الشوریٰ کی مجلس انتظامیہ کے سامنے پیش کرنی چاہیئے۔

(۱۳) مشورہ گاہین بمنزلہ قانون ساز قوت کے ہین جیساکہ انتظامی جماعتین بمنزلہ قوت نافذہ کے ہین،

(۱۴) جماعت انتظامیہ کی بعض تجویزین بشرط ضرورت جمعہ کے خطبہ مین بیان کرنا چاہیئے اوراس طرح مسلمانون کی جماعت کی طرف سے ڈیلیگیٹ مقرر کیئے جاسکتے ہین، اور وہ اجازت لیکران تجاویز کی توضیح کراسکتے ہین،

(۱۵) ان مشورہ گاہون کے افراد ممبر تمام دنیا کے مسلمان ہین، لیکن ہر دار الشوریٰ مین صرف مقیم اور وہان کے باشندے اصحاب الرائے ہونگے، مسافر مسلمان صرف بحث مین حصہ لے سکتے ہین، لیکن انکی رائے نہین لیجاسکتی، اس بنا پر ہر مقیم مسلمان کے لئے یہ لازمی ہے کہ محلہ کی مسجد کے رجسٹر مین اسکا نام درج ہو، اسی طرح مسافر بھی جس محلہ کی مسجد مین مقیم ہو اسکا نام اسکے رجسٹر مین درج ہونا چاہیئے، یہانتک کہ اگر وہ قیام کی نیت کرلے تو اسکا نام مقیمین کے رجسٹر مین منتقل ہوجانا چاہیئے،

محلون کے مشورے اور اُنکے فرائض واعمال

(۱۶) محلہ کے مشورے کا انتظام ایک جماعت کے ذریعہ سے ہونا چاہیئے، جو ایک صدر، ایک محرر، اور ایک خزانچی، اور دو ممبرون سے جنکا انتخاب ان مسلمانون کی طرف سے ہو جو اس محلہ مین مقیم ہین مرکب ہو، اور اس جماعت کے نصف کا نیا انتخاب ایک سال سے دوسرے سال کے لئے ہو، اور اگر وہ جماعت ٹوٹ جائے تو فوری انتخاب کے ذریعہ سے اسکو پورا کرلینا چاہیئے، اور انتخاب مقامی ضرورت کے اصول پر ہونا چاہیئے، خزانچی کو

ہر حال مین ذمہ دار مکفلاً ہونا چاہیئے، اور اگر تنخواہ دار ہو تو کوئی ہرج نہین،
(۱۷) اور محلہ کے مشورہ گاہ کا فرض یہ ہے کہ تحریری یا زبانی طور پر مسلمانون کی جماعت کے افراد سے خبرین حاصل کرے، اور اُن پر تجویزین قرار دے، تحف و ہدایا اور دوسرے مدون کو رسید دیکر قبول کرے، ابتدائی تعلیم کی حمایت کرے، مکاتب کہولے، اور حرفت، صنعت، تجارت اور زراعت کی تعلیم دے، اور ضروری ذرائع سے اخلاق اور آداب اسلامیہ کی اشاعت اور اُنکی حفاظت کرے، محلہ کے یتیمون اور اپاہجون کی اعانت و امداد اور اُنکی نگرانی کرے، اور خاندانون اور پڑوسیون مین اگر جھگڑا فساد ہو تو اسکی اصلاح کرے،
(۱۸) مسلمانون پر کوئی ٹیکس نہین لگانا چاہیئے، بلکہ اُن سے صرف نقدی، اور عام چیزین اور جائداد اور زمین، اعانت، ہبہ، ہدیہ، احسان، وصیت اور وقف کی صورت مین اور مناسب طریقون سے قبول کرنا چاہیئے، اور اس لحاظ سے محلہ کی آمدنی کے اضافہ کے لئے مناسب تدبیرین سوچنی چاہئین،
(۱۹) وقف اور وصیت کے مسائل جنکا تعلق جائداد اور خراجی زمینون سے ہے اُنکو عیدگاہ کی جماعت کی طرف رجوع کر دینا چاہیئے تاکہ وہی لوگ اُسکو قبول کرین،
(۲۰) تعلیم، حاجیون، یتیمون اور اپاہجون کی اعانت کے لئے اگر ممکن ہو تو رسید بہیان چھپوالینی چاہئین، اور اُن پر جماعت انتظامیہ کی مہر لگا دینی چاہئین، اور اُنکو خزانچی کو سپرد کر دینا چاہیئے،

جمعہ کا مشورہ

(۲۱) جمعہ کے مشورہ کی تشکیل محلہ کے مشورہ گاہون کے اُن ممبرون کے ذریعہ سے ہونی چاہیئے جنکا انتخاب شہر کے محلہ کی مشورہ گاہون کی جماعت انتظامی کی طرف سے ہو،

اور ہر جمعرات کے دن ان لوگون کو جمعہ مسجد مین جمع ہوکر ہفتہ کے کامون اور ہفتہ کے حالات پر بحث کرنی چاہیئے، پھر ان تمام تجاویز کو لکھ لینا چاہیئے، اور ان تجاویز کی یادداشتون کو اس خطیب کے ساتھ جسکو اُنھون نے انتخاب کیا ہی شوراے عید مین بھیجدینا چاہیئے[1]۔

(۲۲) اور دور کے محلے اور قبیلے اپنا ممبران لوگون کو منتخب کرسکتے ہین جو جامع مسجد کے قرب وجوار مین رہتے ہون، لیکن اُنکو بذریعہ خط کے یا زبانی بذریعہ قاصد کے اپنے محلہ کی ہفتہ وار خبرین اُنکے پاس بھیجتے رہنا چاہیئین۔

شوراے عید

(۲۳) محلہ کے مشورہ گاہون کی طرح شوراے عید کی جماعت انتظامیہ کو بھی سات ممبرون سے مرکب ہونا چاہیئے،

(۲۴) اور شوراے عید کی جماعت منتظمہ کو ان خطبار کے ساتھ جو جامع مسجدون کی طرف سے منتخب ہوئے ہین، ہر جمعرات کے دن عیدگاہ یا مصلی مین جمع ہوکر مشورہ کرنا چاہیئے اور محلہ کے شورار کی یادداشت کے مطابق ایک خطبہ تیار کرکے تمام خطبار مین تقسیم کرنا چاہیئے،

[1] چونکہ اسلام مین کوئی روحانی پیشوا مقرر نہین ہوتا، اسلئے ہر اجتماع مین امام یا خطیب کا نیا انتخاب ہونا چاہیئے، اور اسطرح خطیب یا امام کا انتخاب جسطرح اسلام مین بہت سی ذی اقتدار ہستیون کے وجود کا سبب ہوگا، اسی طرح ہر مسلمان مین امامت اور خطابت کے ظہور کا بھی موجب ہوگا، ....

انکے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ جو خطبا اور ائمہ موجود ہین، ان کا انتخاب خود انہی پر چھوڑدیا جائے،

اور حالت یہ ہے کہ موجودہ ائمہ اپنے آپکو تمام مسلمانون سے ممتاز نہین سمجھتے یہانتک کہ اگر جماعت مین کوئی مسلمان ان سے زیادہ عالم اور زیادہ قاری ہو تو وہ لوگ خود اُسکو ترجیح دیتے ہین اور اسکو آگے کرتے ہین، اس بنا پر روحانی پیشواؤن کا کوئی خاص گروہ اسلام مین موجود نہین ہے۔

تاکہ وہ جمعہ کے دن اسکو پڑہین،

اور اس بات کا اہتمام کرنا چاہیئے کہ خطبہ اجتماعی حیثیت بھی رکھتا ہو، اور بعض ان تشویقات و ترغیبات پر مشتمل ہو جو مسلمانون کو تمدن اور اسکے ضروریات کی طرف مایل کرین، اسکے ساتھ ماحول، اور عمومی اور خصوصی حالات کے موافق ہو، اور لوگون کی سمجھ انکی قوت علمی، اور انکی عام قابلیت کا خطبہ کی ترتیب مین لحاظ رکہا جائے،

(۲۵) شوراے عید کی عام جماعت مع اسکی انتظامی جماعت کے جو شوراے محلہ کی انتظامی جماعتون سے مرکب ہو گی، سال کے ایک مہینہ یعنی رمضان شریف مین مجتمع ہو گی، اور اس موقع پر اس سال کے تمام جد و جہد پر نظر ڈالیگی، اور اُسی کے مطابق ایک یادداشت مرتب کریگی جو شوراے عید کی طرف سے حج کے ممبر کے ساتھ شورای عرفات کے سامنے پیش کیجائیگی۔

(۲۶) اور یہ ضروری ہے کہ حج کا ممبر عیدگاہ کے اطراف کے لوگون طرف سے شوراے عید کی جماعت منتظمہ کے مطابق منتخب ہو، اور اسکا علم، اسکا ورع و تقویٰ، اور اسکا اقتدار و اثر معلوم ہو، اور وہ بیدار مغز بھی ہو، اور ہر شوراے عید جیسا کہ ایک ممبر بھیج سکتی ہے اُسی طرح متعدد شوراے عید اپنے دستور العمل کو ایک کر سکتے ہین، اور دو یا دو سے زیادہ ممبر بھیج سکتے ہین، اسی طرح دیہاتون اور شہرون کے باشندے بھی مل کر یا علحدہ علحدہ ایک یا دو ممبر بھیج سکتے ہین[۱]

(۲۷) اور شوراے عید ہی، عید کی جماعت انتظامیہ کا انتخاب کر سکتا ہے، لیکن ہر سال

[۱] چونکہ ہر مسلمان پر حج انفراداً فرض ہے، اصلی افراد اسلامیہ اصالۃً حج کرینگے، اور اگر کوئی شخص ایسا ہو جو یہ کہے کہ حج کا ممبر میرا قائم مقام ہے اور مین اسکو ممبری کا خرچ دیتا ہون تو یہ قبول کر لیا جائیگا کیونکہ حج مین وکالت اور قائم مقامی جائز ہے۔

نصف پرانے ممبر باقی رہین گے، اور یہ جماعت جسطرح محلہ کے شوریٰ عرفات کے شوریٰ اور اجماع امت یعنی مرکز عمومی، اور تمام عالم اسلامی کے درمیان واقفیت و اطلاع کا ذریعہ ہے، اسی طرح وہ اوقاف کی بھی نگرانی کریگی، ضروری فنون، اور بلند علوم کے حاصل کرنے کی ضروری تدبیرین کریگی، شفاخانے، بیمارخانے، یتیم خانے، اور زچہ خانے بنائیگی، اور صنعتی مکانات تیار کریگی اور تمام خیرات و صدقات کا انتظام کریگی، اوران تمام چیزون مین محلہ کے شورار سے معلومات حاصل کریگی اور انکی اعانت چاہیگی،

(۲۸) شوراے عید کی انتظامی جماعت ہر جمعرات کے دن جمع ہوگی،

(۲۹) شوراے عید کی انتظامی جماعت کا یہ فرض ہوگا کہ کمپنیون کے قائم کرنے انکو وسعت دینے، اور مسلمانون کے درمیان اقتصادی صندوقچیون کے بنانے اور عالم اسلامی مین ایک عام بنک قائم کرنے کی تدبیرون پر غور کرے، اور اس طریقہ سے مسلمانون کی صنعت اور تجارت کو مدد ملتی رہے، اور مسلمان غیرمسلم تاجرون، معاملہ دارون اور قومی مخصوص تجارت رکہنے والون کے ضرر سے بچین۔

شوراء المصلیٰ (جاے نماز)

(۳۰) شورار المصلیٰ کا انعقاد غیرمعمولی حالت کے لئے ہوگا، یعنی شوراے عید کے خدمات کی نگرانی کریگی جسکے معنی یہ ہین کہ وہ ان خدمات کے معائنہ کی غرض سے عیدگاہ مین جائیگی۔

شوراے عرفات اور کعبہ

(۳۱) شوراے عرفات شوراے عید کے ممبرون سے مرکب ہوگا اور وہ قوم کا سب سے بڑا شورار ہوگا

(۳۲) عرفات مین جو ممبر موجود ہونگے شوراے عرفات اپنی انتظامی جماعت کے لئے انہین مین سے ممبرون کا انتخاب کریگا، یعنی چالیس مین سے ایک کا مثلاً، اور یہ جماعت

انتظامی شورائے عرفات کی تجاویز کو عربی مین خطبہ کی صورت مین لکھیگی، اور اسکی نقل تمام موجودہ حاجیون اور ممبرون مین تقسیم کریگی، اور جو خطبہ عرفات مین پڑھا جائیگا وہ اسی یادداشت کا خلاصہ ہوگا،

(۳۳) اور جس جماعت انتظامیہ کو شورائے عرفات نے منتخب کیا ہے اور جسکو تمام امت کی جماعت انتظامیہ کہنا چاہیئے، وہ حج کے بعد فوراً مقام خلافت مین جائیگی اور وہان ایک اجتماع کرکے حسب ضروریات زمانہ مسائل شرعیہ کی تنظیم وتدوین کریگی تاکہ اسلام اور عالم اسلام کو ضروری استقامت حاصل ہو، اور وکیل خلیفہ یعنی شیخ الاسلام کے سامنے پہلے اسکو پیش کرکے اور انکی راے اور تصدیق کو شامل کرکے وہ لوگ مشیخت اسلامیہ کے ذریعہ سے انکو خلیفہ کے سامنے پیش کرینگے۔

(۳۴) جن مسائل شرعیہ کی تدوین وتنظیم اجماع امت نے کی ہے، وہ مسائل مجتہد فیہ ہین اور مسائل مجتہد فیہ مین سے خلیفہ جسکا حکم دیدے یا جسپر عمل کرے اسکی تعمیل تمام مسلمانون پر واجب ہوجائیگی۔

(۳۵) اور جن احکام شرعیہ کو خلیفہ نے عام اجماع امت کی انتظامی جماعت کی طرف سے قبول کرلیا ہے، وہ عربی مین چھاپے جائین گے، اور ایک ایک ممبر کو دیئے جائین گے اسی طرح وہ عیدگاہون کی انتظامی جماعت کی طرف جنکے ممبرون کے نام عرفات کے ممبرون مین لکھے گئے ہین بھیجے جائین گے، اسی طرح اگر عیدگاہون کی انتظامی جماعت انکو طلب کریگی تو انکی پاس بھی بھیجے جائین گے،

(۳۶) اور اس شرعی قانون کا شورائے عید کی انتظامی جماعت کی طرف سے مقامی زبان مین ترجمہ کیا جائیگا اور تمام محلون کے شوراؤن اور عام مسلمانون مین تقسیم کیا جائیگا۔

(۳۷) اور اجماع امت کی جو جماعت سالانہ آتی ہے وہ مذہب کی بنیاد کے استحکام مصلحت عامہ اور ضروریات زمانہ کی تطبیق کے لئے ان مسائل کی تعدیل و تصحیح کرسکتی ہے، اور ہر سال معمول بہا مسائل ایک ایک کرکے چھاپکر تقسیم کرنے چاہئین، اور منسوخ شدہ مسائل کی طرف حاشیہ مین اشارہ کردینا چاہیئے، اور اسطرح یہ احکام زمانہ کے تغیرات کے ساتھ بدلتے رہین گے،

(۳۸) اور چونکہ امت کا یہ اجماع تشکیلات اسلامیہ کا مرکز، اور تمام عالم اسلامی کا مرجع ہے، اسلئے اسکو ہمیشہ دارالخلافت مین موجود رہنا چاہیئے۔

(۳۹) اور اس اجتماع مین جو عید الفطر کے موقع پر غیر معمولی طور پر ہوگا، اس اجماع کے نصف ممبرون کو الگ کرکے مرکز خلافت مین رکھنا چاہیئے،

(۴۰) اور ہر شورا مین وہ رجسٹر استعمال کرنے چاہئین جنکی ضرورت ہو۔

(۴۱) ان رجسٹرون مین جنکا وجود محلہ کے شورائے ضروری ہین ایک رجسٹر ایسا ہوگا جسکے ایک ایک صفحہ مین محلہ کے ہر مسلمان کا نام ہوگا، اس صفحہ مین ایک مسلمان بھائی اپنے دوسرے مسلمان بھائی کا نام، اسکی شہرت، اسکی صنعت، اسکا درجۂ علمی، اسکی دولت، اسکی وجہ معاش لکھے گا، اور یہ لکھا جائیگا کہ وہ کس علم اور صنعت مین ماہر و کامل ہے، اور اگر اسکے بعد اسکے حالات مین تبدیلی ہوگی تو جو جدول اس غرض سے بنائی گئی ہے اسمین اسکو درج کرلیا جائیگا۔

(۴۲) اور اسی طرح شورائے عید مین بھی ایسے رجسٹرون کا رکھنا ضروری ہے، جن سے یہ ثابت ہو کہ انکے متعلقہ محلون مین عام قوت کا کیا حال ہے،

(۴۳) تحریری اور حسابی معاملات کے لئے بھی رجسٹرون کا استعمال ضروری ہے، اور رسید بہیان، اور روپیون کے لئے صندوقچے اور پٹاریان، اور لکھنے پڑھنے کے تمام سامان اور

فرش وغیرہ بھی حسب ضرورت لازمی ہین،

(۴۴) ہر شوراے عید کا فرض ہے کہ تمام مردون اور عورتون کے نام چار خانون بین لکھے، اور اسکو اس یادداشت مین شامل کردے جو عرفات مین بھیجنے کے لئے ممبر کو دیجاتی ہے، یعنی ان تمام مردون اور عورتون کے نام لکھے جو ۱۵ برس سے زائد سن کے ہین، اسی طرح ان مردون اور عورتون کے نام بھی جو ۱۵ برس کے سن کو نہین پہنچے ہین تاکہ شوراے عرفات مین عام طور پر افراد اسلامیہ کی قوت کا اظہار ہو، اور مردم شماری کے گھٹنے بڑھنے پر بحث کیجا سکے، اور اسکے اسباب کی جستجو کی جاے، اور جو طریقے اسکے موافق ہون اُن پر غور و فکر کی جائے،

(۴۵) اور ہر شوراے عید کی آمدنی و خرچ کی جمع عرفات مین بھیجی جائے۔

(۴۶) اور ہر مسلمان کو ہر شوراء کے حساب اور اسکے معاملات کی جانچ کا حق حاصل ہو،

(۴۷) اور محلہ کے شوراء کو ہر زمانہ مین یہ حق حاصل ہو کہ وہ عید اور محلہ کے شوراء کے معاملات و حسابات کی جانچ کر سکے،

(۴۸) اور محلہ کی مسجد کے تین اشخاص کو دعوی اور نکتہ چینی کا حق حاصل ہو تاکہ وہ محلہ کے شوراء کی بدمعاملگی ثابت کر سکے اور انکی ضمانت لے سکے اور شوراے عید کی بدمعاملگی اور ضمانت کے لئے دعوی اور نکتہ چینی کا حق کم از کم تین محلون کے سات آدمیون کو حاصل ہوگا۔

اور دعوی ایک ایسی فیصلہ کن جماعت کے سامنے پیش ہوگا جو پانچ اشخاص سے مرکب ہوگی، اور اسکا انتخاب ایک ایسی جماعت کریگی جسکے ممبر مدعا علیہ شوراء کے سوا اور محلون کے شوراؤن کی طرف سے منتخب ہونگے، اور اس کام کے لئے وہ جامع مسجد مین جمع ہونگے،

(۴۹) اور شوراے عرفات کے مصارف ممبرون کو بطور تاوان کے دینا ہونگے، اور عام

اجماع امت کی جماعت انتظامی، اور طباعت وتقسیم کے مصارف دار الخلافت مین شورائے عید متعین کریگی،

(۵۰) جو مفتی حکومت اسلامیہ یعنی دار الاسلام مین موجود ہونگے، اُنکو عام مسلمانون سے کوئی امتیاز نہوگا، لیکن شورائے عید کی جماعت انتظامیہ کی صورت غیر حکومت مین یہ ہوگی کہ جو شخص اسکا رئیس ہوگا وہی فتویٰ بھی دیگا، اور اسی طرح مسلمانون کے معاملات کا اجرا بھی اسی مفتی کے ذریعہ سے ہوگا، لیکن یہ ضرور ہے کہ عید کے انتظامی جماعت کی تجویز بھی شامل کر لی جائے،

خاتمہ

عالم اسلام کی مذہبی اور مرتب تشکیل صرف اجماع امت سے ہوسکتی ہے، اور اجماع امت کی مذہبی تشکیل صرف ان چیزون سے ہوسکتی ہے جن پر اسلام کی بنیاد ہے، (مثلاً نقشہ تجاویز) اسلئے فوری طور پر عالم اسلام کو ایک اجتماعی زندگی مین داخل ہونے اور سرعت کے ساتھ اجماع امت کی تشکیل کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس نقشہ پر ہر جگہ عمل شروع کیا جائے کیونکہ قانون کتنا ہی غیر مرتب ہو لیکن اگر اُسپر عمل کیا جائے تو اس سے ضرور فائدہ ہوگا، اور ان تشکیلات کو عمل مین لانا بہت آسان ہے، کیونکہ وہ قدیم زمانہ سے موجود ہین، جن پر ائمہ اور محلہ کے مختارون (چودہریون) اور مساجد کا وجود دلالت کرتا ہے کیونکہ یہ چیزین لازمی طور پر انہی تشکیلات کی باقیات الصالحات ہین،

اب اگر یہ مذکورہ جماعتہائے انتظامیہ اپنے معاملات کو ان قالب مین ڈھال لین تو وہ مستقل اولوالامر ہوجائینگی، اور جب یہ جماعتین صورت پذیر، اور باہم پیوستہ ہوجائینگی تو مقصد حاصل ہوجائیگا، کیونکہ اس زندگی کی جڑ اور اس قوت کی بنیاد محلہ کی مسجدون ہی مین ہے،

اور جمعہ اور عید کے شورا مین اگر محلہ کی مسجد مین اولوالامر کا انتخاب کرلین تو ہفتہ وار خطبون کی ترتیب وتنظیم کی ابتدا ہوجائیگی،

اور اس طرح ایک شہر کے مسلمانون کی تجسیم وتکوین ہوجائیگی، جسکے معنی یہ ہین کہ اسلامی کی زندگی کا ایک مجرہ تیار ہوگیا۔

اور اگر اس قسم کے بہت سے حجرے تیار ہوگئے، اور انھون نے اپنے ممبر منتخب کرکے عرفات مین بھیجدیے، اور ان لوگون نے بھی اجماع امت کی جماعت انتظامی کا انتخاب کرلیا تو اتحاد اسلامی وجود مین آگیا، اور اسلام ایک خلیفہ کی ماتحتی مین آگیا، اور اسوقت یہ بھید کھل جائیگا کہ اسلام غالب تو ہوتا ہے لیکن مغلوب نہین۔

ذیل

مسلمانون کو بغور موجودہ قومون، اور اُنکے مکاتب اور شفاخانون کو دیکھنا چاہیئے، اور اُنکی زندگی، اُنکے علوم وفنون اور صنعت وحرفت کی ترقی، اور انکی دولتمندی کی حالت اور انکی اجتماعی زندگی، اور انکے خیالات وافکار بالخصوص مکاتب اور دوسرے خیراتی کامون کے متعلق تفحص کرنا چاہیئے، یہ تمام چیزین انکی جماعت بندی، انکی گرجون کی پائداری، اُنکی مذہبی اور بالخصوص جدید غیر مذہبی دنیاوی مجالس کے منتخب شدہ اولوالامر کی اطاعت کی تشکیلات ہین، حالانکہ اسلام کی یہ تشکیلات اوّل سے آخر تک قدیم ہین، مذہبی ہین، مرتب ہین، تو اے عقل والو! انکو دیکھو، اور عبرت حاصل کرو، اور اے آنکھ والو ہوشیار رہو۔

تنبیہ اور توقع

تمام غور وفکر کرنے والون کا فرض ہے کہ ہر مقام اور ہر شہر مین ایک قوم یعنی ایک جماعت غافلون کی بیداری کے لئے تیار کرین، اور وہ اپنے ممبرون کو اجماع امت کی بنیاد قائم

کرنے کے لئے جیسا کہ اس رسالہ مین مذکور ہے تمام اطراف مین پہیلا دین،

اسی غرض سے دارالخلافت مین اگر خدا نے چاہا تو ایک جمعیت ارشاد کے قائم کرنے کا خیال ہے،

اجماع امت کی بنیاد قائم کرنے کے دو طریقے ہین، ایک فرد سے شروع ہوتا ہے اور دوسرا جماعت سے، پہلا طریقہ اصلی بنیاد ہے، لیکن اسکی ابتدا، دیر طلب ہے، اور اسکی انتہا و ابتدا زیادہ مستحکم ہے کیونکہ اسکی ابتدا، محلہ کی مساجد کی طرف سے ہوتی ہے اور وہ اجماع امت پر ختم ہوتی ہے، اور دوسرے کی ابتدا اسطرح ہوتی ہے کہ شہر کی جماعتین عیدگاہ کے ممبر منتخب کرین اور اُنکو عرفات مین بہیجین، اور یہ طریقہ انتخاب کے لحاظ سے بہت جلدی صورت پذیر ہوتا ہے،

اب یہ غور و فکر کرنے والون کا کام ہے کہ جہانتک ممکن ہو ان دونون طریقون سے یا حسب ضرورتِ وقت و مقام و زمانہ صرف ایک سے کام لین،

اور جب عرفات مین شہرون کے ممبر جمع ہوجائین اور اجماع امت کا جو اسلام کا مرکز عمومی ہے انتخاب کرلین تو مقصد یعنی اتحاد اسلامی مع اپنے نتائج، اور اپنے لوازم کے حاصل ہوجائیگا۔

مذہب و عقلیات

ازجناب مولوی عبدالباری صاحب ندوی

یہ وہی رسالہ ہے جسکا ایک نمبر گذشتہ سال کے معارف مین شایع ہوا تہا، یہ درحقیقت مذہب و عقلیات کے موضوع پر ایک لبیط خطبہ ہے جسمین نہایت خوبی سے یہ دکہلایا گیا ہے کہ مذہب اور عقلیات مین باہمی تصادم ناممکن ہے اور حکماے یورپ کے اقوال و تصریحات اور فلسفیانہ دلائل سے اس نکتہ کو

تلخیص و تبصرہ

اسپینی زبان مین عربی زبان کے آثار

"تونس کے علمی رسالہ الفجر مین، اس عنوان پر ایک مضمون شایع ہوا ہے، جسکا خلاصہ حسب ذیل ہے:"

اسپین نہایت قدیم ملک ہے، اور اسپر ایشیا کی مختلف قومین قابض رہی ہین، اسلئے ان قومون کی زبانون نے اسپین کی زبان پر نہایت شدت کے ساتھ اثر ڈالا ہے،

اسپین کے قدیم باشندے ابیر تھے جنکی قومیت کا کچھ پتہ نہین، انکے بعد فینقی قابض ہوئے اور یہ پہلا دن تھا جبمین سرزمین اسپین مین عربی زبان کا سنگ بنیاد رکھا گیا، کیونکہ فینقی، عربی اور عبرانی سب ایک ہی اصل کی فرعین ہین،

فینقیون کے بعد رومن قوم کا دور آیا جسکی زبان رومانی تھی، لیکن جب اس قوم نے نصرانی مذہب اختیار کیا تو لاطینی زبان جو عیسائیون کی مقدس زبان سمجھی جاتی تھی اسپین مین پھیل گئی، سنہ ۵ء مین افریقہ سے بربر قوم اٹھی اور اسپین کے چپہ چپہ پر چھا گئی، اسکی زبان افریقہ کی وحشی زبان تھی، لیکن یورپ اس زمانہ مین آجکل کا "متمدن" یورپ نہ تھا، اس لئے اس نے نہایت بیتابی کے ساتھ بربری زبان کا خیر مقدم کیا، اور اسکو دفاتر شاہی مین جگہ دی۔

بربر کے بعد گاتھ حملہ آور ہوے لیکن چونکہ وہ عیسائی مذہب اختیار کر چکے تھے، اسلئے لاطینی اور رومن دونون زبانین بدستور رائج رہین،

گاتھون پر پہلی صدی ہجری مین عربون نے حملہ کیا اور آٹھ سو برس تک اسپین پر قابض

رہے، ان کے زمانہ مین عربی زبان نے ایوان شاہی مین جگہ پائی، اور قدیم زبانون کو اشتوریا کے پہاڑون تک ہٹا دیا،

اب ان زبانون نے انہی پہاڑون کے دامن مین پناہ لی اور گاتھ جو اہل عرب کے تسلط کے بعد یہان آکر آباد ہو گئے تھے، اُنھون نے ایک جدید زبان ایجاد کی جسکو قشتالہ کہتے ہین، اور جواب اسپینش زبان کہلاتی ہے،

اسپینش زبان کی اس تاریخ کو پیش نظر رکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسپین دو قسم کے عناصر شامل ہو گئے ہین، اصلی اور بیرونی، اصلی مین لاطینی زبان ہے، جس سے اسپانش، اٹالین، اور فرنچ زبانین نکلی ہین، اور بیرونی مین فنیقی، عربی اور بربر کی زبانین داخل ہین، اسی بنا پر لوتیبران نے جو دسوین صدی عیسوی کا مشہور مورخ تھا، لکھا ہے کہ ۲۵۰ھ مین اسپین مین دس زبانین بولی جاتی تھین، جو حسب ذیل ہین، قدیم اسپینش، قتابری، یونانی، لاطینی، عربی، عبرانی، کلدانی، سلیتی، ابری، بلنسی، عقلامی (اور قشتالی)

قشتالی زبان جو اسپین کی موجودہ زبان ہے مدت تک علمی زبان بننے سے محروم رہی، فرڈی نینڈ سوم کے زمانہ تک علمی اور مذہبی زبان لاطینی سمجھی جاتی تھی، اس بادشاہ نے اپنے زمانہ مین قشتالی کو سرکاری زبان قرار دیا اور اسپین فرامین اور عہدنامے لکھوائے، اسکے بعد اسکے نامور بیٹے الفنس دہم نے جو اسپین کا مامون الرشید تھا، اس زبان کو اور ترقی دی، اور اسپین لاطینی زبان سے بعض مذہبی کتابین ترجمہ کرائین،

ہمارے مضمون کا تعلق اسی زبان سے ہے، اسلئے ہم بتلانا چاہتے ہین کہ اسپین عربی زبان کا کتنا بڑا عنصر موجود ہے،

کیا عجیب بات ہے! وہ ملک جس نے تمدن اسلام کے ایوان کی اینٹ سے اینٹ

بجادی، جس نے اسلامی یادگارون کو فنا کر دیا، جس نے عربون کے خون سے اپنی زمین رنگین کی جس نے ہزارون حاملان توحید کو سمندر مین کو دنے پر مجبور کیا، اور جس نے سبعیت و بہیمیت اور وحشت و بربریت کا وہ خوفناک منظر پیش کیا، جسکو دیکھکر خود ظلم و ستم کے بدن پر بھی لرزہ طاری ہو جاتا ہے، عربی زبان کے اثر کو مطلق نہ مٹا سکا، اور اس نے اپنی جو یادگارین اسپین کی سرزمین مین چھوڑی ہتین، وہ بدستور باقی رہین، سانچو پانسا Sanch panca مشہور اسپینی حکیم نے اپنے تمام حکیمانہ اور دانشمندانہ اقوال اور امثال عربی ہی زبان سے حاصل کئے ہین،

پروفیسر سیدیو نے لکھا ہے کہ "اسپین کی شاعری کی اصلی روح دروان صرف جنگی واقعات ہین، اور یہ عربون کا اثر ہے جو شام کے وقت اپنے خیمون کے پاس آپس مین جھکر اسی قسم کے قصے بیان کیا کرتے تھے"، یہی قصے تھے، جنپر اسپین مین جنگی نظمون کی بنیاد قائم ہوئی، جسکو اسپینی زبان مین رومانیقر و کہتے ہین، اور جو اسپانی علم ادب کی روح روان ہے رومانیقر و سے جو عربی طرز پر لکھے گئے ہین یا عربی سے براہ راست ترجمہ کئے ہوئے ہین، اس زمانہ کے میلون، بیلون کی لڑائیون، مختلف کھیلون . . . .

اور اس زمانہ کے اندلسی عربون کے تمدن کا حال معلوم ہوتا ہے، ان افسانون مین سب سے مشہور "جنگ نامہ السیڈ"[1] ہے، جسمین ایک شخص روڈ ایک دی دیان کے جنگی کارنامے بیان کئے گئے ہین جو کبھی عربون سے لڑتا ہے اور کبھی انکے ساتھ ہو جاتا ہے، فرانسیسی زبان مین جو السیڈ کا قصہ ہے وہ اسپین ہی کے قصہ سے ماخوذ ہے، اور اسپین کا قصہ عربی کی تاریخ ابن لبسام سے لیا گیا ہے[2]،

[1] عربی لفظ السید سردار یا ہیرو، [2] ڈوزی کی تاریخ ادبیات اسپین،

لیکن چونکہ اسوقت تک اسپانی زبان نے اسقدر ترقی نہین کی تھی، اسلئے اگرچہ عربون اور اسپینیون کی جنگ پر بہت سی نظمین لکھی گیٔین، تاہم انکو نظم کے بجاے ایک مسجع نثر کہنا زیادہ موزون ہے، یہ تو بارہوین صدی کی حالت تھی، سولہوین صدی مین اسپانی زبان بہت زیادہ ترقی کر گئی اور اسمین متعدد ناول، ڈرامے، افسانے اور رزمیہ نظمین لکھی گیٔین جنین تھر بنتس کی کتابین زیادہ مشہور ہین، اور ان مین سے ڈان کوئیچوٹے Dan quijo e lo کا افسانہ عام طور سے متداول ہے،

یہ تو عام حیثیت سے گفتگو تھی، اب ہم خاص طور پر وہ الفاظ نقل کرنا چاہتے ہین جو اسپینی زبان مین آج بھی رائج ہین،

جغرافی نامون مین جن نامون کی ابتدار وادی کے لفظ سے ہوتی ہے وہ کل کے کل عربی ہین مثلاً

الوادی الکبیر	guadal quivir
الوادی الاحمر	guadelemar
وادی الحجارۃ	guadalajara
وادی یانتہ	guadiana
وادی لیتہ	guadalete

اور یہ الفاظ اب اسپینی زبان تک محدود نہین ہین بلکہ انکی ہمہ گیری براعظم امریکہ تک پہنچ گئی ہے، اور وہ بھی اُنکے زیر اثر آگیا ہے، چنانچہ مکسیکو کے ایک شہر کا نام وادی القصر، guadalcazar ہے۔

جن نامون کے شروع مین قصر کا لفظ ہے سب عربی ہین مثلاً

القصر دوسال (Alcazardo sal) (قصر نمک)

قصر سان جوان (Alcazar de sanjwan) (قصر مقدس یوحنا)

ان ناموں کے علاوہ بعض اور نام بھی ہین، مثلاً

القنطرہ (پل)	Alcantara
الکدیۃ (چھری)	Alcudia
المعادن (کھان)	Almaden
المنارۃ (مینار)	Almenara
المائدۃ (میز)	Almeda
البحیرۃ (سمندر)	Albubiera
الجزیرہ (جزیرہ خضرا)	Algezira
جبل طارق	gibraltar
قصر الحمرا	El Alhambru
القصر	El Alcazar
قصبہ الحمرا	Alcazaba

اشتوریا جہان بربر آباد تھے، اگرچہ سلطنت اسلامیہ کی بربادی کے بعد اُنھون نے دین مسیحی اختیار کر لیا تھا، تاہم وہان اب تک عربی نام رکھے جاتے ہین مثلاً

الراہب محمد	Mahamadi
الشماس مروان	Marvanas
الشماس الیاس	Aliaz,

الراہب مالک	Meliki
الراہب قاسم	Kazzem.
الراہب ہلال	Hilal
القس ایوب	Aiub
الاخ حجاج	Agegi

مفرد الفاظ مین گھر، مکان، یا جگہ کے لئے مخزن (Almacen) بولتے ہین، یہی لفظ فرنچ مین جاکر Magazin اور اٹالین مین Magazzino ہوگیا ہے، Darsena یہ دار الصناعۃ سے مشتق ہے، Arsenal اسلحہ خانہ اور جہاز خانہ کو کہتے ہین،

درخت، پھول، اور نباتات مین حسب ذیل نام عربی ہین،

الخیری	Aleli
الیاسمین	El jazmin
البرقوق	Albaricoque
البلوط	la belluta
اللیمون	El liman.
الرتم	la retaina
الزیتون	la aceituna
النارنج	la naranja
القطن	la godon

روئی یورپ مین عربون ہی کے ذریعہ سے پہنچی جنھون نے اسپین اور سسلی مین اسکی کاشت کی تھی،

یونٹون اور سائلات مین یہ نام عربی ہین،

الکحول (شراب)	Alcohal
الصبر (ایلوا)	Acibar
الکافور	Alcaufor
القلی	Alcali
الزرنیخ	Arsenico
القطران	Alquitian
الزیت	Aceite
النیلہ	Elauil
السکر (شکر)	Azucar,

عربون نے اسپین اور سسلی مین نیشکر کی کاشت کی تھی،

ماء الزہور	Agua de azahar
الشراب	jarabe

برتن، اور سامان مین،

المہراس	Almirez
المخدہ (تکیہ)	Almohada
العمود	Alamud

الخزانہ (خزانۃ الاکل) laacena

کپڑون مین،

الجبہ la chupa

القمیص la camisa

السروال zaraguella

حروف مین، حتیٰ (hasta)

مرکبات مین، فلان وفلان Fulano y zitano

افعال مین انجر، Aligerar اور پیشون مین البناء (تعمیر)

Alhamil عام طور پر بولے جاتے ہین،

یہ جو کچھ لکھا گیا، دریا کا ایک قطرہ تہا، ورنہ اسپینی زبان مین عربی الفاظ کا جو ذخیرہ موجود ہے اسکے بیلئے ایک بڑے دفتر کی ضرورت ہے، اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عربی زبان نے اسپینی زبان پر کتنا گہرا اثر ڈالا ہے، چنانچہ دانتی کی کامیڈی، ابوالعلا معری کے رسالہ الغفران کے طرز پر لکھی گئی ہے، اور روباسون کے خیالی افسانے، رسالہ حی بن یقظان سے ماخوذ ہین جو مشہور فلسفی ابوبکر بن طفیل کی تصنیف ہے، لیکن چونکہ یہ بجاے خود ایک بحث طالب مسئلہ ہی اسلئے ہم اسکو قلم انداز کرتے ہین۔

سیرت عائشہؓ

قیمت باختلاف کاغذ سے ۲ و ۲؍ ۔

مینجر

افغانستان کی تعلیمی رُوداد

جلالت مآب امیر امان اللہ خان کے عہد مین افغانستان مین متعدد حیثیتون سے ترقی کے جو آثار نمایان نظر آتے ہین، اُن مین ایک تعلیم بھی ہے، معاصر امان افغان نے نمبر ۱۳ مین افغانستان کی تعلیمی رُوداد شایع کی ہے جسکی ہم ذیل مین تلخیص کرتے ہین۔

موجودہ امیر کی تخت نشینی نے افغانستان مین ایک نئی رُوح پھونکدی ہے، اور رأس افسردگی اور جمود کو جو تمام قوم پر چھایا ہوا تھا دفعتہً دور کر دیا ہے، جلالت مآب اشاعت علوم و فنون کی طرف خاص توجہ کر رہے ہین اور ہر ممکن طریقہ سے قوم کو آمادہ اور اسکی مخفی قوتون کو اُبھار رہے ہین، اسکا یہ اثر ہے کہ ملک کے گوشہ گوشہ سے علم و فن اور اتحاد و اخوت کا غلغلہ بلند ہو رہا ہے، جو انجمن معارف اور ایوان تعلیم کے اندر نمایان طور پر نظر آتا ہے۔

موجودہ حالت مین سررشتۂ تعلیم دو انجمنون سے مرکب ہے، ایک انجمن معارف اور دوسرے انجمن علمی، انجمن علمی ہر ہفتہ یونیورسٹی ہال مین اجلاس کرتی ہے، اور نصاب تعلیم، انتخاب کتب اور دیگر علمی کام انجام دیتی ہے، اور اپنے فیصلون سے انجمن معارف کو آگاہ کرتی ہے، اس مجلس کے اراکین اکثر ارباب علم و سررشتۂ تعلیم کے اساتذہ ہوتے ہین۔

انجمن معارف سے مراد وہ انجمن ہے جسمین وزراء، امناء وغیرہ شریک ہوتے ہین اور مہینہ مین ایک مرتبہ ایوان تعلیم مین اپنا اجلاس کرتی ہے، اسکا کام ان قوانین کا معائنہ اور منظوری ہے جسکو انجمن علمی وضع کرتی ہے،

تشکیل وزارت تعلیم | ظاہر ہے کہ تمام متمدن قومون مین سررشتۂ تعلیم ایک بالکل جداگانہ صیغہ ہوتا ہے

جو اپنے اساسی انتظامات کو ایک منتظم اور باقاعدہ شکل مین ترتیب دیتا ہے، لیکن یہ ایک نہایت افسوسناک بات ہے کہ ہمارے عزیز وطن مین جیبیہ کالج کے افتتاح کے وقت سے موجودہ زمانہ تک اسطرف بالکل توجہ نہین کیگئی ہے، ہمارے ہان سررشتۂ تعلیم مکاتب کے ضمن مین شامل ہے، حالانکہ اسکو اس سے بالکل علحدہ ہونا چاہیئے، جبکہ خدا کے فضل و کرم اور ذات ہمایون کی توجہ کی برکت سے تمام وزارتون اور حکومت کے دائرون نے عموماً اور وزارت تعلیم نے خصوصاً ایک مستقل قالب اختیار کر لیا ہے، تو سب سے مقدم فرض یہ ہے کہ وزارت معارف کی تشکیل کیجائے، اور اسکو دو دائرون مین تقسیم کیا جائے، ایک انجمن وزارت کہ جسمین جناب وزیر تعلیم، ایک مشیر، ایک معاون، ایک مددگار معاون شامل ہو اور دوسرے دائرہ تنظیم مکاتب کہ جسمین ڈائرکٹر، انسپکٹر، اسسٹنٹ ڈائرکٹر وغیرہ ہون،

کیفیت امتحان مدرسہ جیبیہ اور تمام مدارس ابتدائیہ کے امتحانات کا نقشہ حسب ذیل ہے۔

جماعت اعدادی، رشدی اور مختصر نویسی کے کل طلبار کی تعداد ۱۰۶ تھی جنمین ۸۶ امتحان مین شامل ہوئے، ۵۹ پاس ۲۷ فیل، اور ۲۰ امتحان مین شامل نہین ہوئے۔

دار المعلمین کے طلبار کی مجموعی تعداد ۱۲۶ تھی جسمین ۸۱ امتحان مین شامل ہوئے، ۵۰ کامیاب، ۳۱ ناکامیاب، اور ۴۵ امتحان مین شامل نہین ہوئے،

ابتدائی طلبار کی مجموعی تعداد ۳۰۶۰ تھی جنمین ۲۷۱۵ امتحان مین شامل ہوئے، ۱۶۰۷ کامیاب ۱۱۰۸ ناکام اور ۳۴۵ امتحان مین شریک نہین ہوئے،

جماعت ابتدائی کے طلبار مین سے جن لوگون نے آگے کے درجون تک ترقی کی، اور رشدیہ یا زراعت یا ساحت یا حساب وغیرہ کی تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے وہ حسب ذیل ہین:

جماعت رشدیہ اول مین	۱۶ طلبا،	
جماعت زراعت	۲۰	"
دارالمعلمین	۲۲	"
حساب وغیرہ	۱۳	"
کل	۱۳۶	

کل طلبا، جو سردست مدرسہ جیبیہ وغیرہ مین تعلیم پاتے ہین انکی تعداد ۲۷۲۰ ہے۔

ان مدارس کے طلبا مین سے اکثر سرکاری خدمت انجام دے رہے ہین، مثلاً محمد اسحاق خان نائب وزیر خارجہ تھے، محمد سعید خان معلم تلغراف تھے، علی محمد خان نائب ڈائرکٹر تھے، محمد امین خان انسپکٹر تھے، لیکن چونکہ انکی فہرست نہایت طویل ہے، اسلئے ہم اسکو قلم انداز کرتے ہین،

مدارس ابتدائیہ کا پروگرام اور اسکی اصلاح چونکہ موجودہ حالات کے لحاظ سے قدیم نصاب تعلیم غیر مفید تھا اسلئے اب ایک جدید نصاب تیار ہوا ہے، جس نے انجمن علمی اور انجمن معارف دونون کی طرف سے منظوری حاصل کرلی ہے، اور اب تمام مدارس ابتدائیہ مین جاری ہوگیا ہے، اسکے روسے تعلیم جبری کردیگئی ہے، اور پانچ برس تک ہر شخص کو ابتدائی مدارس مین داخل ہونا پڑتا ہے جس سے حسب ذیل فوائد حاصل ہوتے ہین،

(۱) ہر شخص شریعت کے ضروری مسائل سے آگاہ ہوجاتا ہے،

(۲) ابتدائی کتابون، اخبارات، خط وکتابت اور اظہار مافی الضمیر پر قادر ہوجاتا ہے،

(۳) املا صحیح ہوجاتا ہے،

(۴) نقشہ کھینچ سکتا ہے،

(۵) معمولی طور پر حساب جان لیتا ہے،

(۶) اشکال ہندسی اور فن مساحت سے واقف ہوجاتا ہے،

(۷) معمولی طور پر افغانی زبان آجاتی ہے، اور اُسکے محاورات سمجھنے لگتا ہے،

(۸) عمدہ اخلاق کے فواید اور بُرے اخلاق کے مضرت سے آگاہ ہوجاتا ہے، اور اسمین قومی جذبات پیدا ہوجاتے ہین،

(۹) حیوانات اور نباتات کے نفع وضرر اور حالات سے واقف ہوجاتا ہے،

(۱۰) اصول جغرافیہ، جغرافیۂ ملکی اور جغرافیۂ عمومی سے واقفیت پیدا ہوجاتی ہے،

(۱۱) قرآن مجید مین انبیاء کے جو حالات مذکور ہین معلوم ہوجاتے ہین، اور خلاصۂ تاریخ اسلام، خلاصۂ تاریخ وطن، اور خلاصۂ تاریخ عمومی سے آگاہی ہوجاتی ہے،

(۱۲) حفظان صحت کے فوائد اور مشہور امراض کے اسباب پر اطلاع ہوجاتی ہے،

(۱۳) خرید و فروخت و دیگر معاملات کو جنکا تعلق صنعت و حرفت سے ہے جان لیتا ہے،

(۱۴) زراعت، نباتات، حفاظتِ حیوانات اور درختون مین قلمین لگانا وغیرہ کو فن کی حیثیت سے جان لیتا ہے۔

یہ ان مضامین کی فہرست ہے جنکو انجمن علمی اور انجمن معارف نے باشندگان افغانستان کے لئے منظور کیا ہے،

آخر مین یہ معلوم کرکے بھی ہمارے ناظرین کو مسرت ہوگی کہ ماہ جمادی الاول ۳۹ھ مین یعنی پچھلے مہینہ سرزمین افغانستان مین مشرق کا ایک حیرت انگیز کارنامہ انجام پایا، یعنی کابل مین زنانہ مدرسہ کی بنیاد ڈالی گئی، جسکے افتتاح مین علاوہ محلات شاہی کے بیگمات کے اور دوسری خواتین بھی موجود تھین، خود امیر کی حرم محترمہ ملکہ شہزادہ خانم اسکی مفتتشہ

(انسپکٹرلیس) اور انکی والدہ، اسکی مہتممہ اور امیر کی صاحبزادی نائبہ مہتممہ مقرر ہوئین انہین شہزادیون کی مختصر تقریرون سے جلسہ کا پرجوش افتتاح ہوا، اور اختتام معلمہ دینیات کے سورۃ الحمد کی قرارت پر ہوا، جب وہ ولاالضّالین پر پہنچین تو تمام ایوان شہزادیون، اور خاتونون اور لڑکیون کے آوازۂ آمین سے گونج اٹھا،

اس زنانہ مدرسہ جسکا نام "مکتب مستورات" رکھا گیا ہے کی کامیابی کی اس سے امید ہوتی ہے کہ ایسے ملک مین جہان بقول مہتممہ صاحبہ "اول بار است کہ در پایہ تخت افغانستان برائے تعلیم زنانہ مکتب بنایافتہ" سب سے پہلے ہی دن پچاس لڑکیان داخل ہوئین۔

جناب مفتشہ صاحبہ نے اپنی تقریر مین فرمایا:۔

"حضرات محترمات! اعلیحضرت پادشاہ ما خوب نکر کردہ اند دلبسیار مرحمت بر ملت حمد فرمودہ اند کہ تعلیم زنانہ را در مملکت شاہانہ خود آغاز دادند، اگر خیال کنیم کہ در یک شہر پنجاہ ہزار آدم باشند، لااقل بست ہزار آن زنہا می باشند، ازان سبب اگر تعلیم علم تنہا برائے مردان مخصوص باشد و زنہا ازان محروم مانند گویا نصف آدم آن شہر معطل و از انسانیت بے بہرہ می مانند، چراکہ حیات انسانیت بہ تعلیم و کوشش وابستہ است"

اس عقل و دانش کی توقع ہمکو افغانی مردون سے کب تھی تا بہ زنان چہ رسد، مگر زمانۂ مستقبل کے اسرار کا پردہ کون چاک کرسکتا ہے؟

اخبار علمیۃ

ڈاکٹر فلیچر نے جو کمبرلینڈ مین ایک خاص طبی شہرت رکھتے ہین، اپنے ایک تازہ لکچر مین بیان کیا کہ جو لوگ طویل العمری کے خواہشمند ہین، اہنین ہدایات ذیل کی خاص طور پر پابندی کرنا چاہیئے :-

(۱) الکحل کے تمام مرکبات (شراب وغیرہ) سے قطعی احتراز رکھین،

(۲) سانس صرف ناک کے ذریعہ سے لین، جس سے جراثیم امراض ہلاک ہو جاتے ہین،

(۳) کمرہ بالکل بند کرکے نہ سونا چاہیئے، کھڑکیان کھلی رکھنا چاہیئے -

(۴) اپنی پوری نیند بھر سونا چاہیئے،

(۵) پُرخوری سے بچنا چاہیئے، کھانے اور پینے مین ہمیشہ اعتدال ملحوظ رہے،

(۶) غذا کا انتخاب اپنی رغبت و ذوق کے مطابق کرنا چاہیئے، خلاف رغبت کچھ نہ کھانا چاہیئے،

(۷) غذا خوب چبا کر کھانا چاہیئے، اور اجزاء دہنیہ (روغنیات) زیادہ رکھنا چاہیئے -

(۸) دانت خوب صاف رکھنا چاہیئے، ہر کھانے کے بعد دانت مانجنا بہتر ہوگا -

(۹) روزانہ غسل کرنا چاہیئے -

(۱۰) ورزش کا روزانہ التزام رکھنا چاہیئے،

(۱۱) ہر وقت طبیعت شگفتہ و بشاس رکھنا چاہیئے -

(۱۲) لباس فصل و موسم کے موافق ہونا چاہیئے -

(۱۳) تمباکو نوشی بہرصورت قابلِ ترک ہے، لیکن سگرٹ نوشی کو تو زہر ہی سمجھنا چاہیئے،

(۱۴) اعتدال مفید چیزون مین بھی ملحوظ رکھنا چاہیئے، بے اعتدالی بہرصورت مضر ہے،

(۱۵) وقت کو مشغول رکھنا چاہیئے، بیکاری سخت مضر ہے،

پیرس کے مشہور سالپیٹرے ہسپتال سے متعلق، اکسریز کا ایک بہت بڑا تجربہ گاہ "سنٹرل لیبوریٹری آف ریڈیوگرافی" کے نام سے موسوم ہے، ۱۸۹۸ء سے اسکے پرنسپل ڈاکٹر الفرائے تھے جو ہمہ وقت اکسریز کے ذریعہ سے علاج و معالجہ مین مصروف رہتے تھے لیکن خود انکے جسم پر اکسریز کی تیز شعاعون کا یہ اثر ہوا کہ جابجا زخم پڑنے لگے، چنانچہ گذشتہ دس سال کے اندر بائیس مرتبہ انہین اپنے اوپر عمل جراحی (آپریشن) کرنا پڑا، داہنے ہاتھہ کی انگلیان ایک ایک کرکے سب قطع کرنا پڑین، اسکے بعد پورا داہنا ہاتھہ کٹانا پڑا، پھر بائین ہاتھہ کی چار انگلیان علٰحدہ کی گئین، رفتہ رفتہ یہ نوبت پہنچی کہ جون گذشتہ مین پورا بایان ہاتھہ بھی شانہ سے جدا کردیا گیا، اسپر بھی یہ باہمت شخص ایک آلہ کی مدد سے اپنے کام مین مشغول رہا، یہانتک کہ ماہ گذشتہ سے پیوستہ مین قوت حیات نے بالکل جواب دیدیا، اور سائنس کے مقتل پر اس شخص نے اپنی جان نذر کردی۔

لندن کے امپریل کالج آف سائنس مین، مسٹر آرتھر ہیورڈ سائنس سے متعلق ایک تجربہ کرتے کرتے وفات پاگئے، وہ کچھ عرصہ سے فن تصویرکشی (فوٹوگرافی) سے متعلق تجربات مین مشغول تھے، اور آخری تجربہ ایک تاریک کمرہ کے اندر کر رہے تھے، کمرہ مین روشنی کا کسی طرف سے گذر نہ تھا، اور اسکی چھت اور دیوارین سیاہ رنگ سے رنگی ہوئی تھین، کمرہ اندر سے بند تھا، کہ دفعتہً زور سے ایک تڑاقا ہوا، مسٹر موصوف کے استاد پروفیسر بون، باہر تھے، وہ بہ

آواز سُن کر دوڑے، کرہ کے اندر اُنہون نے جہانکا تو معلوم ہوا بجلی کی روشنی ہو رہی ہی ایک ہتوڑا لیکر اُنہون نے دروازہ توڑا اور اندر گہُسے تو دیکہا کہ مسٹر ہیورڈ خون مین شرابور پڑے ہوئے ہین اور دیکہتے ہی دیکہتے ختم ہوگئے، پروفیسر بون کی رائے ہین جس آلہ سے وہ تجربہ کر رہے تھے، اتفاقاً وہ پہٹ گیا، اور اسکے اندر جو زہریلی گیس تھی، اسکے صدمہ سے اُنکی گردن سخت مجروح ہوئی اور یہی باعثِ ہلاکت ہوا۔

اٹلی مین انسداد ملیریا کا کام بڑے اہتمام کے ساتھ شروع ہوا ہے، اور جن ماہرین سائنس نے یہ کام اپنے ذمہ لیا ہے، اُن کا دعویٰ ہے کہ اس سال کے اندر اٹلی کے متعدد ملیریا زدہ اقطاع اس بلا سے بالکل پاک و محفوظ ہوجائین گے۔

ہندوستان بلکہ ایشیا کے سب سے بڑے ماہرِ کیمیائیات سر پی، سی، رائے، ماہ گذشتہ مین یورپ کے طویل سفر کے بعد وطن واپس آئے، اُنھون نے آکسفرڈ، کیمبرج، برمنگہم، لیڈس، مانچسٹر، اڈنبرا، وغیرہ مشہور کیمیاوی معملون (لیبوریٹریز) کی پوری طرح سیر کی، اور انگلستان کی یونیورسٹیون مین رہ کر مختلف تعلیمی مسائل کا بھی بغور مطالعہ کیا، اخبارات کے نامہ نگارون سے اُنہون نے بیان کیا کہ وہ اس سفر سے ہر طرح مطمئن واپس آئے ہین، اور جن شاہدات و تجربات کا شوق اُنہین یورپ لیگیا تہا اس مقصد کے حصول مین وہ بالکل کامیاب رہے۔

ایک محقق نے حساب لگا کر بتایا ہے کہ مختلف ممالک یورپ مین اوسطاً ہر فرد تعلیم پانے کے بعد کتنی سالانہ آمدنی پیدا کرسکتا ہے:۔

(۱) انگلستان مین	۳۶	پونڈ
(۲) فرانس 〃	۳۱	〃
(۳) جرمنی 〃	۲۵	〃
(۴) اسپین 〃	۱۶	〃
(۵) یونان 〃	۱۳	〃
(۶) روس 〃	۱۰	〃

گویا کسب معیشت مین سب سے زیادہ مدد دینے والا انگلستان کا نظام تعلیم ہے، اسی طرح جب ان ممالک کی مجموعی دولت کو افراد پر تقسیم کیا گیا تو اوسطاً ہر فرد کے لئے حسب ذیل پرتہ پڑا، جس سے مذکورۂ بالا خیال کی تائید مزید ہوتی ہے :-

(۱) انگلستان مین ہر فرد کی سالانہ دولت			۳۰۲ پونڈ
(۲) فرانس	〃	〃	۲۵۲ 〃
(۳) جرمنی	〃	〃	۱۵۱ 〃
(۴) اسپین	〃	〃	۱۳۵ 〃
(۵) یونان	〃	〃	۱۰۱ 〃
(۶) رُوس	〃	〃	۵۱ 〃

امریکہ کی ایک مستند فہرست مین اعداد ذیل درج ہین، جن سے معلوم ہوگا کہ دولت کو وہان کے نظام تعلیم سے کتنا گہرا تعلق ہے،

یونیورسٹیون کے اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد مین منجملہ ۱۰۰۰۰ اکے ۸۷۰ ۵ نے دولت و تجارت مین نمایان ترقی کی،

ہائی اسکولون کے متوسط تعلیم یافتہ افراد مین منجملہ ۰۰۰۰۰ ۴ کے ۱۲۴۵ نے دولت و تجارت مین نمایان ترقی کی
ابتدائی مدارس کے معمولی تعلیم یافتہ " " ۰۰۰۰۰ ۳۴ کے ۸۰۸ " "
بالکل غیر تعلیم یافتہ " " ۰۰۰۰۰ ۵ کے صرف ۱۳ " "

عام خیال یہ ہے کہ اسوقت ملک مین جس قدر تعلیم گاہین قائم ہین، اُنکی بہت بڑی تعداد محض سرکاری امداد کے سہارے پر زندہ ہے، اور اگر سرکار اپنی امداد سے دستکش ہوجائے تو اُن کا چلنا ناممکن ہوجائے، مہاتما گاندہی نے اس خیال کی تردید مین اعداد ذیل خود سرکاری رپورٹون سے فراہم کرکے پیش کئے ہین، ۱۹۱۸ء مین تعلیم پر مجموعی مصارف کی تعداد ۱۱۳۹ لاکھ (۱۱ کرور ۲۹ لاکھ) تھی، یہ رقم مدات ذیل سے حاصل ہوئی تھی:-

خزانۂ سرکاری سے	۳۹۲ لاکھ
لوکل فنڈ سے	۱۷۴ "
مینوسپل فنڈز سے	۴۹ "
طلبہ کی فیس سے	۳۱۹ "
عام چندون سے	۱۹۵ "

اس سے ظاہر ہوگا کہ منجملہ ۱۱ کرور ۲۹ لاکھ کے ۵ کرور ۱۴ لاکھ کی رقم رعایا نے براہ راست اپنے پاس سے دی، اور اگر اسمین منوسپلٹی اور ڈسٹرکٹ بورڈ کی رقوم کو بھی شامل کرلیا جائے، تو اسکی میزان ۷ کرور ۴ لاکھ تک پہنچ جائیگی، اور گورنمنٹ کے حصہ مین چار کرور سے بھی کم کی رقم رہجائیگی، یہ بھی واضح رہے کہ گورنمنٹ کے عطایا کا بیشتر حصہ انگریز ملازمین سررشتۂ تعلیم کے بیش بہا مشاہرون ہی پر صرف ہوتا ہے۔

یہ اعداد مجموعی نظام تعلیم سے متعلق تھے، اگر صرف ثانوی (متوسط) تعلیم کو پیش نظر رکھا جائے تو رعایا کی شرکت مصارف اور زیادہ نمایان نظر آیگی، اس صورت مین مدات مداخل کا تناسب یہ ہوگا:۔

خزانۂ سرکاری سے	۹۴،۷۵ لاکھہ
منوسپل اور لوکل فنڈ سے	۲۶،۳۶ 〃
فیس سے	۱۶۶،۰۰ 〃
عام چندون سے	۸۰،۰۰ 〃

گویا منجملہ ۳۶۷ لاکھہ کے پورے ۲۴۶ لاکھہ رعایا براہِ راست اپنے پاس سے دیتی ہے،

۱۹۱۸ء مین انگلستان و ویلز مین تعلیم پر مجموعی سالانہ خرچ ایک کرور ۹۰ لاکھہ پونڈ ہوتا تھا، ۲۰-۱۹۱۹ء مین اسکی میزان تقریباً ڈہائی گنی کردینی پڑی، یعنی چار کرور ۸۴ لاکھہ پونڈ، اس اضافہ مین سب سے بڑی مد اساتذہ کی تنخواہون کے اضافہ کی تھی، جن لوگون کا مشاہرہ سو پونڈ تھا، ان کا دوسو تیس کیا گیا، اور اسی ایکسو تیس فی صدی کی شرح سے سب کی تنخواہون مین اضافہ کرنا پڑا،

ہیئت جدیدہ کا ہر ابجد خوان جانتا ہے کہ آفتاب کا فاصلہ کرۂ ارض سے ۹ کرور ۳۰ لاکھہ میل ہے، حال مین ایک ہندوستانی سائنٹسٹ نے اس واقعہ سے بعض دلچسپ واقفات ومعلومات مستنبط کئے ہین، اور بعض جدید دلچسپ معلومات بھی بیان کئے ہین جنکا انتخاب سطور ذیل مین درج کیا جاتا ہے۔

ایک ریلوے ٹرین جسکی شرح رفتار ۴۰ میل فی گھنٹہ ہو، اگر وہ سطح ارض سے افتاب کی طرف روانہ ہو تو ۲۶۴ سال مین وہان تک پہنچ سکیگی، انسان کی آجکل جو اوسط عمر ہے، اگر اسے ملحوظ رکھا جاے تو جو شخص روانہ ہوگا وہ خود تو کیا، اسکے لڑکے اور پوتے بھی آفتاب تک پہنچنے تک زندہ نہین رہ سکتے، بلکہ اسکی نسل کی ساتوین پشت وہان تک پہنچ سکیگی، اور وہان کے حالات و کیفیات کی خبر دینے کے لئے اسکی نسل کی چودہوین پشت سطح ارض پر واپس آسکتی ہے،

اسی طرح بالفرض کوئی بچہ آفتاب کو اپنی گرفت مین لانا چاہے (اور چاند کو پکڑنے کیلئے تو بچے اکثر ہاتھ پھیلاتے رہتے ہین) اور اسمین کامیاب بھی ہوجاے تو کہین ۱۶۷ سال گذر جانے کے بعد اُسے آفتاب کی حرارت محسوس ہوگی! اسلئے کہ تہیج عصبی (احساس) کی شرح رفتار فی سکنڈ ۹۰ فٹ ہے، اور اگر کسی تدبیر سے آفتاب پر توپ کا گولہ فیر کرنا ممکن ہو جسکی شرح پرواز فی سکنڈ ۱۲۰۰ فٹ ہو، تو کہین دس سال مین جاکر یہ گولہ اپنے نشانہ تک پہنچ سکیگا انسانی معلومات کے لحاظ سے کائنات مین تیز ترین رفتار روشنی کی ہے، جسکی شرح فی سکنڈ ایک لاکھ ۸۶ ہزار میل ہے، اسے بھی آفتاب سے زمین تک پہنچتے پہنچتے پورے آٹھ منٹ لگ جاتے ہین،

آفتاب کا قطر ۸ لاکھ ۶۵ ہزار میل ہے، جو بمقابلہ زمین کے قطر کے ۱۰۹ گنا زاید ہے، آفتاب کا حجم بمقابلہ زمین کے ۱۳۰۰۰۰۰ گنا ہے، اور اسکی ضخامت بمقابلہ زمین کے ۳۳۲۰۰۰ گنی ہے اسکی سطح پر کشش ثقل بمقابلہ سطح زمین کے ۲۷ گنی ہے، اسلئے جس شخص کا وزن زمین پر ایک

من کا معلوم ہوتا ہے، وہان پہنچکر ۲۷ من کا معلوم ہوگا، بخلاف اسکے اسی شخص کا وزن کرۂ ماہتاب مین صرف سات سیر کا رہجائیگا، آفتاب ایک طرح کی بھٹی یا دوزخ ہے، جسمین ہروقت ۷۰۰۰ درجہ کی گرمی رہتی ہے، اور جسمین کوئی شے منجمد ہوکر نہین رہ سکتی، اگرکسی ذریعہ سے آفتاب کا وزن کرنا ممکن ہو تو اسکا وزن ۲،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰ ٹن نکلیگا، (ایک ٹن برابر ہوتا ہے ۲۷ من کے)

آفتاب اپنے عمود پر ۲۶ دن مین گردش تمام کرتا ہے، اسمین بڑے بڑے داغ یا دھبہ بھی ہین، جو دوربین سے نظر آتے ہین، وہ مختلف جسامتون کے ہین، بعض کا قطر ایک ہزار میل کا ہے اور بعض ۵۰ ہزار میل کے ہین، آفتاب کے گرد ایک فضاے روشن ہے، جسکا اصطلاحی نام فوٹواسفیر ہے، اور جسمین کاربن وغیرہ کے منجمد ذرات واجزار پاے جاتے ہین، اسکے اوپر ایک دوسرا ہوائی غلاف کرومواسفیر کے نام سے ہے، جسکی دبازت پانچ ہزار سے دس ہزار میل تک کی ہے، داغہاے آفتاب کی تحقیق کا فخر مشہور ہیئت دان گلیلیو کو حاصل ہے۔

سنہ۲۰ء مین برطانیہ مین مطبوعات جدیدہ اور کتب قدیمہ کے جدید ایڈیشنون کو ملاکر کل ۱۱۰۰۴ کتابین شایع ہوئین، یہ میزان بمقابلہ سنہ۱۹ کی میزان مطبوعات کے بقدر ۲۳۸۲ کے زاید ہے، جدید مطبوعات کی تعداد اس سال ۸۷۳۰ رہی جو سال پیوستہ سے بقدر ۱۴۱۱ کے زاید ہے، ذیل مین فن وار مطبوعات جدیدہ کی فہرست درج کیجاتی ہے جس سے انگریزی پبلک کے ذوق کتب بینی کی نوعیت کا اندازہ ہوگا،

نمبر	فن	مستقل کتابیں	ترجمہ	پمفلٹ	کیفیت
(۱)	فلسفہ	۲۲۷	۶	۱۲	
(۲)	مذہب و شریعت	۵۲۸	۲۵	۲۹	بمقابلہ ۱۹ کے بقدر ۸۷ کی کمی رہی
(۳)	قانون	۲۰۹	۴	۷۴	اضافہ بقدر ۱۰۲
(۴)	تعلیم و تربیت	۱۶۴	-	۷۲	
(۵)	اجتماعیات	۵۷۸	۹	۲۲۲	
(۶)	حربیات و بحریات	۱۹۸	۲	۶۲	
(۷)	لسانیات	۱۷۶	-	۳	
(۸)	سائنس	۳۹۹	۱۲	۹۲	اضافہ بقدر ۱۶۳
(۹)	صنعت و حرفت	۴۲۸	۹	۱۲۸	
(۱۰)	طب و حفظان صحت	۲۶۵	۴	۵۴	
(۱۱)	زراعت و باغبانی	۱۴۶	-	۳۹	
(۱۲)	تدبیر منزل	۵۷	-	۳	
(۱۳)	تجارتی کاروبار	۱۰۲	۱	۱۶	
(۱۴)	فنون لطیفہ	۱۰۶	۲	۱۰	
(۱۵)	متعلق موسیقی	۵۹	-	-	
(۱۶)	سیر و شکار، لہو و لعب،	۱۱۸	۲	۸	
(۱۷)	ادب	۲۸۸	۱۱	۱۵	

(۱۸)	شاعری و ڈراما	۳۹۳	۴۳	۴۷	
(۱۹)	افسانہ	۹۸۵	۵۳	۱۵	اضافہ بقدر ۸۸۷
(۲۰)	مخصوص برائے اطفال	۶۰۸	۵	۹	اضافہ بقدر ۲۰۶
(۲۱)	تاریخ	۴۲۷	۱۱	۴۳	اضافہ بقدر ۱۰۳
(۲۲)	سفرنامہ وسیاحی	۳۳۰	۲	۵۸	اضافہ بقدر ۲۲۵
(۲۳)	جغرافیہ	۹۲	-	۵۱	
(۲۴)	سوانح عمری	۳۲۷	۱۳	۱	
	متفرقات	۱۸۱	-	-	

لندن کے دار الفنون مشرقی (اسکول آف اورینٹیل اسٹڈیز) مین طلبہ کی سب سے بڑی تعداد عربی و ہندوستانی (اردو) زبانون کی تحصیل مین مصروف ہے، ۲۰ء مین طلبہ کی مجموعی تعداد ۵۳۹ تھی، اور سال پیوستہ مین ۳۸۲ تھی، سال گذشتہ مین ہندوستانی و چینی زبانون کی تعلیم کے لئے ایک ایک جدید معلم کا اضافہ ہوا ہے،

ادبیات

غزل

جناب عزیز لکھنوی

انتہائے عشق ہو یوں عشق میں کامل ہو
خاک ہو کر بھی نشانِ سرحدِ منزل ہو

میرے شکوؤں پر یہ کہنا "رحم کے قابل ہو"
مدعا یہ ہے کہ اپنے حال سے غافل ہو

غرق ہو کر رول لو موتی خود اپنے واسطے
ڈوب کر ابھرو تو اوروں کے لئے ساحل ہو

انجمن کیسی تم اپنی ذات سے ہو انجمن
گوشۂ خلوت میں بھی بیٹھو تو اک محفل ہو

حسن خود بین معجزاتِ عشق کا قائل نہیں
قطرہ ہائے اشک خونیں جمع ہو کر دل ہو

ساتھ آزادی کے خودداری بھی ہونا فرض ہے
بحرِ بے پایاں کبھی ہو، اور کبھی ساحل ہو

حشر تو ہو گھر کی محفل تک کہہ سکتا ہے کون
لو یہ خنجر ہم ہیں مقتول، تم قاتل ہو

ربطِ باطن کیا سنو تفصیل اس اجمال کی
ہم سراپا درد ہوں اور تم سراپا دل ہو

کچھ دنوں بیٹھو سرِ قبرِ عزیزِ بے نوا
خانقہ میں غیر ممکن ہے کہ تم کامل ہو

جناب جگر مرادآبادی

(۲)

جناب جگر مرادآبادی گو ایک عزلت نشین اور گمنامی پسند نوجوان شاعر ہیں لیکن ان کے کلام سے جو رنگ جھلکتا ہے امید نہیں کہ زیادہ دنوں تک وہ انکو اس

مطبوعاتِ جدیدہ

اسلام مین کوئی فرقہ نہین، جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے اس نام سے اُردو زبان مین ایک رسالہ لکھا ہے جسکا مقصد یہ ہے کہ وہ اس عام غلطی کو جو زیادہ تر سرزمین مغرب مین پیدا ہے رفع کردین کہ مسلمانون کے اندر فرقون کا وہ مفہوم نہین جو عیسائی مذہب مین سمجھا جاتا ہے، اسلامی فرقون کے باہمی اختلاف کو نہ طریقۂ اختلاف فہم کے نام سے موسوم کرتے ہین، یا فلسفیانہ اصطلاح مین محض اسکول کا فرق ہے، خواجہ صاحب نے زیادہ تر زور اس امر کے ثابت کرنے مین صرف کیا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی دعوت بھی کسی نئے فرقہ کی بنا نہین ڈالتی، اور خود مرزا صاحب اور انکے اہل فہم اصحاب کی تحریرون سے ثابت کیا ہے کہ وہ اصطلاحی نبوت کے مدعی نہ تھے، بلکہ اسکے لغوی معنی یعنی "پیشین گوئی کرنے" کا دعوی کرتے تھے اور ان کا دعوی بعض گذشتہ اولیاء اور مجددین کے دعوون سے ملتا جلتا تھا، اسی ضمن مین مرزا بشیر الدین صاحب کی قادیانی جماعت کی بزور تردید کی ہے جو اب ایران کی بابی جماعت کے قالب مین اپنے کو روز بروز ڈھال کر ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈال رہی ہے،

خواجہ صاحب کا سادہ طرز بیان، اور بے تکلف لیکن پر اثر طریقۂ استدلال تعریف سے مستغنی ہے، چھوٹی تقطیع کے ۲۰۰ صفحون پر یہ کتاب تمام ہوئی ہے، قیمت قسم اول عہ/ قسم دوم عہ/، پتہ: مسلم بک سوسائٹی، عزیز منزل لاہور،

عطر دیوان حافظ، جناب مولوی ابو الحسن صاحب صدیقی بدایونی سابق چیف جج سرکار نظام ہماری قوم کے ان ابتدائی انگریزی خوان افراد مین ہین جو مشرقی علوم سے بھی

بہرہ ور تھے، مولوی صاحب نے اپنے سرکاری عہدہ سے سبکدوشی کے بعد آرام و استراحت کی زندگی پسند نہین کی بلکہ اب بھی وہ علمی نتائج سے ہمکو مستفید کرتے رہتے ہین، مولوی صاحب موصوف کو دیوان حافظ سے بدرجۂ غایت شغف ہے، اور تقریباً ۴۰ برس سے وہ اس کے مختلف قلمی اور مطبوع نسخون کی بہمرسانی اور انکی تصحیح و مقابلہ مین مصروف ہین، چنانچہ اُنھون نے دیوان حافظ کی غزلون کا ایک انتخاب تیار کیا ہے گو کہ یہ کام نہایت مشکل ہے، کیونکہ دیوان حافظ درحقیقت خود سرتاپا انتخاب ہے، بہرحال اسطرح جو دو آتشہ تیار کیگئی اسکا نام عطر دیوان حافظ رکھا ہے، صاحب مطبع نے اور نیز جامع نے صحت کے التزام کا دعوی کیا ہے مگر ہم انکو الزام نہین دیتے بلکہ تجربہ کے بعد کہتے ہین کہ لیتھو مین صحت کا کام انتہا درجہ مشکل بلکہ ہمکو تو محال نظر آتا ہے چنانچہ کتاب مذکور کو جا بجا کھولنے کے ساتھ فاش غلطیون پر نظر دوڑنے لگی، "نصیحت گوش کن جانان" کے آخر مین "معما" کا قافیہ "دانان"، صفحہ ۱۰۲ مین "منبر" کا املا "ممبر"، صفحہ ۵ "غانقہ" کی جگہ "خانقاہ" صفحہ ۲ مین "تغییر" کے بجاے "تغیر"، اسی صفحہ مین "ببین" "تفاوت رہ" کے بدلہ "مبین"، پھر اسی صفحہ مین "شوخ" کی جگہ "شوح" لکھہ گیا ہے، لفظون اور شعرون کی غلطیان بہت ہین، جامع کی ۴۰ سال کی محنت کو اسطرح برباد کرنا چھاپہ کی کرامات ہی مصلح سنگ صاحب نے اداے فرائض مین سخت کمی کی ہے جنکے مظالم سے ہر مصنف کا رونگٹا رونگٹا کانپتا ہے،

بہرحال حافظ کی غزلین عام طور سے مشہور ہین اور یہ چند غلطیان ناظرین کو مغالطہ مین نہین ڈال سکتین، خوبصورت چھوٹی تقطیع، سپید کاغذ، نازک خط، ضخامت ۱۴۰ صفحے، قیمت عہ، پتہ: نظامی پریس، بدایون۔

اخبار منصور بجنور، یہ اخبار ہفتہ مین دو بار شایع ہوتا ہے، ہندوستان اور بیرون ہندوستان کے اخبارات کے بہترین اقتباسات شایع کرنے کا مدعی ہی، مسلک تعلیم آزادی و حریت ہی، قیمت ؂۶ دفتر منصور بجنور

مجلد ہفتم | ماہ رجب ۱۳۳۹ھ مطابق مارچ ۱۹۲۱ء | عدد سوم

مضامین

شذرات ۱۶۲ - ۱۶۳

خلفاے اسلام کا اقتدار و اثر ۱۶۴ - ۱۹۳

انگریزوں کی ترقی کا راز — مولوی محمد سعید صاحب انصاری ۱۹۴ - ۲۰۳

رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن ۲۰۴ - ۲۱۲

آشتی اور برہان پور کے آثار قدیمہ ۲۱۳ - ۲۱۷

اخبار علمیہ ۲۱۸ - ۲۲۶

مرزا سالک مرحوم دہلوی کا غیر مطبوعہ کلام ۲۲۷ - ۲۳۰

ادبیات — جناب نواب علی حسن خان طاہر، جگر مرادآبادی، ۲۳۱ - ۲۳۲

ڈاکٹر اقبال کی اسرار خودی کا انگریزی ترجمہ ۲۳۳ - ۲۳۸

مطبوعات جدیدہ، — تنقید لسان الغیب، التقلید شخصی و سلفی، نیاے سخن، نور عبید، علی گڈھ میگزین، ۲۳۹ - ۲۴۰

الرأی الصحیح فی من ھو الذبیح، عربی زبان مین مسئلہ تعیین ذبیح پر جناب مولانا حمید الدین صاحب کا رسالہ جو ابھی چھپکر تیار ہوا ہے، مولانا نے اس رسالہ مین تورات، قرآن مجید، اور دیگر شواہد قطعیہ کے ذریعہ سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچائی ہے کہ ذبیح حضرت اسمعیل تھے ضمناً مکہ معظمہ، کعبہ اور بناے حج کے مسائل کی بھی توضیح کی ہے، قیمت ۱۰/

"منیجر"

شذرات

یکم مارچ سنہ ۲۱ء کو سالہا سال کے وعدون کے بعد محترم محمد علی نے شبلی منزل کو رونق بخشی، وہ اُسوقت سے جب نظر بند تھے، یہ وعدہ کر چکے تھے کہ آزاد ہو کر وہ سب سے پہلے دار المصنفین مین آئینگے، اور چھ مہینے اس گمنام مقام کے کسی گوشۂ عافیت مین بیٹھکر عربی کی تکمیل اور سیرۃ نبوی کا انگریزی ترجمہ کرینگے، لیکن آزادی کے ساتھ جو اطمینان شکن اور امن کش واقعات پیش آئے وہ سب کے سامنے ہین،

بہرحال یہ پرانا وعدہ کسی نہ کسی صورت مین یکم مارچ کو پورا ہوا، ہزارہا آدمی استقبال کیلئے شاہ گنج سے اعظم گڈھ (۴۲ میل) اور شہر اعظم گڈھ کے ناکہ سے شبلی منزل تک (دو میل) موجود تھے شبلی منزل پہنچکر سب سے پہلے وہ استاد مرحوم (مولانا شبلی) کی قبر پر گئے اور پھولون کے وہ ہار جو قدر دانون نے اُنکے گلے مین ڈالے تھے، قبر کے ایک گوشہ مین ڈالدیئے، اُسکے بعد اُنھون نے دار المصنفین کی "خانقاہ" مین ایک دن ٹہر کر مختلف شعبون کو دیکھا اور دوسری کی شام کو علی گڈھ واپس گئے۔

اسلامی فرقون کے حالات اور اُنکے مذاہب کی تحقیق مین امام عبد القاہر بغدادی کی کتاب "الفرق بین الفرق" نہایت متقدم اور محقق ہے، محمد بدر نامی ایک مصری عالم نے سنہ ۱۹۱۰ء مین برلن کے ایک قلمی نسخہ سے اُسکو شایع کیا تھا، فرق اسلامیہ کی تاریخ مین سب سے مشہور کتاب شہرستانی کی ملل ونحل ہے، اُسکا جرمن ترجمہ سنہ ۱۸۴۲ء سے یورپ مین مستعمل ہے، الفرق، ملل ونحل سے تقریبًا سو برس پہلے لکھی گئی ہے، لیکن عالم مطبوعات مین یہ اُس سے بہت پیچھے ظاہر ہوئی، اب سنہ ۱۹۲۰ء مین ایک مستشرقہ خاتون کیٹ چیمبرس سیلاے نے اُسکا انگریزی مین ترجمہ کیا ہے، اور نیویارک کے کولمبیا یونیورسٹی مین چھپا ہے، کیا سات کروڑ مسلمانون کی اُردو زبان مین بھی اُسکے ترجمہ کی ضرورت ہے ؟

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے نام سے انگریزی، فرنچ اور جرمن مین جو کتاب مسلسل شایع ہو رہی تھی اسکا ابھی حال مین ایک تازہ نمبر ۲۵ شایع ہوا ہے، جسمین ۹ کے مضامین ہین، "اجتہاد" سے لیکر "اعراب" تک کے عنوانات اسمین داخل ہین، اسی آخری نمبر مین ہندوستانی مسلمانون کے سیاسی انقلاب پر جو باب ہے اُسمین ہندو مسلم اتحاد کے عجیب وغریب وجوہ بتائے گئے ہین، مسلمانون کے جدید سیاسی تغیرات کا حوالہ بھی دیا گیا ہے،

مقالات

خلفاے اسلام
کا
اقتدار و اثر

گذشتہ پرچہ مین یہ بتایا گیا ہے کہ گو آخر زمانہ مین خلافت اسلامیہ بیحد کمزور ہوگئی تاہم یہ کمزور دیوار جن مضبوط اور مستحکم بنیادون پر قائم تھی ان مین کسی قسم کی سستی اور ضعف پیدا نہین ہوا تھا یہ مضبوط اور مستحکم بنیادین کیا تھین وہ وہ اسلامی سلطنتین تھین جو دنیا کے طول و عرض مین پھیلی ہوئی تھین جن پر نائبان خلافت اپنے پورے زور و قوت کے ساتھ حکمرانی کر رہے تھے، لیکن آج یہ حالت نہین ہے، یورپ کی صدہا سال کی چالاک کوششون نے سب سے پہلے ان بنیادون مین سے ایک ایک کا خاتمہ کر دیا، اور اب آخری ضرب خود بے سہارا دیوار پر لگا رہے ہین،

س مضمون مین یہ دکھانا ہے کہ جن کمزور خلفاے اسلام کی حالت کی طرف بار بار اشارہ کیا جاتا ہے دنیا مین انکا اقتدار و اثر کیا تھا، سب جانتے ہین کہ بنو امیہ کے عہد تک تمام دنیاے اسلام سندھ سے لیکر اسپین تک صرف ایک تخت خلافت کے ماتحت تھا، ۱۳۸ھ مین دنیاے اسلام دو حصون مین منقسم ہوگئی، یعنی ایک مین اسپین، اور دوسرے مین یورپ، افریقہ اور ایشیا کے بقیہ ممالک داخل تھے، تیسری صدی مین خراسان اور ترکستان کے صوبون مین خود مختاریان پیدا ہونے لگین، لیکن باین ہمہ سیاسی حالات جو کچھ ہون چوتھی صدی تک خلافت کا مرکز سوا کوئی اور شہر نہ تھا چوتھی صدی مین جیسا کہ پہلے لکھا گیا ہے شیعی انقلاب پسند مختلف صوبون

اور خلافت کا مرکز بغداد مین کمزور ہو گیا اسوقت اندلس کی اسلامی سلطنت اوج شباب پر تھی، اور اُس نے بغداد کی کمزوری اور اپنی قوت و سطوت کے دلائل پر خلافت کا دعویٰ کیا لیکن وہ دعویٰ دنیاے اسلام مین مقبول نہوا، چنانچہ مراکش اور سسلی سے لیکر ہندوستان تک خلیفہ بغداد ہی کا سکہ ہمیشہ پڑا گیا،

ایران، ترکستان، ایشیاے کوچک، عراق، شام اور افریقہ مین بیسیون باجبروت سلاطین پیدا ہوے، جنکی تلوار کی ایک جنبش سے قومون اور ملکون کی قسمتین اُلٹ پلٹ جاتی تہین، جنکے خامۂ شمشیر کے ایک اشارہ سے جغرافیۂ کائنات کا نظام درہم برہم ہوجاتا تھا، لیکن وہ کبھی خلیفہ بغداد سے سرتابی کی جرأت نہ کرسکے،

تہین تباؤ، سلطان محمود غزنوی، ملک شاہ سلجوقی، عضد الدولہ دیلمی، سلطان صلاح الدین ایوبی، سلطان محمد تغلق کس زور، قوت اور اقتدار و سطوت کے بادشاہ گذرے ہین، لیکن خلیفہ عباسی کے سامنے اُنکی ہستی ایک چاکر اور غلام سے زیادہ نہ تھی وہ اپنے کو کسی ملک کا جائز مالک نہین سمجھتے تھے، جب تک خلیفہ کا فرمان اُسکے لئے جاری نہوتا، اُنمین سے کسی کے پاس جب خلیفہ کی طرف سے کوئی تحفہ یا خلعت آتا تو اُنکے ملک مین جشن عید منایا جاتا، بادشاہ پیادہ اُسکے استقبال کو نکلتا، قاصد خلافت کے پاؤن پر سر رکھتا، اُنکو بوسہ دیتا، خلعت کو سر پر رکھتا، شہر مین جلوس نکلتا، شادیانے بجتے، شعراء مدحیہ قصاید پیش کرتے جمعہ کے خطبون مین اُنکے نام پڑہے جاتے، سکون پر اُنکے نام کندہ ہوتے، اُنکے سامنے آتے تھے تو زمین کو بوسہ دیتے، اُنکے سامنے بیٹھنے کی جرارت نہین کرتے تھے،

خلیفہ بغداد کی مشرقی سلطنت مین سب سے پہلے خراسان کے صوبہ نے خودمختاری حاصل کی، مامون کے زمانہ سے طاہرہ خاندان اس صوبہ پر حکمران تھا، گو یہ حکمرانی خاندانی اور موروثی ہوگئی تھی، لیکن ہر نئے حکمران کے تقرر کے وقت خلیفہ کی اجازت ضروری تھی، اور وہ اپنے کو

خلیفہ کا مطیع و فرمانبردار ظاہر کرتے تھے، ۲۵۹ھ مین طاہریہ کا انحطاط ہوا اور صفاریہ نے عروج حاصل کیا، دونون خاندانون مین لڑائیان شروع ہوئین، عام مسلمانون کی ہمدردی حاصل کرنیکے لئے دونون کے پاس ایک ہی کارگر ہتیار رہتا کہ "مین خلیفہ کا فرمانبردار اور مطیع ہون اور یہ باغی اور سرکش ہے" صفاریہ کو کامیابی ہوئی لیکن کیونکر؟ مورخ ابن اثیر کی لفظی شہادت حسب ذیل ہے،

واشتدت شوکتہ تغلب علی سجستان و اظھر التمسک بطاعة الخلیفة وکاتبہ وصدر عن امرہ واظھر انہ ھوامرہ بقتال الشراة (ج ۷، ص ۱۲۴، یورپ)	اسکی قوت بڑھگئی اور سیستان پر غالب آگیا اور خلیفہ کی اطاعت پر مضبوطی ظاہر کی اور اس سے خط وکتابت کی اور خلیفہ کے حکم کو بجالایا اور ظاہر کیا کہ خلیفہ ہی نے خارجیون سے لڑنے کا حکم دیا ہے،

۲۵۵ھ مین جب صفار نے شیراز پر قبضہ کیا تو پھر اپنی اطاعت شعاری کا یقین دلایا اور اسکی شہادت مین دربار خلافت مین کچھ ہدایا اور تحائف بھیجے،

وکتب الی الخلیفة بطاعتہ واھدی الیہ ھدیة جلیلة (ابن اثیر)	صفار نے خلیفہ کو اپنی اطاعت لکھ بھیجی، اور قیمتی ہدیہ بھیجا۔

لیکن بااین ہمہ خلیفہ نے تسلیم نہین کیا، اور خود اپنے عمال فارس کو روانہ کئے، ۲۶۱ھ مین خلیفہ معتمد نے آذربائیجان اور موصل مین اپنے نائب مقرر کرکے بھیجے، اور حکم دیا کہ خراسان، رے، طبرستان اور جرجان کے تمام حجاج ایک جگہ جمع کئے جائین، جب وہ ایک جگہ جمع ہوگئے تو اُنکے سامنے یہ اعلان عام کیا کہ خلیفہ نے صفار کو خراسان کی ولایت ہرگز عطا نہین کی ہے، اور نہ خراسان مین اسکا داخلہ اُسکی اجازت سے ہوا ہے، علاوہ واقعہ کی شہادت کے ہمارے ناظرین ایک لمحہ کے لئے ذرا تامل کرین کہ کیا دنیاے اسلام کبھی حج سے اس قسم کے سیاسی فوائد بھی اُٹھاتی تھی۔

بہرحال جب صفاریہ کو ہر میدان مین کامیابی پر کامیابی ہونی گئی اور چندہی روز مین بادۂ نخوت سے انکا سر پھر گیا، زبردستی امرائے خلافت سے صوبون کی حکمرانیان چھیننے لگے اور خلیفہ سے بزور فرمان حکومت لکھوانا چاہا، ۲۶۲ھ مین معتمد باللہ خلیفہ تہا، اس نے یعقوب صفاری کے مطالبات کو تسلیم کرلیا، ایران و فارس کے تمام مسافرون، تاجرون اور لوگون کو بلاکر اعلان کیا کہ مین نے یعقوب صفاری کو ان ملکون کا حاکم مقرر کیا، لیکن یعقوب اس سے بھی زیادہ کا طلبگار تہا، اور آخر خلیفہ کے منع کرنے کے باوجود بے اجازت فوج لیکر بغداد کا رُخ کیا، ادہر سے معتمد کا بھائی موفق دربار خلافت کا ایک مختصر سا لشکر لیکر اُسکو روکنے نکلا، خود خلیفہ نے تبرکات نبوی کا خزانہ کھولا، ردائے نبوی دربر کی، عصائے مبارک ہاتھ مین لیا، اور کمان مبارک اُٹھائی، اور ان اسلحہ سے آراستہ ہوکر صفار پر لعنت بھیجی، دونون فوجین جب آمنے سامنے آئین، خلیفہ کی فوج سے ایک ترک سردار نکل کر اسطرح گویا ہوا:

" اے خراسان اور سیستان والو! ہمکو تو یہی معلوم ہے کہ تم سلطنت کے فرمان بردار ہو، قرآن پڑہتے ہو، حج کرتے ہو، علم دین حاصل کرتے ہو، وان دینکم لایتم الا بالطاعۃ الامام، اور دینداری کامل نہین ہوسکتی، لیکن امام کی اطاعت سے، اور اس بات مین شک نہین ہے کہ اس ملعون (صفار) نے تمکو دہوکا دیا ہے اور تم سے کہا ہے کہ خلیفہ نے اُسکو طلب کیا ہے، حالانکہ خلیفہ اس سے لڑنے کو نکلا ہے، پس جو تم مین حق کو قبول کرتا ہے، اور اپنے دین اور اسلام کے احکام کو مضبوطی سے پکڑنے ہے اُسکو چاہیئے کہ اس سے الگ ہوجائے ایسا نہو کہ نافرمانی کا اور خلیفہ سے لڑنے کا جرم اس سے صادر ہو" (ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۳۱)

یعقوب صفار اپنی فوج کو تیغ و خنجر اور تیر و تبر کے حملون سے بچانے کا سامان تو رکھتا تھا، لیکن زبان صداقت کے ناگہانی حملہ کی تاب نہین لاسکتا تھا، عین گھسان کی لڑائی مین موفق نے

میدان میں سر کھول کر جب نعرہ مارا "مین ہون ہاشمی نوجوان" تو عجمی پہلوانون کے بازو سست پڑگئے، اور صفار کی فوج کو فاش شکست ہوئی، لیکن اس شکست کے اسباب خلیفۂ بغداد کے سامان جنگ مین مت ڈھونڈو، بلکہ ان "کمزور خلفا" کے روحانی اور دینی عظمت و اقتدار کے سلح خانہ مین تلاش کرو، مورخ ابن اثیر لکھتا ہے،

وقد ظهر من اصحاب يعقوب كراهة للقتال اذ رأوا الخليفة يقاتله فحملوا على يعقوب ومن قد ثبت معه للقتال، (ج ۷ ص ۲۰۱)	یعقوب کے ساتھیون مین لڑائی سے کراہیت پیدا ہوئی جبکہ انھون نے دیکھا کہ خود خلیفہ اس سے لڑرہا ہے، اسلئے یعقوب پر اور اسکے ساتھیون مین جو لوگ جمکر لڑرہے تھے ان پر حملہ کردیا۔

اس حملہ نے نہ صرف اس میدان مین بلکہ عرصۂ حیات مین صفاریہ کا خاتمہ کردیا۔

یہ تھا ان کمزور خلفا، کا اقتدار و اثر!

فوج کے سپاہیون اور لشکریون پر انکے سردارون اور سپہ سالارون سے زیادہ کسکا رعب اور اثر ہوگا، لیکن جب یہ رعب و اثر خود خلافت کے نفوذ و اقتدار سے آکر ٹکراتا تھا تو اسکا کیا حال ہوتا تھا، شاید تم نے سنا ہوگا کہ بغداد کے فوجی سپہ سالار آخر مین اسقدر خودسر ہوگئے تھے کہ خلفا کا عزل و نصب خود اپنی مرضی سے کرنے لگے تھے، ۲۵۵ھ مین بھی اسی قسم کا واقعہ پیش آیا اور لوگون کو اطلاع ہوئی تو ان مین ایک عام ہیجان پیدا ہوا، راستون اور مسجدون مین پرچے بٹے جنمین یہ عبارت لکھی تھی۔

"یا معشر المسلمین! اپنے عادل، پسندیدہ اور مثیل عمر بن خطاب خلیفہ کے لئے دعا مانگو کہ خدا اسکو اسکے دشمنون پر مدد دے، اور اسکو اسکے ظالمون کی تکلیف سے بچائے اور اسکی بقاسے اسپر اور امت پر نعمتِ الٰہی پوری ہو، ترک سپہ سالارون نے اسکو گرفتار کیا ہے کہ وہ منصب خلافت سے مستعفی ہوجائے اور چند روز سے اسکو تکلیفین پہنچائی جارہی ہین، خدا محمد پر درود بھیجے" (طبری)

سپاہیون نے اپنے سردارون کو اعلان جنگ دیا اور انکو کہلا بھیجا کہ "گر امیر المومنین کے سرکا ایک بال بھی گرا، اور امیر المومنین کے بدن مین ایک کانٹا بھی چُبھا تو یاد رکھو کہ تمہاری خبر نہین سب کے سر دھڑ سے الگ ہونگے"۔ یہ سن کر سردارون اور سپہ سالارون کے ہوش اُڑ گئے،

یہ تہا ان کمزور خلفا، کا اقتدار و اثر۔

خراسان و ترکستان مین صفاریہ سٹے تو سامانیہ پیدا ہوئے، جنکا دارالحکومت شہر بخارا تھا لیکن تمکو معلوم ہے کہ یہ حکومت انکو کیونکر ملی، حمد اللہ مستوفی کی تاریخ گزیدہ کے یہ واقعات لکھے جاتے ہین:

"کار عمرو بن لیث (صفار) قوی شد وطمع در خوزستان و عراق کرد، با معتضد خلیفہ طریق مخالفت سپرد، خلیفہ اسمعیل سامانی را بفرمود تا با او جنگ کند" (صفحہ ۳۷۶)

عمرو صفار جنگ مین قید ہوا، اسمعیل سامانی صفار کو تسکین دیتا ہے کہ "انشاء اللہ ترا از خشم خلیفہ خلاص کنم" (صفحہ ۳۷۷) لیکن صفار اپنی چال سے باز نہین آتا، ناچار "اسمعیل سامانی عمرو لیث (صفار) مقید بحضرت خلیفہ فرستاد، چون چشم خلیفہ بر عمرو لیث آمد، گفت الحمد للہ الذی کفنی منک الفی سند و اورا محبوس کرد" (صفحہ ۳۷۸)

سامانیون کی حکومت کا آغاز ۲۶۱ھ سے ہوتا ہے، "معتمد خلیفہ تمام ولایات بنصر بن احمد سامانی داد کہ ارشد آن قوم بود" اسکے چند سال کے بعد جب اسمعیل سامانی کے شہ سے صفاریہ کا بکلیتہ استیصال ہوگیا تو "معتضد خلیفہ اورا فرمان داد وایشان را (صفاریہ) برانداخت و خلیفہ مملکت بنی صفار بر و مسلم داشت۔ در ۲۸۷ھ در بعضے از ایران نام پادشاہی برو اطلاق یافت" (صفحہ ۳۸۰) ۲۹۵ھ مین اسمعیل سامانی نے وفات پائی تو خلیفہ مکتفی نے اسکے بیٹے احمد کو جانشینی عطا کی اور اپنے ہاتھ سے علم تیار کر کے اسکو بھیجا، اور فرمان نیابت عطا کیا (ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۱)

سامانیہ نے اپنی اطاعت شعاری کو ہمیشہ قائم رکھا، انکی طاقتور فوجون کو جب میدان جنگ

مین فتوحات حاصل ہوتے تو شتر سوار قاصد، بغداد مین اہنین "کمر در غلفا" کے درباروں مین بشارت نامے لیکر جاتے، (ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۴۲۶)

سامانیون کا خاتمہ ہوا تو دیالمہ اٹھے، جنکو آل بویہ بھی کہتے ہین، گو یہ مذہبًا شیعہ تھے لیکن ان کا سیاسی عقیدہ خلیفۂ بغداد ہی کی اطاعت شعاری تھی، ۳۲۱ھ سے ۴۴۸ھ تک یہ عراق وایران وفارس پر حکمران رہے، ابتداءً امراے خلافت سے لڑ کر دیلمیون نے ان ملکون پر قبضہ کرنا چاہا، چنانچہ مہینون طرفین مین جنگ قائم رہی، لیکن خاتمہ اسپر ہوا کہ دیلمیون کو ناچار آستانۂ خلافت پر سر جھکانا پڑا، اور بجاے آزاد بادشاہی کے خواب دیکھنے کے خلیفۂ بغداد کی طرف سے نائب بنکر حکومت کی آرزو پوری ہوسکی، باوجود اسکے کہ دیلمی بادشاہ علم وفن، ہنر وسلیقہ، عدل وکرم، زور وقوت، مال ونعمت، غرض تمام لوازم سلطنت کے مالک تھے، ایران کے شہنشاہ کہلاتے تھے، مگر بغداد مین انکا درجہ صرف امیرالامرا کا تھا، اور وہ اسی لقب سے یہان یاد کیے جاتے تھے، بادشاہ منتخب ہوجانے پر خاندان کا کوئی اور گرامی ممبر اس منصب پر ممتاز ہوتا تھا، انکے سکون پر خلفاء کے نام کندہ ہوتے تھے (ابن اثیر جلد ۹ صفحہ ۱۴۱) عمادالدولہ سب سے پہلا بادشاہ جب تخت نشین ہونے لگا تو پہلے خلیفہ کی منظوری طلب کیگئی، خلیفہ نے خلعت قبول اور فرمان شاہی بھیجا، اور خطاب عنایت کیا۔

"خلیفہ او را منشور پادشاہی وخلعت تشریف فرستاد، ولقب تعیین کرد" (تاریخ گزیدہ صفحہ ۷۱۴)

دیلمی سلاطین مین عضدالدولہ سے بڑھکر کوئی بڑا بادشاہ نہین گذرا، سلاطین اسلام مین بھی اسکے مقابل کے چندہی بادشاہ نکلین گے، شہنشاہ اسکا لقب تھا، ۳۶۹ھ مین جب یہ بغداد مین طائع باللہ عباسی کے دربار مین لقب تاج الملۃ لینے کے لئے حاضر ہوا، تو سب سے پہلے اس نے زمین چومی، پھر پیچھے ہٹکر دوبارہ زمین چومی، اسطرح سات دفعہ زمین بوسی کی اور جب

خلیفہ نے اسکو زیادہ تقرب کی اجازت دی تو اس نے بڑھکر خلیفہ کے پاؤں چومے، اسوقت خلیفہ نے اسکو کرسی پر بیٹھنے کا حکم دیا لیکن اس نے بار بار معذرت کی اور جب خلیفہ نے اسکو مجبور کیا تو الامر فوق الادب کے لحاظ سے کرسی کو بوسہ دیکر بیٹھ گیا، اور کہا کہ "مین خدا سے دعا مانگتا ہون کہ حضور کی اطاعت مجھسے اچھی طرح بن آے، ان تقریبات کے ادا کرنے کے اثنا مین عضدالدولہ کا ایک افسر جو اسکے ساتھ تھا اس بت پرستی سے گھبرا کر بول اٹھا کہ "کیا یہ خدا ہے جو آپ اسطرح تعظیم بجالاتے ہین، عضدالدولہ نے کہا کہ "ہان یہ خدا کا خلیفہ ہے"

یہ تھا ان کمزور خلفاء کا اقتدار واثر!

۳۸۱ھ مین بہاء الدولہ دیلمی نے اپنے بعض شریر مشیرون کے مشورہ سے جب طائع باللہ کو منصب خلافت سے دست کش ہونے پر مجبور کیا، اور دوسرے خلیفہ قادر باللہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور جمعہ کے دن تک منتخب خلیفہ شہر مین داخل نہو سکا تو خود دیلمیون نے شور و ہنگامہ شروع کردیا، خطیب نے صرف نے خلیفہ کے خطاب "القادر باللہ" پر اکتفا کیا، کسی کا نام نہین لیا آخر بہاء الدولہ نے انکو راضی کیا، اور کئی میل باہر نکل کر اپنے درباریون کے ساتھ نئے خلیفہ کا استقبال کیا اور بڑی عزت و تعظیم سے شہر مین لایا، لیکن خراسان کے سلمانون نے بہاء الدولہ کے اس رد و بدل کو تسلیم نہین کیا، انھون نے کہا کہ بے وجہ ایک خلیفہ کو معزول کرکے دوسرا خلیفہ نہین بنایا جا سکتا، چنانچہ وہ کئی سال تک طائع ہی کا خطبہ پڑھتے رہے، جب سلطان محمود نے اس ملک پر قبضہ کیا تب قادر کی خلافت یہان تسلیم ہوئی، (تاریخ گزیدہ صفحہ ۳۵۱)

قادر باللہ کے عہد خلافت مین ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک عباسی شہزادہ کسی طرح چھپکر مشرق کی زمین خراسان وغیرہ مین نکل گیا، اور وہان یہ ظاہر کیا کہ مین خلیفہ کی طرف سے نائب ہوکر آیا ہون، یہ سنکر بعض سلاطین نے اسکے ہاتھ پر بیعت کرلی، اور اسکے نام کا خطبہ پڑھا، خلیفہ کو

جب یہ معلوم ہوا تو اسکو بڑی فکر ہوئی، ۳۹۱ھ مین اول خراسان کے تمام حاجیون کو جمع کر کے اُنکے سامنے اپنے آیندہ ولیعہد کا اعلان کیا، اور اسکے بعد تمام سلاطین اور شاہان اسلام کے نام جعلی نائب خلیفہ کی گرفتاری کا فرمان جاری کیا، مورخ ابن اثیر لکھتا ہے کہ اس فرمان کا یہ اثر ہوا کہ یہ بیچارہ ملک بہ ملک اور شہر بشہر مارا مارا پھرتا تھا، لیکن کہین اسکو پناہ نہین ملتی تھی، آخر بہت دُور خوارزم (خیوا) مین نکل گیا، لیکن وہان بھی اسکو پناہ نہین ملی، اور سلطان محمود غزنوی نے اسکو گرفتار کرلیا، ان واقعات سے یہ معلوم ہوگا کہ خلیفہ کے انتخاب وقبول مین دوسرے ملکون کے مسلمانون کی رضامندی کہانتک ضروری ہے،

ہم سلسلۂ کلام مین یہ کہنا بھول گئے کہ سامانیہ کی خاکستر سے مشرق مین ایک اور طاقتور خاندان کا ہیولی تیار ہوا تھا جسکو غزنویہ کہتے ہین، اس خاندان کا اصلی تاجدار سلطان محمود غزنوی ہے لیکن یہ سلطان کسکی اجازت سے قلمروِ مشرق پر فرمانروا ہوا، خلیفہ بغداد نے اسکو ان ملکون کا فرمان سلطنت عطا کیا، صوبون کی نیابت بخشی، بڑے بڑے القاب دیئے، سلطان جب کسی نئے صوبہ کی عنان حکومت اپنے ہاتھ مین لینا چاہتا تھا تو پہلے خلیفہ کی مرضی دریافت کرتا تھا، مجدالدولہ دیلمی کے ملک پر جب اس نے قبضہ کیا تو خلیفہ کو عرضی لکھی کہ "یہ بادشاہ احکام اسلام کا پیرو نہ تھا، اسکے حرم سرا مین پچاس بیویان تھین، جن سے تیس سے زیادہ اسکی اولادین ہین، جب اس سے جواب خواہی کیگئی تو اس نے جواب دیا کہ یہ میرے بزرگون کا طریقہ ہے، یہ فقرے اسلئے خلیفہ کو لکھے گئے ہین تاکہ مجدالدولہ کے سلب حکومت کے لئے خلیفہ کے دربار مین یہ سند کام دے،

تاریخ فرشتہ وغیرہ فارسی تاریخون مین لکھا ہے کہ ایک دفعہ سلطان نے خلیفہ کے دربار مین عرضی بھیجی کہ ملک خراسان مجھے عنایت کیا جائے، خلیفہ نے منظور کیا، اسکے بعد سلطان نے

سمرقند کی درخواست کی، جواب آیا "معاذ اللہ این کار نکنم، واگر تو بے فرمان من قصد گرفتن آن نائی عالم را بر روے تو بشورانم" ان کمزور خلفا کے ان پرزور فقروں کو پڑہو، ملکوں کے فاتح اور قوموں کے مالک محمود کی نسبت، تخت بغداد کا ایک کمزور حکمران کہتا ہے، اگر میری اجازت کے بغیر تم نے سمرقند کا ارادہ کیا تو میں تمام دنیا کو تمہارے خلاف کھڑا کردونگا، کشور گیر اور لشکر شکن سلطان پر ان چند فقروں کا کیا اثر ہوا؟ فرشتہ کہتا ہے "سلطان تیرہ شد"، پھر ایک بار بادۂ نخوت سے جھرجھری لیکر سلطان دربار خلافت کے قاصد کو خطاب کرتا ہے "میں اگر چاہوں تو ہاتھیوں کا دل لیکر دار الخلافہ آؤن اور بغداد کی مٹی تک ہاتھیوں پر لاد کر کے غزنین لے آؤن" قاصد خاموش بغداد واپس جاتا ہے، اور تھوڑے دن کے بعد بغداد سے جواب کا ایک چھوٹا سا پرزہ لاکر ہاتھیوں کے بل پر دنیا کے زیر و زبر کرنے والے سلطان کے ہاتھوں میں دیتا ہے، پرزہ میں صرف الف، لام، میم، تین حرف لکھے ہوتے ہیں، علماے دربار اس نکتہ کے حل سے عاجز ہوتے ہیں، ایک دانا فقیہ آگے بڑہتا ہے، اور اس گرہ کو کھولتا ہے کہ یہ ہاتھیوں کی دھمکی کے جواب میں الم ترکیف فعل ربک باصحاب الفیل کی طرف اشارہ ہے، سلطان یہ سن کر کانپ جاتا ہے، آنکھوں سے آنسوؤں کا تار جاری ہوجاتا ہے اور قاصد سے اپنی گستاخی کی معافی چاہتا ہے،

یہ تھا ان کمزور خلفا کا اقتدار و اثر!

اسوقت مصر کے شیعی سلاطین جو اپنے دعوی خلافت کو دنیاے اسلام میں منوانے کے لئے بیقرار تھے، وہ ہمیشہ سلاطین اسلام کے پاس موقع دیکھکر بیعت کے لئے قاصد بھیجتے تھے، حج کے موقع پر انعام و اکرام سے سلاطین کے نایبوں کو اپنی طرف مائل کرتے تھے، سلطان محمود کے فتوحات کا دنیاے اسلام میں جب آوازہ بلند ہوا تو مصر کے مدعی خلافت نے چاہا کہ اس نئے فاتح کو اپنے حیطۂ عقیدت میں لانا چاہیئے، چنانچہ حج کے موسم میں سلطان محمود کے نائب کے ہاتھ سنہ ۴۱۶ھ

مین اس نے سلطان کے لئے خلعت اور جامۂ نیابت بھیجا، خلیفہ کو جب یہ معلوم ہوا تو سلطان سے اسکا مواخذہ کیا، سلطان کو سوا اسکے کوئی اور چارہ نہوا کہ اس خلعت کو دربار خلافت مین بھیجدے، اور لکھا کہ "مین تو حضور کا وہ نوکر ہون جو اپنے آقا کی اطاعت فرض جانتا ہے"۔ مصری خلعت کا بقچہ بغداد آیا اور برسر عام خلیفہ نے اُسکو جلوا کر خاکستر کردیا، (ابن اثیر جلد ۹ صفحہ ۲۳۶ و ۲۴۶)

ان واقعات سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ کبھی کبھی خلفا اور سلاطین کے مابین برہمی بھی پیدا ہوجاتی تھی، اختلافات بھی پیش آتے تھے، ایسی حالت مین ان کمزور خلفا کے ہاتھون مین جفاگر اور ستم پیشہ طاقتون کے رد کرنے کا کیا سامان تہا، ۴۲۶ھ کا واقعہ ہے کہ بغداد مین دیلمیون کی بدتدبیری سے یہ حالت پہنچی کہ دن دہاڑے ڈاکے پڑنے لگے، فوج کے سپاہیون نے خلیفہ کے ایک باغ کو تاراج کردیا، خلیفہ قائم بامر اللہ نے جلال الدولہ دیلمی کو لکھا کہ اسکا انتظام کرو، لیکن وہ اپنی کمزوری سے اُسکی تعمیل نہ کرسکا، جب اس طرف سے مایوسی ہوئی تو خلیفہ نے تمام عدالتون مین یہ فرمان بھیجا کہ جب تک مطالبہ تسلیم نہو کوئی قاضی عدالت مین نہ جاے اور نہ فیصلہ کرے، کوئی گواہ گواہی نہ دے، نہ کوئی عالم فتویٰ دے، یہ حالت دیکھکر جلال الدولہ کو مجبوراً مطالبہ تسلیم کرنا پڑا ابن اثیر کی عبارت یہ ہے،

فتقدم الخليفة الى القضاة بترك القضاء والامتناع عن الشهود بترك الشهادة والى الفقهاء بترك الفتوى، (ج ۹ ص ۳۰۰، یورپ)	خلیفہ نے قاضیون سے قضا چھوڑنے اور اُس سے باز رہنے کو کہا، گواہون سے کہا کہ شہادت ندین اور فقیہون سے کہا کہ فتوی دینا ترک کردین،

کیا آج نان کواپریشن، **ترک موالات** اور عدالتون کا مقاطعہ جو مسئلۂ خلافت نے ۱۳۳۹ھ مین پیدا کردیا ہے، کبھی خود خلیفہ کے حکم سے بغداد مین ایک دفعہ اُسکا نفاذ ہوچکا تہا اور علما، قضاۃ اور فقہا نے اُسکو تسلیم کرلیا تہا؟ دنیا کے عجائبات کسقدر حیرت افزا ہین،

جلال الدولہ دیلمی کی حکومت بدتدبیری اور بدانتظامی کے باعث نہایت مفلس تھی، فوجی مصارف کے لئے ناچار اسکو ظلم وستم پر اتر آنا پڑتا تھا، امراء کے خزانوں پر بے وجہ قبضہ کر لیتا تھا، اب تک سلاطین کا یہ دستور چلا آتا تھا کہ بعض محاصل جو خلفاء کے لئے خاص ہوتے تھے وہ ان میں دست اندازی کی جرات نہیں کرتے تھے، لیکن جلال الدولہ نے ۴۳۲ھ میں یہ گستاخی بھی کی، اُسکے لئے سلطنت اور دربار خلافت میں مراسلتیں ہوئیں جب وہ بیکار ثابت ہوئیں تو خلیفہ قائم بامر اللہ نے تمام ہاشمیون کو جمع کیا، اور اطراف کے تمام امراء اور قاضیوں کو اطلاع بھیجدی کہ اب ہم بغداد میں نہیں رہ سکتے، اور اُسکو چھوڑ کر کہیں اور جائیں گے۔" اس واقعہ نے جلال الدولہ کو مجبور کیا کہ وہ آیندہ سے نمایندگان خلافت سے تعرض نہ کریگا،

کیا یہ مسئلہ ہجرت ہے؟ جو مسئلہ خلافت میں آج سے پہلے بھی کبھی پیش آچکا!

دیلمی سلاطین کی ان فتنہ انگیزیوں کا خاتمہ سلجوقیوں کے ہاتھ سے ہو گیا،

کے ہاتھ طغرل کو خط لکھکر بھیجا، طغرل کو معلوم ہوا تو نامہ خلافت کی پیشوائی کے لئے ۴ فرسنگ تک گیا اور اپنی اطاعت کا یقین دلایا، لیکن چونکہ دیلمیوں کی موت کا وقت آچکا تھا، اسلئے وہ اپنی فتنہ انگیزیوں سے باز نہ آئے، ناچار طغرل ۴۴۷ھ میں اس اعلان کے ساتھ فوج لیکر نکلا کہ وہ حج کو جاتا ہے کہ حجاز کا راستہ مامون کیا جائے، اور اُدھر ہی سے ملک شام کو جائیگا، اور اس سے فارغ ہو کر مصر کی فاطمی خلافت کا خاتمہ کر دیگا" اب دیلمی سلطان الملک الرحیم کی آنکھیں کُھلیں، خلیفہ سے معذرتیں کیں، خوشامدیں کیں، اور اقرار کیا کہ ہم سب خلیفہ کے فرمان بردار اور اطاعت گذار ہیں، اُدھر طغرل بغداد کے قریب پہنچ گیا، اور دربار خلافت میں قاصد کے ساتھ عرضی بھیجی جسمیں اپنی انتہا درجہ کی عقیدتمندی اور اطاعت شعاری ظاہر کی تھی۔

یہ پہلا موقع ہے کہ سلجوقی فرمانروا بغداد کی زیارت کو آتا ہے، دیکھو کہ ہندوؤں میں سے

سرحد روم تک فرمان روا"بغداد کی چار دیواریون مین محبوس خلیفہ" کے ساتھ کس عقیدت کیشی اور نیازمندی سے پیش آتا ہے، ۴۴۹ھ مین پہلی دفعہ طغرل دربار خلافت مین حاضر ہوا، پہلے حاضری کی اجازت طلب کی، خلیفہ نے خاص سلطان کی خوشنودی کے لئے دربار منعقد کیا، اور اس شان سے منعقد کیا کہ بجاے قباے شاہی کے رداے نبوی اوڑہی، ہاتھ مین عصا سے مبارک تہا، سلطان نے آکر پہلے زمین کو بوسہ دیا، پھر ہاتھ کو بوسہ دیا، اور کرسی پر بیٹھنے کی اجازت دی، اور امیر دربار کی وساطت سے سلطنت کی اجازت بخشی، اور کہلوایا کہ "امیر المومنین تمہاری کوششون کا شکریہ ادا کرتے ہین، اور تمہارے کامون کے مداح ہین، اور تم کو اس تقرب بخشنے سے خوش ہین، اور ان تمام ممالک کی حکومت تمہارے سپرد کرتے ہین، جو خدا نے امیر المومنین کے سپرد کئے ہین، اب خشیت الہی کو پیش نظر رکھکر رعایا سے عدل وانصاف کا برتاو کرو" اِس بشارت کو سُنکر سلطان نے پھر زمین کو بوسہ دیا، خلیفہ نے اسکے بعد سلطان کو خلعت پہنانے کا حکم دیا، دوسری جگہ لیجا کر امراے خلافت نے اُسکو خلعت پہنایا، خلعت پہنکر آیا تو پھر زمین کو بوسہ دینا چاہا لیکن سر پر تاج بہاری تہا کہ جہک نہ سکا، خلیفہ نے اُسکو یہ اعزاز بخشا کہ اپنے دونون ہاتہ اُسکو دیئے، اس نے ہاتہون کو بوسہ دیا اور اپنی آنکہون سے لگایا، (ابن اثیر جلد ۹ صفحہ ۲۳۴)

سلطان کی واپسی کے بعد دیلمی سردارون نے پھر سر اُٹہایا، اور بڑی شورش برپا کی، خلیفہ کو ایک حیثیت سے محبوس کر لیا اور عراق مین بجز مستنصر خلیفہ فاطمی کا خطبہ پڑھوایا گیا، طغرل ایک اندرونی بغاوت کے فرو کرنے مین مصروف تہا، عراق کی یہ خبرین سُنکر ایک فوج گران لیکر روانہ ہوا، پہلے امام ابن فورک کو عرضیہ دیکر اور دیگر امراے عظام کو ہدایا، تحفے، اور شاہانہ ساز و سامان وخیمہ وخرگاہ دیکر بہیجا کہ وہ خلیفہ کی خدمت مین جاکر معذرت پیش کرین، اُسکے بعد سلطان خود حاضر ہوا اور زمین بوسی کی، اور خلیفہ کی سلامتی پر خوشی ظاہر کی اور کہا کہ دیلمیون نے

جا کر خلیفۂ عباسی کے ساتھ جو کچھ کیا ہے وہی مین جا کر خلیفۂ فاطمی کے ساتھ کرتا ہون، خلیفۂ قائم بامر اللہ نے خوش ہو کر سلطان کی کمر مین تلوار باندھی، سلطان نے پردہ اُٹھا کر اپنے امراء کو خلیفہ کی زیارت کرائی، چونکہ بغداد مین امرائے خلافت مین سے کوئی رہ نہین گیا تھا، اسلئے تاجدار سلجوق خود پہلے شہر مین گیا، اور خلیفہ کا حاجب بنکر استقبال کے لئے شہر کے دروازہ پر کھڑا ہوا، جب خلیفہ کی سواری پہنچی تو عام نوکرون کی طرح لگام پکڑکر پیادہ خلیفہ کے جلو مین چلا، تمکو معلوم ہے سلجوقی کون تھے؟ یہ خانہ بدوش ترک تھے جنکو سلطان محمود نے، اپنی حدود حکومت سے خارج کر دیا تھا، یہ اِدہر اُدہر لوٹ مار کرتے پھرتے تھے، طغرل اس قبیلہ کا رئیس تھا جو رفتہ رفتہ امارت کے درجہ کو پہنچ رہا تھا، اس قبیلہ کی سفاکی وغارتگری سے ڈر کر لوگون نے دربار خلافت مین التجا کی، خلیفہ قائم بامر اللہ نے اُنکو ایک خط لکھکر بھیجا جسمین انکے اعمال شنیعہ پر انکو سرزنش، اور بندگان الٰہی پر رحم کرنے کی نصیحت کیگئی تھی، یہ خانہ بدوش قبیلہ اس نامۂ خلافت کو اپنے لئے فرمان سلطنت سمجھا، اسقدر انھون نے خوشی منائی کہ قاصد خلافت کو تو برتو پیترہ خلعت پہنائے، اور طغرل نے اپنا یہ مرتبہ سمجھا کہ خلیفہ اُسکو خط لکھتا ہے، چنانچہ اس واقعہ سے ملوک اطراف مین اس نے امتیاز حاصل کرلیا، اور چند روز کے بعد عید کا دن آیا تو سلجوقیون نے حسب دستور لوٹ مار کی تیاری شروع کی، طغرل سوار ہو کر نکلا اور منع کیا کہ "خلیفہ جسکی اطاعت فرض ہے اسکے حکم کے خلاف نکرو" اس نے تمکو نیابت کا امتیاز بخشا ہے، یہ پہلا دن ہے کہ سلجوقی تخت حکومت پر بیٹھے ہین، اور آخر وہ دن آتا ہے کہ چین کی سرحد سے قسطنطنیہ کی دیوار تک اُنکی حکومت پہیل جاتی ہے،

۴۶۸ھ مین خلیفہ قائم بامر اللہ نے وفات پائی اُسکی جگہ مقتدی بامر اللہ خلیفہ ہوا، خلیفہ کیلئے ضروری تھا کہ تمام سلاطین اسلام اُسکی خلافت کی بیعت کرین، اُن سلاطین کی بیعت گویا اُنکے

ملکون کے مسلمانون کی بیعت کے قائم مقام تھی، مقتدی جب خلیفہ منتخب ہوا تو علاوہ علماء قضاۃ، اور امراء کے دیگر سلاطین جو اسوقت موجود نہ تھے، اُنھون نے بیعت غائبانہ کی، سلطان ملک شاہ سلجوقی جسکے دبدبہ و عظمت کا شہرہ اب تک داستانون مین ہے، خلیفہ کی طرف سے عمید الدولہ کو بھیجا گیا کہ وہ اس سے بیعت خلافت لے، اور قاضی بیضاوی نظام الملک کے بیٹے موید الملک کے ساتھ غزنین بھیجے گئے کہ یہان کے بادشاہ وقت سے خلیفہ کی طرف سے بیعت لین، (تاریخ سلجوق صفحہ ۴۹)

۴۷۹ھ مین سلطان ملک شاہ اپنے دربار کے امراء اور فوج کے سپہ سالارون کو لیکر بغداد آیا، خلیفہ نے اپنے خادم خاص کی معرفت سلطان کو حضوری کی اجازت دی، اِس بشارت کو سُن کر ملک شاہ بیحد مسرور ہوا، جب دربار مین حاضر ہوا تو خلیفہ نے سلطان کو بیٹھنے کا اشارہ کیا، لیکن سلطان نے بیٹھنا سوء ادب سمجھا، آخر خلیفہ نے بقسم اُسکو بیٹھنے کا حکم دیا، تو بیٹھ گیا، نظام الملک وزیر نے ایک ایک امیر اور سردار کو خلیفہ کے سامنے پیش کیا، جب کوئی امیر اور سردار آتا زمین بوسی کرتا، نظام الملک ہر امیر اور سردار کے رتبہ اور منصب کو بتاتا جاتا تھا، ملک شاہ کے ماموں آیننگین کی جب باری آئی تو اپنی سعادت پر وہ اسقدر نازان ہوا کہ اُس نے وہین قبلہ رخ ہوکر دوگانہ شکر ادا کیا، اور ایوان خلافت کے دیوارون مین حصول برکت کے لئے اپنے چہرہ کو ملا، اسکے بعد خلیفہ نے سلطان کو سات خلعت عطا کئے، اور اُسکی کمر مین دو تلوارین باندھین، اور اسکے بعد وزیر خلافت نے خلیفہ کی طرف سے سلطان کو جلال الدین کا خطاب دیکر حسب ذیل تقریر کی،

"یا جلال الدین! ہمارے آقا امیر المومنین جسکو خدا نے جانشینی کے لئے منتخب کیا ہے اور امامت کی عزت اُسکو بخشی ہے، اور اسکو اُمت محمدی اور دین و ملت کی نگہبانی سپرد کی ہے

وہ اس امانت کو تمہارے سپرد کرتے ہین، اور تم کو دو تلوارین باندھتے ہین تاکہ دشمنان الٰہی پر تم کو قوت حاصل ہو، تو انکے ملکون مین گھس جاے اور انکی گردنون کو ذلیل کرے اور رعایا کی فائدہ رسانی مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے، اور کوئی اہتمام اُنسے دریغ نہ رکھے، اسی خلیفہ کی اطاعت سے تم پر نیکیان نازل ہونگی اور برکات کے بادل تم پر برسینگے" (تاریخ سلجوقی)

ناظرین تم نے اس تقریر کا ایک ایک فقرہ سُنا، یہ بغداد کا کمزور خلیفہ" اس تاجدار سلجوق کی عزت افزائی کر رہا ہے جسکی حکومت کا رقبہ کاشغر سے بیت المقدس تک اور قسطنطنیہ سے بحر خزر تک وسیع تہا،

سلجوقی سلاطین اسوقت تک تخت نشین نہین ہوسکتے تھے، جب تک خلفاے بغداد انکو فرمان شاہی عطا نہین کرتے تھے، ہر نئے سلطان کی تخت نشینی کے موقع پر خلیفہ کے دستخط سے ایک فرمان اُسکی تولیت کا نکلتا تہا جسکو تقلید کہتے تھے، یعنی گردن مین طوق (اطاعت) ڈالنا" (ابن اثیر جلد ۹ صفحہ ۱۵۵) اسی طرح جب کوئی نیا خلیفہ منتخب ہوتا تہا تو اُسکی بیعت اُن پر فرض تھی، ان سلاطین کے القاب مین سب سے پر فخر لقب خلیفہ کی اعانت، یاری اور مددگاری کا ہوتا تہا، جیسے ناصر امیر المومنین، ولیّ امیر المومنین، یمین امیر المومنین، وغیرہ،

سلاطین سلجوقی کی تاریخون مین خلفاے بغداد کی عزت و احترام کے واقعات اس کثرت سے ہین کہ ہم انکا اس چھوٹے سے مضمون مین استقصا بھی نہین کرسکتے، لیکن آخر آخر مین باہم کشمکشین پیدا ہو گئی تہین، اُسکا سبب یہ تہا کہ سلجوقیون کی ترقی شباب پر پہنچ چکی تھی، اُنکو ہوس یہ ہوئی کہ اب خلافت بھی اُنکے خاندان مین منتقل ہو جائے، چنانچہ ملک شاہ نے اس غرض سے اپنی بہن خلیفہ سے بیاہ دی، اس سے جو لڑکا پیدا ہوا، سلطان نے خلیفہ کو مجبور کیا کہ وہ اُسکو اپنا جانشین بنا دے، خلیفہ اپنے ایک اور بیٹے کو ولی عہد بنانا چاہتا تہا، چنانچہ اُسکو یہ بہت شاق ہوا

اور اُسکو دودمان عباسی کی تحقیر سمجہا، اور اسدرجہ دردمند ہوا کہ اس نے چند روز تک تمام لذاید ترک کردیئے اور دل کی آواز کے ساتھ خدا سے دعا مانگی کہ اس مصیبت کو اسکے سر سے دور کردے خدا کا کرنا ایسا کہ ایک ہی ہفتہ مین سلطان مرگیا اور اسی کے ساتھ اس مصیبت کا بھی خاتمہ ہوگیا، لوگون مین یہ واقعہ خلیفہ بغداد کی کرامات مین شمار ہونے لگا، پھر سلاطین سلجوق نے دوبارہ اس قسم کی جرأت نہین کی،

مسترشد باللہ بڑے استقلال دہمت کا خلیفہ گذرا ہے، علم حدیث مین صاحب کمال تہا، اس نے یہ عزم کرلیا کہ خلافت کو وہ اپنے عملی اقتدار پر قائم کریگا، اسلئے اسکو امرا اور سلاطین سے لڑنا پڑا سب سے پہلے وبیس نام ایک امیر سے اسکی جنگ ہوئی، میدان مین جب دونون فوجین آکر آمنے سامنے کھڑی ہوئین تو خلیفہ نے کہا مجھے فتح وظفر کی خوشبو ابھی سے محسوس ہوتی ہے، چنانچہ اُسکو فتح نصیب ہوئی، بعد کو مورخین نے اُسکو کرامات ومغیبات مین داخل کیا، (تاریخ گزیدہ)

اسکے بعد سلطان مسعود سلجوقی کی باری آئی، اس نے خواہش کی کہ بعض سلاطین سابق کی طرح خطبہ وسکہ مین اسکا نام بھی داخل کیا جائے، مسترشد نے اُسکو قبول نہین کیا، نوبت جنگ تک پہنچی، مسترشد کے ترکی غلامون نے بیوفائی کی اسلئے اُسکو شکست ہوئی، لیکن فاتح سلطان جب مفتوح خلیفہ کے سامنے آتا ہے تو زمین کو بوسہ دیتا ہے اور اپنے گناہون کی معافی چاہتا ہے لیکن امرائے سلجوق سلطان کی خلاف مرضی خلیفہ کو قید کردیتے ہین، یہ خبر جب بغداد پہنچتی ہے تو کہرام برپا ہوجاتا ہے، لوگ بازارون مین سرون پر دہول ڈالتے تھے، عورتین ننگے سر نوحہ کرتی نکل آئین، مسجدین بند ہوگئین، خطبہ اُٹھہ گیا، اتفاق سے اسی زمانہ مین زلزلے بڑے زور وشور سے آئے، تمام ملک مین بےچینی پہیل گئی، سلطان کی فوج مین بغاوت کے آثار

پیدا ہو گئے، یہ دیکھکر سلطان مسعود کے چچا سلطان سنجر سلجوقی نے بھتیجے کو حسب ذیل خط لکھا،

"فرزند من! یہ خط جس وقت تم کو ملے فوراً امیر المومنین کی خدمت مین حاضر ہو، زمین کو بوسہ دو، قصور کی معافی چاہو، اور عاجزی کی کوئی حد انتہا نہ رکھو، کیونکہ آسمان اور زمین کے آثار و علامات جنکے سننے کی ہمارے کانون مین طاقت نہین اور پھر بیس دن تک برق و رعد و زلزلہ اور اس زور کی آندھیان اور اس سے زیادہ یہ ہے کہ فوج مین تشویش اور صوبون مین انقلاب ہے، مجھے تو خدا کی طرف سے اپنی جان کا خوف ہے، جامع مسجدون مین لوگون نے نمازین پڑھنا چھوڑ دی ہین، خطیبون کو خطبہ پڑھنے نہین دیا جاتا ہے مجھ مین ان مصیبتون کی برداشت کی طاقت نہین، تم فوراً امیر المومنین کو دار الخلافہ مین پہنچاؤ اور اپنے بزرگون کے طریق کے مطابق حضور کی غاشیہ برداری کرو"

سلطان مسعود نے ان تمام احکام کی تعمیل کی، لیکن افسوس کہ اسی اثنا مین مراغہ کے حدود مین خلیفہ باطنیون کے ہاتھون سے مارا گیا، حمد اللہ مستوفی نے لکھا ہے کہ اسی لئے مراغہ والون کو "خلیفہ کش" کہتے ہین،

مسترشد کے بعد الراشد خلیفہ ہوا، سلطان نے بہت چاہا کہ پھر بدستور سابق خلافت و سلطنت مین میل ہو جائے، لیکن الراشد نے قطعی انکار کیا، اور آخر پھر جنگ چھڑی اور خلیفہ باطنیون کے ہاتھ سے مارا گیا، مسند خلافت پر ایک اور جوان ہمت مقتفی بامر اللہ کے نام سے خلیفہ ہوا، اُس نے بھی اس جنگ کی حالت کو قائم رکھا، ادہر سلطان مسعود نے وفات پائی، اور اسکی جگہ سلطان محمد ہوا، خلیفہ نے سلجوقی امرا کو بغداد سے نکلوا دیا، انکی جائدادین ضبط کرلین اور سلطان محمد کا نام خطبہ اور سکہ سے مٹا دیا۔

امرا نے جنکی جائدادین اور جاگیرین ضبط ہو گئی تہین سلطان کو بھڑکانا شروع کیا،

اور لڑائی پر آمادہ کرنا چاہا، سلطان نے جواب دیا "جلد بازی سے کام نہ لو، خلیفہ کی مخالفت بدبختی ہے، اسکی دوستی مبارک اور اسکی دشمنی مذموم ہے، اور مین نہین چاہتا کہ اپنی سلطنت کا آغاز خلیفۂ وقت کی دشمنی سے کرون" امرانے کہا، حضور تردد نہ فرمائین، ہملوگ صرف حضور کی اجازت کے طلبگار ہین کہ اپنی جاگیرین واپس لین، سلطان نے کہا، میری جو راے تھی وہ ظاہر کرچکا، اب تم جو چاہو کر سکتے ہو" امرا نے مل کر بڑے سرد سامان سے جنگ کی طیاری کی اور بغداد کی طرف روانہ ہوئے، خلیفہ نے بھی اپنے امراء کو تیاری کا حکم دیا، سلجوقی امرانے خوب خوب حملے کئے اور جی توڑ توڑ کر لڑے مگر عسکر خلافت کے پاؤن کو لغزش نہوئی، ناچاریہ امراء ناکام لوٹکر سلطان کے پاس آئے، سلطان نے انکو بہت شرمایا اور کہا: تم نے اپنی آبرو مین بٹہ لگایا، جانین برباد کین، خلیفہ کو اپنا دشمن بنایا، اب اس سلطنت کی بہار ختم ہوچکی اور توبہ بھی اب قبول نہین ہوسکتی"۔

تاریخ دولت سلجوقی کا مصنف عمادالدین اصفہانی، سلطان کے ان فقرون کو نقل کرکے لکھتا ہے:-

"اور ویسا ہی ہوا جیسا کہ سلطان سمجھتا تھا، کیونکہ خلیفہ نے اسکے بعد سلجوقیون کے گناہونکو پھر نہین بخشا اور انکی طرف سے اسکا دل کبھی صاف نہین ہوا"۔

۵۰۰ھ مین سلطان سلیمان سلجوقی، سلطان محمد کا حریف بنکر نکلا، اور آستانۂ خلافت سے امداد طلب کی، اور خود بغداد آکر حاضر ہوا، قاصد نے خلیفہ کا سلام اور پیام پہنچایا، سلطان اس عزت افزائی سے متاثر ہوکر جوش مسرت مین گھوڑے سے اتر آیا اور زمین کو بوسہ دیا، قاعدہ تھا کہ سلاطین اور بادشاہون کے قاصد اور حج کے کاروان سالار جب آستانۂ خلافت پر حاضر ہونا چاہتے تو دہلیز کو بوسہ دیتے، اسوقت تک کسی دیلمی اور سلجوقی سلطان نے اسکو بوسہ نہین دیا تھا،

سلطان سلیمان پہلا سلطان تھا جس نے حاضر ہو کر اس دہلیز کو بوسہ دیا، خلیفہ نے اپنی فوج دیکر سلطان سلیمان کو سلطان محمد کے مقابلہ کے لئے بھیجا، لیکن سلیمان کو شکست ہوئی، محمد نے چاہا کہ اب خود بغداد چل کر خلیفہ سے فیصلہ کر لینا چاہیئے، چنانچہ فوج گران کے ساتھ بغداد کو روانہ ہوا، بغداد نے بھی بچاؤ کی تدبیرین شروع کین، محمد بغداد کا محاصرہ کئے پڑا رہا، چاہتا تھا کہ دست درازی اور گستاخی کی نوبت نہ آئے اور بے لڑے بھڑے معاملہ طے ہو جائے، خلیفہ نے سلطان کو حسب ذیل خط لکھکر بھیجا کہ "اگر تو کمر ور سمجھکر ظلم پر آمادہ ہے تو مین اپنے ساتھ ایک طاقتور خدا بھی رکھتا ہون"، پھر یہ آیت لکھی تھی کہ "جو ظالم ہین وہ جان لین گے کہ انکا حشر کیا ہوگا"

اسکے بعد خلیفہ نے خود مختار امرائے سلجوقی مین سے ایلدکز کو خط لکھا کہ وہ فوج لیکر سلطان کے دار السلطنت پر قبضہ کرے، ایلدکز نے اس حکم کی تعمیل کی، اسی اثنا مین قافلۂ حج کی واپسی کا زمانہ آیا، اُنھون نے جو سلطان کی اس حرکت کو دیکھا تو انکی زبانی شہر شہر مین سلطان کی بدنامی پھیل گئی، اور یہی آخر عظیم الشان دولت سلجوقیہ کی تباہی کا باعث ہوا۔

اسکے بعد دو تین سلاطین سلجوقیہ مین اور بھی گذرے، ان مین سے بعض کا بغداد مین خطبہ بھی پڑھا گیا، خلفا کی طرف سے اُنکو القاب بھی عطا ہوئے، مگر دربار خلافت مین انکے کاروبار کو رونق نہوئی، یہانتک کہ مقتفی کے بعد جب مستنجد خلیفہ ہوا، اور حسب قاعدہ سلاطین وقت کو بیعت کے خطوط لکھے گئے، اور اسی ضمن مین سلطان سلیمان سلجوقی کو بھی مراسلہ بھیجا گیا، تو اسکو وہ فال نیک سمجھا، اور دربار خلافت سے تعلق پیدا کرنے کے متعلق اسکی خوابیدہ امیدین پھر بیدار ہوئین، چنانچہ اُس نے خوشی خوشی بیعت کی اور اپنی تمام مملکت محروسہ مین احکام بھیجے کہ آج سے خلیفہ مستنجد کا خطبہ پڑھا جائے، اور اسکے بعد اپنے کچھ نائب دربار خلافت مین بھیجے مگر انکو رسائی نہ حاصل ہو سکی،

چھٹی صدی کے آخر مین اس خاندان کا خاتمہ ہوگیا، اب خوارزم شاہیون کی نوبت آئی گو انکی ریاست بہت پہلے سے قائم ہوچکی تھی، مگر اب وہ شہنشاہی کے درجہ کو پہنچ گئی، اُنکو بھی یہ ہوس ہوئی کہ دارالخلافۃ مین اُنکے نام کا خطبہ پڑھا جائے، اور خلیفہ کی طرف سے یہ وکیل با اختیار بن جائین، لیکن اُنکی یہ آرزو پوری نہوئی، اب اُنھون نے یہ ارادہ کیا کہ خلافت عباسیہ کو مٹا کر سادات کی خلافت قائم کرین، چنانچہ ایک ترمذی سیّد کا اسکے لئے انتخاب کیا، اور فوج وسامان لیکر یہ بغداد کی طرف روانہ ہوئے، لیکن راستہ مین ایسے حوادث پیش آئے کہ سارا لشکر تباہ وبرباد ہوگیا، تاریخ گزیدہ کا مصنف حمداللہ مستوفی اس موقع پر لکھتا ہے،

"سلطان ناچار بہ ہمدان مراجعت کرد، شکوہ از دلہا کمتر شد و قصد دارالخلافہ بد مبارک ندانستند" صفحہ ۴۹۶

لوگون کی اس عقیدت پر غور کرو، یہ واقعہ خوارزم شاہیون کی بربادی کا سبب بنگیا، اور خود اسکے امرانے اس سے بیوفائی کی اور تاتاریون کو اسکے ملک مین آنیکی دعوت دی،

اب ہم تاریخ کے اس حصہ پر پہنچگئے ہین جسمین تاتاریون کے ہاتھون سے ممالک اسلامیہ اور خلافت عباسیہ کی تباہی کا خمیر تیار ہورہا ہے، مسلمان امرانے گو خود تاتاریون کو اپنے ملک مین بلایا مگر اُنہین خبر نہ تھی کہ یہ سیلاب بلا خود اُنکو بہا لیجائیگا، چنانچہ رفتہ رفتہ انھون نے ممالک اسلامیہ مین پھیلنا شروع کردیا،

سنہ ۶۲۳ھ مین مستنصر نے مسند خلافت پر قدم رکھا، اُس نے عنان سلطنت اپنے ہاتھ مین لینے کے ساتھ خلافت کے کاروبار کو بہت فروغ دیا، مستنصریہ سا مدرسہ جامعہ بنوایا جسکی نظیر کبھی دنیا نے نہین دیکھی تھی، مورخین لکھتے ہین کہ اسکے عہد مین ملک رشک بہشت بنگیا، اور ویرانی وبربادی کا نام ونشان مٹگیا، اسی اثنا مین فتنہ "تاتار" کا غلغلہ بلند ہوا، تاتاریون نے اردبیل کا

آکر محاصرہ کرلیا، مسلمانون نے دربار خلافت مین فریاد بھیجی، ابتک مسلمانون مین خلافت کا ایک ڈہانچہ باقی تہا، سالانہ حج کے اسرار سے بھی اُنکو آگاہی تھی، خلیفہ نے حاجیون کو امسال حج سے روکدیا اور محصور مسلمانون کی حفاظت کو اس فریضہ پر ترجیح دی، چنانچہ اعلان کے ساتھ ہی سرفروشان راہِ الٰہی نے جامۂ احرام کو تھوڑی دیر کے لئے اُتار دیا، اور خود زرہ پہنکر اپنے محصور بھائیون کی امداد کو سرزمین حجاز سے مڑکر کردستان کی سمت روانہ ہوگئے،

کیا آج بھی ہمارے کاروان حج کو غور کرنا ہے کہ اُنکو بندر جدہ کی سمت چلنا چاہیئے یا بندر سمرنا کی طرف ؟

نور الدین زنگی جسکی تلوار نے یورپ کے صلیبی حوصلہ مندون کو شکست فاش دی، وہ خلیفہ مکتفی کا نامزد کردہ تہا، خلیفہ نے الملک العادل کا خطاب دیکر مصر و شام کی ولایت اسکو عطا کی، اور اس نے پورے زور و بازو سے آستانہ خلافت کے توقعات کو پورا کر دکہایا! اسکے بعد خلیفہ عاضد نے اس مہم کے لئے اس جوان ہمت کا انتخاب کیا جسکو دنیا صلاح الدین کہتی ہے اور الملک الناصر کا خطاب دیکر مصر کی سلطنت بخشی،

اس سلسلۂ داستان مین ایک بڑی دلچسپ چیز چھوٹ گئی، ان "کمزور خلفا" کی حکومت کے حدود تم دیکھتے ہو کسقدر مختصر ہین، لیکن ہم یہ دکہانا چاہتے ہین کہ اُنکے اقتدار و اثر کے حدود کس قدر وسیع ہین، جن سے سنی دنیاے اسلام کا کوئی گوشہ آزاد نہین، تم نے بار بار سنا کہ افریقہ (ٹیونس والجزائر، طرابلس) اور مصر مین ایک حکومت اسماعیلیہ کے نام خلافت کی دعویدار ہوگئی تھی، اور ان مقامات مین عباسیہ کی خلافت کا خطبہ صدیون تک انھون نے بند کردیا، لیکن وہ زمانہ بھی آیا کہ ایک کرد، فسر نے مصر مین دولت فاطمیہ کا خاتمہ کردیا، یہ کون تہا، بیت المقدس کا فاتح سلطان صلاح الدین ایوبی! اسکے بتانے کی تو حاجت نہین کہ یہ کس زور و سطوت کا سلطان تہا لیکن

تم یہ جانتے ہو کہ وہ قوت جس نے تمام سلاطین یورپ کی قوتون کو پاش پاش کر دیا، اُسکو اسپر فخر تہا کہ وہ کمر، ور خلیفہ" لبغداد کا ادنی چاکر ہے، محاربات صلیبی مین وہ گو فتوحات اپنے زور بازو سے حاصل کرتا تہا لیکن فتح نامہ دیوان عزیز (محکمۂ خلافت کا نام تہا) مین بہیجتا تہا، چنانچہ الفتح القسی فی الفتح القدسی مین یہ تمام تحریرین موجود ہین،

جب پہلے پہل سلطان مصر مین داخل ہوا تو اس بنا پر کہ یہان صدیون تک مصر کے شیعی خلفا کے نام کے خطبے پڑہے گئے ہین، عباسیہ خلیفہ کا نام اگر لیا جاے تو کوئی فتنہ نہ اُٹھ کھڑا ہو اُسکو اعلان حق مین قدرے تامل ہوا، ایک جرجان کے عالم نے اُٹھکر کہا،

"خطبہ بنام خلفاے بنی عباس می باید کرد تا نماز درست باشد" (تاریخ گزیدہ صفحہ ۳۶۷)

یہ کیا؟ کیا کبھی مسلمان علما یہ عقیدہ رکہتے تھے کہ خلافت کے بغیر نماز درست نہین ہوتی؟

کوہستان گیلان کے اسمعیلی باطنیون (پیروان صباح) کا نام کس نے نہین سُنا، اور کون نہین جانتا کہ قلعہ الموت کے فرمانرواخلفاے لبغداد اور اہل سنت کے کسقدر دشمن تھے، انکے فدائیون کے ہاتہون کتنے ہی علماے اہل سنت اور خلفاے لبغداد نے شہادت پائی ہے وہ خود امامت کے مدعی تھے، لیکن اللہ تعالے نے اُن مین سے ایک کو توفیق دی، جلال الدین حسن نے دارالخلافہ لبغداد سے راہ و رسم پیدا کی اور وہان سے تمام سلاطین اسلام کے نام اسکے حسن عقیدہ کے فرامین بہیجے گئے، دربار خلافت سے نو مسلم اسکا خطاب ہوا، خلیفہ نے مسلمانان قزوین کے نام اُسکے اسلام کا فرمان روانہ کیا، مسلمان امراء کو اُس سے قرابت کرنے کی اجازت دی اور اُسکی مان جب حج کو آئی تو خلیفہ نے اسکا یہانتک اعزاز کیا کہ تمام سلاطین اسلام کی سواریون سے اُسکی سواری آگے رکہی، آخر الموت کے گردن شکن قلعہ مین جسکو ملک شاہ اور سنجر کی بے پناہ فوج بھی ہلا نہ سکی تھی، لبغداد کا کمر، ور خلیفہ" لبغداد مین بیٹھا بیٹھا اُسکو بیخ و بُن سے ہلا دیتا ہے، اور جس ممبر پر بیٹھکر

علی ذکرہ السلام نے شریعت محمدی کے نسخ کا خطبہ دیا تھا، اسی ممبر پر کمردر خلفاے عباسی کے نام کا خطبہ پڑہا گیا،

مغرب دافریقہ یعنی تونس والجزائر وطرابلس مین بھی اسمعیلی حکمران ہوگئے تھے، بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ اسماعیلیون کے خاندان نے جنم وہین لیا تھا، پانچوین صدی کے اوائل مین مُعز بن بادیس وہان کا حکمران ہوگیا اُس نے اسمعیلی اثر واقتدار کا جال توڑکر رکھدیا اور آستانہ بغداد کی طرف رجوع کیا، خلیفہ قائم بامراللہ نے اسکے عریضہ بیعت کو قبول کیا، اور بڑے سروسامان سے خود اپنے دستِ خاص سے اُسکے لئے علم حکومت بناکر افریقہ بھیجا، اتفاق سے یہ علم ایک موکب شاہی کے ساتھ عین اسوقت افریقہ کے پاے تخت مین جاکر پہنچا، جب جمعہ کے دن خطیب ممبر پر کھڑا ہوکر خلیفہ کا نام لینا چاہتا تھا، خطیب نے اس موکب ہمایون اور اس لواے خلافت کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ مسلمانو! لو یہ خلیفہ وقت کی نعمت عظمٰی اور اسلام کے فتح وظفر کی نشانی تمھارے پاس آگئی، اس برمحل اور پراثر منظر سے ان دورافتادہ مسلمانون کے دل کیف سے لبریز ہوگئے،

تم جانتے ہو سسلی کہان ہے؟ یہ یورپ مین اٹلی کا حصہ ہے، مسلمانون نے ایک زمانہ مین اُسکو فتح کیا تھا، لیکن اس دُور دراز علاقہ مین خطبہ کسکے نام کا پڑھا گیا؟ اور وہان کے مسلمانون نے کسکی خلافت تسلیم کی؟ بغداد کے خلیفہ مقتدر باللہ کی،

اسی زمانہ مین روس کا ایک بلغاری بادشاہ اسلام قبول کرتا ہے، لیکن وہ اپنے اسلام کی درخواست کو کس آستانہ پر پیش کرتا ہے، بلغار سے چل کر اُسکا قاصد بغداد آتا ہے، اور یہان سے خلیفہ علما کی ایک سفارت کے ساتھ فرمان شاہی اور لواے حکومت بھیجتا ہے،

بغداد کے ان "محدود الاختیار" خلفا کے غیر محدود اثر واقتدار کو تم دیکھ رہے ہو؟

تاتاریون نے خلافت بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجادی، تمام مشرقی ممالک اسلامیہ

زیروزبر کرڈالے، مسلمانون کا کوئی مشرقی ملک انکے حملون سے آزاد نہ تھا، مصروشام کے غلام حکمرانون نے دوڑکر خلافت کے تنِ بیجان کو اُٹھا لیا، اور اپنی بنی بنائی سلطنت انکے حوالہ کردی، اپنا تاج و تخت اُنکے قدمون کے نیچے ڈالدیا، اور اپنے لئے یہ فخر بس سمجھا کہ وہ خلافت کے خادم اور چاکر ہین، اور اسی طریق پر تقریباً تین سو برس اُنہون نے ختم کئے، کیا یہ کوئی معمولی ایثار ہے؟ پھر اسی قدر نہین بلکہ اور دوسرے سلاطین اس فخر کو خود حاصل کرنے کے لئے تلوار کے قبضہ پر ہاتھ ڈالتے ہین اور میدان جنگ مین اسکا فیصلہ چاہتے ہین،

ہمارے مضمون کے ہندوستانی ناظرین کو کاوش ہوگی کہ آخر اس تقریب مین اُنکے وطن کا نام بھی آئیگا؟[۱] علامۂ ابن جوزی نے مستقی بامراللہ کے حال مین لکھا ہے کہ اُسکا خطبہ اکثر ملکون مین پڑھا گیا، اور "بادشاہون نے اُسکی اطاعت قبول کی" الناصر لدین کے حالات مین ہے کہ اُس نے خلافت کے رعب و دبدبہ کو از سرِ نو زندہ کیا، لوگون کے دلون مین اُسکی ہیبت چھاگئی تھی، اُس سے ہندوستان اور مصر کے لوگ بھی اُسیقدر ڈرتے تھے، جسقدر بغداد والے "بغداد کے اندر"۔

اللہ اکبر! کیا ان کمزور اور بےبس خلفا کے ہاتھون مین قوت اور طاقت تھی کہ بغداد سے ہزارون میل دور قاہرہ اور دلی کے سلاطین اُسکے نام سے کانپ اُٹھتے تھے؟

ہندوستان مین جبھی سلطنت قائم ہوتی ہے، رسم تاجپوشی ادا کیجارہی ہے تو سیاہ رنگ اختیار کیا جاتا ہے، ہم حیرت سے پوچھتے ہین کہ یہ کیون؟ مورخین جواب دیتے ہین اسلئے کہ یہ خلفائے عباسیہ کا سرکاری رنگ ہے اور اس سے بقائے سلطنت کیلئے برکت اندوزی مقصود ہے،

التمش سے لیکر لودی تک جسقدر ممتاز سلاطین یہان گذرے ہین، ان مین سے کوئی ایسا نہ تھا جس نے خلیفۂ بغداد و مصر کی بندگی کا اعتراف نہین کیا، اُنکے قاصد دربار خلافت مین

---

[۱] خلافت اور ہندوستان کے عنوان سے میرا ایک مستقل مضمون شایع ہو چکا ہے، اُسکو پیش نظر رکھیے۔

آتے جاتے تھے، اُنکے وہان سے فرمان سلطنت، خلعت، علم نیابت اور القاب شاہی لاتے تھے،
ہم ان واقعات کو خلافت اور ہندوستان کے مضمون مین بہ تفصیل لکھ چکے ہین، ذیل مین صرف
ایک واقعہ لکھتے ہین جس سے ظاہر ہو گا کہ سلاطین ہند کی نگاہون مین بغداد کے بھی نہین بلکہ
مصر کے بے اختیار اور بے بس خلفا کی کیا وقعت تھی؟

خلیفہ مستنصر باللہ کے سلسلہ کا ایک عباسی خلیفہ زادہ جسکا نام غیاث الدین تھا کسی سبب سے
بغداد سے ترکستان چلا آیا تھا، اور وہان حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہما کے مزار پر سالہا سال
مجاور رہا، جب سلطان کی عقیدتمندی کا آوازہ پھیلا تو غیاث الدین نے ترکستان سے اپنے دو سفیر
سلطان کے پاس بھیجے، یہان بغداد کے جو لوگ ہندوستان مین مقیم تھے، اُنھون نے خلیفہ زادہ
کی صحیح النسبی کی شہادت دی، سلطان نے عریضہ بھیجا اور بڑی منت سے خلیفہ زادہ کو ہندوستان
آنے کی دعوت دی، خلیفہ زادہ جب ہندوستان کی سرحد پر پہنچا تو وہان امراء کو استقبال کیلئے
بھیجا، جب سرستی تک سواری پہنچی تو قاضی القضاۃ صدر جہان کمال الدین غزنوی اور دوسرے
علماء کو اُنکے استقبال کے لئے روانہ کیا، اور جب دلی سے باہر مسعود آباد مین خلیفہ زادہ کا موکب
ہمایون پہنچا تو خود سلطان اکابر دربار کو لیکر نکلا اور ایک معمولی آدمی کی طرح پیادہ ہو کر خلیفہ زادہ کی
رکاب تھامی، اور عرض کیا کہ اگر مین پہلے خلیفہ ابو العباس کی بیعت نہ کر چکا ہوتا تو آپکی بیعت کر لیتا،
خلیفہ زادہ نے جواب دیا کہ مین بھی اُنہین کی بیعت پر ہون، غرض بڑے تزک و احتشام سے یہ
سواری دلی پہنچی، اور ایک ایوان شاہی قیام و سکونت کے لئے خاص کیا گیا، اور مخدوم زادہ خطاب
ہوا، دربار مین جب خلیفہ زادہ آتا تو سلطان خود اُٹھکر تعظیم دیتا اور اپنے برابر تخت پر بٹھاتا، اسی
اثنا مین ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ غزنی کا ایک امیر جس سے مخدوم زادہ کا دل صاف نہ تھا، دلی آیا،
سلطان نے اُسکے رہنے کے لئے جو مکان متعین کیا وہ مخدوم زادہ کے قبضہ مین تھا، مخدوم زادہ نے

اسکو اپنی توہین سمجھا، اور فوراً وزیر سے آکر کہا کہ سلطان سے کہدو کہ اُسکے تمام ہدایا اور نذرانے میرے پاس اسی طرح بدستور رکھے ہین وہ واپس منگوالے، اتنا کہکر آزردگی کی حالت مین دربار سے اٹھ آیا، سلطان نے جب یہ سُنا تو اُسکے ہاتھ کے طوطے اُڑ گئے اور دوڑا ہوا مخدوم زادہ کے مکان پر گیا اور عام آدمیون کی طرح اجازت لیکر پیادہ اندر داخل ہوا، اور اپنے قصور کی معافی چاہی مخدوم زادہ نے معاف کیا، سلطان کے اس جوش عقیدت کو دیکھو، عرض کرتا ہے، اے گوہر کانِ خلافت! مجھے اسوقت تک اپنی برات کا یقین نہ آئیگا جب تک پاے مبارک میری اس ذلیل گردن پر نہو، خلیفہ زادہ نے کہا مجھسے تو یہ نہین ہو سکتا، لیکن سلطان کسی طرح راضی نہوا، اور زبردستی اپنا سر زمین پر ڈالدیا، اور ایک امیر نے خلیفہ زادہ کے قدم اُٹھا کر آہستہ سے سلطان کی گردن پر رکھکر اُٹھا لیا، سلطان نے کہا اب مجھے حضور کی خوشنودی اور رضامندی کا یقین آیا ابن بطوطہ اس واقعہ کو لکھکر کہتا ہے کہ یہ ایسا عجیب و غریب واقعہ ہے جو کسی بادشاہ کے متعلق کبھی سُننے مین نہین آیا،

بادشاہ کے مذاق کا اندازہ دربار کے شعرا کی زبان سے ہوتا ہے، مشہور شاعر بدر چاچ سلطان کے دربار کا شاعر تھا اُسکے قصاید کا دیوان ہر جگہ ملتا ہے تم اُسکا کوئی صفحہ کھولو سلطان کی مدح کے ساتھ ساتھ امام عصر اور خلیفہ زمان کی ستائش توام پاؤگے، شاید خشک تاریخی واقعات سے تم گھبرا اُٹھے ہو، بدر چاچ کے یہ چند اشعار کچھ دیر کے لئے رنگ بدلدینگے، شروع سے چلو،

اُو شہنشاہِ شریعت بود و منشورش کتاب ... ابن زمان قائم مقام اُو امام اکبرست

شاہ ابن احمد ابو العباس امیر المومنین ... آنکہ آلِ دودۂ عباس را سر دفترست

آفتاب شرع و ملت، آسمانِ ملک و دین ... آنکہ مرتختِ خلافت را جمالش زیورست

آنکہ از جان بیعت فرمان اُو بر دل نوشت ... بادشاہِ شرق و غرب و حاکم بحر و برست

بوالمجاہد ظلِ حق سلطان محمد کز جلال | دُودِ شمع بزم او شمع روان لخضر ست
موالی امیر المومنین سلطان محمد شاہ دین ہم برد | آب ابتین ہم فرّ دارا ریختہ
چون از خلیفہ شاہ را منشور آمد با لوا | شد بازنورِ والضحیٰ بر فرق طٰہ ریختہ
شاہ محمد آن ولیِ عہدِ خلیفہ زمان | کو چو امام چار مین شہرِ علوم را درست

جب سلطان کے نام خلیفہ نے مصر سے فرمانِ سلطنت اور خلعت بھیجا تو شاعر نے اس تقریب مین حسب ذیل قصیدہ دربار مین پیش کیا،

جبرئیل از طاقِ گردون البشر گویان رسید | کز خلیفہ سوے سلطان خلعت و فرمان رسید
شاہ را بر کلِ عالم حکم مطلق داد امام | وین خبر در ہفت کشور بر ہمہ شاہان رسید
جاہ حاسد را چو چاہِ یوسفی بے آب کرد | خلعتِ مصری کہ از کنعان بہندوستان رسید
ملک را باز قوی شد این سرافرازی نمود | شرع را حرمت فزون شد رونق ایمان رسید
راست عید مومنان آمد کہ در سالے دوبار | از امیر المومنین خلعت سوے سلطان رسید
ہم بتاریخے کہ ماہ از سال ہفصد شد فزون | زین سفر ماہِ محرم سابقِ شعبان رسید

یعنی محرم ۷۴۲ھ سابق مین شعبان یعنی رجب پہنچا، رجب قاصد کا نام تھا،

در دیاسلامی کہ در سر داشت شاہنشاہِ عصر | از ولی المسلمین این درد را درمان رسید
آسمان تا خلعتِ عباسیان در بر کشید | شاہِ مشرق را چو مہ یک نوبت جولان رسید

سلطان نے سفراے خلافت کی پیشوائی کسطرح کی اُسکا حال سنو،

باستقبال فرمانے کہ از پیش امام آمد | برہنہ پا و سر کردہ چو ایمان شد و سلامش
خلائق پیش و پس پویان، ملائک ذکر حق گویان | زجزع شسہ شدہ غلطان گہر برنقرہ خامش
گر از شکر و ثنای حق شکری ریختیت یا نوتش | گہی بر لعل می بارید مرواریدہ، بادامش

چو شہ پوشید خلعت را برنگِ مردم دیدہ
میان روز دیدیم شب را با مہ تامش

ز آئینہا کہ شد بستہ ندیدم یکسر موے
سر ہر قبہ را فرقے ز ہفتم طاق نہ بامش

امیر المومنین فرمود تا ہر جمعہ بر منبر
بہفت اقلیم میخوانند شاہنشاہِ اسلامش

ایک اور قصیدہ مین کہتا ہے

دوش آن زمان کہ خسرو زرین قباے خور
در می کشید خلعتِ عباسیان بسر

یعنی رسید خلعت و فرمان سلطنت
از حضرت خلیفہ بدارا ے بحر و بر

والی عصر احمد عباسس امامِ حق
دارا ے دہر وارثِ پیغمبرِ بشر

این جشن شادیست کہ از حضرت امام
آوردہ اند خلعت و فرمانِ معتبر

مضمونش آنکہ در کنفِ حفظ شاہ باد
برروے خاک آبی و بادی و خشک و تر

اقلیم ترک و روم و خراسان و چین و شام
مامور امر شاہ بد و نیک و خیر و شر

القاب شہ کہ بر سرِ منبر برد خطیب
سلطانِ شرق و غرب شہنشاہ بحر و بر

خلعت برنگ مردمکِ چشم داد امام
تا نور شرع در دلِ مردم کند اثر

جشن خلعت کی تقریب مین لکھتا ہے،

بلے چنان حرم آباد اسچنان شاہیست
کہ او متابعِ امرِ خلیفۂ دنیا است

ابوالربیع سلیمان خلیفۂ برحق
کہ آستان درش آسمانِ عز و علا است

امام اُمتِ احمد کہ خسرو ہندش
بجان غلام و بتن چاکر و بدل مولا است

اس اخیر شعر کو پھر پڑھو، سلطان ہند خلیفۂ برحق کا ادنی غلام و چاکر ہے،

بہ تن متابعِ شرعِ محمد مرسل
بدل مطاوعِ امرِ خلیفۂ دنیا

ابوالربیع سلیمان عہد مستکفی
مدار شرع بنی شمع دودۂ خلفا

امام حق کہ شد او را محمد تغلق | بدل غلام و بہ تن چاکر و بجان مولا
من بندۂ خلیفہ ، در پیش تخت بخت | نائب ہزار خاقان ، حاجب ہزار قیصر
شاہ محمد لقب ، حیدر احمد نسب | زان بامام زمان ہیبت اُو استوار
عالم روی زمین سلطان محمد شاہ دین | ای امامت بر ہمہ آفاق والی ساختہ
کبریائے تخت تو نہ طارم شش روزہ را | گوشۂ دہلیز دار الملک دہلی ساختہ

غرض تمام قصاید اسی قسم کے اعترافات اور غلافت کی عقیدتمندی سے معمور ہین سلطان نے خرم آباد کے نام سے ایک قلعہ مع مسجد تعمیر کرایا تہا اسپر جو کتبے لگاے گئے تھے اُن مین ایک خلیفہ کے نام کا تہا،

می کنند از کتابہاے درست | نظم مدح خلیفہ را تکرار
وان امام بحق کہ کردش لطوع | شاہ عالم بہ بندگیش قرار

ان اشعار مین سے ایک ایک کو بار بار پڑہو اور اپنے مخالفون سے پوچہو کہ ان کمزور خلفا کا یہ کیسا طاقتور اور معجزانہ اثر و اقتدار ہے جو قاہرہ سے چہہ ہزار میل دور دلّی کے ایوان شاہی مین نظر آرہا ہی اور یہ کیا ہے کہ کشور ہند کا غیر محدود الاختیار سلطان با این ہمہ جاہ و حشم دولت و نعم تاج و دیہیم، فوج و لشکر، مصر کے ایک محدود الاختیار شاہ بے ملک، سپہ سالار بے لشکر، فرمانرواے بے تاج کی غلامی چاکری اور بندگی کو فخر و نازش جانتا ہے،

ان تمام واقعات کے پڑہ لینے کے بعد ہر شخص فیصلہ کرسکتا ہی کہ ان کمزور خلفا کے دائرہ اقتدار و اثر کا کیا حال تہا؟ اگر بغداد مین معتضد و مستنصر ناصر و مستعصم کے ہاتہون مین براہِ راست بہت بڑی فوجی سطوت، اور سیاسی عظمت نہ تھی تو اُنکے ہاتھون مین عضد الدولہ اور سیف الدولہ محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری، طغرل اور ملکشاہ، صلاح الدین اور نور الدین، التمش اور محمد تغلق جیسی طاقتین تہین، کیا اب بھی وحید الدین خان کے ساتھ کوئی عضد الدولہ کوئی محمود، کوئی طغرل، کوئی ملکشاہ، کوئی صلاح الدین یا کوئی محمد تغلق ہوگا؟

انگریزون کی ترقی کا راز

ایک فرانسیسی مصنف کے نقطۂ نظر سے

(۳)

از جناب مولوی محمد سعید صاحب انصاری رفیق دار المصنفین

(۴) "تکافل و تضامن کی حقیقت مین دونون قومون مین سخت اختلاف پایا جاتا ہے، استقلالی قومین اُس سے اُسکی پہلی شق مراد لیتی ہین، یعنی ہر انسان کو دوسرے کی مدد کرنا چاہیئے، بخلاف اسکے اتکالی قومین اس سے دوسری شق مراد لیتی ہین، یعنی یہ کہ انسان کو دوسرون سے مدد مانگنا چاہیئے، ظاہر ہے کہ ان دونون معنی مین سے پہلے معنی بہتر ہین، لیکن بدقسمتی سے اسوقت دوسرے معنی بہت عام ہو رہے ہین، اور اُنکو ایک مستقل مذہب کی حیثیت سے پیش کیا جا رہا ہے، موسیو پارگوا جو اس مذہب کا سب سے بڑا حامی ہے، اسکا یہ مقصد بیان کرتا ہے کہ

"تمام افراد کے درمیان تکافل کا ایک فطری رشتہ قائم کیا جائے[۱]"

اس مقصد کے مفید ہونے مین کسکو شبہہ ہوسکتا ہے؟ لیکن جب ہم دیکھتے ہین کہ موسیو موصوف اس مسئلہ کو تمام اجتماعی مسائل کا محور قرار دیتا ہے تو خود بخود یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا افراد کو سوسائٹی کا تابع ہونا چاہیئے یا سوسائٹی کو افراد کا؟ موسیو موصوف پہلے خیال کا حامی ہے اسلئے اب سوال یہ ہے کہ ہیئت اجتماعیہ مین دونون صورتون مین سے کس صورت کی بدولت ترقی ہوئی؟ تمام دنیا جانتی ہے کہ آج یورپ نے جو ترقی کی ہے اسکا سبب صرف یہ ہے کہ

[۱] سر تقدم الانگلیز صفحہ ۲۹۲،

دہان عمل عام پر عمل شخصی غالب ہے یعنی افراد جماعت کے مقابلہ مین زیادہ طاقتور اور آزاد ہین،
اور یہ بات موسیو پارگوآ کو بھی کھٹکی ہے، چنانچہ خود لکھتا ہے،

"یہ سب جانتے ہین کہ ترقی کا اصلی سبب افراد کی آزادی کے لئے کشمکش ہوتی ہے،
اور ہر قوم اسوقت ترقی کرتی ہے جب اسکے افراد ہر قسم کے قیود سے آزاد ہوجاتے ہین،
اور انکو اپنے ملکات کے استعمال کرنے مین آسانی ہوتی ہے، اسلئے افراد جسقدر زیادہ
آزاد ہونگے، اور اُنکے وہ جسمانی اور نفسانی حرکات (جو ہر اجتماعی حرکت کا خمیر ہوتے ہین)
جسقدر زیادہ نشو ونما پائینگے اسیقدر سوسائٹی کی ترقی مکمل اور اسکا کام اعلیٰ ہوگا۔"[1]

لیکن با این ہمہ وہ پھر پلٹتا ہے اور اس خیال کو کھینچ تان کر اپنے مذہب پر منطبق کردیتا ہی
چنانچہ لکھتا ہے،

"زمانۂ استبداد مین جبراً اور آزاد حکومتون کے دور مین برضا و رغبت جو افراد کے
قوی ایک جھنڈے کے نیچے جمع کئے جاتے ہین اس سے نوع انسان کی بقا کو مدد ملتی ہے
اور وہ متفرق ہونے سے محفوظ رہتی ہے۔"[2]

اس بنا پر دنیا کا سب سے ترقی یافتہ نظام وہ ہے

"جسکے ذریعہ سے افراد اور جماعت مین توازن قائم ہو، اور ایک کی بقا دوسرے کی
بقا پر منحصر ہوجائے، اور یہ دونون موثر (یعنی افراد اور جماعت کی ترقی) جنکو لوگ مدت سے
ایک دوسرے کا ضد سمجھ رہے ہین باہم لازم ملزوم ہوجائین۔"[3]

لیکن نظام افراد اور نظام جماعت کو اسطرح ملا دینا کوئی آسان کام نہین ہے، کیونکہ یہان پر
یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس ترکیب وآمیزش مین ہر عنصر کی کمیت کیا ہوگی؟ اسکو کون ملائیگا؟

---

[1] سر تقدم الانکلیز صفحہ ۲۹۶ [2] ایضاً [3] ایضاً،

اور کیا ایسا کرنا ممکن بھی ہوگا؟ ہمکو خوب معلوم ہر کہ علم تحلیل الاجسام کی بہ نسبت تمدنی سوسائٹی کے تحلیل کرنے کا علم زیادہ مشکل ہے، اسی بنا پر موسیو موصوف نے اس مذہب کے عملاً تطبیق دینے کی بھی ایک صورت نکالی ہے جو اسی کے الفاظ مین حسب ذیل ہے،

"دو عنصر کی ترکیب و آمیزش کے وقت ہمکو اجتماع کی فطرت، اسکی غرض و غایت اور ان ظروف کو جنکے آغوش مین افراد اپنا حصہ حاصل کرتے ہین دیکھہ لینا چاہیئے یعنی افراد کے لحاظ سے اجتماع کے مزایا و متاعب کا مقابلہ کرنا چاہیئے جس سے معلوم ہو کہ ہر فرد کے حقوق کیا ہین اور اسپر کون سے فرائض عاید ہوتے ہین؟

لیکن یہ کام کسی قوم کے شارع کا نہین ہے، اِسلئے اسکا یہ فرض نہین کہ وہ لوگون کیلئے نئے نئے حقوق پیدا کرے بلکہ اسکا صرف یہ کام ہے کہ وہ لوگون کے تعلقات پر غور کر کے ان حقوق کو چھین لے، اور جب اُن کا مطالبہ کیا جاے تو سکوت اختیار کرے اور اُنکے احکام کو مستحکم کردے، کیونکہ جب اسکو ہیئت اجتماعیہ کے عناصر کی نسبت واضح طور پر معلوم ہو جائیگی تو وہ ان تمام نسبتون کا پتہ لگاے گا جو لوگون کے قلوب اور جذبات و خیالات کے اندر موجود ہین اور اسوقت وہ اُنکو مستحکم کرسکیگا"

"اس صورت مین اسکی شریعت ہیئت اجتماعیہ کا وہ قانون نہوگی جسکی پیروی افراد پر طوعاً یا کرہاً لازم ہوتی ہے بلکہ وہ ایک قانون فطرت ہوگا جسپر تمام افراد کو عمل کرنا واجب ہو جائیگا"[1]

اس خیال مین ہمکو اس امید کی جھلک نظر آتی ہے جو موسیو موصوف کو تمدن کی موجودہ رفتار دیکھکر پیدا ہوگئی ہے، وہ جسکا منشا یہ ہے کہ جب دنیا علوم و فنون مین زیادہ ترقی کریگی

[1] سر تقدم الانکلز صفحہ ۲۹۰

تو ایک اجتماعی معاہدہ ہوگا جسکے روسے ایک ایسی آزاد کمپنی قائم کیجائیگی جسمین

"مخالف قوتون کو یکجا کر کے ایسے موثرات کی طرف جھکایا جائیگا جو افراد اور سوسائٹی دونون کے لئے مفید ہون، جس سے لوگ رشک و منافست، جنگ و جدل اور جبر و استبداد کے آثار پر اس جدید ہیئت اجتماعی کی تعمیر شروع کرین جسکا ستون امن و امان اور جسکا سنگِ بنیاد رضا و تسلیم ہے[۱]"

لیکن اس دعوی اور دلیل مین کیا مناسبت ہے؟ دعوی یہ ہے کہ

"حیات انسانی مین دو قوتین کام کر رہی ہین، ایک افراد کی قوت اور دوسری جماعت کی قوت، لیکن افراد کی قوت ترقی تمدن کا سبب اصلی ہے"

اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ

"سوسائٹی کی قوت کو نشو و نما دینا چاہیئے"

کیونکہ

"وہ ہیئت جدیدہ جسکا ستون امن و امان اور جسکا سنگ بنیاد رضا و تسلیم ہے، اسکے بغیر نہین پیدا ہو سکتی"

بہرحال یہ نظریہ نہایت حکیمانہ ہونے کے باوجود ایک خواب پریشان ہے، جسکی کوئی تعبیر نہین دیجا سکتی، ایک سراب ہے جو موسیو پارگو کو آب حیوان نظر آتا ہے، ایک حباب ہے جو فرانسیسی قوت تخیل مین سمندر بنگیا ہے، کیونکہ وہ شخص جو رات دن لیڈری کی فکر مین لگا رہتا ہے جسکے اعصاب دماغی متزلزل ہوگئے ہین، اور جو اپنی موجودہ حالت پر قانع نہین ہے، ہمیشہ اسی قسم کا خیال پیدا کر سکتا ہے، لیکن یہ خیال انتہائی خود غرضی پر مبنی ہے، اور اسلئے

---

[۱] سر تقدم الانگلیز صفحہ ۲۹۸

"مذہب تکاثل مین حقیقت کی بہ نسبت وہم کا عنصر زیادہ شامل ہے۔"

(۵) دنیا کی اکثر قومون نے انسان کی سعادت حقیقی کا معیار طبیعت، صحت، دولت اور دین وملت کو قرار دیا ہے، اس بنا پر جب اُنکو ان چیزون کے دائرہ مین شادی و مسرت کا پتہ نہین لگتا تو ہجوم یاس سے گھبرا کر چیخ اٹھتی ہین، لیکن یہ درحقیقت سب سے بڑا کفران نعمت ہے دنیا مین ہر طرف راحت ہی راحت ہے، اِسلئے جو لوگ اسکو صرف کسریٰ وقیصر کے دامن سے وابستہ سمجھتے ہین، سخت غلطی مین مبتلا ہین، دنیا کی بڑی بڑی سلطنتین فوج وعسکر، تیغ وخنجر، خیل وسپاہ کے ذریعہ سے مسخر ہوتی ہین، لیکن مناظر قدرت کی تسخیر کے لئے صرف ایک نگاہِ غلط انداز کافی ہوجاتی ہے،

انسان کی سعادت اگرچہ اس ظرف کی تابع ہوتی ہے جسمین وہ زندگی بسر کرتا ہے تاہم چونکہ اس نکتہ پر کسی کی نگاہ نہین پڑی، اِسلئے اُسکے متعلق متعدد مذاہب پیدا ہوگئے ہین،

۱- یاس: یہ بدھو مذہب مین پائی جاتی ہے جو ہندوستان اور چین مین رائج ہے۔

۲- مذہب عدم: یہ بھی ایک قسم کی یاس ہے جو روس کے مشہور فرقہ نہلسٹ مین پائی جاتی ہے یہ لوگ ہر چیز کے منکر، اور تہذیب وتمدن کے دشمن ہوتے ہین،

۳- اشتراکیت: یہ یورپ کی اکثر قومون مین پائی جاتی ہے، اسکا منشا یہ ہے کہ انسان گھر مین ہاتھ پاؤن توڑ کر بیٹھ جائے، اور اپنی قوم سے سعادت حاصل کرے، اس مذہب کو موسیو لافارگ نے اپنی کتاب (کاہلی مین انسان کا حق) مین تفصیل سے بیان کیا ہے،

۴- مذہب تطیر: یہ جرمن اور سلیٹی اقوام مین پایا جاتا ہے، جو سعادت کو محنت کے بجائے سہولت پسندی سے حاصل کرنا چاہتی ہین،

۱؎ سر تقدم الانکلیز صفحہ ۲۹۹،

لیکن درحقیقت یہ خیالات گذشتہ قومون کے ساتھ مخصوص نہین ہین، بلکہ انکی صدائے بازگشت اور ممالک سے بھی سُنائی دیتی ہے، چنانچہ اگرتم

"رنج وغم کی صحیح تصویر دیکھنا چاہتے ہو تو مشرق کا رخ کرو، کیونکہ خیام اور دیواس کے اشعار سے بڑھکر کوئی چیز الم انگیز نہین، خیام کہتا ہے،

زندگی محدود اور درد انگیز ہے، کسی چیز کی حقیقت معلوم نہین، مسائل حیات لاینحل ہین اور اُن پر غور کرنے کا وقت نہین ہے، کیونکہ میعاد پوری ہو چکی، اور کوچ کا وقت آچکا ہے"

دیواس کہتا ہے،

زندگی ہوا کے ایک جھکڑ کے مشابہ ہے، اور ہم اسکی آوازین ہین، ہمکو وہ چیزین ملتی ہین، جن سے یاس وحسرت مین اضافہ ہوتا ہے، ہمکو صرف دہکانے والی آندھیون اور خونریز لڑائیون سے سابقہ پڑتا ہے،

اور جب یہ صحیح ہے، اور حیات انسانی مین مصیبت ہی مصیبت ہے، تو کوئی تعجب نہین اگر یہ لوگ عدم کی طرف مائل ہون، گو اس راہ مین اُنکو اپنے وجدان اور شعور کو بھی قربان کردینا پڑے[1]"

کیونکہ جو قومین

"کھڑے ہونے سے بیٹھنے، بیٹھنے سے سونے، اور سونے سے مرنے"

کو پسند کرتی ہین، اُنکے دماغ مین اسی قسم کے خیالات نشو ونما پاسکتے ہین، لیکن جو قومین (مثلاً انگریز)

"محنت اور کام کو سعادتِ حقیقی کا سرچشمہ"

[1] سرتقدم الانکلیز صفحہ ۱۳۳،

خیال کرتی ہین، وہ ایک لمحہ کے لئے بھی یاس، عدم، تطیر، اور انتراکیت کو قبول نہین کرسکتین، اُنکے دماغ پر ہر وقت آفتاب اُمید کی کرنین پڑتی رہتی ہین، جس سے اُنکو مستقبل نہایت روشن نظر آتا ہے،

(۶) اس زمانہ مین ایک ایسا گروہ پیدا ہوگیا ہے جو موجودہ دورِ تنزل مین صرف علم اخلاق کی اعانت کا خواستگار ہے، وہ کہتا ہے کہ یہ مقصد صرف اس طریقہ سے حاصل ہوسکتا ہے، کہ انسان کو ناکامیون مین ضبط و برداشت کی تعلیم دیجائے، اور اُسکے دل مین غیرون کی محبت پیدا کیجائے، اُسکے نزدیک انسان کی موجودہ حالت اجتماعی اور سیاسی موثرات کا نتیجہ نہین، بلکہ اسکا اصلی مبدأ مذہب اور اخلاق ہے، اس بنا پر اس حالت مین تغیر کا انقلاب کا کامیاب ذریعہ صرف یہ ہے کہ ہر شخص اپنے آپکو بدل کرنئے سرے سے پیدا ہو، یہ ان کا قول ہے، اور یوحنا کی انجیل بھی یہی کہتی ہے، کہ "آدمی اس اصلاحی دروازہ مین اُسی وقت داخل ہوسکتا ہے جب وہ اپنی ذات کی محبت چھوڑ دے، اور تعلیمات ماثورہ کے آگے سربسجدہ ہوجائے"

بہرحال یہ لوگ اصلاح انسانی کے لئے گذشتہ صلحاء و اتقیاء کے زمانہ کو دوبارہ واپس بلانا چاہتے ہین، اور ہر اس شخص کو دعوت دیتے ہین جسکو موجودہ اخلاقی اور مادی زندگی سے تکلیف محسوس ہوتی ہے، تاکہ وہ ان لوگون کے ذریعہ سے ایک ایسی جماعت قائم کرسکین جسکی بنیاد ایثار، قربانی، نفس کشی، اور ترک محبتِ ذات، اور محبتِ غیر پر مبنی ہو، لیکن کیا ذاتی قربانی، اور محبتِ غیر ہی وہ چیز ہے جسکو وہ "اخلاقی موثر" کے لفظ سے تعبیر کرتے ہین؟ اور وہی انسان کی منزلت کو بلند کرسکتا ہے؟ اور اُسی کے ذریعہ سے مطلوبہ نظام اجتماعی قائم کیا جاسکتا ہے؟ مرکزِ بحث صرف یہی نقطہ ہے، اور مین علانیہ اُنکی مخالفت کرتا ہون اور کہتا ہون کہ "اخلاقی موثر" کے نتائج کتنے ہی شاندار ہون لیکن وہ اجتماعی ضروریات کو نہین پورا کرسکتے،

اس مسئلہ پر بحث کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ جو کچھ یہ لوگ مستقبل مین چاہتے ہین اُسکا قیاس ماضی پر کیا جائے، گذشتہ زمانہ مین بہت سے صلحاء ایسے پیدا ہوئے ہین جنکی نسبت لوگون نے بالکل صحیح طور پر یہ اعتقاد قائم کیا تہا کہ وہ تہذیب و اخلاق مین حد اعجاز تک پہنچ گئے ہین، اور اُنھون نے ذاتی قربانی اور محبتِ غیر کی بہترین مثالین قائم کی ہتین، میرے خیال مین بھی مبارک زمانہ دوبارہ واپس آجائے، اور اسی قسم کے برگزیدہ لوگ پیدا ہونے لگین تو ہمارے مخالفین کے نزدیک نوع انسان کی اصلاح بالکل یقینی ہو جائے، لیکن ہمکو یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ اس زمانہ مین اس سے کیا نتیجہ پیدا ہوا؟ اسمین شبہ نہین کہ اس زمانہ سے زیادہ کسی زمانہ مین اولیاء نہین پیدا ہوئے، اور اس زمانہ سے زیادہ کسی زمانہ مین انسان نے اخلاقی ترقی نہین کی، لیکن بااین ہمہ انسان اس زمانہ سے زیادہ گہرے قعر مذلت مین کبھی نہ گرا ہوگا، یہی زمانہ ہے جسمین قیاصرہ کی سلطنت یعنی وہ سلطنت جسکو دنیا کی بدترین سلطنت کہا جا سکتا ہے، جو ظلم و جور کی ایجاد و اختراع مین تمام سلطنتون سے گوئے سبقت لیگئی تھی جس نے انسان کو ایسی ذلت، اہانت اور بدبختی مین مبتلا کر دیا تہا جسکی نظیر بہت کم مل سکتی ہے، قائم تھی،

اسی طرح آئرلنڈ، اٹلی، ہندوستان، اور مشرق اقصیٰ مین اخلاقی موثر کے ضعف کی بہت سی مثالین ملتی ہین، اب بھی بہت سے پادری، رہبان قسیس، جنمین کیتھولک، پروٹسٹنٹ، یہودی بلکہ بہت سے اکابر فلاسفہ بھی شامل ہین، اخلاقی موثر کے کامیاب کرنیکی کوشش کر رہے ہین، لیکن بااین ہمہ افسوسناک طور پر اُنکو اپنی ناکامیابی کا اعتراف کرنا پڑا ہی اور وہ صاف کہنے پر مجبور ہوئے ہین کہ لوگ انجیل کی تعلیمات اور حکماء کے اقوال پر عمل نہین کرتے لیکن بااین ہمہ وہ مایوس نہین ہین، اور از سر نو کوشش کرنا چاہتے ہین، اور ایسی کامیابی کے

متوقع ہین، جبین گرجون اور عبادت گاہون کا اثر و اقتدار بالکل بیکار ثابت ہوا ہے، شاید ان لوگون کو ابتک یہ معلوم نہین کہ باین ہمہ اخلاص و عمل، باین ہمہ ایثار و قربانی، اور باین ہمہ زہد و تقشف، ان کوششون کی ناکامی خود اس بات کی دلیل ہے کہ اگر قیامت تک اس سلسلہ کو قائم رکھا جائے تو ذرہ برابر بھی کامیابی نہین ہو سکتی، ہر وہ شخص جسکو اس تجربہ مین ناکامی ہوئی ہے، اس بدیہی نتیجہ کا انکار نہین کرسکتا، لیکن ابتک لوگ یہ نہین جانتے کہ صرف اخلاقی موثر قومون کی سعادت کا کفیل نہین ہو سکتا، بلکہ انکی تمدنی عظمت کے لئے ایک اور چیز کی ضرورت ہے، اور اسی کے نظر انداز کردینے سے یہ تمام ناکامیان ہوئی ہین،

"اخلاقی موثر" کی تشبیہ ایک بیج سے دیجا سکتی ہے جو صرف عمدہ زمین مین نشو و نما حاصل کرسکتا ہے، بنجر زمین مین نہین اُگ سکتا، اِسلئے زمین کی قابلیت و عدم قابلیت کو بیج کی نشو و نما مین بہت بڑا دخل ہے، یہ کوئی نئی مثال نہین ہے، بلکہ اسکو واعظون نے علمائے اخلاق نے اور متکلمین نے انجیل مقدس کے بعد اس کثرت سے بار بار دہرایا ہے کہ وہ ایک بدیہی چیز ہو گئی ہے، لیکن بدقسمتی سے اُنھون نے اس بدیہی مثال مین یہ غلطی بھی شامل کردی ہے کہ بیج کی عمدگی زمین کو بھی عمدہ بنا لیتی ہے، اور یہ دعویٰ کردیا ہے کہ کوئی زمین ناقابل نہین ہوتی، خرابی صرف بیج مین ہوتی ہے، اس غیر مدلل نظریہ کو قائم کرکے اُنھون نے اخلاقی بیج سے اپنے ہاتھ بھر لئے، اور اُسکو ہر طرف پھینکنا شروع کیا، بیج بالکل رائگان گئے، تو اُنکو اِسپر سخت تعجب ہوا، لیکن اس تعجب کو اُنھون نے یہ کہکر دُور کردیا کہ یہ بہت بڑا کام ہے، اُسکے نتائج کی اسقدر جلد توقع نہین کرنا چاہیئے، لیکن اس سے ہمارے فرائض مین کوئی تغیر نہین ہوسکتا، کیونکہ کامیابی ہمارے بس مین نہین،

لیکن یہ کتنی عجیب بات ہے کہ دعوی یہ کیا جاتا ہے کہ اس طریقہ سے قوم کو اخلاقی اور اجتماعی حیثیت سے ترقی دینا مقصود ہے، لیکن جب اسمین ناکامی ہوتی ہے تو یہ عذر پیش کیا جاتا ہے کہ کامیابی ہمارے بس کا کام نہین، جسکے معنی یہ ہوے کہ اخلاق کو صرف اخلاق کیلئے محبوب بنایا جارہا ہے، اس سے اجتماعی ترقی مقصود نہین، گذشتہ لوگون کو بھی اسی غلط خیال کی بنا پر ناکامی ہوئی، کہ اُنھون نے زمین کے اثر کو نظرانداز کردیا، اور اسکی طرف توجہ نہین کی، حالانکہ اجتماعی زمین کی قابلیت وعدم قابلیت ہی کو "موثر اخلاقی" کی کامیابی و ناکامیابی مین حقیقی دخل ہے، اس بنا پر اگر ہم کسی صحیح نتیجہ تک پہنچنا چاہتے ہین تو سب سے پہلے خود ہیئت اجتماعیہ مین تغیر وانقلاب پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے[1]۔ اخلاقی موثر کی کامیابی کی راہ مین اصلی رکاوٹ یہی ہے کہ ہماری سوسائٹی اور ہمارے اخلاقی موثر کے اثرات مین سخت تضاد پایا جاتا ہے، اخلاقی موثر کہتا ہے کہ انسان کو تمام تکلیفات کے برداشت کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے، اور ہمارا اجتماعی گردوپیش علانیہ اُسکی مخالفت مین آواز بلند کرتا ہے، اسلئے سب سے پہلے اسی ماحول کو بدلنا چاہیئے۔

---

[1] جیساکہ سکسن اقوام نے کیاہے،

تلخیص وتبصرہ

رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن

لندن کی ایشیاٹک سوسائٹی، مشرقی علوم وفنون کی جو گرانقدر خدمات انجام دے رہی ہے اُن سے ہمارے ملک کا تعلیم یافتہ طبقہ بخوبی واقف ہے، لیکن خود اس سوسائٹی کے نظام عمل، تاریخ وآئین تشکیل سے کم لوگون کو واقفیت ہوگی، ذیل مین اُسکے متعلق ضروری معلومات مختصراً درج کیے جاتے ہین -

---

سوسائٹی کا پورا نام "رایل ایشیاٹک سوسائٹی آف گریٹ برٹن اینڈ آیرلینڈ" ہے، انیسوین صدی کے آغاز مین انگلستان مین ایک نامور مستشرق ہنری ٹامس کولبروک گذرے ہین ان کی عمر کا ایک معتد بہ حصہ ہندوستان مین گذرا، اور یہان کے (خصوصاً ہندوؤن کے) علوم وفنون سے اُنہین غیر معمولی دلچسپی پیدا ہوگئی، کلکتہ مین ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، اسوقت تک قائم ہوچکی تھی اور مفید خدمات انجام دے رہی تھی، ۱۸۲۲ء مین جب صاحب موصوف انگلستان واپس پہنچے تو اسی نمونہ پر اُنھون نے وہان بھی ایک انجمن قائم کرنا چاہی چنانچہ اُنہین کی کوششون کا یہ نتیجہ ہوا کہ ۱۲ جنوری ۱۸۲۳ء کو لندن مین اس انجمن کی بنیاد پڑگئی، جسکا مقصد اصلی تحقیقات مشرقیہ قرار پایا، ۱۵- مارچ ۱۸۲۳ء کو انجمن کا پہلا اجلاس سینٹ جیمس اسٹریٹ کے ایک خس پوش مکان مین ہوا، اور مسٹر کولبروک ہی اس جلسہ کے صدر منتخب ہوئے، انھون نے اپنے خطبۂ صدارت مین سوسائٹی کے اغراض ومقاصد پر تفصیل سے گفتگو کی، لوگون کا اصرار تھا کہ سوسائٹی کے پہلے صدر موصوف ہی مقرر ہون، مگر

انھون نے فرط انکسار سے کسی طرح اس عہدہ کو قبول نہ کیا، بلکہ اپنے بجاے رائٹ آنرابیل چارلس ولیم وِن کو یہ منصب دلوایا اور خود اسکا ڈائرکٹر بننا پسند کیا۔

لندن مین آج جتنے مشہور کلب موجود ہین، اُن مین اکثر ایسے ہین جو اول اول ۱۸۱۵ء و ۱۸۲۵ء کے درمیان قائم ہوئے تھے، چنانچہ اورینٹل کلب بھی اسی زمانہ کی یادگار ہے، ایشیاٹک سوسائٹی کی بنیاد بھی بجاے ایک خالص علمی انجمن کے زیادہ ترکلب ہی کی حیثیت سے پڑی، جہان روزانہ تمام وہ انگریز و اینگلو انڈین حضرات جو ہندوستان کے السنہ و آثار قدیمہ سے کچھ بھی ذوق رکھتے تھے، جمع ہوا کرتے تھے، اور اسکے ارکان وہی اشخاص ہوتے تھے جو خاص شہر لندن کے باشندے ہوتے تھے، یہ کیفیت تقریبًا پوری نصف صدی تک قائم رہی، صرف پچھلے تیس چالیس سال سے بیرونجات کے ارکان بہت زاید ہونے لگے ہین۔

سوسائٹی کے قیام کے وقت انگلستان کے فرمانروا جارج چہارم تھے، اُنکی مہر اور دستخط سے ۱۱- اگست ۱۸۲۴ء کو سوسائٹی مذکور کو شاہی چارٹر عطا ہوا، جسمین سوسائٹی کا مقصد "ایشیا کے علوم و فنون اور لٹریچر کی تحقیقات اور اُنکی ترقی" بتایا گیا۔

مسٹر کولبروک کی عمر کل سولہ سال کی تھی، جب وہ ۱۷۸۲ء مین ہندوستان وارد ہوئے تھے، کلکتہ مین گیارہ برس کے قیام کے بعد انہین سنسکرت کی جانب خاص توجہ ہولی جو کچھ روز مین شیفتگی کے درجہ تک پہنچگئی، اس زمانہ کے انگریزون مین سر ولیم جونس ہندو علوم و فنون کے خاص ماہر سمجھے جاتے تھے، اور وہ ہندو قانون سے متعلق ایک مبسوط کتاب لکھنے مین مصروف تھے، مگر چندہی روز بعد اُن کا انتقال ہوگیا، اور اُنکے مشاغل کو جاری رکھنے کی ذمہ داری کولبروک کے سر پر آپڑی، کولبروک نے نہ صرف انہین کو جاری رکھا بلکہ اپنے ذاتی ذوق کی بنا پر سنسکرت زبان، ہندو مذہب، ہندو رسوم، ہندو قوانین وغیرہ پر بکثرت

مبسوط و محققانہ مضامین لکھے، جو زیادہ تر بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کے رسالہ ایشیاٹک ریسرچز مین شایع ہوتے تھے، لندن کی رایل ایشیاٹک سوسائٹی کا رسالہ ٹرینز یکشنس (رویداد) کے نام سے ۱۸۲۳ء ہی سے بڑی تقطیع پر نکلنا شروع ہو گیا تھا، اور ۱۸۳۴ء تک اسی نام سے نکلتا رہا جسمین کولبروک کے متعدد مضامین ہندو فلسفہ پر نکلتے رہے، ۱۸۳۴ء مین اس رسالہ کا نام تبدیل کر کے جرنل رکھدیا گیا، اُسکی تقطیع بجائے کلان کے متوسط کر دیگئی، اور اسوقت سے یہ رسالہ برابر سہ ماہی نکل رہا ہے، کولبروک کی وفات ۱۰- مارچ ۱۸۳۷ء کو ہوئی -

سوسائٹی کا دفتر و کتبخانہ وغیرہ اس زمانہ مین نمبر ۱۴ گرافٹن اسٹریٹ مین تھا، ۱۸۴۵ء مین نمبر ۵ نیو برلنگٹن اسٹریٹ مین منتقل ہوا، اور ۳۱- مئی ۱۸۶۹ء کو نمبر ۲۲ البیمارلے اسٹریٹ مین، جہان پچاس سال سے زاید تک رہنے کے بعد ۱۹۲۰ء مین وہ نمبر ۷۴ گروسویز اسٹریٹ مین منتقل ہو آیا ہے -

کولبروک کے بعد سوسائٹی کے ایک خاص محسن کرنل جمیس ٹاڈ تھے، وہ گیارہ سال کی عمر مین ۱۷۹۹ء مین ہندوستان آگئے تھے، اور ۱۸۰۵ء سے ۱۸۲۳ء تک راجپوتانہ مین مختلف عہدون پر رہے، اور بالآخر گورنر جنرل کے ایجنٹ ہو گئے تھے، رؤسا، راجپوتانہ سے اُنکے تعلقات اسقدر بڑھ گئے تھے کہ انگریزی حکومت انہین بدگمانی کی نظرون سے دیکھنے لگی، ۱۸۲۳ء مین وہ انگلستان واپس کئے گئے، اور ۱۸۲۵ء مین اُنہین استعفا داخل کرنا پڑا، انکی "تاریخ راجستان" دو ضخیم جلدون مین ایک مشہور کتاب ہے، ۱۸۳۵ء مین وفات پائی، سوسائٹی کے وہ لائبریرین اور خاص کارکن تھے، اُنھون نے انجمن کے لئے ہر طرح کی مشقت گوارا کی اور اپنی رغبت پر اپنا کتبخانہ انجمن ہی کو عطا کر گئے -

سوسائٹی کی تاریخ مین پروفیسر ولسن کا نام بھی ہمیشہ یادگار رہیگا، وہ ۱۸۳۷ء سے ۱۸۵۵ء تک سوسائٹی کے ڈائرکٹر، اور ۱۸۵۵ء سے ۱۸۶۰ء تک اُسکے پریسیڈنٹ رہے اور اسی سنہ مین

وفات پائی، وہ ہندوستان ۱۸۰۸ء مین وارد ہوئے تھے، اور سنسکرت زبان سے خاص شغف رکھتے تھے، ۱۸۱۹ء مین اُنکی ضخیم سنسکرت ڈکشنری شایع ہوئی، جو اسوقت تک مستند تسلیم کیجاتی ہے، ۱۸۳۳ء مین آکسفرڈ یونیورسٹی نے اُنہین سنسکرت زبان کی پروفیسری پر از خود مامور کیا، لیکن اُنکی توجہ کا اصلی مرکز بجاے یونیورسٹی کے یہ سوسائٹی ہی رہی، وہ جب تک زندہ رہے، مشکل ہی سے اس انجمن کے جرنل کا کوئی نمبر ایسا نکلا ہوگا جسمین اُن کا کوئی دلچسپ و پُر معلومات مضمون نہو،

میجر جنرل سر ہنری رالنسن کا نام بھی ناقابل فراموش ہے، ۱۸۶۹ء سے ۱۸۹۵ء تک وہ ڈائرکٹر رہے، اور اسی درمیان مین پانچ چھہ برس کے لئے پریسیڈنٹ بھی رہے، وہ سکہ جات و کتبات کے ایک نامور محقق تھے، اُن کا قیام سالہا سال ایران مین رہا تھا، ایران و نواحِ ایران کے سکون و کتبون کی جیسی گہری تحقیقات اُنھون نے کی اسکی مثال پھر آج تک نہ پیدا ہو سکی، ۱۸۹۵ء مین اُن کا انتقال ہوا، اور اُنکے انتقال کے بعد ہی ڈائرکٹر کا عہدہ اُڑا دیا گیا، اور انجمن کی رویداد مین لکھدیا گیا، کہ

"تا وقتیکہ کولبروک، ولسن، و رالنسن کے پایہ کا کوئی شخص میسّر نہ آجائے، اس منصب کو خالی ہی رکھا جائے۔"

سوسائٹی کے محسنون اور کارکنون مین چند اور نام بھی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہین مثلاً کرنل سر ہنری یول، جو ۱۸۸۵ء سے ۱۸۸۸ء تک پریسیڈنٹ تھے، اور جنھون نے سر مارکو پولو کا سفرنامہ وغیرہ ایڈٹ کرکے اپنی غیر معمولی وسعتِ نظر، ہمہ گیری، و مذاق سلیم کا نقش دلون پر بٹھادیا۔

یا پھر سر ہنری کننگہم، جنکی بابت کہا جاتا ہے کہ بحیثیت محقق اثریات ہند کے اُن کا نظیر

ابتک نہ پیدا ہو سکا،

یا لارڈ نارتھ بروک، جنھون نے والیسرائیلٹی کے منصب سے علیحدہ ہونے کے بعد سوسائٹی کے کام مین عمیق دلچسپی لینا شروع کی، اور جنکی کوششون سے سوسائٹی کو اپنے ضروری مصارف مین حکومت سے امداد حاصل ہو سکی،

یا پروفیسر کاول، جنکی جد و جہد سے انگلستان کو مشرقیات کی جانب توجہ ہوئی۔

اور آخر مین مسٹر فلیٹ (ماہر سنسکرت) پروفیسر سایس (نامور مستشرق) سر جارج گریرسن (مشہور ماہر لسانیات) پروفیسر ایس ڈیوڈس (محقق مذہب بودھ) اور ڈاکٹر کارنگٹن، (لائبریرین) یہ سب اصحاب سوسائٹی کے خاص خدمتگزار ہوئے ہین۔

سوسائٹی کی صد سالہ سالگرہ ۱۹۲۳ء مین منائی جائیگی، اسکے لئے ابھی سے تیاریان ہورہی ہین، اُسوقت اُمید ہے کہ سوسائٹی کی کارگزاریون کی مفصل تاریخ شائع ہوسکیگی، نیز مشرقی مباحث پر چند دیگر مفید مطبوعات،

سوسائٹی کی جانب سے اسوقت تک تقریباً پچاس مطبوعات شائع ہوچکی ہین جنمین نصف سے زاید کتب مشرقی کے تراجم ہین، تاریخ، ادب، مذہب، وغیرہ جملہ مباحث متعلقہ مشرق، انجمن کے حدود مین داخل ہین، سلسلۂ تراجم مین مسلمانون کے مذاق کی چیزین مقامات حریری، تزک جہانگیری، روضۃ الصفا، لوایح جامی، ہشت بہشت، ترجمان الاشواق (محی الدین ابن عربی) کے تراجم ہین، اِنکے علاوہ تاریخ نسل بلوچ، چہار مقالہ (نظامی عروضی سمرقندی) ذخیرۂ سکہ جات اسلامیہ، و نزہتہ القلوب (حمد اللہ مستوفی) بھی قابل ذکر ہین، اکثر قدیم کتابون کے متن، تراجم دونون ساتھ ہی شائع کئے ہین۔

سوسائٹی کے ماہانہ جلسہ ہر ماہ کے وسط مین ہوا کرتے ہین، جسمین کسی مشرقی بحث پر ایک

مقالہ لکھکر پڑھا جاتا ہے، اُسپر بحث و مباحثہ ہوتا ہے، اور مذاکرۂ علمی رہا کرتا ہے، ان ماہانہ جلسون کے علاوہ حسب ضرورت جلسے ہوتے رہتے ہین، حال مین جو جلسے ہوئے اُن مین سے بعض کے عنوانات حسب ذیل تھے :-

(مقالہ)	(مقالہ نویس و شرکاے بحث)
۱- چین اور مغربی تعلیم-	سفیر چین متعینۂ لنڈن
۲- وسط عرب کے وہابیہ اُنکے عقاید و تاریخ،	مسٹر فلبی، پروفیسر مارگولیس، پروفیسر براؤن، مسٹر نیزر،
۳- سیاحت عرب بذریعہ حجاز ریلوے،	مس بنوٹن-
۴- شہنشاہ شاہجہان	مسٹر باجپیئی،

سوسائٹی کا سہ ماہی جرنل جنوری، اپریل، جولائی و اکتوبر مین کم ازکم ڈیڑھ سو صفحہ کی ضخامت کے ساتھ شایع ہوتا رہتا ہے، اور کبھی کبھی اُسکا حجم دو سو صفحہ سے بھی زاید ہو جاتا ہے، اسمین ہر سہ ماہی کے خلاصۂ کارروائی کے علاوہ بلند پایہ مضامین کا ایک قیمتی ذخیرہ ہوتا ہے، مشرقی کتابون پر مفصل ریویو ہوتے ہین، ایک باب مراسلہ و مناظرہ کے لئے مخصوص ہوتا ہے، اور مستشرقانہ مذاق کی خبرین اور نوٹ درج ہوتے ہین، چند تازہ پرچون کے بعض عنوانات یہان نقل کئے جاتے ہین :-

مضمون	مضمون نگار
۱- ہیوآن ٹسنگ اور مشرق بعیدہ	سیبو فیدنا
۲- مشرقی زبانون کا لہجہ	سر جارج گریرسن
۳- اسلامی علم کلام کی ایک قدیم کتاب	مسٹر مینگانا
۴- قانون حمورابی	مسٹر لینگڈن،

۵- شاہ بندر اور بحرِ مشرقی	مسٹر مورلینڈ
۶- مشہد مین امام رضا کے مزار پر کتبخانہ،	آئی وونا ف
۷- فرمانروایانِ گیلان،	مسٹر رابینو
۸- سامی ابجد کی تاریخ	ریورنڈ سایس،
۹- شامی عربی کی لسانی قرابتین،	مسٹر ڈرایور
۱۰- راما نند کا مرتبہ تاریخ مین،	ریورنڈ فارکر
۱۱- پنجاب پر اردشیر بابکان کا حملہ	مسٹر اسمتھ
۱۲- بابلی رسم ورواج اور قربانگاہین،	مسٹر پنچز

غرض مصر وشام، بابل وفلسطین، عراق وعرب، ایران وہندوستان، چین وجاپان، ہر مشرقی ملک کی لسانی، تاریخی، تمدنی، مذہبی، ادبی، اثری، ہر قسم کی زندگی کی مرقع کشی اُسکے صفحات مین ہوتی رہتی ہے، اور کوشش یہ کیجاتی ہے کہ مشرقی زندگی کا کوئی جزئیہ مغرب کی نظر سے مخفی نہ رہنے پائے،

آخری اعداد کے بموجب سوسائٹی کے عام ارکان کی تعداد آٹھ سو سے متجاوز ہے، جنکا بیشتر حصہ اہل ہند ہی پر مشتمل ہے، اسکے بعد تعداد غالب انگریزون کی ہے، کچھ باشندگانِ ایران، و مصر، چین وجاپان بھی ممبر ہین، رکنیت کا چندہ ڈیڑھ پونڈ سالانہ ہے،

عام ارکان کے علاوہ ایک مختصر تعداد آنریری ممبرون کی بھی رہتی ہے جو انگلستان کے باہر صرف وہی لوگ ہو سکتے ہین، جنکا تبحر دنیا کے نزدیک مسلّم ہو، اور جو اپنی ساری عمر مشرقی علوم وفنون کی خدمت مین صرف کر چکے ہین، اسوقت اُنکی تعداد کل ۳۰ ہے، اس محدود حلقہ مین یورپ کے صرف منتخب فضلاء واہل کمال ہی شامل ہین، مثلاً پروفیسر سخاؤ (برلن یونیورسٹی)

پروفیسر ہرگرونجی (لیڈن)، پروفیسر لیوی (پیرس یونیورسٹی) پروفیسر گولڈزر (بوڈاپسٹ یونیورسٹی) وغیرہ - اہل ہند اس خبر کو یقیناً فخر و مسرت سے سنین گے کہ اس منتخب جماعت فضلا مین ان کا بھی ایک ہموطن شامل ہے، یعنی پونہ کے نامور فاضل، سر رام کرشن بھنڈارکر۔

انجمن کے سرپرست ملک معظم ہین، اور نائب سرپرست وزیر ہند، اور دو شخص بطور آنریری وائس پریسیڈنٹ کے ہین، ایک ڈاکٹر کاڈرنگٹن، ایم، ڈی، دوسرے ریورنڈ سابس، ال، ال، ڈی، ڈی، لٹ وغیرہ، سال رواں کے عہدہ دارون مین سے بعض کے نام حسب ذیل ہین :-

پریسیڈنٹ	لارڈ رے، ال، ال، ڈی، جی، سی، ایس، آئی،
ڈائرکٹر	سر رچرڈ ٹمپل، سی، آئی، ای، (مشہور ماہر اثریات)
وائس پریسیڈنٹ	سر جارج گریرسن، (محقق لسانیات ہند)
" "	سر چارلس لائل (ماہر ادبیات ہند)
آنریری سکریٹری	ڈاکٹر ٹامس، پی، ایچ، ڈی، (جو اسوقت کتبخانون کی سیر کے لئے ہندوستان آئے ہوئے ہین،
ارکان کونسل،	پروفیسر مارگولیس، پروفیسر لینگڈن وغیرہ،
سکریٹری	مس سائکس،

سوسائٹی مذکور کی شاخین بھی دنیا کے مختلف حصون مین ہین، جنکے ارکان خود رایل ایشیاٹک سوسائٹی کے کتبخانہ سے مستفید ہو سکتے ہین، ان شاخون کے نام حسب ذیل ہین :-

(۱) ایشیاٹک سوسائٹی آف جاپان، — جاپان

(۲) شاخ رایل ایشیاٹک سوسائٹی — (سیلون)

(۳) یونیورسٹی اورینٹیل سوسائٹی، مانٹریل، (امریکہ)

(۴) چینی شاخ رایل ایشیاٹک سوسائٹی (شنگھائی)

(۵) پیکن اورینٹیل سوسائٹی (چین)

(۹) شاخ رایل ایشیاٹک سوسائٹی (اسٹریٹ سٹلمنٹ)

(۱۰) " (کوریا)

(۱۱) " (بمبئی)

(۱۲) مدراس لٹریری سوسائٹی (مدراس)

ستمبر ۱۹ء مین اس انجمن کے دعوت نامہ پر پیرس، روما، وامریکہ کی مشرقی مجالس نے اپنے نمایندے لندن بھیجے، اور ۳۰ - ستمبر سے ۶ - ستمبر تک ان چار دن مشہور علمی مجالس کے مشترک جلسے ہوتے رہے، اور متعدد بیش بہا مضامین پڑہے گئے، سر چارلس لائل کا مضمون "بعض عربی شعرا کے نادر دواوین" پر خاص طور پر پسند کیا گیا، ان نادر دواوین کے جنمین سے دو اسوقت تک شایع ہوچکے ہین، سر چارلس نے نام یہ بتائے :-

دیوان ذوالرمہ،

دیوان عمر بن قمیہ

دیوان میمون اعشی،

دیوان عدی بن زید۔

(ماخوذ)

آشتی اور برہان پور

کے

آثارِ قدیمہ

ناگپور کا عجائب خانہ مختلف حیثیتوں سے قابل تذکرہ ہے، خصوصاً سکون کا ذخیرہ اسکے پاس ایک ممتاز حیثیت کا ہے، ہمارے ایک مسلمان دوست جناب محمد عبد الصبور صاحب اس عجائب خانہ مین ماہر سکہ جات ہین، موصوف کو اس علم سے بڑی دلچسپی ہے، اور وہ اپنے کام کو فرض منصبی کے علاوہ خاص علمی ذوق کے اثر سے انجام دیتے ہین، آشتی، برہانپور کی اسلامی یادگارین گو بہت کچھ برباد ہوگئی ہین، تاہم جو کچھ ٹوٹی پھوٹی دیوارین ہین وہ اب تک کاروان رفتہ کے نشان پا کو بتاتی ہین، جناب محمد عبد الصبور نے ان کھنڈرون کے کتبات نہایت محنت سے پڑھے ہین اور انکو انگریزی مین ایک رسالہ مین جمع کیا ہے ہم ذیل مین انکے رسالہ کی تلخیص شائع کرتے ہین "

ممالک متوسط کے ضلع واردہ مین بمقام آشتی دو مقبرے ہین، ان مین سے ایک محمد خان نیازی کا ہے، اور دوسرا انکے بڑے صاحبزادے احمد خان نیازی کا۔ اول الذکر سنگ سفید کا ہے اور موخر الذکر سنگ سیاہ کا، ان مقبرون مین علم تعمیر کی نقطۂ نظر سے کوئی خاص بات نہین۔

(۱) محمد خان نیازی کے مقبرہ کا رخ جنوبی سمت ہے، اسکے دروازہ کی پیشانی پر کلمہ وغیرہ منقوش ہے اور باقی تین جانب تین وفات نامے مرسوم ہین، یہ پیشانی والا کتبہ زمین سے ۸ فٹ بلند ہو، اور مقبرہ ۱۸ × ۱۸ ہے۔

کتبون کی صورت یہ ہے :-

اللہ کافی

لاالہ اللہ محمد رسول اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لاالہ اللہ محمد رسول اللہ، یا اللہ، اشہدان لا الہ وعدہ لاشریک لہ واشہدان محمد عبدہ ورسولہ،

یا اللہ۔ یارحمن۔ یارحیم

مغرب کی جانب یہ کتبہ ہے،

تاریخ وفات نواب مسند عالی محمد خان نیازی

خان محمد کہ بود صاحب دین — چون سفر کرد غرۂ شعبان
سال تاریخ از خرد جستم — گفت مرد اولیا محمد خان

"مرد اولیا محمد خان" سے ۱۲۳۵ھ نکلتا ہے،

جانب شمال یہ کتبہ ہے،

مظہر لطف و معدنِ احسان — در شریعت قوی محمد خان
شد روان زین سرائے بے بنیاد — یوم ثلثا بغرۂ شعبان
در شریعت کہ بود راسخ دم — گفت تاریخ او شریعت دان

"شریعت دان" سے بھی ۱۲۳۵ھ ہوتا ہے۔

سمتِ مشرق مین یہ کتبہ ہے،

کان حلم و سخا محمد خان — عزم کردہ بغرۂ شعبان

. . . . باغ بہشت ہمہ عالم پے اش ہمی گریان

سال تاریخ او خرد گفتہ گوے خوبی ببرد ازین میدان

"گوے خوبی ببرد ازین میدان" سے ۹۳۵ھ ہوتا ہے،

(۲) احمد خان نیازی کا مقبرہ مشرق کی طرف ہے جو محمد خان نیازی کے مقبرہ کے برابر ہے، اسکے دروازہ کے اوپر بھی کلمہ وغیرہ منقوش ہین، اور زمین سے ۲۲ فٹ بلندی پر یہ تین اشعار کندہ ہین جن سے اُنکے سال وفات کی تاریخ نکلتی ہے،

چون سفر کرد خان احمد ما از سرِ شوق سوئے رب رحیم

. . . . ثالث از رجب رخت نیکی ببرد بدار نعیم

سال تاریخ او چنین آمد "خان احمد بحق شد تسلیم"

"خان احمد بحق شد تسلیم" سے ۱۰۱۶ھ نکلتا ہے،

ان دو اکابر افغان کے مقبرون کے تذکرہ کے ساتھ اگر ان کا اور انکے خاندان کا مختصر تذکرہ کیا جاے تو شاید خالی از دلچسپی نہو گا۔

خاندان نیازی در اصل خاندان سور کا رقیب خاندان تھا، چنانچہ جسوقت شیرشاہ نے زور پکڑا، اور اس قبیلہ نے اپنے مین مقابلہ کی تاب نہ دیکھی تو اسکی نوکریان قبول کرلین چنانچہ ہیبت خان نیازی کو شیرشاہ نے اعظم ہمایون کا خطاب دیا تھا، لیکن شیرشاہ کی وفات کے بعد ہی سلیم کے عہد مین اُس نے لاہور مین بغاوت کردی، اور اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا، اور دوسرے نیازی سردار عیسی خان اور خواص خان جو دربار مین موجود تھے اُسکی پاسداری کرتے رہے، محمد خان نیازی انہی کے خاندان کا سپوت بیٹا تھا، اُس نے اکبر کے زمانہ مین بہت کچھ عزت و ناموری حاصل کی، حتی کہ اُسکو مسند عالی کے لقب کے استعمال کی اجازت

ملگئی، اس نے عہد جہانگیری مین شہباز خان کمبو کے ساتھ برہمپتر کی لڑائی مین بہت کچھ جوہر مردانگی دکہاے، یہ سندھ مین خانخانان کی مدد کے لئے بھی بھیجا گیا، اور حملۂ دکن مین شہزادہ خرم (شاہجہان) کے ساتھ بھی تہا، اُس نے ۱۰۳۵ھ مین ۸۵ برس کی عمر مین انتقال کیا،

محمد خان وقت کا سخت پابند آدمی تہا، اور مذہبی شعائر کی ادائیگی کی وجہ سے لوگ اسے ولی سمجھتے ہین، اُنکے پانچ لڑکے تھے، (۱) احمد خان (۲) اسمعیل خان (۳) مظفر خان (۴) رسول خان اور (۵) عبد العزیز خان، ان مین سے احمد خان نے سب سے زیادہ عزت وشہرت حاصل کی، اور اسقدر رسوخیت پیدا کی کہ مہابت خان اسے "خان زادہ" کے لقب سے مخاطب کرتا، اور اُس نے ترقی کرتے کرتے سہ ہزاری منصب حاصل کیا اور گلشن آباد کا فوجدار (کلکٹر) مقرر ہوا، اس نے ۲۵ سنہ جلوس مطابق ۱۰۶۱ھ مین انتقال کیا اور آشتی مین مدفون ہوا۔

محمد خان کے دوسرے بیٹون نے کوئی ایسا نمایان کام نہین کیا بلکہ اپنے موروثی علاقون پر حکومت کرتے رہے، البتہ انکے پوتے یعنی مظفر خان کے بیٹے نے بہت کچھ ناموری حاصل کی ہے وہ ترقی کرتے کرتے ۲۰۰۰ پیدل اور ۲۰۰۰ سوارون کا افسر ہوگیا، اور خان دوران کی سفارش سے اُسے نقارہ کی اجازت ملگئی، اُس نے شاہی نوکریان بھی پائین، لیکن خاندان نیازی کا یہی آخری نامور فرزند بھی تہا۔

دنیاوی فتوحات کے ساتھ اقلیم روح مین اس خاندان کے ایک رکن کافی درجہ رکھتے ہین آپکا اسم گرامی شیخ عبد اللہ نیازی تہا، اولاً آپ حضرت شیخ سلیم چشتی قدس سرہٗ کے مریدون مین سے تھے، لیکن بعد مین فرقہ مہدیہ کے بانی ملا سید محمد جونپوری کے حلقہ بگوشون مین شامل ہوگئے۔

عادل شاہ کی جامع برہان پور کے کتبہ | ذیل کا عربی کتبہ وسطی محراب مسجد مین کندہ ہے، اور اُسکی تعمیر

تکمیل کا پتہ دیتا ہی، اس کتبہ کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ جامع عادل شاہ بن مبارک شاہ فاروقی کے حکم سے ۹۹۷ھ مین بنا شروع ہوئی اور اُسے مصطفی بن نور محمد خطاط نے تکمیل کو پہنچایا، چونکہ یہ عربی کی ایک بدمزہ طویل عبارت ہی جسمین کوئی اہم بات نہین اسلئے ہم اُسکو قلم انداز کرتے ہین،

اسی مسجد مین ذیل کا دوسرا کتبہ ہے، اسے محمد معصوم بن سید شبر قلندر بن بابا حسن ابدال نے لکھا ہی اور یہ کتبہ اکبر کی فتح اسیر گڈھ کی یاد مین کندہ کرایا گیا ہے، اکبر نے اکبر آباد سے روانہ ہوکر ۱۱ پردردین ۴۶ھ الٰہی مطابق رمضان ۱۰۰۹ھ کو اس قلعہ کو فتح کیا، اور اُسکے بعد ۱۲ اردی بہشت ۴۶ھ الٰہی مطابق ۲۷ شوال ۱۰۰۹ھ کو عازم لاہور ہوا،

کتبہ کی عبارت یہ ہے،

"درحین کہ حضرت ظل اللہ جلال الدین اکبر بادشاہ از فتح قلعہ اسیر و احمد نگر واپرداختہ متوجہ لاہور شدند تحریر یافت ۱۰۰۹ھ العبد محمد معصوم بن صفائا والکبری مرقداً والتریدی اصلاً بن سید شبر بن بابا حسن ابدال اماً والقندہاری شہداً والشروانی موطناً"

عادل شاہ کے مقبرہ مین ذیل کے عربی و فارسی کتبے ہین،

(عربی) انظر والی اھل القبور   فاعتبروا یا اولی الابصار

لما قیل غفلۃ الاحیا   اکثروا م حسرۃ الاموات

قال عیسیٰ عم الدنیا قنطرۃ فاعبروھا ولا تعمروھا

(فارسی) فریاد رحیل از ہمہ کس می شنوی   آواز درا ز پیش و پس می شنوی

کردہ ہمہ شبگیر بسر منزل دور   تو خفتہ برہ بانگ جرس می شنوی

نامی نز زمانہ بار بردار   رَو آر بان جہان سبکسار

تو خفتہ برہ و کاروان تیز   تو سنگ خودی زراہ برخیز.

اخبار علمیۃ

غالباً بہت کم لوگون کو اسکا علم ہوگا کہ موجودہ ملکہ معظمہ برطانیہ کی متعدد یونیورسیٹیون کی اعلیٰ ڈگریان پاسے ہوئے ہین، ۱۹۰۳ء مین اُنہین لندن یونیورسٹی سے "ڈاکٹر آف میوزک" کی آنریری ڈگری حاصل ہوئی تھی، اور ۱۹۰۲ء مین ویلز یونیورسٹی سے، ۱۹۰۷ء مین اُنہین گلاسگو سے ال، ال، ڈی کی آنریری ڈگری حاصل ہوئی، اور ۱۹۲۰ء مین ایڈنبرا، اب آکسفرڈ یونیورسٹی نے اُنہین "ڈاکٹر آف سول لاز" کی آنریری ڈگری دینے کا فیصلہ کرلیا ہے، چنانچہ اسی ماہ مارچ مین یہ تقریب انجام پائیگی، اس سلسلہ مین یہ خبر بھی یقیناً دلچسپی سے پڑھی جائیگی کہ لندن یونیورسٹی سے آنریری بی، اے کی ڈگری ابتک صرف دو افراد کو ملی ہے، ان مین سے ایک ملک معظم شاہ جارج پنجم، اور دوسری ملکہ معظمہ کوئین میری ہین،

مدراس یونیورسٹی کے وائس چانسلر مسٹر کے، سری نواس آئینگر نے اپنے کانوکیشن ایڈرس مین بیان کیا کہ یونیورسٹی کے فارغ شدہ طلبہ (گریجویٹس) مین سے ۱۸۵۰۰ کی آیندہ زندگی کا پتہ چل سکا، یہ جماعت جن جن مختلف پیشون مین داخل ہوئی اُسکے اعداد حسب ذیل ہین:۔

عام ملازمت سرکاری	۳۷۰۰
صیغۂ تعلیم (ٹیچری، پروفیسری وغیرہ)	۳۷۰۰
وکالت وبیرسٹری	۶۰۰۰
ڈاکٹری	۷۶۵

تجارت	۰
سائنس	۵۶

ان اعداد کو پیش کر کے وائس چانسلر موصوف نے سائنس کی جانب سے بے التفاتی پر تفصیل کے ساتھ اظہار افسوس کیا۔

قبل از جنگ کے ایک تخمینہ کے بموجب مختلف مغربی زبانوں کی وسعت حسب ذیل تھی:۔

انگریزی	۱۶ کرور
جرمن	۱۳ کرور
روسی	۱۰ کرور
فرنچ	۷ کرور
اسپینی	۵ کرور
اطالوی	۵ کرور
پرتگالی	۲½ کرور

اسی تخمینہ کے مطابق دنیا مین کل ۳۰۰۵ زبانین (اصلی اور انکی شاخین ملاکر) بولی جاتی ہین۔

ایک انگریزی ماہر لغت والسنہ کہتا ہے کہ اسوقت اگرچہ متعدد زبانین زوال و انحطاط پذیر ہو رہی ہین، لیکن انکے مقابلہ مین انگریزی زبان کی وسعت برابر ترقی کرتی جا رہی ہے، اور ترقی بھی بہت تیز رفتاری کے ساتھ، چنانچہ اسکا اندازہ ان انگریزی ڈکشنریون کی روزافزون تعداد الفاظ سے ہوگا، جو وقتاً فوقتاً شایع ہوتی رہتی ہین، ذیل مین چند انگریزی ڈکشنریون کے

نام مع اُنکے سنین طبع و تعداد الفاظ درج کئے جاتے ہین، جس سے اس مسئلہ پر پوری روشنی پڑیگی۔

نام ڈکشنری	سال طبع	تعداد الفاظ
جو ولکرس ڈکشنری	سنہ ۱۶۱۶ء	۵۰۸۰
گلاسوگریفیا	سنہ ۱۶۵۶ء	۸۰۰۰ (تقریبًا)
نیو ورلڈ آف انگلش ورڈس	سنہ ۱۶۵۸ء	۱۳۰۰۰
" (طبع ششم)	سنہ ۱۷۰۶ء	۲۰۰۰۰
جانسنس ڈکشنری	سنہ ۱۷۵۵ء	۵۰۰۰۰
وورسٹرس ڈکشنری	سنہ ۱۸۲۸ء	۱۰۵۰۰۰
ولبسٹرس ڈکشنری	سنہ ۱۸۳۰ء	۱۶۰۰۰۰
امپریئل ڈکشنری	سنہ ۱۸۹۲ء	۲۰۰۰۰۰
اسٹنڈرڈ ڈکشنری	سنہ ۱۸۹۴ء	۳۱۸۰۰۰
" (طبع ہفتم)	سنہ ۱۹۱۳ء	۴۵۰۰۰۰

جنگ کے بعد انگریزی زبان کے ذخیرۂ الفاظ مین اور زیادہ اضافہ ہوگیا ہے،

اہل ہند اس خبر کو مسرت سے سُنین گے کہ اُن کا ایک ہموطن پیرس کے مشہور پاسٹیور انسٹیٹیوٹ کی لیبوریٹری (طبی معمل) مین کام کر رہا ہے، ڈاکٹر ہمندر ناتھ گھوش، ایم، بی، چند سال ہوئے کلکتہ کے کارمایکل میڈیکل کالج ہسپتال مین "ہاؤس فزیشن" کی حیثیت سے کام کرتے تھے، اب وہ مشہور طبی مکتشف میو دا ینبرگ کی ماتحتی مین پیرس کے مشہور پاسیٹور

انسٹیٹیوٹ مین کامیابی کے ساتھ اپنے خدمات انجام دے رہے ہین،

سر جے، سی، بوس کے اجتہادات واکتشافات سے دنیا جون جون روشناس ہوتی جاتی ہے، اُسیقدر اُنکی شہرت وعظمت مین اضافہ ہوتا جاتا ہے، سر رچرڈ گریگوری اسوقت انگلستان مین طبعیات کے مُسلّم ومستند استادِ فن ہین، اُنھون نے مشہور سائنٹفک ہفتہ وار نیچر مین ایک مفصل مضمون بوس پر تحریر کیا ہے، اور اسمین بوس کے کارنامون کو طبعیات مین نیوٹن کے اکتشافات مسئلہ کشش کے مساوی رکھتے ہین، پروفیسر ممفرڈ ایڈیٹر سوشیالوجیکل ریویو نے ایک مضمون مین اسی قسم کی مدح سرائی کی ہے، مشہور محقق و ماہر سائنس پروفیسر گیڈس نے ایک مستقل کتاب بوس کی زندگی اور اُنکے کمالات پر شائع کی ہے، اور یہ اعتراف صرف برطانوی فضلاء فن تک محدود نہین بلکہ اسمین تمام دنیا کے ماہرین فن شریک ہین، جنمین خاص طور پر قابل ذکر برلن کے فزیالوجسٹ (ماہر عضویات) ہیرلیسٹ پیرس کے ماہر فلکیات ڈی لینڈر، اور اسٹاکہام کے ماہر طبعیات ارہنیس ہین،

انڈین سائنس کانگرس کا آٹھوان سالانہ جلسہ کلکتہ مین ۲۱ جنوری سے ۵ فروری تک منعقد ہوتا رہا، صدر جلسہ سر راجندر ناتھ مکرجی تھے، جو بہت بڑے کارخانہ دار ہین، اور مسائل صنعت وحرفت مین صاحبِ فن تسلیم کئے جاتے ہین، کانگرس کا افتتاح گورنر بنگال نے کیا، اور صدر کی تقریر کے بعد کانگرس مندرجۂ ذیل شعبون مین تقسیم ہوگئی، زراعت ۱، طبعیات ۲، وریاضیات ۳، کیمیائیات، حیوانیات، نباتیات، ارضیات، طبیات، علم الاقوام وعلم الانسان، ہر شعبہ کا ایک جداگانہ صدر تھا، اور اسکی زیر صدارت مسائل متعلقہ بر سرگرمی سے بحثین

ہوتی رہین، یہ کانگرس ابتداءً سنہ ۱۹۱۲ء مین پروفیسر میکمہن (کیننگ کالج لکھنؤ کی تحریک پر ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کی زیر سرپرستی قائم ہوئی تھی، اور اسوقت سے اُسکے سالانہ اجلاس ہندوستان کے ہر قطعہ، کلکتہ، مدراس، لکھنؤ، بمبئی، بنگلور، لاہور، ناگپور مین منعقد ہوچکے ہین، اسکی صدارت کے لئے ہر سال ہندوستان کا کوئی ممتاز ماہر فن منتخب ہوتا ہے، اصحاب ذیل ابتک اُسکی کرسیٔ صدارت کو رونق دے چکے ہین:-

سنہ ۱۹۱۴ء، سر آسوتوش مکرجی (وائس چانسلر کلکتہ یونیورسٹی و ماہر ریاضیات)

سنہ ۱۹۱۵ء، میجر جنرل بنیرمین، (مشہور ڈاکٹر)

سنہ ۱۹۱۶ء، سر سڈنی برر ڈ، (سروییر جنرل)

سنہ ۱۹۱۷ء، سر الفرڈ بورن، (ڈائرکٹر بنگلور انسٹیٹیوٹ آف سائنس)

سنہ ۱۹۱۸ء، ڈاکٹر گلبرٹ واکر، (ماہر علم الجو)

سنہ ۱۹۱۹ء، سر لیونارڈ راجرس، (محقق فن طب)

سنہ ۱۹۲۰ء، سر پرفلا چندر رائے، (مشہور ماہر کیمیائیات)

سنہ ۱۹۲۱ء، سر راجندر ناتھ مکرجی، (ماہر صنعت و حرفت)

کچھ روز ہوئے ویسٹ منسٹر ہل (انگلستان) کی ایک کوٹھی کی چھت ایک مزدور درست کر رہا تھا کہ زمین سے ۹۰ فٹ کی بلندی پر اُسے مٹی اور جالے مین لپٹی ہوئی دو چیزین معلوم ہوئین، صاف کرنے کے بعد دو ٹینس کے گیند نکلے، محققین کا خیال ہے کہ یہ گیند شاہ ہنری ہشتم (سنہ ۱۵۰۹ء تا سنہ ۱۵۴۷ء) کے زمانہ کے ہین، ایک بڑا گیند ہے جسکا قطر ۲½ انچ کا ہے، دوسرا چھوٹا ہے اُسکا قطر ۱¾ انچ کا ہے، دونون پر چمڑا چڑھا ہوا ہے،

چینیوٹیون کے متعلق عجیب وغریب روایات کتابون مین بکثرت ملتی ہین، حال کے فنِ حشرات الارض کے ایک عالم نے اُنکے متعلق چند مزید معلومات کا اضافہ کیا ہے، مثلاً یہ کہ سرخ چیونٹی کی ایک خاص نوع بیحد جنگجو واقع ہوئی ہے، اسکی ہر فرد ہر وقت کارزار و مقاتلہ مین مصروف رہتی ہے، بر اینہم آرام طلب بھی اسقدر ہے کہ لغیر خادم یا غلام کے گزارہ نہین کرسکتی، اسلئے اپنے سے کمزور تر حشرات پر حملہ کرکرکے اُنھین اپنی غلامی اور خدمتگزاری مین لاتی رہتی ہے، سب سے بڑھکر عجیب بات یہ ہے کہ چیونٹیون کی ایک ایسی قسم بھی دریافت ہوئی ہے جو سانپ تک کو ہلاک کرڈالتی ہے، سانپ جونہی آتا ہوا دکھائی دیتا ہے، یہ چیونٹیان سیکڑون بلکہ ہزارون کی تعداد مین دفعتہً پراجما کر حملہ کردیتی ہین، اور ایک ہی وقت مین اسکے جسم کے ایک ایک ریشہ پر کئی کئی چمٹ جاتی ہین، سانپ اس آفتِ ناگہانی سے گھبراکر دیوانہ ہوجاتا ہے، اور تڑپ تڑپ کر جان دیدیتا ہے، اُسکے مرجانے کے بعد یہ ننھی مخلوق اسکے گوشت کا ایک ایک ریشہ کہا جاتی ہے، صرف پوست واستخوان چھوڑ دیتی ہی، افریقہ کے جنگلون مین اُنکی ایک ایسی نوع بھی پائی جاتی ہے، جس سے درندے تک دہشت کہاتے ہین، اور جسکے بے پناہ حملہ کے مقابلہ مین انسان دریا مین کود پڑنے کو ترجیح دیتا ہے،

شہر ہوسٹیڈ کے نواح مین ایک مہیب وقوی ہیکل بندر آیا ہوا ہے، جسکے ہیبت سے تمام اہل دیہات لرزان رہتے ہین، سب نے مِل کر ایک روز اس بندر کو آبادی سے باہر ہنکا دیا اور اُسکی نگرانی رکھی کہ پھر وہ کسی طرح آبادی کے اندر قدم نہ رکھنے پائے، اس بندر نے جب یہ دیکھا کہ فاقہ کشی کی نوبت آرہی ہے، تو گاؤن والون کی گایون کا جو جنگل مین چراکرتی ہین، دودھ پینا شروع کردیا، گائین جنگل مین چرتی ہوتی ہین اور یہ بندر آکر بالکل انسان کی طرح

ان کا دودھ پی لیتا ہے، ہائی لینڈ پارک کے زندہ عجائب خانہ کے ایک افسر کا بیان ہو کہ یہ جانور اپنی نوعیت مین بالکل یکتا ہے،

امریکہ کے مشہور مکتشف ٹامس ایڈیسن، رسالہ امریکن میگزین مین لکھتے ہین کہ مین آجکل ایک جدید مشین کی تکمیل مین مصروف ہون، جسکے ذریعہ سے عالم ارواح سے نامہ وپیام بالکل ممکن ہو جائیگا، اس مشین کی قوتِ احساس بہت ہی تیز و نازک ہوگی، اور اُسکے ذریعہ سے ان حسیات تک کا ادراک ہوسکیگا جو ابتک تمام غیر مادی ذرایع سے غیر مدرک ہین، ایڈیسن کو پوری توقع ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ مین اس آلہ کی مدد سے عالمِ اجسام و عالم ارواح کے درمیان بے تکلف نامہ و پیام شروع ہو جائیگا، اور چونکہ آلۂ پیام رسانی ایک مادی مشین ہوگی جو لاسلکی تار برقی سے ملتی جلتی ہے، اسلئے اغلباً سب سے پہلے علماے سائنس اور تار برقی کا تجربہ رکھنے والے ہی اپنی موت کے بعد اُدھر سے پیام بھیج سکین۔

جنوبی فرانس کے ایک غار مین ایک تصویر برآمد ہوئی ہے، جو ہرن کی ہڈی کے اُوپر منقوش ہے، اور مچھلی کی ہے، سَرا ے لنکسٹر، نامور سائنٹسٹ نے اس تصویر کا جو بہت ہی بوسیدہ حالت مین ہے، بغور امتحان کرنے کے بعد اپنی یہ راے ظاہر کی ہے، کہ یہ بیس ہزار سال پیشتر کے فنِ مُصوّری کا نمونہ ہے،

ایک سائنٹفک رسالہ لکھتا ہے کہ بعد از جنگ گرانی کے اثرات سے جہان دنیا کا ہر شعبہ، ہر صیغہ، ہر محکمہ زیر بار ہو رہا ہے، وہان لندن کے زولاجیکل گارڈن (زندہ عجائبخانہ)

حیوانات) پر بھی اس عام گرانی کا بہت گہرا اثر پڑا ہے، اور ایسا ہونا بلا وجہ نہین، اسلئے کہ جتنے جانور اس باغ مین رہتے ہین، سب کی غذاؤن کے لئے اب نہایت گران قیمت پر سامان خرید نا ہوتا ہے، مثلاً بندرون کے لئے تازہ میوؤن اور پھلون کی ضرورت ہوتی ہے، میوہ خور جانور ہر ہفتہ کم از کم دو ہزار کیلے کی پھلیان کہا جاتے ہین، اور اسی کے متناسب مقدار مین اخروٹ، سپاری، وغیرہ، بعض پرندون کی غذا انڈے ہین، جنگ سے قبل ہر سال ۳۳ ہزار درجن انڈے صرف ہوتے تھے، بعض اور پرندے ایسے ہین جو بغیر حشرات الارض کو کہاے ہوئے زندہ نہین رہ سکتے، اور اُنکے لئے بلجیم سے خاص طور پر کیڑون مکوڑون کا ذخیرہ منگانا پڑتا ہے، یہ کیڑے جو پہلے فی پونڈ (آدھ سیر) ۳½ شلنگ مین ملجاتے تھے، اب پندرہ شلنگ سے کم مین نہین پڑتے، درندون (شیر، چیتے، تیندوے، بھیڑئے وغیرہ) کے گوشت کی ضرورت بہت بڑی تعداد مین ہوتی ہے، چنانچہ صرف گھوڑون ہی کی لاشین ہر سال تین سو سے زاید کی تعداد مین اس کام مین آتی ہین، بکثرت ایسے حیوانات ہوتے ہین، جنکے لئے گہاس یا پیال کے بستر کی ضرورت ہوتی ہے، اور اسکے لئے سالانہ ہزارون من یہ چیزین خرید کرنا ہوتی ہین، ہاتھی کی پُرخوری ضرب المثل ہے، ایک عظیم الشان ذخیرۂ غذا محض ہاتھیون ہی کی نذر ہو جاتا ہے، بعض جانور بغیر مچھلی کے نہین زندہ رہ سکتے، انکے لئے مچھلیون کا انتظام کرنا ہوتا ہے، وقس علی ہذا۔

ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کے پریسیڈنٹ اسوقت مہا مہوپادھیا ہر پرشاد شاستری ہین، انھون نے انجمن مذکور کے سامنے حال مین اپنے خطبۂ صدارت مین بیان کیا کہ ۱۸۹۸ع تک حکومت ہند کو اثریات ہند سے مطلق التفات نہ تہا اور محکمۂ آثار قدیمہ برائے نام موجود تہا

بلکہ حکمرانون کو کہنا چاہیئے کہ ہندوستان کی قدیم یادگارون سے ایک طرح کا عناد تھا، چنانچہ ایک قدیم گورنر جنرل کی تو یہ رائے تھی کہ تاج محل آگرہ کے سنگ مرمر کو فروخت کرکے حکومت ہند اپنی مالی مشکلات کو حل کرے، ۱۸۹۹ء مین لارڈ کرزن وایسرائے ہوکر آئے اور اُنھون نے آتے ہی اس صورت حال کو بدلدیا، اُنھون نے قدیم آثار کو نہ صرف تباہی و بربادی سے روکا، بلکہ ایک خاص قانون پاس کرکے اُنکے تحفظ اور بقا کا بھی سامان کر دیا، اور سب سے بڑھکر یہ کہ محکمۂ آثار قدیمہ کی باگ اُنھون نے ایسے شخص (سرجان مارشل) کے ہاتھہ مین دیدی جس سے موزون تر انتخاب اس منصب کے لئے ممکن ہی نہ تھا، اُنکے عہد مین اتنا ہی نہین ہوا کہ اُنکے ماتحتون نے پوری مستعدی اور جانفشانی سے کام کرنا شروع کر دیا، بلکہ انکی نگرانی مین ہندوستان کا چپہ چپہ اثری تحقیقات کے لئے کھود ڈالا گیا، سارناتھہ، پشاور، ٹیکسلا، سانچی، سہیٹ، مہیٹ، چارسدا، بسناگر، ماندور، راجگیر، برہمن آباد، پاٹلی پتر، بھیٹا، بسارہ، کسیا، ماٹ وود (متھرا) نلندا وغیرہ مین آثار قدیمہ سے متعلق سرمایۂ معلومات مین عظیم الشان اضافہ ہوا ہے، سارناتھہ مین خاص وہ مقام دریافت ہوگیا ہے جہان گوتم بدھ نے سب سے پہلے تبلیغ مذہب کی تھی، ٹیکسلا مین جو کتبے آرامی زبان مین ملے اُن سے یہ ثابت ہوگیا ہے کہ اس سرزمین پر چھٹی صدی قبل مسیح مین ایرانیون کا قبضہ تھا، اسی طرح کی اور بھی تاریخی حیثیت سے بیسیون قیمتی تحقیقات حاصل ہوئی ہین۔

آثارِ علمیّہ ادبیّہ

شہر آشوب

مرزا سالک مرحوم دہلوی کے غیر مطبوعہ کلام کا ایک صفحہ

جہان مین جتنے شہر تھے جہان جہان آباد ‏ ‏ بس ان بلاد مین تہا منتخب جہان آباد
خراب ہو کے نہ پوچھو ہوا کہان آباد ‏ ‏ مگر عدم کو کیا اُس نے گلستان آباد
فلک نے کس سے کہون کیون مٹا دیا اُسکو
ارم کا جوڑ سمجھکر اُٹھا لیا اُسکو

زمین پست یہان کی تھی آسمان منظر ‏ ‏ ہر ایک ذرہ یہان کا تہا مہر کے ہمسر
یہان کی خاک تھی اکسیر سے بھی کچھ بہتر ‏ ‏ یہان کے آب مین آبِ حیات کا تہا اثر
نسیم خلد سے بہتر سموم تھی یان کی
یہ وہ چمن ہی کہ دنیا مین دہوم تھی یان کی

ہر اک مکان یہان کا تھا اک مکانِ سرور ‏ ‏ ہر ایک کوچہ یہان کا تہا اک جہانِ سرور
ہر اک دکان یہان کی تھی اک دکان سرور ‏ ‏ غرضکہ شہر نہ تہا، تہا یہ ایک کانِ سرور
جدہر کو دیکھیے آواز بربط و نے ہے
نہ جانتا تہا کوئی رنج و غم کو کیا شے ہے

یہ شہر کسلیئے برباد ہو گیا یا رب؟ ‏ ‏ لگی کسی کی یہ کیا ایسی بد دعا یا رب؟
یہانکے لوگون سے کیا ہو گئی خطا یا رب؟ ‏ ‏ ہوئے ہین کسلیئے یہ مورد جفا یا رب؟

غرض تھی غدر سے ہو وین گناہگار تقات
وگرنہ ہوتے نہ ہرگز سزاے دار ثقات

چلی تھی دہر مین گویا ہوا یہ چو بائی — کہ فوج باغیہ چار دن طرف سے یان آئی
تمام شہر کی خوب اسکے خاک اڑوائی — یہ باد تند تھی خاشاک کی تماشائی

رہی نہ خاک بھی امن و امان کی صورت
کچھ اور ہو گئی سارے جہان کی صورت

یہ انقلاب ہے یا ہی قیامت صغرا! — کوئی نہین ہی کہ جسکے رہی ہون ہوش بجا
ہوئی ہے آدمی کی شکل شہر مین عنقا — بنا ہی ہو کا مکان اس سے ہر گلی کوچا

ہوئے ہین لوگ یہانکے کہان کہان آباد
ہر ایک گاؤن بنا ہے مگر جہان آباد

کسیکے لب پہ ہی نالہ کسیکی چشم ہے تر — کسیکا چاک گریبان ہی اور کوئی مضطر
کسیکا ہاتھہ ہی دل پر کوئی ہی تھامے جگر — غرضکہ رنج سے خالی نہین ہی کوئی بشر

بجاے زمزمہ ہر جاے شیون غم ہے
محل عیش تھا یا اب سراے ماتم ہے

مکان شکستہ ہین مانند خاطر مایوس — اجاڑے کوچے بسان دل الم مانوس
وہ شکل ہی نہ رہی شہر ہو گیا معکوس — ستم کیا فلک بد شعار نے افسوس

یہ وہ جگہ ہی جسے دیکھنے کو خلقت آئے
اور اب جو دور سے دیکھے کوئی تو عبرت آئے

سبھی کے اپنا ٹھکانا گئے جہان ہلوگ — ذلیل یان سے زیادہ ہوئے وہان ہلوگ

بنے ہین طائر گم گشتہ آشیان ہملوگ　　پڑے ہین امن کے طالب کہان کہان ہملوگ

زمین ہوگئی دشمن نپائی جاے ثبات

ٹہر سکا نہ کسی جاے اپنا پاے ثبات

وہ لوگ کہائے جنکی نشاط کی قسمین　　پڑے ہین طالع ناساز گار کے بس مین

محل مین رہتے تھے یا اب پڑی ہین مجلس مین　　نہ تاب دل مین نہ طاقت ہی جان بیکس مین

جو تشنہ لب ہون تو آب دم سنان موجود

جو گرسنہ ہون تو کہانے کو گولیان موجود

وہ جنکے طبع کہ آسودگی پہ مائل ہے　　پیادہ کیونکہ چلین ناقہ ہی نہ محمل ہے

اٹہائین ایک قدم بھی اگر تو مشکل ہے　　قدم کہے کہ ٹہر جاؤ یہ ہی منزل ہے

سرون پہ بوجہہ ہی گٹھری کا لڑکھڑاتے ہین

بس اپنے جی کی طرح بیٹھ بیٹھ جاتے ہین

لکھون مین پردہ نشینون کا حال کیا ہے ہے　　بیان مجھسے ہو کیونکر یہ ماجرا ہے ہے

نہ آئی جنکی کبھی در تلک صدا ہے ہے　　نکل کے گہر سے چلین ہین پیادہ پا ہے ہے

کبھی جو غصہ مین بھی جامہ سے نہ باہر ہون

غضب ہی یہ کہ وہ یون بے ردا و چادر ہون

ہجوم مسجد جامع کا کیا کرون اظہار　　صف ملائکہ ہوتی جہان نماز گذار

ہر ایک صف مین نہ رہتا مصلیون کا شمار　　اب اسکو دور سے بھی دیکھنا ہوا دشوار

نماز ہے نہ اذان ہے نہ کوئی جاتا ہے

جب اسکو دیکھئے خالی تو جی بھر آتا ہے

وہ اسکی گرد کے بازار اور وہ زینت ہجوم خلق سے ہر روز ایک نئی صورت
کہ جسکے دیکھنے سے طبع کو ہو اک فرحت یہاں سے جائے کسی میلہ مین تو ہو نفرت

الٰہی کیا ہوئے اجناس رنگ رنگ کے ڈھیر
پڑے ہوئے ہین گل و خشت و چوب و سنگ کے ڈھیر

دراز دستیٔ دہقانیانِ بد انجام خدا دکھائے نہ صورت کبھی سُنائے نہ نام
کسی طرح سے سمجھ مین نہ آئے جنکا کلام گریز پا جو نکل کر گئے، سلٹے وہ تمام

لُٹا لباس تلک آبرو بھی ہان کھوئی
گرہ مین کچھ بھی نہ نکلا تو نقدِ جان کھوئی

بچا ؤجان کے اس جان کی محبت مین گئے جو مضطربانہ کسی ریاست مین
تو گبر و دار سے آئے وہان بھی آفت مین یہان سے اور زیادہ پھنسے مصیبت مین

جو نقد کچھ ہے تو مخبر کے قرضدار رہے
دگر نہ بے گنہی مین گناہ گار رہے

یہ حال دیکھ کے ساکت اڑے جو ہیری ہو شر بسانِ صورتِ دیوار رہ گیا خاموش
ہجوم فکر سے خون دل مین مارتا تھا جوش ۵ل

رسید مژدہ کہ ایامِ غم نخواہد ماند
چنان نماند چنین نیز ہم نخواہد ماند

۵ل کاغذ بوسیدہ و کرم خوردہ تھا، حروف و نقوش اُڑ گئے۔

ادبیات

غزل

حسام الملک نواب سید علی حسن خان صاحب طاہر

جورِ بتان کی کچھ تو مکافات چاہیئے ان کافرون سے "ترک موالات" چاہیئے

نیرنگیٔ صفات ہے اک جلوۂ سراب عاشق ہمیشہ مست مے ذات چاہیئے

سرہو گی فلسفی سے نہ ہرگز مہم عشق گاندھی کی طرح صاحب جذبات چاہیئے

فیضانِ عشق کے ہین جہان مین ہزار رنگ اچھے برون سے سب سے ملاقات چاہیئے

مانا کہ شیخ آپ ہین مجمعِ صفات للّٰہیت بھی قبلۂ حاجات چاہیئے

گرقابلِ جزا نہین عاشق سزا تو دو آخر عمل کی کوئی مکافات چاہیئے

ہی بگینا ہیون پہ مجھے اعترافِ جرم اب تم کو بھی تلافیٔ مافات چاہیئے

آجاتے ہین طواف کو رندانِ مست بھی کعبہ کے پاس کوئی خرابات چاہیئے

طاہر کبھی ہے ذکر عدو سرزنش کبھی
انکو تو چھیڑنے کے لئے بات چاہیئے

خونِ جگر

کلام جناب جگر مرادابادی

یہی ہے سب سے بڑھکر محرمِ اسرار ہو جانا میسر ہو اگر اپنا ہمین دیدار ہو جانا

نمایان چرخ پردہ صبح کے آثار ہو جانا یکایک غیرہ رنگِ رخِ بیمار ہو جانا

محبت مین کہان ممکن ذلیل و خوار ہوجانا ۔۔۔ کہ پہلی شرط ہے انسان کا خوددار ہوجانا
اُدہر دامن کسیکا جہاڑ کر محفل سے اُٹھ جانا ۔۔۔ اِدہر نظرون مین اک اک چیز کا بیکار ہوجانا
اثر لینا تہا ہمکو ہر ادائے حُسن سے اُنکی ۔۔۔ مگر لازم نہ تہا رسوا سرِ بازار ہوجانا
وصال و ہجر کے جہگڑون نے فرصت ہی نہ دی ورنہ ۔۔۔ مآلِ عاشقی تہا روح کا بیدار ہوجانا
ہوا کا اُسطرف اُنکی نقابِ رُخ اُلٹ دینا ۔۔۔ اِدہر اک اک لہو کی بوند کا سرشار ہوجانا
زبان گو چُپ ہوئی، دل مین تلاطم ہی وہی برپا ۔۔۔ نہ آیا آج تک محوِ خیالِ یار ہوجانا
کہیگا چارہ گر پر رازِ غم کیا درد کے ہوتے ۔۔۔ کہ آتا ہی اُسے خود نبض کی رفتار ہوجانا
کہان کے خلد و جنت آنکہہ اُٹہا کر بھی نہ دیکین ہم ۔۔۔ جو ممکن ہو کسیکا سایۂ دیوار ہوجانا
گرین ہر ہر قدم پر بجلیان راہِ محبت مین ۔۔۔ بڑی مشکل سے آیا طالبِ دیدار ہوجانا

باب التقریظ والانتقاد

ڈاکٹر اقبال کی اسرار خودی
کا
انگریزی ترجمہ

ہم مشرقیون کی غلامانہ دماغی نفسیت کا ایک اثر یہ بھی ہے کہ ہم اپنے انمول جواہرات کی قدر اسوقت جانتے ہین جب ہمارے آقایانِ یورپ اُسکو ہمارے خزانہ سے منتقل کرکے اس سے اپنی دُکان سجاتے ہین اور ہم تماشائی بنکر اُنکو دیکھتے ہین، اور اسوقت اپنی قسمت پر ناز کرتے ہین، عمر خیام چوتھی صدی سے اس تیرھوین صدی تک ہمارے کتبخانون مین سربمہر خریطہ کی طرح محفوظ رہا، اور ہم اس سے آگاہ نہوئے، لیکن جب یورپ نے اس مہر کو توڑا اور اسکو وقف عام کیا تو ہم بھی اُسکی قدر جاننے لگے، اور اُسکے بیسیون ایڈیشن شایع ہوئے، عربی مین اُسکا ترجمہ ہوا، ٹگور ہمارے ملک مین ہمارے درمیان اپنی شاعری کے بیسیون منازل طے کرتا رہا، لیکن ہم اُسکے کمالات سے ناآشنا رہے، لیکن جب یورپ نے اسکو اُچھالا تو ہماری آنکھین بھی اُسکی طرف اُٹھنے لگین، اور اب صرف یورپ ہی مین نہین بلکہ مشرق کی بھی متعدد زبانون مین اسکا ترجمہ ہوا، یورپ نے جو اسکی قدر کی اسکا اندازہ اس سے نہین ہوسکتا کہ لاکھہ روپیہ کا اعزازی انعام اُسکے لئے پیش کیا بلکہ اس سے کہ یورپ کے دل مین ہندوستان کی فوقیت کا سکہ بیٹھ گیا، مجھے ایک دوست نے بیان کیا کہ ایک ہندوستانی یورپ مین سفر کررہا تھا اُسی درجہ مین سویڈن، ناروے کے دوزن وشوہر بھی سفر کررہے تھے، جب اُنکو معلوم ہوا کہ یہ ہندوستانی ہی تو اُنھون نے

پوچھا کیا تم اس ہندوستان کے رہنے والے ہو جس نے ٹیگور کو پیدا کیا ہے، اور جواب جب اثبات مین ملا تو ٹگور کے ہمرنگ ہموطن کے ساتھ اُنکی عقیدت اسقدر بڑھی کہ وہ اپنے اس سفر کو نعمت غیر مترقبہ سمجھنے لگے، اور دلی اضطراب کے ساتھ پوچھا کہ ہندوستان کی تعلیمی حالت کا معیار کیا ہے، اور جب اُنھون نے اسکے جواب مین ۹ فیصدی سُنا تو اُنکو کسی طرح اُسکا یقین نہین آتا تھا، کہ جو ملک ٹیگور کو پیدا کر سکتا ہے وہان صرف ۹ فیصدی تعلیم ہو،

اسی معارف مین پڑھ چکے ہو کہ ٹگور کے کلام کا عربی مین بھی ترجمہ ہو چکا ہی، سفر ولایت سے واپسی مین چند یہودی بھی ساتھ تھے، مین اکثر انکے پاس بیٹھکر مختلف مسائل پر باتین کیا کرتا تھا، جب اُنکو معلوم ہوا کہ مجھکو عبرانی سے کچھ ذوق ہے تو عبرانی مین چھپی ہوئی ایک کتاب میرے سامنے پیش کی، اور کہا کہ یہ تمھارے وطن کا تحفہ ہے، یہ دیکھکر کسقدر تعجب ہوا کہ عبرانی سی مردہ زبان بھی ٹیگور کی شاعری سے زندہ کیجا رہی ہے، یہ عبرانی مین گارڈنر کا ترجمہ تھا۔

اقبال کی زبان غالبًا بیس برس سے ہندوستان مین زمزمہ پرواز ہے، ہمارے نوجوانون کے کان اُسکی سامعہ نوازی سے بہت کچھ لذت گیر ہوئے ہین، لیکن ابتک اُسکی قدردانی کا کافی صلہ مصنف کو ہم نے ادا نہین کیا، پیرس مین جب ہماری ملاقات ذکاء الملک سابق وزیر تعلیمات ایران، اور علامۂ محمد عبد الوہاب قزوینی (مشہور ایرانی عالم اور صاحب قلم) سے ہوئی، اور امم اسلامیہ کی نشاۃ ثانیہ کا ذکر آیا تو ہم نے اقبال کے فلسفہ کا ذکر کیا، اور محترم محمد علی نے رموز بیخودی اور اسرار خودی کا اپنا نسخہ اُنکے مطالعہ کو عنایت کیا، وہ دیکھکر بیحد محظوظ ہوئے اور اسوقت مجھے نظر آیا کہ اسکی فارسی زبان نے اُسکے دائرۂ اثر کو کتنا بڑھا دیا ہے، اور معارف نے رموز بیخودی پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ جو لکھا تھا کہ "ہمارے ہندی شاعر نے فارسی زبان اسلئے اختیار کی ہے تاکہ ممالک اسلامیہ کا ایک بڑا طبقہ اُس سے بہرہ اندوز ہو" بالکل

سچ نظر آیا،

بہرحال اُسکی فارسی زبان کی عمومیت سے ممالک اسلامیہ مین اُسکے خیالات کی اشاعت کا تخیل ابتک کما حقہ پورا نہوا، اور شاید اہل مشرق اُسکی اہمیت کو ابتک نہین سمجھے، لیکن وہ گذشتہ سالون کی بنا پر ہمکو یقین ہے کہ اب جبکہ انگریزی قالب اُس نے اختیار کر لیا ہے تو یکایک اُسکی وقعت مشرقی غلامون کے لئے چار چند ہو جائیگی، اور ایران و افغانستان و ترکستان کے اہل دماغ دارباب فکر اسکی حقیقت کے طلبگار ہونگے، اور نوجوان ہندوستان بھی اپنی قدر شناسی کے معیار کو اب اور بھی زیادہ بلند کریگا،

معارف کے شذرات مین یہ خبر درج کیجا چکی ہے کہ اسرار خودی کا ترجمہ انگریزی مین چھپکر شایع ہوگیا ہے، یہ ترجمہ پروفیسر نکلسن معلم فارسی دار الفنون کیمبرج کے قلم سے ہوا ہے (یہ وہی پروفیسر نکلسن ہین جو تاریخ ادبیات عربی (یعنی لٹریری ہسٹری آف عربیا) کے مصنف ہین) میکملن اینڈ کو نے اس ترجمہ کو چھاپا ہے، اور انگلستان کے مشہور مشرقی کتب فروش لیوزک اینڈ کو کے ذریعہ سے اسکی اشاعت ہوئی ہے، اور بمبئی اور کلکتہ کے عام انگریزی کتب فروشون سے ملسکتا ہے، سات شلنگ چھ پنس اُسکی قیمت ہے،

ذیل مین ہم مترجم کے مقدمہ کے اقتباسات شایع کرتے ہین، جنمین اُس نے شاعر اور اُسکی شاعری پر اپنے خیالات ظاہر کئے ہین،

"اسرار خودی پہلی مرتبہ ۱۹۱۵ء مین بمقام لاہور شایع ہوئی، مین نے اسی زمانہ مین اُسے پڑھا اور اسقدر متاثر ہوا کہ اقبال کو جن سے میری کیمبرج کی ملاقات تھی اسکے انگریزی ترجمہ کی اجازت کے لئے لکھا۔"

"اقبال ایک ہندوستانی مسلمان ہے، اُس نے اپنے ممالک مغرب کے قیام کے زمانہ

مین موجودہ فلسفہ کا اچھی طرح مطالعہ کیا ہے، اور اسی فن مین کیمبرج اور میونخ سے ڈگریان حاصل کی ہین"

اسکا پیغام نہ صرف مسلمانان ہند کے لئے مخصوص بلکہ وہ تمام عالم اسلامی کے لئے ہے چنانچہ اسی مقصد کو مدنظر رکھکر اس نے اُردو کی جگہ فارسی کو اداے مطلب کے لئے منتخب کیا ہے، کیونکہ اول تو فارسی دنیاے اسلام مین بہت زیادہ مقبول ہے، اور دوسرے فلسفیانہ خیالات جس خوبصورتی اور وضاحت سے اس زبان مین ادا ہو سکتے ہین، کسی دوسری زبان مین ناممکن ہین"

اقبال نے ادبیات یورپ کو اچھی طرح پیا ہے، اسکا فلسفہ بہت کچھ نیٹشے Neitzsche اور برگسن (Bergson) کا ممنون احسان ہے، اور اُسکی شاعری ہمارے دل مین شیلی (Shelly) کی یاد تازہ کر لی ہے، لیکن اسپر بھی اسکا ہر خیال اور اسکا ہر قول ایک مسلمان کا خیال اور مسلمان کا قول ہوتا ہے، اور شاید اسی وجہ سے اسکا اثر زیادہ ہو، وہ ایک پرجوش مذہبی مسلمان ہے، وہ ایک نئے مکہ (معظمہ) کا خواب دیکھتا ہے، اسے ایک وسیع جمہوری دنیا نظر آتی ہے، جسمین تمام اسلامی ریاستین متحد و مشترک ہین، جسمین ملک وملت کی کوئی تمیز نہین، اسے قومیت اور شہنشاہی کی ضرورت نہین، اسکے خیال مین تو یہ چیزین انسان کو جنت سے محروم کر دیتی ہین"۔ ایک دوسرے سے ناآشنا ہو جاتا ہی، برادرانہ جذبات مفقود ہو جاتے ہین، اور جنگ کا تلخ تخم بو یا جاتا ہے، وہ سیاست کی جگہ مذہبی حکومت کا خواب دیکھتا ہے، "اور مشیاولی" (Machiavelli) کو جو چھوٹے دیوتاؤن کی پرستش کرتا ہے اور جس نے بہتون کو اندھا (گمراہ) کر رکھا ہے، بُرا بھلا کہتا ہے،

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ وہ جب کبھی مذہب کا نام لیتا ہے، تو اس سے اسکی مراد صرف

"مذہب اسلام" ہے، غیر مسلم کے معنی خدا کا منکر ہے (اور ایک حد تک) اسپر جہاد کرنا لازم ہے بشرطیکہ وہ محض لوجہ اللہ ہو، ایک آزاد و مخلص اسلامی برادری جسکا مرکز کعبہ ہو اور جو رشتہ حب اللہ والرسول سے بندھی ہوئی ہو، اقبال کا نقطہ نظر ہے، "اسرار خودی" اور "رموز بیخودی" مین اسی کو نہایت متاثر خلوص کے ساتھ بیان کرتا ہے، اور ہم بجز تعریف کے کچھ نہین کرسکتے، اور اسکے ساتھ ہی ساتھ اسکے ذرائع حصول بھی بتاتا ہے، اول الذکر مین مسلم کی افرادی حیثیت سے بحث ہے اور موخر الذکر مین جماعتی حیثیت سے "

" جب ہم یہ خیال کرتے ہین کہ زبانِ کتاب، مصنف کی مادری زبان نہین ہے تو اسکے کمالات شاعری پر تعجب آتا ہے، مین نے حتی الوسع جہانتک ہوسکا ہے اسکے لطف کو نثر مین قائم رکھنے کی کوشش کی ہے، اسمین بعض حصے تو ایسے ہین کہ ایکبار پڑھ لینے کے بعد انکو بھولنا مشکل ہے، شلاً وہ حصہ جہان وہ اس آنے والے آدمی کا نقشہ کھینچتا ہے، جسکے لئے دنیا منتظر ہے اور جو آکر تمام عالم کو نجات دلائیگا، یا مناجات جسپر کتاب ختم ہوتی ہے "

" جلال الدین رومی کی طرح اقبال بھی اپنے مطالب کو زود فہم اور آسان بنانیکے لئے جا بجا حکایت و امثال سے کام لیتا ہے، کیونکہ اسکے سوا کوئی دوسری بہتر صورت نہین "

پہلے پہل جب اسرار خودی عالم وجود مین آئی تو اس نے ہندی نوجوانون کو محو حیرت کردیا، ان مین سے ایک لکھتا ہے، "اقبال کا وجود ایک مسیحا سے کم نہین کہ اس نے ہماری مردہ لاش مین جان ڈالکر اُسے متحرک کردیا ہے"۔ اب یہ دیکھنا باقی رہ گیا ہے کہ یہ بیدار جماعت کس طرف کا رخ کرتی ہے، کیا یہ لوگ ایک دُور دراز "مدینۃ اللہ" کا خواب دیکھکر مطمئن ہو جائینگے یا ان اصولون کو وہ اسکے مصنف کے خیال کے برخلاف کسی دوسری غرض کے حصول کے لئے استعمال کرینگے؟ باوجودیکہ وہ واضح طور سے علانیہ قومیت پرستی (نیشنلزم) کی

مذمت کرتا ہے، تاہم اسکے معتقدین کا خیال ہی کہ اس سے اُسکی کوئی دوسری مراد ہے۔"

مین ابھی سے یہ پیشین گوئی کرنا ہنین چاہتا کہ اس کتاب کا کیا اثر ہوگا، اسکے بارہ مین کہا گیا ہے کہ "وہ اس زمانہ کا آدمی ہنین، وہ قبل از وقت پیدا ہوا، اور وہ اس زمانہ کے لائق ہنین"، ہم اسکے خیال کو اسکے مذہب کے کسی فرقہ کے نقطۂ نظر سے مطابق ہنین پاتے، اس سے اسلامی دماغ مین بڑی تبدیلی ممکن ہے، لیکن اسکی اہمیت ہمین اس واقعہ سے نہ سمجھنا چاہیئے، کہ ایک محدود عرصہ مین ایسا انقلاب بھی ہوسکتا۔"

افسوس ہے کہ مترجم نے نظم کا ترجمہ نثر مین کیا ہے، اس سے ڈر ہے کہ شاعری کی لطافت دُور ہوکر یہ مثنوی دوسری زبانون مین فلسفہ کی کوئی بوجھل کتاب نہ بنجائے۔

مطبوعاتِ جدیدہ

تنقید لسان الغیب، پنجاب کے ایک بزرگ نے اردو مین دیوان حافظ کی شرح لکھکر شایع کی تھی، جناب مولوی ابوالحسن صاحب صدیقی بدایونی نے اس شرح پر ایک بسیط تنقید لکھکر اخبارون مین چھپوائی تھی، چونکہ وہ عام طور سے پسند کیگئی اسلئے اب مولویصاحب نے اسکو رسالہ کی صورت مین علٰحدہ شایع کیا ہے،

شرح مذکور کے اغلاط کی تصحیح کے علاوہ ایک اور کام ناقد نے یہ کیا ہے کہ شارح نے عام مطبوعہ متداول نسخون پر اعتبار کرکے اپنا نسخہ تیار کیا تھا، لیکن اُن مین اکثر غلطیان ہین، اسلئے ناقد نے متعدد قلمی اور مطبوعہ نسخون کے باہمی مقابلہ سے بہت سے اشعار کی بھی تصحیح کی ہے، اور اختلاف نسخ کی حالت مین بہترین اور صحیح ترین نسخہ کا انتخاب کیا ہے، خواجہ حافظ کے عاشقون کے لئے یہ رسالہ نہایت کارآمد ہے، اور سچ یہ ہے کہ ناقد نے بعض الفاظ کی تصحیح اور صحیح لفظ کی تلاش مین نہایت جانفشانی اور محنت صرف کی ہے، قیمت ۸ر نظامی پریس بدایون

تقلید شخصی و سلفی، جناب مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اس نام سے بحث تقلید مین یہ رسالہ لکھا ہے، اور مختلف مستند حوالون کی بنا پر یہ ثابت کیا ہی کہ صحابہ و تابعین مین تقلید شخصی کی بدعت رائج نہ تھی، اور متعدد مسائل پیش کرکے یہ بتایا ہے کہ اکابر علماء اور اجلۂ سلف، کبھی کبھی جمہور اور مجمع علیہ رائے سے بھی اپنا اختلاف ظاہر کرنے مین خوف نہین کہاتے تھے، قیمت ۷ر، دفتر اہلحدیث، امرتسر،

مینائے سخن، لکھنؤ کے دائرۂ ادبیہ نے منشی امیر احمد مرحوم مینائی کے واسوختون کا ایک

مجموعہ چھوٹی تقطیع کے موزون قالب مین شایع کیا ہے، امیر مرحوم نے متعدد واسوخت لکھی ہین اور لکھنو کے رنگ مین اچھے ہین، یہ مجموعہ امیر کے چھ واسوختون کا مجموعہ ہے، ابتدا مین مولوی محوی اور پروفیسر ثاقب کے مقدمے ہین،

۷۵ صفحے، قیمت عہ، دائرۂ ادبیہ لکھنؤ،

نورِ امید، جناب مولوی مظہر الدین احمد صاحب ایڈیٹر الامان نے اس رسالہ مین اسلام کے عروج وزوال کے اسباب سے بحث کی ہے، اور اسلام کی از سر نو ترقی کے وجوہ وطرق بتائے ہین اور اسلام اور مغرب کی جمہوریتون کا باہم موازنہ کیا ہے، ۶۲ صفحے قیمت ۶/، دفتر الامان، نگینہ (روہیلکھنڈ)

علی گڈھ میگزین، علی گڈھ کالج کا علمی رسالہ علی گڈھ میگزین اُردو کا ایک سخت جان رسالہ ہے، جو کئی دفعہ مر مر کر جیا ہے، یہ فخر اسی کو حاصل ہو کہ مولانا شبلی مرحوم اور ڈاکٹر آرنلڈ کی اُس نے کبھی سرپرستی حاصل کی تھی، سید صاحب کے عہد مین بھی یہ سرسبز وشاداب رہا، ایڈیٹر معارف کو بھی یہ شرف پہنچتا ہے کہ اُسکے ابتدائی مضامین سب سے پہلے اسی رسالہ مین چھپے تھے اسکے بعد یہ کچھ روپوش سا ہوگیا تھا، اب جب کالج یونیورسٹی بنگیا ہے تو پھر یہ رسالہ نئے کارکنون کے ہاتھون مین، نئی زندگی کی کوشش کر رہا ہے، ارباب ذوق اگر پھر اُسکی قدردانی کرین تو امید ہو کہ اردو رسائل کی صف مین اپنی کرسی پھر یہ حاصل کرلے قیمت صہ،

عدد چہارم	ماہ شعبان ۱۳۳۹ھ مطابق اپریل ۱۹۲۱ء	جلد ہفتم

مضامین

شذرات		۲۴۶-۲۴۲
اسلام کا اثر یورپ پر	مولوی قاضی احمد میاں صاحب جوناگڈھی	۲۶۰-۲۴۷
فتاواے ابن تیمیہ	مولوی ابوالحسنات صاحب ندوی رفیق دارالمصنفین	۲۶۸-۲۶۱
ہندوستان و عقلیت	مولوی ابونصر سید احمد صاحب بھوپالی	۲۸۸-۲۶۹
علوم مشرقیہ اور مدارس یورپ		۲۹۸-۲۸۹
اخبار علمیہ		۳۰۷-۲۹۹
ادبیات	جناب شبیر حسن صاحب جوش ملیح آبادی	۳۰۹-۳۰۸
تقریظ و انتقاد	"فلسفۂ جذبات" رسالہ اردو	۳۱۸-۳۱۰
مطبوعات جدیدہ	التنقیح فی ولادۃ المسیح، زچہ اور بچہ، اویس قرنی، تحریم شراب	۳۲۰-۳۱۹

شذرات

حریت نسوان و مطالبہ حقوق نسوان سے متعلق انگلستان مین جو متعدد انجمنین اور مجالس قائم ہین، ان مین سے ایک کا نام ویمنس فریڈم لیگ (انجمن حریت نسوان) ہے، ۱۳۔ اکتوبر سنہ گذشتہ کو اس انجمن کا جلسہ نمبر ۱۴۴ ہائی ہلبورن مین منعقد ہوا، مسز میکلارن نے ایک طویل خطبہ ارشاد فرمایا، جسکا عنوان یہ تھا:-

"گھر مین باپ کا کوئی درجہ اگر ہے، تو کیا ہے؟"

اس جلسہ کی مفصل روئداد لندن کے مشہور روزنامہ ڈیلی ٹیلیگراف نے حال مین شائع کی ہے، مسز میکلارن کی تقریر کا خلاصہ یہ تھا کہ ایک نوجوان مردنے ان سے اپنی یہ راے ظاہر کی تھی کہ والدون کو گھرون سے باہر نکال دینا چاہیئے، لیکن خود انکی راے اس باب مین اسقدر سخت نہ تھی، انکے نزدیک والدون کو اپنی اصلاح کا ایک اور موقع دینا چاہیئے، ہر نظام خانہ داری مین باپ کو جو افسر خاندان کی حیثیت حاصل ہوتی ہے اس دستور کو قطعاً جلد سے جلد بند ہو جانا چاہیئے، مسز موصوفہ کی تقریر کے بعد ایک ناکتخدا خاتون مس انڈرڈؤن نے فرمایا کہ یہ سنتے سنتے کان پک چکے ہین کہ خاندان کا حاکم مرد کو اور محکوم عورت کو رہنا چاہیئے، جب تک مساوات کامل پر عملدرآمد نہو گا، اصلاح حال کی کوئی صورت

ممکن نہین۔ ایک اور شریک صحبت ناکتخدا خاتون مس ریٹے نے ارشاد فرمایا کہ قانون کی مدد سے مساوات کامل نافذ کرنا چاہیئے، اور سردست والدون کو گھرون مین رہنے کا موقع دینا چاہیئے، ایک صدی یا نصف صدی کے بعد عورت کی حکومت قائم ہو سکیگی۔

ان تین تقریرون سے جلسہ کے رنگ کا کافی اندازہ ہوگیا ہوگا۔ یہ رائین انہین تین مقررون کی نہ تھین، بلکہ سارے جلسہ کی تھین، اسلئے کہ صداے مخالفت ایک متنفس نے بھی بلند نہ کی، بلکہ مختلف طریقون سے سب نے دادہی دی، اور تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد تالیون اور قہقہون کی گونج مقررون کی حوصلہ افزائی کرتی رہی۔ جلسہ کی روداد مختلف انگریزی اخبارات مین شایع ہوئی، لیکن بجز دو ایک کے اور کسی اخبار نے بھی مقاصد جلسہ سے پرزور اختلاف نہین کیا، ایسی حالت مین اگر اس راے کو انگلستان کے جمہور یا کم از کم اُسکے ایک معقول حصہ کی راے کا آئینہ سمجھا جاے تو غالبًا کسی قسم کی ناانصافی نہو، ہر شخص کا عمل خود اسی کے ساتھ ہے، اور ہر قوم اپنے عمل کی خود ہی ذمہ دار ہے [illegible] اخری انگلستان اگر اپنی فلاح و بہبود اسی مین سمجھتا ہے تو باہر والون کو مداخلت کا کوئی حق بھی نہین لیکن صرف اسقدر گذارش ہے، کہ اگر اسکے نوجوان طبقہ کی اس نظیر سے فائدہ اٹھا کر دوسری نوجوان قومین خود انگلستان کی حکومت و سلطنت، تہذیب و تمدن، قانون و معاشرت، تجارت و صنعت، زبان و ادب، علوم و فنون کے برخلاف، غدر و بغاوت پر کمربستہ ہو جائین، تو شرط انصاف یہ ہے کہ اسے اس شے کا استقبال بھی تلوار کی جھنکار اور توپ کی گرج سے نہین بلکہ تالیون کے شور اور قہقہون کی گونج ہی سے کرنا چاہیئے۔

اللہ، اللہ، طبایع انسانی کے اختلافات بھی کس درجہ حیرت انگیز ہین، ایک طرف انسانون کی ایسی جماعت موجود ہے، جسکا اگربس چلے تو والدون کا وجود ایک لمحہ کے لئے بھی نہ باقی رہنے پائے، دوسری طرف اسی دنیا مین ایک ایسی آبادی بھی ہے جسکو ہر صبح کی تلاوت مین یہ احکام موکدہ ملتے ہین کہ "خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور والدین کے ساتھ سلوک کرتے رہنا" (بقرہ۔ رکوع ۱۰) "خدا کی عبادت مین کسی کو شریک نہ بناؤ اور والدین کے ساتھ بہ حسن سلوک پیش آؤ" (نساء، رع ۶) "ہم نے انسان کو وصیت کر رکھی ہے کہ والدین سے سلوک کرتا رہے" (لقمان۔ ع ۱) اس قسم کے احکام صرف ایک یا دو جگہ موجود نہین، بلکہ کم از کم دس بارہ مقامات پر ملتے ہین، اور عموماً اطاعت والدین کا یہ فریضہ، فریضۂ توحید کے ساتھ ہی ساتھ ملتا ہے، جس سے یہ قدرۃً متبادر ہوتا ہے کہ توحید کے بعد انسان کا شاید سب سے بڑا فریضہ یہی ہے، ایک جگہ یہانتک تصریح کردی ہے کہ والدین اگر شرک پر مجبور کرین تو اس باب مین بیشک اُنکی اطاعت نہ کرنا چاہیئے، باایں ہمہ معاملات دنیوی مین اُنکے ساتھ حسن سلوک برقرار رکھنا چاہیئے۔ (لقمان۔ رع ۲)۔

احادیث نبوی مین اس سے بھی زیادہ صراحت و تاکید موجود ہے، ایک حدیث مین ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ میرے پاس مال ہے اور میرا باپ سکا جاجتمند ہے آپ نے فرمایا "تو اور تیرا مال دونون تیرے باپ کی مِلک ہین" ایک دوسری حدیث مین ہے کہ خدا کی خوشنودی والد کی رضامندی، اور خدا کی ناخوشی والد کی ناخوشی مین ہے، ایک اور حدیث مین ہے کہ جنت کے دروازون کا عمدہ ترین دروازہ باپ ہے۔ یہ اسی تعلیم کا اثر ہے کہ اسلامی لٹریچر کے شعبۂ اخلاق و ادب کی ایک ایک سطر اطاعت والدین کے مواعظ سے

لبریز ہے، ان مشرقی مواعظ، اور ایشیائی پندنامون سے قطع نظر کرکے خود انجیل مقدس کا جسپر لفظاً سارا مسیحی یورپ ایمان رکھتا ہے، درس یہ ہے کہ "اپنے مان اور باپ کی عزت کر" اور اس درس کی تکرار متی، لوقا، مرقس سب مین کیگئی ہے، لیکن ظاہر ہے کہ "عقلیت" کے دور مین "نقل" سے استناد کرنا خود اپنی کم عقلی اور تاریک خیالی کا ثبوت دینا ہے۔

حریت نسوان دبرکات تمدن جدید کے سلسلہ مین یورپ ہی کے بعض موجودہ ارباب فکر ورائے کی رائے کا مطالعہ خالی از لطف نہوگا۔ مسٹر فریڈرک ہیرلبن انگلستان کے نہایت نامور ادیب و اہل قلم ہین، جو انیسوین صدی کے وسط سے علم وادب کی خدمت مین مصروف ہین، اور جنکی ادبی شہرت سے شاید ہی کوئی انگریزی خوان ناآشنا ہو، مذہباً وہ مسیحی نہین، بلکہ ایک آزاد خیال شخص ہین۔ فلسفۂ پازیٹوزم کے بانی آگسٹ کومٹ کے پیرو ہین اور مِل، اسپنسر، ہکسلے، وغیرہ کے خاص دوست ورفیق رہ چکے ہین، اُنکی عمر اب ۹۰ سال تک پہنچ چکی ہے، اور حال مین جب اُنکی سالگرہ کا دن آیا تو متعدد اخبارات ورسائل نے اپنے اپنے نمایندے اُنکی خدمت مین شرف باریابی کے لئے بھیجے، ٹائمس کے نمایندہ سے اُنھون نے مفصل گفتگو کی، اور اس دوران مین الفاظ ذیل ارشاد کئے:۔

"اس سلطنت (انگریزی) بلکہ کل مغربی تمدن کا مستقبل قریب نہایت نازک بلکہ خطرناک حالت مین ہے، قوت واقتدار کا اُن عوام کے ہاتھ مین آجانا جو اخلاقی و ذہنی کسی حیثیت سے بھی حکومت کی صلاحیت نہین رکھتے، قحط، بغاوت وانقلاب کا پیش خیمہ ہے، مین اپنی ساری عمر اس امر کا شدید مخالف رہا ہون کہ سیاسی قوت کی باگ عورتون کے ہاتھ مین آئے، بلکہ اس امر کا بھی، کہ عورتین مردون کے خدمات و فرائض انجام دینے لگین،

اور مین اسوقت اپنی راے مین ایک ذرہ تغیر کرنے کی وجہ نہین پاتا، عورتون کو انبوہ سادی سیاسی حقوق حاصل ہوگئے ہین، اسوقت کوئی کوشش انکی جانب سے اسکی ہورہی ہے کہ نظام خاندان کو تباہی سے، اور دستور نکاح کو انحطاط سے بچایا جائے؟... عورت کا اصلی غرض صرف یہ ہے کہ مرد کی اخلاقی وروحانی دنیا کو منور رکھے، اور آیندہ نسل کی تعلیم وتربیت، پرورش وپرداخت مین مصروف رہے۔"

یہ خیالات ایک ممتاز عالم وسنجیدہ مصنف کے تھے، جو نصف صدی سے علمی خدمات مین مشغول ہے، اسکے پہلو بہ پہلو مشہور ہفتہ وار اخبار نیشن کے جس نے اپنی سنجیدگی واصابت راے کی بنا پر اپنے لئے ایک خاص وقعت پیدا کر لی ہے، بھی بعض خیالات سے خبردار ہو رہنا چاہیئے۔ ایک تازہ اشاعت مین لکھتا ہے:۔

"چہ برس ہوگئے ہین کہ کسی مسیحی قوم کو ایک بھی مسیحی عمل کی توفیق نہین ہوئی ہے، نہ بجز وقتی حاجت براری کے کسی اور مقصد سے کبھی کوئی مسیحی کلمہ زبان تک آیا ہے، سچ یہ ہے کہ ہماری زبانی مسیحیت جسکے بالکل مخالف ہمارا طرز عمل رہتا ہے بجاے مفید ہونے کے ہمارے لئے مضر پڑ رہی ہے اسلئے کہ جون جون ہم اُسے جنگ وجدل کے لئے ایک آڑ بناتے جاتے ہین، اور مذہب کو اپنی حرص وطمع کیلئے ٹٹی بناتے جاتے ہین، ہماری روحون پر مکر وفریب کی تہ گہری ہوتی چلی جاتی ہے، مسیحیت کا مسکن خالص فروتنی کا مسکن ہے جسمین صرف منکسر ومتواضع اشخاص کا گذر ہو سکتا ہے، بخلاف اسکے ہم لوگ اپنی شان وشوکت کی عمارات خود پسندی اور دوسرون کی حق تلفی کی بنیادون پر کھڑی کرنا چاہتے ہین... بہتر ہوگا کہ ہم اعلان کردین کہ ہمارے معبود خدا مسیح نہین بلکہ شیطان اور طمع وجبر کے دیوتا ہین"

کیا ان خیالات کی نشر واشاعت دنیا کے کسی فرقہ، کسی طبقہ کسی جماعت کے ساتھ بیوفائی غداری بدخواہی کہی جا سکتی ہے؟

مقالات

اسلام کا اثر یورپ پر

(۱)

تمدنی اثرات

از مولوی قاضی احمد میان صاحب اختر جوناگڈہی

اُمید ہے کہ ہمارے ناظرین نے قاضی صاحب کے متعدد علمی مضامین اُردو رسائل مین پڑہے ہونگے، قاضی صاحب کو علمی مباحث سے خاص ذوق اور دلچسپی ہے، وہ عربی کے عالم اور انگریزی زبان سے واقف ہین، نظامی پر اُردو مین ایک محققانہ رسالہ لکھا ہے آجکل وہ ابن صاعد اندلسی کی طبقات الامم کا اُردو مین ترجمہ کر رہے ہین جو علوم و فنون کی تاریخ مین عربی زبان کی سب سے بہتر کتاب ہے،

ذیل کا مضمون جو دو تین نمبرون مین شایع ہوگا، قاضی صاحب نے بڑے استقصا سے لکہا ہے، اور اپنے دعوؤن کو خود یورپین مورخین کے اعترافات سے ثابت کیا ہے۔

"کسی قوم کو برباد کر دینا، اسکی کتابون کو جلا دینا، اُسکی یادگارون کو منہدم کر دینا ممکن ہے لیکن جو کچھ اثر وہ قوم چھوڑ گئی ہے وہ کانسی کی بنیادون سے بھی زیادہ مضبوط ہے، انسان کی قوت اُسکو اکھیڑ نہین سکتی، اور صدیون کی صدیان بھی بمشکل اُسکو مٹا سکتی ہین" (لیبان)

اہل عرب کا تمدن ہر قوم کا تمدن اس سے پہلے کی قومون کے تمدن کا آئینہ ہوتا ہے، جسمین ان قومون کی تہذیب و تمدن کے خط و خال پوری طرح نظر آتے ہین، ہر زمانہ مین زمانہ گذشتہ کا اثر موجود ہوتا ہے، اور قدرت کا یہ ایک قانون ہے کہ ہر قرن اپنے قرون ماقبل سے متفید

ہوتا ہے، اگر خود اسمین کسی قسم کی صلاحیت و مادۂ ایجاد ہے، تو وہ اپنی یادگارین آیندہ زمانہ کے لئے چھوڑ جاتا ہے، کسی قوم کا اس قانون سے بچنا ناممکن ہے، علم الآثار کی مسلسل تحقیقات سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ تمدن یونان کا ماخذ اشور، اور قدیم مصر ہے، اسمین شک نہین کہ مصریون نے بھی اپنے تمدن کی بنیاد اپنے سے پیشتر کی اقوام کے تمدن پر رکھی ہوگی، دنیا کی قدیم ترین اقوام اہل عرب، اہل یونان، رومی، اہل فنیشیا اور اہل یہود وغیرہ نے اپنے سے پیشتر کی قومون سے تمدن سیکھا کیونکہ ایسا کرنے پر مجبور تھین، اور یہ تو ناممکن ہے کہ ہر زمانہ مین ہر قوم کو از سر نو اپنا تمدن شروع کرنے کی ضرورت پیش آئے، پس لازم ہے کہ ہر قوم اپنے سے پہلے گذری ہوئی قومون کے تمدن کو اخذ کرے اور اُسمین اپنی طرف سے کچھ نہ کچھ اضافہ کرے،

اہل عرب، جنکا تمدن تمام دنیا کی قدیم وجدید اقوام سابقہ وحال مین ایک ممتاز درجہ رکھتا ہے، اس کلیہ سے مستثنیٰ نہ رہ سکے، اور اُنکو بھی قانون مذکورۂ بالا کے مطابق اپنے ماقبل کی اقوام کے اثرات قبول کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی، مگر تاریخ عالم کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ بعض قومون کی فطری ذکاوت اور قوت اختراع اس درجہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی پیشرو قومون کے تمدنی اثرات سے مغلوب ہوکر اس تمدنی مادہ کو جو اُنکے ہاتھ آتا ہے تبدیل کرکے اپنے خیالات وحوائج کے مطابق بنالیتی ہین، اس امر مین نہایت جرأت کے ساتھ یہ کہا جاسکتا ہے کہ کوئی قوم اہل عرب سے آگے نہین بڑھ سکی، بلکہ اُنکے بعد بھی جن قومون نے اس مشہور قوم کی تقلید کی وہ بھی سوائے اسکے کہ اقوام مختلفہ کے تمدن سے مختلف باتین چن لین کوئی مزید اضافہ نہ کرسکے،

اہل عرب کی تمدنی ترقی کے اسباب تمام شعبہ جات تمدن مین عربون کا اسقدر سرعت وستعدی سے

ترقی کر جانا...... ایسی ترقی جو اہل عرب کو ایک صدی مین حاصل ہوئی، اور دوسری قومون کو کئی ہزار برس کے بعد بھی حاصل ہونا ناممکن تھا...... یقیناً حیرت انگیز ہے، اس فوری ترقی کے اسباب کیا تھے؟ اور کن وجوہ سے یہ قوم اسقدر سرسبز اور کامیاب رہی؟ اسکے جواب مین صرف یہی کہنا کافی ہوگا کہ یہ مذہب اسلام ہی کی تعلیمات کا نتیجہ تھا، جسکی بدولت اس قوم کو، نیز ہر اس قوم کو جو اسکے زیر اثر رہی، اسقدر اعلیٰ وارفع تمدن نصیب ہوا، اور وہ دنیوی ترقیون کی اس حد تک پہنچگئی جہان پہنچنا انسانی ترقی کی آخری حد ہے۔

دنیا کی وہ تمام اقوام جنپر اسلام کا پرتو پڑا، روشنی تمدن سے جگمگا اٹھین، اسلام اپنے ایمان، عقاید، اور خدا پرستی کے ساتھ جہان جہان گیا، علم وحکمت و تمدن اسکے ہمرکاب تھے عرب، مصر، فارس، شام، اندلس، مراکش، ترکستان، ہندوستان، اسلام جہان گیا، ایک آفتاب تھا جس نے تمام دنیا کو علم وحکمت کی روشنی سے منور کر دیا، اسلام نے اپنے پیرؤن کے لئے جو احکام صادر کیے ہین، وہ وہی ہین جو اس قوم کو جو اسکی پیرو ہے، شائستگی اور تمدن کے اعلیٰ ترین مدارج پر فائز کرنے، اور اسکو دنیا کی تمام قومون مین ممتاز جگہ دلانے مین پراثر ثابت ہوچکے ہین، ہم اپنے اس دعوی کی تائید مین ایک فاضل امریکن مصنف کی راے پیش کرتے ہین، وہ لکھتا ہے:۔

"دنیا مین اکثر کامیابی ہی صداقت کا معیار رہی ہے، اہل اسلام اپنے رفتار تمدن کی سرعت، اور اسکی شان وشوکت کے ثبوت مین اپنے پیغمبر کی دعوت الہامی کو پیش کرسکتے ہین"......

یہ خیال کرنا قطعی غلط فہمی ہے کہ اہل عرب کی ترقی بزور شمشیر ہوئی، ممکن ہے کہ شمشیر انسان کے مسلمہ عقاید قومی کو بدلدے، مگر وہ انسانی ضمائر پر اثر نہین ڈال سکتی، اگرچہ

شمشیر کی حجت قوی ہے مگر اس سے بھی بڑھکر ضرور کوئی اور قوی چیز ہونی چاہیئے قبل اسکے کہ اسلام ایشیا اور افریقہ کی خانگی زندگی مین سرایت کر گیا، قبل اسکے کہ عربی دنیا کی کئی مختلف قومون کی زبان بنگئی"[۵]

ڈاکٹر ڈریپر کے اس فلسفیانہ استدلال سے ناظرین بآسانی اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ جس چیز نے مسلمانون کو دنیا کی تمام قومون پر فتحیاب بنایا اور انکو اس عظیم الشان تمدن کا بانی ٹھہرایا، وہ مذہب اسلام کی پاک تعلیمات ہیتین، یہ وہی مذہب اسلام ہی جسکی بدولت قرون سابقہ کے مسلمانون نے اسقدر رفعت وعظمت حاصل کی تھی، یا آج اُسپر پوری طرح عمل پیرا ہونے کی وجہ سے اس قعر ذلت وحضیض نکبت مین پڑے ہوئے ہین، ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم،

تمدن یورپ اور اسلام | یہ امر مسلم الثبوت ہے کہ اسلام نے تمدن یورپ پر گہرا اور پائدار اثر ڈالا ہے، اسلام نے یورپ کے لئے ایک ایسی سنگین، دیرپا اور صحیح بنیاد قائم کی جس پر اس نے اپنے تمدن وتہذیب کی عمارت تعمیر کی، یورپ کا موجودہ دور ارتقا جس نے اُسکو اوج کمال پر پہنچا دیا ہے وہ اسلامی اثرات کا ایک بیّن نتیجہ ہے، جبکہ یورپ کا آسمان قرون وسطیٰ مین چارون طرف وحشت وجاہلیت کی تاریکی سے گھرا ہوا تھا، ایسے وقت مین اسلام کی نورانی صبح طلوع ہوئی جو تہذیب وتمدن کی روشنی پھیلاتی اور تمام آفاق پر اپنا پرتو ڈالتی ہوئی نظر آئی،

فرنچ مستشرق پروفیسر سیدیو اہل عرب کی بیش بہا ایجادات اور اُنکے علوم وفنون کا تذکرہ کرتے ہوے لکھتا ہے:-

---

۵ انٹیلیکچوئل ڈیولپمنٹ آف یورپ جلد اول صفحہ ۳۳۲، از ڈاکٹر ڈریپر،

"ہمارے موجودہ دور تمدن کے ہر ایک شعبۂ عمل مین اہل عرب کے اثرات صاف طور پر نمایان ہین، نوین صدی عیسوی سے پندرہوین صدی عیسوی تک اس عظیم الشان لٹریچر کی بنیاد پڑچکی تھی جو ابتک قائم ہے، قسم قسم کی پیداوارین اور بیش بہا ایجادات جو دماغ کی حیرت انگیز فعالیت نے اس زمانہ مین کین اور اُن کا اثر مسیحی یورپ پر پڑا، اس سے ہمارے اس خیال کو تقویت پہنچتی ہے کہ اہل عرب نے تمام چیزون مین ہماری رہنمائی کی ہے، ایک طرف ازمنۂ وسطیٰ کی تاریخ کے لئے ہم بے اندازہ مواد پاتے ہین جو سفرنامون اور سوانح عمریون مین بکثرت موجود ہے، دوسری طرف ہم بے نظیر صنعت و حرفت، اور اصول انجینیری بالفعل و بالخیال، اور دیگر علوم و فنون مین اُن کے اہم اکتشافات کو معلوم کرتے ہین، کیا یہ سب باتین ان لوگون کے کارنامون کو واضح اور نمایان نہین کرتین جو بہت مدت سے حقارت اور نفرت سے دیکھے جاتے ہین[۱]۔

اس سے زیادہ ایک یورپین علم تاریخ کا ماہر تمدن یورپ پر اسلام کے اثرات کا کیا تذکرہ کرسکتا ہے، اس سلسلہ مین ایک اور یورپین مورخ کا قول یہان نقل کرتے ہین، ڈاکٹر گستاؤلی بان لکھتا ہے:-

"عربون کا اثر مغرب کی زمین پر بھی اتنا ہی ہوا جتنا کہ مشرق مین ہوا، اور انہی کی بدولت یورپ نے تمدن حاصل کیا[۲]"

تمدن یورپ پر اسلامی اثرات کی ابتدا تمدن یورپ پر اسلامی اثرات کی ابتدا صلیبی لڑائیون کے زمانہ سے جو اہل یورپ اور عربون کے باہمی اختلاط کا زمانہ ہے ہوتی ہے جو یورپ مین تہذیب و تمدن کی اشاعت کا ایک مفید ترین ذریعہ ثابت ہوا، مختلف ذہنی اور دماغی

---

[۱] ہسٹورینس ہسٹری آف دی ورلڈ جلد ۸ صفحہ ۲۷۵، [۲] تمدن عرب مترجمہ ڈاکٹر سید علی بلگرامی صفحہ ۵۱۳،

کاروائیون کی ابتدا جن سے یورپ مین علوم وفنون کی تجدید ہوئی اِسی زمانہ سے شروع ہوتی ہے[1]، جبکہ اہل اسلام ترقی و تہذیب کی شمعین ہاتھون مین لئے ہوئے تمام دنیا مین بڑہے جا رہے تھے، اسوقت یورپ سراسر تعصب اور جہالت کے قعرظلمت مین ڈوبا ہوا تھا، اسوقت یورپ کی حالت مین ایک نمایان انقلاب پیدا ہوگیا، پوپ نے بیت المقدس کو مسلمانون کے ہاتھون سے چھڑا لینے کے لئے لوگون کو اُبھارنا شروع کیا، مذہبی جوش نے مسیحی دنیا کو اہل اسلام سے دست وگریبان ہونے کے لئے مسلح کردیا، بڑے بڑے معرکے اور سخت خونریزیان ہوئین جو اسکا لازمی نتیجہ تہین، لیکن یہ لڑائیان ایک حدتک مفید ثابت ہوئین، اِنہی محاربات صلیبی کی بدولت اسلام کا تمدنی اثر یورپ پر بے انتہا پڑا، محقق لیبان لکھتا ہے

"جسوقت ہم اُن تجارتی تعلقات اور صنعتی وحرفتی ترقیون پر جو صلیبیون کے مشرق جانے سے پیدا ہوئین نظر ڈالین تو یہ کہہ سکتے ہین کہ یہی صلیبی جنگین تہین جنھون نے یورپ سے وحشیانہ اخلاق واوضاع کو دور کیا، اور وہ رجحان طبعیت پیدا کردیا جسپر علمی وادبی ترقی نے جو یورپ مین دارالعلومون کے ذریعہ سے شایع ہوئی، وہ اثر ڈالا جو ایک دن یورپ کی نشاۃ الثانیہ کی صورت مین ظاہر ہونیوالا تھا[2]"

اسلام کا اثر کلیسا پر رومن کیتھولک چرچ پر ایک مدت تک پوپ کی استبدادی حکومت رہی تھی، وہ جسکو چاہتا سزا دیتا، جابرانہ دیتا، رُوح القدس کے اس مذہبی پیشوا نے تمام لوگون کو توہمات باطلہ مین اسقدر پہنسا رکہا تھا کہ وہ اندہون کی طرح بہٹکتے تھے، کورانہ تقلید

[1] دیکھو گیزو کی تاریخ تمدن یورپ جلد اول صفحات ۱۶۰، ۱۵۹، ۱۵۷، ۱۵۵، ۱۵۴، علوم عرب جرجی زیدان صفحہ ۲۱۷، تمدن عرب صفحہ ۳۰۰ و ۳۰۶، زبدۃ الصحائف فی اصول المعارف صفحہ ۲۱۵، [2] تمدن عرب صفحہ ۳۱۲،

اُن کا شعار تہا، وہ دین مسیحی کے اس مقدس گروہ (پاپاؤن) کے اشارہ پر اپنی جان تک دیدینا کوئی بڑی بات نہ سمجھتے تھے، پاپاؤن نے یہانتک تو اپنے اختیارات کو ناجائز طور پر استعمال کرنا شروع کردیا تہا کہ لوگون سے بڑی بڑی رقمین بطور رشوت وصول کرتے تھے، جو عفوِ گناہ کا بہترین ذریعہ خیال کیا جاتا تہا، وہ اپنے تئین اس بات پر نادر سمجھتے تھے کہ چاہین ایک کو جنت مین بہیجدین اور دوسرے کو دوزخ مین جہونکدین، مختصر یہ کہ اس وقت یورپ کے مذہبی مطلع پر سراسر وحشت و جاہلیت کی تاریکی چہائی ہوئی تھی، اور پیروان دین مسیح اپنے ان خونخوار مذہبی پیشواؤن کے ہاتہ سے سخت تکلیف اور عذاب مین مبتلا تھے مگر جبکہ انکو مسلمانون سے، بذریعہ صلیبی جہادات کے سابقہ پڑا، اور اُنھون نے اسلامی اسپرٹ کا مشاہدہ کیا اور ان اخلاقی باتون کو ملاحظہ کیا تو اُنکی آنکھین کہل گئین، انھون نے پوپ کی اس جابرانہ خودمختاری اور ظالمانہ حکومت کو توڑ ڈالنے اور اُسکے ناانصافانہ اور غیرواجبی فرامین سے انحراف کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا، اسلام کے اصولون نے اُنکے دلون مین گہب کر نہایت عمدہ اثر پیدا کیا، لیکن ایک مدت طویل کے انقیاد و اطاعت سے اب اُن مین وہ اخلاقی جرارت تو باقی نہین رہی تھی کہ وہ عیسائیت کو اسلام سے تبدیل کرلیتے تاہم جو سبق کہ اُنھون نے اسلام سے سیکہا وہ اُنکی مذہبی آزادی کے لئے ایک طویل سلسلۂ جنگ و جدال کا ذریعہ ثابت ہوا، اور بتدریج یہی اسباب باعث ہوئے اس مذہبی انقلاب اور ان مذہبی خون ریزیون کے جنسے مذہب پروٹسٹنٹ پیدا ہوا۔[1]

مارٹن لوتھر اور اصلاح رومن کیتھولک چرچ

صدیون تک اہل یورپ کی قسمتون کا فیصلہ پوپ کے ہاتھون مین تہا اور ایک ایسے شخص کی طاقت کو توڑ ڈالنا کوئی آسان کام نہ تہا، سب سے

[1] تمدن عرب صفحہ ۳۰۸،

پہلے مارٹن لوتھر کے دل مین کیتھولک چرچ کی اصلاح کا خیال پیدا ہوا، یہی مارٹن لوتھر جو فرقہ پراٹسٹنٹ کا بانی ہوا، اطلی کی یونیورسٹیون مین تعلیم پاتا تہا، اور ان دار العلومون مین جیسا کہ تاریخی تحقیقات سے پتہ چلتا ہے، ارسطالیسی اور عربی فلسفہ کا درس دیا جاتا تہا ایک بات جو لوتھر کی نسبت قابل بیان ہے وہ قرطبہ، اور طلیطلہ مین اسکا جانا ہے جو اسوقت اسپین مین علوم عربی کے مرکز خاص تھے، اسلئے یہ کہنا بیجا نہو گا کہ مذہب اسلام ہی کے مطالعہ سے کیتھولک چرچ مین اصلاح کا خیال لوتھر کو ہوا۔[1]

اسلام کا اثر یورپ کے اخلاق پر یہ امر بالکل قرین قیاس ہے کہ فاتح قومون کا اثر ہمیشہ مفتوح قومون پر کیا باعتبار مذہب اور کیا بلحاظ اخلاق و معاشرت ہر حیثیت سے کچھ نہ کچھ ضرور پڑتا ہے، چنانچہ جب اہل اسلام اپنے زمانۂ عروج مین مغربی اقوام کے ساتھ معرکہ آرا ہوئے، اور فاتحانہ حیثیت سے اُنکے ممالک مین داخل ہوئے تو ایک عرصۂ دراز کے باہمی اختلاط اور میل جول سے اُنکی زندگی کے ہر شعبۂ عمل مین نمایان اثر پڑا۔

ڈاکٹر لی بان لکھتا ہے:-

"تمدن اسلامی کا بہت ہی زبردست تسلط تمام عالم پر رہا ہے، مگر اس تسلط کے بانی صرف عرب[2] تھے، نہ وہ مختلف اقوام جنھون نے اُنکے مذہب کو اختیار کیا، عرب کے تسلط اخلاقی نے یورپ کی ان اقوام وحشی کو جنھون نے رومیون کی سلطنت کو تہ و بالا کیا، انسان بنا دیا، انکے علمی اور دماغی تسلط نے یورپ کے لئے علوم و فنون اور ادب

---

[1] لوتھر نے قرآن مجید کا مطالعہ کیا تہا اسکی شہادت خود اُسکا ترجمۂ قرآن (بزبان لاطینی) ہے جو آج بھی دستیاب ہوتا ہے، اسمین ذرا بھی شک نہین کہ وہ علوم اسلامیہ سے اچھی طرح واقفیت رکھتا تہا۔

[2] عرب ہون یا دیگر اقوام اس سے ہمین سروکار نہین ہر دیکھنا یہی ہے کہ وہ مسلمان تھے، پہر چاہے وہ عرب ہون یا دیگر اقوام

و فلسفہ کا جس سے وہ بالکل ناواقف تھا، دروازہ کھول دیا، اور چھ صدی تک یہی عرب
ہمارے استاذ اور ہمین تمدن سکھانے والے رہے[1]۔"

اسکے متعلق ڈاکٹر موصوف، خاص اپنی تحقیق سے اس نے جو نتیجہ نکالا ہے اور جسمین
ایک بہت بڑے مذہبی مصنف موسیو بارتھیلمی سینٹ ہلیئر کو اپنے ساتھ شریک کر کے
اسکی کتاب متعلقہ قرآن مین اُس نے جو کچھ لکھا ہے اُسکو اپنے خیال کی تائید مین پیش
کرتے ہوئے اسطرح رقمطراز ہے :-

عربون کی معاشرت اور اُنکی تقلید نے ہمارے زمانۂ متوسط (مڈل ایجز) کے امراء
کی زبون عادتون کو درست کیا، اور یہ سردار بلا اسکے کہ انکی بہادری مین کچھ فرق آتا
ایسے اخلاق سیکھ گئے جو انسان مین اعلیٰ درجہ کی وقعت اور قدر رکھتے ہین، یہ امر نہایت
مشکوک ہے کہ صرف مذہب عیسوی وہ کتنا ہی نیک کیون نہو، ان مین یہ ایسے اخلاق
پیدا کر سکتا تھا[2]۔"

اسلام نے یورپ کو عورتون کے ساتھ برتاؤ کرنا سکھایا

آجکل کے اکثر عیسائی مشنری ہماری عورتون کے متبذل حالت کو
دیکھکر یہ نتیجہ نکالتے ہین کہ اسلام نے عورات کو ہمیشہ متبذل حالت
مین رکھا مگر جس شخص کو مذہب اسلام کا سرسری علم ہوگا وہ ضرور اقرار کریگا کہ عورت کا
جو درجہ اسلام مین ہے وہ کسی مذہب مین نہین ہے، اہل یورپ کو آج اس امر کا اعتراف
کرنا چاہیئے کہ اسلام نے انکو عورتون کے ساتھ برتاؤ کرنا سکھایا، اور انسانی تاریخ کے اِس
عہد مین اُنکے لئے فلاح و بہبود کی راہ نکالی جبکہ وہ دنیا مین وحشیون سے بہتر نہ تھے۔

اہل یورپ کی ہیئت اجتماعیہ کے ضوابط و آئین کے گہرے مطالعہ سے یہ بات منکشف

---

[1] تمدن عرب صفحہ ۱۴۲۵، [2] ایضاً صفحہ ۴۲۶،

ہوجائیگی کہ اس زمانہ مین صنف نازک کی حالت نہایت قابل رحم تھی، اُنکے حقوق پامال کئے جاتے تھے، وہ کسی ترکہ یا املاک کی وارث نہ سمجھی جاتی تھین، حتی کہ نکاح کے بعد بھی انکو کسی چیز کی جو خود اُنکی ملکیت سے ہوتی، خرید و فروخت کا کوئی حق حاصل نہ تھا، غرضکہ وہ غلامون سے بدتر تھین، اور بچے پیدا کرنے کی مشین، خیال کیجاتی تھین ان لوگون کے مذہبی احکام اس ظالمانہ سلوک کی روک تھام نہ کرتے تھے، یہ صرف اسلام ہی تھا جس نے فریق ثانی کی ارتباطی و تمدنی حالت مین ایک خوش آیند انقلاب پیدا کردیا، اسلام نے دونون فریقون کے درمیان مساوات قائم کرنے کے اصول بتلائے، کما قال اللہ تعالی

ولھن مثل الذی علیھن	تمکو تمہاری عورتون پر اور انکو تمپر حقوق حاصل ہین،
عاشروھن بالمعروف	عورتون کے ساتھ عمدہ زندگی بسر کرو،

عورتون کے ساتھ گفتگو کرنے مین اُنکی عزت و حرمت کے خیال رکھنے کا حکم بھی اسلام ہی نے دیا ہے،

قولوا لھم قولا معروفا

ارشاد نبوی ہے:۔

خیرکم خیرلنسائکم	تم مین اچھے وہ ہین جو اپنی عورتون کے لئے اچھے ہین،

اِس سے بڑھکر یہ کہ

الجنۃ تحت اقدام الامہات	جنت مان کے قدمون کے نیچے ہے،

پیغمبر اسلام کی یہ پاک اور مقدس تعلیم "عورت" کے رتبہ کا نقش دل پر بٹھانیوالی ہے، اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام مین عورتون کا کیا درجہ ہے،

آج یورپ کو بڑے فخر کے ساتھ اس بات کا دعوی ہے کہ جو رتبہ عیسائی دنیا نے

عورتون کا قائم کر رکھا ہے وہ مذہب اسلام مین نہین ہے، لیکن وہ اپنے گریبان مین ذرا منہ ڈال کر دیکھین کہ کیا وجہ ہے کہ باوجود یورپ کے عورتون کا اسقدر احترام کرنے کے بھی اُن مین افتراعیات (سفریجٹ) کا ایک خونخوار گروہ پیدا ہو گیا ہے جن سے آئے دن ہر وقت ملک اور حکومت کو جان کے لالے پڑے ہوئے ہین، اور ان مین سے اکثر اب اس خیال پر اُتر آئے ہین کہ یہ ہے نتیجہ اس بیجا رواداری کا جو یورپ نے عورتون کے بارے مین جائز رکھی ہے،

ہر کس از دستِ غیر می نالد سعدی از دستِ خویشتن فریاد

لیکن مذہب اسلام نے جن اصولون پر عورتون کا درجہ قائم کیا ہے وہ ایسے عمدہ اور باضابطہ ہین کہ آج تک دنیاے اسلام مین خدا کے فضل سے کوئی گروہ ایسا پیدا نہین ہوا جسکو اپنے ناخن بڑھا بڑھا کر اپنے ہمقوم وہم مذہب مردون کے گلون پر چھری اور خنجر کی بجاے چبھونے کی ضرورت پڑی ہو، فاعتبروا یا اولی الابصار

نوع انسان کو غلامی سے چھڑایا کس نے؟ ایک دوسرا نکتہ جو قابل بیان ہے اور جو مدت تک موضوع بحث رہا ہے وہ مسئلہ غلامی ہے، رسم غلامی کے خلاف تحریک کرنیوالون نے جنھون نے اس جابرانہ فعل کی بربادی مین نمایان حصہ لیا، اس الزام کو مسلمانون کے سر تھوپ دیا، اُنھون نے اس بات کو پیش نظر نہین رکھا کہ غلامی کو جو اسلام نے جائز رکھا وہ بالفعل ایسی غلامی نہ تھی جو عیسائیت نے بہت ہی قریب زمانہ مین جائز رکھی تھی یا وہ امریکن غلامی جسکا استیصال ۱۸۶۵ء کی مقدس لڑائی سے ہوا۔

اسلام نے گو غلامون کو قطعاً آزاد نہین کر دیا مگر رحم و انصاف کے لحاظ سے ایسے عمدہ تغیرات طبعی مسئلہ غلامی مین کئے کہ جن سے غلامون کی حالت زیادہ مضبوط و مستحکم ہو گئی

اور سچ پوچھئے تو ایک برائے نام غلامی تھی جسکو غلامی کہنا سراسر بے انصافی ہی، تاریخ یورپ مین رومی تمدن کا بہترین زمانہ گذرا ہے، اسوقت کے غلامون کی قابل رحم حالت کا اندازہ عبارت ذیل سے بخوبی ہو سکیگا:-

"اصل رومن لا کے مطابق آقا کی حکومت غلام پر اسقدر وسیع تھی کہ وہ چاہے اُسکو مارے یا جلا دے، اسکو کسی قسم کی ملکیت پر قابض ہونے کا حق حاصل نہ تہا، اور جو چیزین اسکی ضروریات کی ہوتین وہ سب آقا کے قبضہ و تصرف مین رہتین، فوجی ملازمت یا کسی ریاستی عہدہ مین داخل ہونے پر غلام کو سزاے موت دیجاتی تھی، اُسکو عموماً عدالت مین بطور گواہ پیش ہونے کا حق حاصل نہ تہا، اور قانون تعزیرات کا جرمانہ غلام کیلئے سخت ترین ہوا کرتا تہا[1]"

سطور محولۂ بالا سے صرف یہ کہنا مقصود ہے کہ یورپ کی تاریخ مین رومی تمدن کا بہترین زمانہ گذرا ہے، اور ایسی متمدن حالت مین بھی یورپ نے غلامون کے ساتھ ایسا ظالمانہ سلوک روا رکہا، اِسلئے یہ کہنا کچھ مبالغہ نہوگا کہ نسبتہً بہت ہی قریب زمانہ گذرا ہے کہ یورپ مبتذل غلامی کی حالت مین مبتلا تہا[2]،

اسلام نے جو حقوق غلامون کے لئے مقرر کئے ہین وہ وہی ہین جو عوام الناس کے ہین، اسلام مین "آج کا غلام کل کا وزیر" ہوتا ہے، وہ بغیر کسی حرج کے اپنے آقا کی لڑکی سے شادی کر سکتا ہے، اور اسکے خاندان کا سرپرست ہو سکتا ہے، کون نہین جانتا کہ فضل بن ربیع وزیر ہارون الرشید اسکا ایک خانہ زاد غلام تہا؟ جو لوگ تاریخ اسلام سے ذرا بھی واقفیت رکہتے ہین وہ بخوبی جانتے ہونگے کہ اسلام مین غلامون نے سلطنتین قائم کی ہین، کون نہین

[1] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۲۵ صفحہ ۲۱۹، [2] نائینٹینتھ سنچوری بابتہ ستمبر ۱۸۹۵ء مسٹر امیر علی کا مضمون "اسلام" صفحہ ۴۲۴

واقف کہ محمود غزنوی کا باپ سبکتگین ایک غلام تھا؟ ہندوستان مین قطب الدین دہلی کا سب سے پہلا بادشاہ گذرا ہے وہ غلام ہی تو تھا، جسکے خاندان کے سلاطین آج تک "غلام بادشاہ" کہلاتے ہین، کیا عیسائیت تواریخ کے صفحات پر غلامون کے ساتھ ایسی مساوات کی نظیر پیش کرسکتی ہے؟

اس مساوات پہ ہے معشر اسلام کو ناز
نہ کہ یورپ کی مساوات کہ ظلم اکبر

"اسلامی غلامی" کے متعلق ہم ایک متعصب عیسائی مصنف کا قول یہان نقل کرتے ہین:۔

"سب سے عجیب تر امر یہ ہے کہ اسلام مین غلامون کی حالت کم متنزل رہی ہے، غلام خاندانون نے معتدبہ زمانہ تک مصر اور ہندوستان مین حکومتین کی ہین، اول الذکر ملک مین ترقی کے لئے غلامی ایک لازمی ابتدا رہی ہے، اور ہمکو نہین معلوم ہوتا کہ ان فرمانرواؤن کی اصلیت (غلامی) سے رعایا کو اُنکی طرف کبھی حقارت اور نفرت کا احساس بھی ہوا ہو" [۱]

احکام قرآنی ابطال غلامی کے لئے کسقدر عمدہ اور قابل عمل ہین، اسکا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ۱۸۱۰ء مین مسٹر رچرڈسن نے برٹش انڈیا مین استیصال غلامی کا بل انڈیا کونسل مین پیش کرتے ہوئے کہا تھا کہ:

"غلامون کی آزادی کے لئے یہ امر نہایت ضروری ہے کہ ہندو شاستر کے عوض قرآن مجید کو رکھا جائے"

جمہوریت اسلام اور یورپ | اسلامی احکام سے صاف مترشح ہے کہ وہ جمہوریت کا بہت بڑا حامی ہے وہ اُس مطلق العنانی اور استبداد شخصی کا بالکل مخالف ہے، جو ہیئت اجتماعیہ کے امن وامان مین خلل انداز ہو، اور اسکی ترقی کی بنیاد کو متزلزل کردے، اگرچہ استبدادی حکومت

[۱] محمڈنزم مصنفہ مارگولیتھ صفحہ ۸۹،

مدت دراز تک مسلمانون مین رائج رہ چکی ہے، لیکن اس سے اسلامی تعلیم پر کوئی حرف نہین آسکتا، اسلام نے جسقدر جمہوریت پر زور دیا ہے، اسکی اہمیت اس سے ظاہر ہے کہ کہ خاص شارع اسلام (علیہ الصلوٰۃ والسّلام) کو یہ حکم دیا گیا کہ:

وشاورھم فی الامر — انسے (مسلمانون سے) معاملات مین شورہ کیا کرو،

اور اس تعلیم کے عملی نمونہ کی مثال کے لئے صرف یہ کہدینا کافی ہے کہ آنحضرت صلعم نے اپنے بعد اپنا کوئی جانشین یا خلیفہ نامزد کرنا پسند نہ فرمایا،

فی زمانہ اہل یورپ کو اس بات پر گھمنڈ ہے کہ انکی حکومتون مین جمہوریت کا عنصر غالب ہے، استبدادی اور شخصی سلطنت سے یورپ کو تقریبًا ایک یا دو صدی سے نفرت ہونے لگی ہے، اور اگرچہ اسکو مصلحین اور احرار وطن کی ذاتی کوششون کا نتیجہ خیال کیا جاتا ہے، لیکن تاریخ کے ماہرین بخوبی واقف ہین کہ یہ اسلام ہی کی مقدس تعلیم کے اثرات کا سبب تھا کہ یورپ حکومت اور جہانبانی کے ان ضوابط وآئین کو سمجھنے لگا اور ایک مدت مدید کے بعد اُسکو اصلاح حکومت کا خیال پیدا ہوا،

مذہبی نقطۂ خیال سے مذہب عیسوی طریقۂ تقرر حکومت) کو جائز رکھتا ہے، اور انجیل مقدس نے بھی اسی کی ہدایت کی ہے، جبکہ قرآن جمہور انتخاب (الکشن) کی تعلیم دیتا ہے، عیسائیت نے طریقۂ تقرر کے لئے جو حکم دیا ہے وہ ذیل کی عبارت سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے،

"رومن کیتھولک چرچ کی سب سے نمایان خصوصیت اُسکا استبدادی حکومت (Ecclesiastical authority) پر زیادہ زور لگانا ہے[1]"

[1] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۲۳،

فتاوی ابن تیمیہ

از مولوی ابوالحسنات ندوی

(۱)

اسلام کی تاریخ سیکڑون، ہزارون، لاکھون علما، فضلا اور ائمہ و مجتہدین کے روشن کارنامون سے لبریز ہے، اسمین محدثین کرام کی وہ مقدس جماعت بھی ہے، جس نے رسول اللہ صلعم کے اقوال و افعال کو مشرق سے لیکر مغرب اور جنوب سے لیکر شمال تک پہنچایا، مفسرین کا وہ برگزیدہ گروہ بھی ہے، جس نے اپنی پیہم کوششون سے قرآن مجید کی تعلیمات اور اسکے مواعظ و حکم کو خواص سے عوام تک مین پھیلایا، اور پھر قابل احترام فقہا کا وہ وسیع حلقہ بھی ہے جس نے بیشمار پیدا ہونے والے نئے نئے تمدنی مسائل کو اسلامی قالب مین ڈہالنے کی قابل قدر کوششین کین۔

لیکن انکے علاوہ ایک اور چھوٹی سی مقدس جماعت بھی ہے، جس نے اُن سب سے زیادہ ضروری خدمت انجام دی ہے، اسمین شبہہ نہین کہ احادیث کی اشاعت، قرآن مجید کی تعلیم اور فقہی اجتہادات یہی چیزین ہین جنکا نتیجہ اسلام کی توسیع و اشاعت ہے، اسلام جسطرح اُٹھا، بڑہا، اور دفعتہً عرب و عجم مین پھیلگیا، اسکی اس حیرت انگیز ترقی مین انہین چیزون کو دخل ہے، تاہم اس سے بھی انکار نہین کیا جا سکتا کہ جسطرح اسلام ترقی کرتا گیا، نئی نئی قومین اُسکی حلقہ بگوش ہوتی گئین، مختلف عقاید و مختلف مذاہب کے افراد اپنے قدیم عقیدہ و مذہب سے الگ ہو ہوکر اس مین شامل ہوتے گئے، اسی طرح نہایت

غیر محسوس طریقہ پر اسکی سادہ تعلیمات مین گوناگون رنگ آمیزیان بھی ہوتی گئین کسدرجہ حیرت کی بات ہے کہ وہ دین جس نے شرک کا ہلکے سے ہلکا نقش بھی مٹا دیا تھا، جسکے ابتدائی پیروؤن نے اپنی تئین اسدرجہ رنگ توحید مین رنگ لیا تھا کہ اس درخت کو بھی جسکے نیچے جناب رسول خدا صلعم نے بیعت لی تھی، اور جسکو اسی خصوصیت کی بنا پر کچھ لوگ وقعت و محبت کی نگاہ سے دیکھنے لگے تھے، محض اس بنا پر کٹوا دیا کہ اسلام مین کہین خدا پرستی کے عوض شجر پرستی نہ شروع ہو جاے، جب ہندوستان مین پہنچا تو اسکی یہ حالت ہو گئی کہ کہین کسی درویش کی جریب، کہین کسی بزرگ کی عبا اور کہین کسی صاحبدل کا نقش قدم مستحق سجود و جبہہ سائی سمجھا جانے لگا۔

جب تغیر و انقلاب کا یہ حال ہو تو ضرورت تھی کہ انہی علماے دین مین سے ایک جماعت ایسی بھی اُٹھے جسکا ہاتھ صرف اسلئے ہو کہ اسلام کے مرفع تعلیمات مین جو نقوش مرور ایام یا اور دوسرے حالات کی وجہ سے پیدا ہون اُنکو مٹاتا رہے۔ یہ جماعت پیدا ہوئی اور اُس نے نہایت مستعدی سے اپنے فرائض انجام دیئے، علامۂ ابن تیمیہ اسی جماعت کے نمایان اور سرگرم رکن ہین۔ علامہ کی مساعی جمیلہ کا تفصیلی تذکرہ کرنا تو اس خوش نصیب انسان کا فرض ہوگا جسکے لئے آپکی سوانح عمری لکھنے کا فخر مقدر ہو، لیکن بیان پر اجمالاً یہ کہا جا سکتا ہے کہ ساتوین صدی ہجری مین زمانہ جس رخ پر جا رہا تھا وہ چاہتے تھے کہ اُسکی باگ موڑ کر اُسکو جناب رسالتمآبؐ اور صحابۂ کرامؓ کے عہد زرین سے ملا دین کہ ایک مرتبہ چشم روزگار کے سامنے پہلی صدی ہجری کا مبارک زمانہ اپنے پورے سر و سامان کے ساتھ پھر آجائے، پیش نظر مجموعۂ فتاوی اس بیان کی مفصل تائید ہے۔

اگرچہ علامۂ مبرور کی زندگی مصائب و مشکلات کا ایک وسیع سلسلہ ہے، ننگ نظر

تنگدل، اور متعصب علماے زمانہ کے ہاتھون وہ برابر مبتلاے مصائب رہے، اُنھون نے قید و نظر بندی کی کڑیان بار ہا جھیلین۔ لیکن جُبِّ یوسف کی تاریکی اور قیدخانہ کی مصیبت انگیز فضا اُنکے سلسلۂ اعمال کو درہم برہم نہ کرسکی، وہ قیدخانہ سے بھی لوگون کو علمی و دینی فیض پہنچاتے اور مشکل مسائل مین فتوی دیتے رہے، گو قیدخانہ مین کتابین نہین ہوتی تہین لیکن اُن کا دماغ خود ایک وسیع کتبخانہ تہا۔ حالت قید مین بھی بہت سے اہم اور مشکل فتاوی علامہ نے قلم برداشتہ لکھے ہین، اور یہ دیکھکر حیرت ہوتی ہے کہ آخر وہ کسطرح لکھتے تھے، آخر آخر مین یہ حکم بھی دیدیا گیا تہا کہ قیدخانہ مین علامہ کے پاس قلم دوات بھی نہ رہنے پائے چنانچہ اسوقت آپ مجبور ہوگئے، اور آپ نے یہ آخری سطر کوئلے سے دیوار پر لکھی کہ

"اگر مجھکو کوئی اصلی سزا دیگئی ہے تو وہ یہی ہے"

ایک طرف ان حالات کو اور دوسری طرف ان فتوونکو دیکھو جنکی سطر سطر قرآن مجید سے استنباط، احادیث سے استدلال اور اقوال علماے سلف کی تائید و استناد سے معمور ہے تو سخت حیرت ہوتی ہے کہ خدا نے اُنکو کس خاص قسم کا دماغ عطا فرمایا تہا، کہ ہمہ وقت آیاتِ قرآنی انکی نظر مین، احادیث نبوی اُنکے دماغ مین اور اقوال علماے سلف اُنکی زبان پر رہتے تھے، ساتوین صدی ہجری کے ایک حنفی عالم شمس الدین ابن الحریری نے علامہ کو مصائب سے چھڑانے کے لئے ایک محضر لکھا تہا جسمین یہ عبارت تھی کہ

"تین سو برس سے ابن تیمیہ کا کوئی ہمسر نہین پیدا ہوا۔"

یہ بالکل صحیح ہے لیکن اب اسپر پچھلی چھہ صدیان بھی بڑھا دینا چاہئین۔ علامہ شبلی نعمانی رح فرمایا کرتے تھے کہ مین علماے اسلام مین سے ہر ایک کا مبلغ علم بتا سکتا ہون اور یہ بھی کہہ سکتا ہون کہ کسکی معلومات کہان سے ماخوذ ہین، لیکن علامہ ابن تیمیہ اور مورخ مسعودی (یا مقریزی) میرے اِس

کلیہ سے مستثنیٰ ہین۔

علامۂ شبلی نعمانی نے سلسلۂ مجددین اسلام مین علامۂ ابن تیمیہ کو سب سے مقدم رکھا ہے، اور ایک مضمون مین انکی کسیقدر سوانح حیات بھی لکھی ہے، اسی مضمون کی تمہید مین فرماتے ہین:-

مجدد یا رفارمر کے لئے تین شرطین ضروری ہین،

(۱) مذہب یا علم یا سیاست مین کوئی مفید انقلاب پیدا کردے۔

(۲) جو خیال اسکے دل مین آیا ہو کسی کی تقلید سے نہ آیا ہو بلکہ اجتہادی ہو،

(۳) جسمانی مصیبتین اُٹھائی ہون، جان پر کھیلا ہو، سرفروشی کی ہو،

علامہ شبلی نے اپنے اس مضمون مین شرط اول کے "سیاسی انقلاب" اور شرط سوم سے متعلق واقعات کو تو دکھایا ہے لیکن بقیہ پہلو رہ گئے ہین، اب یہان اس مجموعۂ فتاوی مین جن امور کی تصریحات مل سکتی ہین، اُنکو دکھانے کی ہم کوشش کرینگے۔

فتاوی کا یہ مجموعہ چار ضخیم جلدون پر مشتمل ہے، اور اُسکو مصر کے (فخر التجار) نے اپنے مصارف سے چھپوایا ہے، جذبۂ علم پرستی وخدمت دین کا کرشمہ دیکھو کہ اُنھون نے اُسکو حصول زر کا ذریعہ نہین قرار دیا بلکہ اُسکی تمام جلدین وقف کردین تاکہ مشاہیر علماء، مدارس اسلامیہ، قومی انجمنون، اور پبلک لائبریریون مین مفت تقسیم کیجائین، اصل مجموعہ فتاوی بڑی کتابی تقطیع کے تقریباً پندرہ سو صفحون پر مشتمل ہے، تیسری جلد مین مناسبت ترتیب کے لحاظ سے رسالۂ "اقامۃ الدلیل علی ابطال التحلیل" بھی شامل کردیا گیا ہے، اور چوتھی جلد کے آخر مین کتاب "الاختیارات العلمیہ" بھی لگادیگئی ہے، لیکن درحقیقت یہ دونون کتابین بھی علامہ کے فتوی ہی ہین، محض کثرت صفحات کی وجہ سے علٰحدہ رسالہ کی صورت مین نہین اسلئے اس جدید ترتیب کے وقت سلسلۂ فتاوی مین داخل کرلی گئی ہین، اور اسطرح کل مجموعۂ فتاوی دوہزار صفحات کے لگ بھگ پہنچ گیا ہے۔

فتاوی کا یہ مجموعہ عقاید، معاملات اور عبادات سے متعلق مسائل پر مشتمل ہے اور اسلام کی تمام تعلیمات انہی تین شعبون مین محدود ہے اس بنا پر یہ مجموعہ فقہ اسلام کا ایک مکمل مجموعہ کہا جاسکتا ہے، لیکن افسوس ہے کہ اُسکی جمع و تالیف مین فقہی ترتیب کو ملحوظ نہین رکھا گیا ایک ہی جلد منتشر مسائل سے مرکب ہے، عقاید، عبادات، اور معاملات ہر ایک سے متعلق فتاوی اُسمین جمع کردیئے گئے ہین، گو یہ ضرور ہے کہ خود بعض فتوی چونکہ منتشر و مختلف مسائل پر مشتمل ہین، یعنی یہ کہ سوال کا ایک جزء عقاید سے متعلق ہے، اور دوسرا عبادات سے، اسلئے صحیح معنی مین اُسکی فقہی ترتیب بہت دشوار تھی، تاہم یہ ضرور ہے کہ موجودہ ترتیب سے زیادہ عمدہ ترتیب بھی دیجاسکتی تھی، مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید جامع فتاوی کی نظر اسپر نہ تھی اور اس نے محض سرسری ترتیب پر اکتفا کیا ہے، البتہ تیسری جلد اس عام تسامح سے مستثنیٰ ہے۔

ان ضروری تصریحات کے بعد اب ہمین مجموعۂ فتاوی کے مواد ترکیبی اور اسکی علمی حیثیت پر نظر ڈالنا چاہیئے، لیکن اسپر تفصیلی نظر ڈالنے سے پہلے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مجموعہ فتاوی کی اجمالی خصوصیات کو علحدہ لکھدیا جائے تاکہ آئندہ تفصیلات کے سمجھنے مین سہولت ہو۔

فتاوی کی اجمالی خصوصیات

(۱) اسلام مین سب سے مقدم چیز قرآن مجید ہے، اسکے بعد احادیث نبوی، اسکے بعد صحابہ کا طرز عمل، اور پھر ائمہ و مجتہدین کی رائین، اسلئے ہر صاحب فتاوی مجبور ہے کہ وہ اس ترتیب کو ملحوظ رکھے، لیکن بدقسمتی سے تیسری صدی ہجری کے بعد تقلید کے غیر معتدل رواج نے اتنا زور پکڑا کہ آہستہ آہستہ قرآن و حدیث کی طرف سے لوگون کی توجہ ہٹتی گئی اور ادہر کئی سو برس سے تو یہ حالت ہوگئی ہے کہ جب کبھی علماے کرام کے سامنے کوئی مسئلہ پیش کیجئے تو وہ فوراً فقہ کے کسی جزئیہ کی تلاش شروع کردینگے، اس مجموعہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ ابن تیمیہ

اس کلیہ سے مستثنیٰ ہین، وہ اگرچہ ائمہ سلف اور فقہا و مجتہدین کی رائین بھی لکھتے ہین اور ائمہ اربعہ کے علاوہ بقیہ تمام دوسرے فقہا کی رایون پر بھی اُنکی نہایت گہری اور وسیع نظر ہے لیکن وہ ان رایون کو قرآن و حدیث و عمل صحابہ کے مقابلہ مین وہی درجہ دیتے ہین جو درحقیقت اُنکو دینا چاہیئے۔

(۲) علما کی تنگ نظری اس حد تک بڑہگئی تھی کہ وہ اپنے امام اور اپنی جماعت کے سوا کسی دوسرے امام یا کسی اور جماعت کے فقیہ و عالم کی راے سننا اور دیکھنا بھی گوارا نہ کرتے تھے موقع کے لحاظ سے خود ہندوستان کا ایک واقعہ یاد آگیا، اور وہ یہ کہ شیخ نظام الدین اولیاء دہلوی کو ایک مرتبہ اپنے علماے عصر سے مناظرہ کرنا پڑا، بنیاد مناظرہ یہ تھی کہ شیخ موصوف سماع کو ناجائز قرار دیتے تھے، علماے دربار کے اشارہ سے دربار شاہی مین اُنکی طلبی ہوئی، وہ تشریف لیگئے وہان علماء کا بڑا مجمع تہا، ان سے سماع کے عدم جواز پر استدلال واستشہاد طلب کیا گیا، شیخ نے ایک حدیث پیش کی جس سے امام شافعی نے بھی استدلال کیا تہا، دربار کے علما جو سب کے سب حنفی تھے چیخ اُٹھے کہ یہ حدیث امام شافعی کی مستدل بہ ہے جو ہمارے امام کے مخالف ہین، ہم ایسی حدیث اور ایسی راے سننا بھی گوارا نہین کرسکتے، شیخ نظام الدین یہ حالت دیکھکر دربار سے کبیدہ خاطر اُٹھے، اور یہ کہکر چلے آے کہ جس شہر کے علما اس درجہ منافست و معاندت ہو وہ تباہ و برباد ہوجانے کے قابل ہے، یہ ہندوستان کا واقعہ ہے لیکن چھٹی اور ساتوین صدی ہجری مین تمام عالم اسلامی کے علماء اسی رنگ مین رنگے ہوے تھے، البتہ علامۂ ابن تیمیہ کی حالت علماے اسلام کی اس عام حالت سے بالکل مختلف تھی، فتاویٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمام فقہاء و مجتہدین اور علما کی رایون کو پیش نظر رکھتے تھے، اُنکی تصحیح اور اُنکی باہمی تعدیل کی کوشش کرتے تھے، اور اپنے مذاق خاص کے مطابق وہ اس تصحیح و تعدیل کا

معیار قرآن مجید، احادیث نبوی اور صحابہ کرام کے طرز عمل کو قرار دیتے تھے۔

(۳) اسلام مین آہستہ آہستہ جو بدعتین داخل ہو گئی ہین، اُنھون نے اُسکے اصلی جمال توحید کو بہت کچھ چھپا دیا تھا۔ ان بدعات کی تفصیل و تردید کا مواد اس مجموعہ سے زیادہ شاید ہی کسی اور کتاب مین مل سکے۔ ان تفصیلات پر نظر کرنے سے یہ یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ علامہ اس باب مین خاص طور پر سعی و جہد فرماتے تھے، اور اُنکی یہ کوشش تھی کہ اسلام کی اصلی تعلیمات مین جسقدر حذف و اضافہ ہو گیا ہے، اُسکا قلع و قمع کر دیا جائے تاکہ وہ پھر اپنے اصلی آب و رنگ مین دنیا کے سامنے جلوہ گر ہو، یہ علامہ کا خاص حصہ ہے، اِسلئے ایسے مواقع پر ان کا زور بیان اور زور استدلال اپنی انتہا کو پہنچ جاتا ہے۔

(۴) ان خصوصیات کے علاوہ اس مجموعہ کے مطالعہ سے یہ بھی صاف نظر آتا ہی کہ علامہ کا تفقہ، اُنکی قوت اجتہاد اور وسعت و تنوع معلومات بھی خاص شان رکھتے ہین، متعدد مسائل مین وہ بالکل منفرد ہین، اُنھون نے علما، و فضلار کے جم غفیر سے الگ راے قائم کی ہے، بعض مسائل مین اگرچہ دوسرون کے ہمخیال ہین، لیکن دلائل کی ترتیب و قوت اور طرز استدلال و اجتہاد مین وہ اُنکی عام صف سے بالکل علیحدہ نظر آتے ہین، اور اس بنا پر بہت یقین کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس خاص مسئلہ مین اُنکی جو راے تھی وہ کسی کی تقلید نہین بلکہ انکی قوت اجتہاد کا نتیجہ تھی، یہی وہ چیزین ہین جنمین علامہ کی جلالت قدر کا راز نہان ہے۔

ان اجمالی خصوصیات کی تفصیل و تشریح سے پہلے یہ بتا دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہی کہ کہ علامہ کا یہ خاص طرز تحریر و انداز بیان ہے کہ وہ ایک ہی آیت اور ایک ہی حکم کے متعدد پہلوؤن کو ایک خاص استدلال کے وقت ساتھ ساتھ ملحوظ رکھتے ہین، ایک ہی حدیث سے اپنے دعوی کی متعدد و مختلف حیثیتون پر روشنی ڈالتے چلے جاتے ہین، اسلئے اُنکو مختلف عنوانات

مین تقسیم کرکے علحدہ علحدہ بیان کرنے مین اُنکی اصلی حیثیت و شان قائم نہین رہتی، قرآن مجید کی ایک آیت یا ایک حدیث جو اُنکے اثناء استدلال مین واقع ہو اس سلسلۂ بیان مین جسقدر واضح اور صحیح نظر آئیگی اگر اُسکو اس ترتیب سے الگ کرلیا جاے تو وہ اسقدر صاف و صریح نہ معلوم ہوگی، اسلئے یہ ناگزیر ہے کہ آیندہ جب ہم اُنکی تقسیم کرینگے اور اُنکو مختلف عنوانات کے تحت مین درج کرینگے تو شاید اُنکی اصلی قوت و اہمیت کو پوری طرح پر نہ دکھا سکین، علاوہ برین ہمین اسکا بھی علانیہ اعتراف ہے کہ علامہ ہر سوال کے جواب مین جس وسعتِ نظر اور تعمق فکر سے کام لیتے ہین اسکا پورا خاکہ ہمین کھینچ سکتے، کیونکہ دو ہزار صفحون کا اگر مختصر سے مختصر خلاصہ بھی کیا جاے تو اسکے لئے کئی سو صفحے درکار ہونگے، اور اس موقع پر ایسا کرنا بہت دشوار ہے، تاہم اس مختصر مضمون مین اس مجموعہ کی تفصیلی خصوصیات کو نمایان کرنے کی کافی کوشش کیجائیگی تاکہ علامہ ابن تیمیہ کی خصوصیات تفقہ واجتہاد اور انکے طرز افتا کا ہر شخص کو صحیح اندازہ ہوسکے۔

قرآن وحدیث سے استدلال ہم سب سے پہلے قرآن مجید سے علامہ کے طرز استدلال کے چند سرسری نمونے پیش کرتے ہین، دیکھو کس جامعیت و وسعت کے ساتھ وہ قرآن مجید پر نظر ڈالتے ہین۔ اپنے دعوی کے اثبات اور پھر اُسکی تائید مزید مین وہ کسطرح پے درپے مختلف مواقع کی آیتون کو جمع کردیتے ہین۔ ایک سوال ہے کہ یہودیون اور نصرانیون کا ذبیحہ علی العموم مسلمانون کے لئے حلال ہے یا حرام؟ اسکے جواب مین فقہاء ائمہ عام طور پر ذیل کی آیت سے استدلال کرتے ہین:

وطعام الذین اوتوا الکتب حل لکم و طعامکم حل لھم والمحصنٰت من المومنات والمحصنات من الذین اوتوا الکتب من قبلکم،	ان لوگون کے کھانے جنکو کتاب دیگئی ہے تمہارے لئے اور تمہارے کھانے اُنکے لئے حلال ہین، نیز تمہارے لئے مسلمان عورتون کے علاوہ اس قوم کی عورتین بھی جنکو کتاب تم سے پہلے دیجاچکی ہے جائز ہین۔

لیکن صرف اس آیت کا پیش کردینا اس باب مین تسلی بخش نہین ہے بلکہ بعض ظاہر حالات کی بنا پر جواب کا کچھ حصہ دُھندلا رہجاتا ہے، اور اس دھندلکے کو خود قرآن مجید کی بعض آیتین اور زیادہ تاریک کردیتی ہین، اس تاریکی پر عام فقہا کوئی روشنی نہین ڈالتے لیکن علامہ سوال وجواب کی صورت مین آیات قرآنی ہی کی شمع لیکر ہماری صحیح رہنمائی کرتے ہین، چنانچہ فرماتے ہین، "اگر یہ کہا جاے کہ ذیل کی آیات

ولا تنکحوا المشرکات حتی یومن	مشرک عورتون سے جب تک وہ ایمان لائین نکاح نہ کرو،
ولا تمسکوا بعصم الکوافر	اور تم کافر عورتون کے ناموس پر قبضہ نہ رکھو۔

پہلی آیتون کی معارض و مخالف ہین تو جواب یہ ہوگا کہ قرآن مجید مین جس شرک مطلق کا تذکرہ ہے اُسمین اہل کتاب داخل نہین ہین بلکہ وہ شرک مقید مین داخل ہین جیسا کہ خدا نے فرمایا،

لم یکن الذین کفروا من اھل الکتٰب والمشرکین	اہل کتاب مین سے وہ جنہون نے کفر کیا اور مشرکین الگ ہونے والے نہ تھے،

دیکھو یہان مشرکین کو اہل کتاب کے علاوہ ایک جداگانہ قسم قرار دیا،

ایک اور جگہ فرمایا،

ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والصابئین	وہ لوگ جو ایمان لاے اور وہ جو یہودی بنے نیز صابئہ،
والنصاری والمجوس والذین اشرکوا،	نصاریٰ، مجوس اور وہ لوگ جنھون نے شرک کیا۔

یہان بھی مشرکین کو ایک علٰحدہ قسم ٹھرایا،

ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ شرک یہود و نصاریٰ سے علٰحدہ مشرکین کی ایک الگ جماعت ہے رہگئی اب یہ تصریح کہ یہود و نصاریٰ شرک مقید مین داخل ہین، قرآن مجید کی اس آیت سے مستنبط ہوتی ہے،

اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا	ان لوگون نے اللہ کے سوا احبار و رہبان نیز مسیح ابن مریم کو

من دون الله والمسیح ابن مریم وما — اپنا رب ٹھہرا دیا حالانکہ انکو صرف خدائے واحد کی عبادت
امروا الا لیعبدوا الٰھًا واحدًا۔ لا الٰہ — کا حکم دیا گیا تھا اسکے سوا کوئی خدا نہین اور وہ اُنکے شرک سے
الا ھو سبحانہ عما یشرکون، — ہر طرح پاک ہے۔

اور اس تفریق کا سبب یہ ہے کہ ان مقید مشرکین (یہود و نصاریٰ) کے اصل دین کی بنیاد اللہ کی بھیجی ہوئی کتاب اور اُسکے سچے پیغمبرون کی ہدایات الہامی پر ہے، اور یہ چیزین قطعاً اسباب شرک سے مبرا و منزہ ہین جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،

وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی — مین نے تجھ سے پہلے کوئی ایسا نبی نہین بھیجا جسکو اُسکی وحی نہ کی ہو کہ میرے
الیہ انہ لا الٰہ الا انا فاعبدون، — سوا کوئی اور خدا نہین پس تم صرف میری عبادت کرو،

ایک اور موقع پر فرمایا،

واسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا — اور تم انبیاے سابقین سے پوچھو کہ کیا رحمٰن کے سوا کوئی
اجعلنا من دون الرحمٰن اٰلھۃ یعبدون — دوسرا معبود ہے جسکی وہ عبادت کرین۔

ایک اور جگہ فرمایا،

ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا ان اعبدوا — ہم نے ہر امت مین اسلئے نبی بھیجا کہ وہ صرف اللہ کی
اللہ واجتنبوا الطاغوت، — پرستش کرین اور بت پرستی سے بچین،

لیکن ان اہل کتاب نے کچھ دنون بعد اسمین تحریف و تبدیل کی اور مشرکانہ خیالات کو داخل دین کر دیا، اسلئے انکے دین کا شرک انکی بدعات کا نتیجہ ہے، اصل دین کا نہین پس ایسی حالت مین ظاہر ہے کہ یہ عام مشرکین کی صف مین کیونکر کھڑے کئے جاسکتے ہین،

اب رہ گئی یہ آئت،

ولا تمسکوا بعصم الکوافر، — اور تم کافر عورتون کے ناموس پر قبضہ نہ رکھو۔

تو اسکے متعلق کوئی شبہہ نہین اور یہ تصریح کے ساتھ ہر واقف تاریخ شخص کو معلوم ہے کہ ان کوافر سے مقصود خاص وہ چند مشرک عورتین ہین جو مسلمانون کے قبضہ مین تہین اور وہ اہل کتاب مین سے نہ تہین، اسلئے اس آیت کو اس بحث مین کوئی دخل ہی نہین ہے،

ایک مقام پر صبر و رضا کے متعلق لکھتے ہین کہ رضا کی دو قسمین ہو سکتی ہین، ایک یہ کہ انسان کو خدا اور رسول نے جس کام کے کرنے کا حکم دیا اسکو کرے، اور جس سے بچنے کا حکم دیا اس سے بچے، یعنی وہ اپنی خواہش و عمل کو تمامتر خدا اور رسول کے ارشاد کے تابع کر دے، اللہ تعالے نے فرمایا،

واللہ و رسولہ احق ان یرضوہ ،	اللہ اور اُسکا رسول اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ وہ لوگ اسکو راضی کرین

ایک اور آیت مین فرمایا،

ولو انھم رضوا ما اتاھم اللہ و رسولہ	کاش وہ اس چیز پر جو خدا اور اُسکے رسول نے دی ہے
وقالوا حسبنا اللہ سیوتینا اللہ من فضلہ	راضی رہتے اور یہ کہتے کہ ہمین اللہ کافی ہے عنقریب خدا ہمین
ورسولہ انا الی اللہ راغبون	اپنا فضل عطا کریگا اور ہم اللہ ہی کی طرف جھکنے والے ہین،

علامہ فرماتے ہین کہ یہ رضا واجب ہے اور اسی لئے خدا نے ذیل کی آیت مین اُن لوگونکی جنھون نے اُسپر عمل نہین کیا مذمت بیان کی ہے،

ومنھم من یلمزک فی الصدقات فان	ان مین کچھ لوگ ہین جو صدقہ کے بارہ مین تجھے عیب
اعطوا منھا رضوا وان لم یعطوا	لگاتے ہین پس اگر انکو اسمین سے کچھ انہین دیدے تو خوش
منھا فاذا ھم یسخطون	ہوجاتے ہین اور اگر ندے تو غضبناک ہوجاتے ہین۔

رضا کی دوسری قسم یہ ہے کہ انسان مصائب جیسے فقر، مرض، تنگ حالی وغیرہ کو خوشی خوشی برداشت کرے، اسکی نسبت علماء کی دو رائین ہین، ایک یہ کہ واجب ہے، اور دوسری یہ کہ مستحب ہے، لیکن صحیح یہی ہے کہ یہ واجب نہین، البتہ صبر واجب ہے، جیساکہ رسول اللہ صلعم نے

حضرت ابن عباس سے فرمایا،

ان استطعت ان تعمل بالرضا مع الیقین فان لم — اگر تم استطاعت رکھتے ہو تو یقین کے ساتھ رضا پر عمل کرو ورنہ
تستطع فان فی الصبر علی ما تکرہ خیرا کثیرا — اس چیز پر جو تہین شاق گذرتی ہو صبر کرنا خیر کثیر کا سبب ہے

ان کے علاوہ رضا کا ایک تاریک پہلو یہ بھی ہے کہ انسان کفر و ایمان معصیت و طاعت اور خیر و شر ہر چیز کو من جانب اللہ سمجھکر ہر ایک سے راضی ہو، علامہ فرماتے ہین کہ یہ رضا نہ واجب ہے نہ مستحب بلکہ داخل معصیت ہے، اب اسپر وہ ذیل کی متعدد آیتون سے دلیل لاتے ہین،

"ولا یرضی لعبادہ الکفر" — خدا اپنے بندون کے لئے کفر کو نہین پسند کرتا۔
فان ترضوا عنھم فان اللہ لا یرضی — تم لوگ ان سے راضی تو ہو لیکن خدا فاسقون سے
عن القوم الفاسقین، — راضی نہین ہو سکتا،
ذلک بانھم اتبعوا ما اسخط اللہ وکرھوا — یہ اسلئے کہ ان لوگون نے خدا کی ناپسندیدہ امور کی پیروی کی
رضوانہ فاحبط اعمالھم" — اور اسکی پسندیدہ چیزون کو ناپسند کیا پس اُس نے اُنکے اعمال کو گھٹا دیا
وعد اللہ المنفقین والمنافقات والکفار — اللہ نے منافقین و منافقات اور کفّار سے جہنم سے کی آگ کا
نار جھنم خالدین فیھا وھی حسبھم، — وعدہ کیا ہے جسین وہ ہمیشہ رہین گے اور یہی اُنکے لئے کافی ہے،

اسی سلسلہ مین آگے چل کر تحریر فرماتے ہین کہ صوفیہ کا ایک گروہ اسی غلطی مین پڑ گیا ہے اور کہتا ہے کہ تمام کائنات کا خالق خدا ہے، پس اُسکی رضا ان تمام چیزون کی رضا کے ساتھ جو اُس نے پیدا کی ہین وابستہ ہے، یہ وہ منزل ہے جہان کفر و اسلام، صلاح و فسق اور طاعت و عصیان کی تفریق مٹ جاتی ہے، اسی بنا پر بعض صوفیا کا قول ہے،

المحبۃ نار تحرق من القلب کل ما سوی — محبت وہ آگ ہے جو قلب سے مراد محبوب کے سوا ہر شے کو
مراد المحبوب، — جلا دیتی ہے،

بعضون کا قول ہے،

الکون کلہ مراد المحبوب — دنیا تمام تر محبوب کی مراد ہے،

علامہ فرماتے ہین کہ یہ گروہ سخت گمراہی مین پڑ گیا ہے اور اُس نے خدا کے ارادہ دینی و ارادۂ کونی مین تفریق نہین کی، جسکا نتیجہ یہ ہے کہ مامور و محظور اور اولیاء اللہ اور اعداء اللہ کو یہ نہ پہچان سکا، اُس نے مسلم و کافر، مفسد و مصلح کو ہم رتبہ قرار دیا، اور وہ متقین کو فاجرون اور بیگناہون کو گناہگارون کی صف مین جگہ دیتا ہے، اور ان سب کا ماحصل یہ ہے کہ امر و نہی، وعد و وعید اور تمام دیگر امور شرعیہ کا دفعتہً خاتمہ ہو جاتا ہے، اور تمام مذہبی احکام بکلم معطل ہوجاتے ہین، اور ستم ظریفی یہ ہے کہ وہ اسکا نام "عرفان حقیقت" رکھتا ہے، اگر یہی عرفان حقیقت ہے تو اس سے کفار و بت پرست بھی ناآشنا نہ تھے، خود قرآن مجید اسپر شاہد ہے،

ولئن سألتهم من خلق السموٰت والارض لیقولن اللہ" — اگر تم انسے پوچھو کہ آسمان و زمین کو کس نے پیدا کیا تو کہین گے اللہ نے۔

قل لمن الارض و من فیھا ان کنتم تعلمون سیقولون اللہ، — اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ کہ زمین اور جو کچھ اسمین ہے کسکے لیے ہے وہ کہین گے اللہ کیلیے

اگر حقیقت اسلام در جہان این است — ہزار خندۂ کفر است بر مسلمانی

ایک سوال یہ ہے کہ شطرنج کا کھیلنا جائز ہے یا ناجائز؟ عام جواب یہ ہے کہ شطرنج اگر کسی واجب و فرض عمل کے ترک یا تاخیر یا کسی حرام فعل کے صدور کا ذریعہ ہو تو وہ قطعاً حرام ہے، مثلاً یون سمجھو کہ اگر اسکی وجہ سے نماز مین تاخیر ہو اور نماز اپنے نہایت آخری وقت مین ادا کیجائے تو اُسکا کھیلنا قطعاً حرام ہے، اب اسپر علامہ کا استدلال دیکھو، وہ اور علما کی طرح اقوال الناس پر اکتفا نہین کرتے بلکہ قرآن و حدیث سے دلیل لاتے ہین، فرماتے ہین۔

وقد ثبت فی الصحیح عن النبی صلعم انہ قال تلک صلاۃ المنافق یرقب الشمس حتی اذا صارت بین قرنی الشیطان قام فنقر اربعا لا یذکر اللہ فیہا الا قلیلا، فجعل النبی صلعم ھذہ الصلاۃ صلاۃ المنافقین وقد ذم اللہ صلاتھم بقولہ ان المنافقین یخادعون اللہ وھو خادعھم واذا قاموا الی الصلاۃ قاموا کسالی یراؤن الناس ولا یذکرون اللہ الا قلیلا وقال تعالی (فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون)

نبی صلعم کا یہ فرمانا ثابت ہے کہ یہ منافق کی نماز ہے کہ وہ آفتاب کی تاک مین بیٹھا رہتا ہے یہانتک کہ جب وہ طلوع یا غروب کے قریب ہوتا ہے تو وہ اٹھتا ہے، اور چار ٹھونگے لگا لیتا ہے جسمین خدا کو بہت کم یاد کرتا ہے، پس نبی صلعم نے اس نماز کو منافق کی نماز قرار دیا، اور اللہ تعالے نے انکی نماز کی اس آیت مین مذمت بیان کی ہے، منافقین اللہ کو دھوکا دینا چاہتے ہین اور وہ ان لوگون کو دھوکا دینا چاہتا ہے (منافقین نماز کے لئے اٹھتے ہین تو کسلمند اٹھتے ہین وہ صرف لوگون کو دکھلانا چاہتے ہین، اور خدا کو بہت تھوڑا یاد کرتے ہین) اور اللہ نے کہا "افسوس ہے ان نمازیون پر جو اپنی نماز سے سہو کرتے ہین"

دوسری آیت مین سہو کا لفظ آیا اب فرماتے ہین کہ علماے سلف نے "سہو" کی تفسیر "تاخیر صلوۃ" سے کی ہے، لیکن وہ اپنی عادت کے مطابق اتنے ہی پر اکتفا نہین کرتے بلکہ اسکی تائید بھی حدیث نبوی سے کرتے ہین،

بین النبی صلعم ان صلاۃ المنافق تشتمل علی التاخیر والتطفیف

منافق کی نماز تاخیر (قربت طلوع) اور تطفیف (قربت غروب) پر مشتمل ہے،

تفقہ واجتہاد | علامہ ہر مسئلہ کی اصل حقیقت تک پہنچتے ہین اور حلت وحرمت، جواز وعدم جواز کے اصلی علل واسباب کی تلاش کرتے ہین، پھر اپنے اجتہاد کا تمامتر دار و مدار قرآن مجید واحادیث نبوی پر رکھتے ہین مثلاً اسی مسئلہ تحریم شطرنج مین شوافع کا مسلک بیان کرتے ہین،

" اصحاب شافعی کا وہ گروہ جو شطرنج کو حرام نہین سمجھتا اسکا خیال ہے کہ قرآن مجید کی آیت

"انما الخمر والمیسر" مین "میسر" سے مقصود صرف قمار (یعنی ہر وہ کہیل جسمین شرط ہو کہ غالب مغلوب سے کچھ لیگا) کی صورت ہے یعنی اسکی حرمت اس سبب سے ہوگی کہ اسمین اکل المال بالباطل کی صورت پائی جاتی ہے، اور اسی بنا پر اصحاب شافعی مین سے ایک جماعت نے نرد کو بھی اگر اسمین معاوضہ کی شرط نہو تو حرام نہین قرار دیا ہے"۔

علامہ فرماتے ہین "امام شافعی سے منصوص یہ ہے اور اُن کا ظاہر مذہب بھی یہ بتلاتا ہے کہ نرد مطلقاً (یعنی اگرچہ معاوضہ نہو) حرام ہے، کیونکہ اُن کا ایک قول ہے کہ مین اسکو ایک خبر کی بنا پر مکروہ سمجھتا ہون، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن کا استناد خبر پر ہے نہ کہ قیاس پر اور جمہور نے اُنکے اسی قول کی بنا پر یہ احتجاج بھی کیا ہے کہ "جب نرد (بغیر معاوضہ) بھی حرام ہے تو شطرنج کو بھی (جو اگرچہ مضرتون مین اُس سے زیادہ نہین لیکن کسی طرح کم بھی نہین ہے) یقیناً حرام ہونا چاہیے" اسلیے کہ نماز و ذکر الٰہی سے روکنے اور بغض و عداوت باہمی پیدا کرنے کی صلاحیت جیسی نرد مین ہے اسکے برابر برابر شطرنج مین بھی ہے پس ایسی حالت مین نرد (بلا معاوضہ) کو حرام اور شطرنج کو مباح قرار دینا ویسا ہی ہے جیسا شراب انگوری کے ایک قطرہ کو حرام اور نبیذ گندم کے ایک قدح کو حلال قرار دینا، اسکے بعد علامہ نے متعدد حدیثین نرد کی حرمت علی الاطلاق کے ثبوت مین پیش کی ہین، مثلاً ابو داؤد کی یہ حدیث

عن ابی موسی عن النبی صلعم انہ قال من لعب بالنرد فقد عصی اللہ ورسولہ (وغیر ذلک)	ابو موسیٰ سے مروی ہے، فرمایا نبی صلعم نے جو نرد کہیلتا ہے وہ اللہ اور اُسکے رسول کا نافرمان بردار ہے۔

آگے چل کر وہ اسی مسئلہ کو متعدد طریقون سے مدلل کرتے ہین، مثلاً فرماتے ہین کہ ان امور (حرمت نرد و شطرنج) سے ممانعت مخصوص صورت قمار کے ساتھ مختص نہین ہے اسلیے کہ اگر دو کہیلنے والون مین ایک ہی شخص بہر صورت معاوضہ کو اپنے ذمہ لیلے، یا یہ کہ ان دونون کے

علاوہ کوئی تیسرا شخص دینا قبول کرے، تو گو یہ صورتین بظاہر انعام و اُجرت کی ہو جاتی ہین، بااین ہمہ یہ صورت شرعًا منہی عنہ ہے، ہان البتہ اسپ دوانی و تیراندازی کی شرط انعام مطلقًا اس حکم سے مستثنیٰ ہے کیونکہ حدیث مین آیا ہے،

لاسبق الا فی خف وحافر — سابقت صرف اسپ دوانی و شتر دوانی یا تیراندازی مین جائز ہے

او نصل

اب اسپر غور کرنے سے یہ معلوم ہو جاتا ہی کہ صورت مذکورہ حدیث سے دینی (مثلاً جہاد کی تیاری) اور دنیوی (مثلاً صحت جسمانی) فوائد متصور ہین اسلئے اُسمین بذل مال جائز رکھا گیا اور بخلاف اسکے نرد و شطرنج مین چونکہ یہ فوائد نہین پاے جاتے، اسلئے اسمین بذل مال خواہ کسی طرح بھی ہو حرام قرار دیا گیا، گویا نکتہ یہ نکلا کہ بذل مال جسطرح بھی ہو صرف ایسی صورتون مین جائز ہو سکتا ہی جنمین دینی یا دنیوی فوائد حاصل ہون ماسوا مین نہین،

اسی سلسلہ مین علامہ ایک اور استدلال پیش کرتے ہین جس سے ماسبق کی تائید کے علاوہ اصل مسئلہ پر بھی روشنی پڑتی ہے، وہ یہ کہ اکل المال بالباطل تو صراحتہً قرآن مجید کی آیت

ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل — اور ایک دوسرے کا مال باطل کے ذریعہ سے نہ کھاؤ،

سے قطعاً حرام ہے، حدیث شریف مین اس امر کی تشریح موجود ہے کہ

کل لھو یلھو بہ الرجل فھو باطل الا رمیہ — ہر کھیل جسکو ایک شخص کھیلتا ہے باطل ہے مگر ان اُسکی تیراندازی

بقوسہ او تادیبہ فرسہ او ملاعبتہ — یا تربیت اسپ یا ملاعبت زوجہ اس سے مستثنیٰ ہی کیونکہ

امرأتہ فانھن من الحق — یہ چیزین حقوق مین سے ہین،

اب ان تصریحات سے یہ نتیجہ واضح ہے کہ نرد و شطرنج وغیرہ لھو باطل ہے اسلئے اسکے ذریعہ سے جو مال حاصل ہو اُسکا طریقۂ حصول اگرچہ طریقۂ قمار سے جداگانہ ہو تاہم وہ یقینًا حرام ہے،

علامہ اسی مسئلہ کی ایک اور دلیل بیان کرتے ہیں، فرض کرلو کہ شرع کی علت تحریم وہی مقامرۃ ہے لیکن اسپر بھی غور کرنا چاہیے کہ خمر و میسر کو اللہ تعالیٰ نے آیت تحریم میں ایک ساتھ بیان کیا ہے

انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون — شراب، جوا، بتون کے چڑھاوے، فال کے پانسے ناپاکی اور شیطان کے کام ہیں تم انسے بچو تاکہ فلاح پاؤ۔

ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے خمر و میسر و انصاب و ازلام کو "رجس من عمل الشیطان" کہا، اور اُنسے بچنے کا حکم دیا، پھر خمر و میسر کو ان ذمائم سے مخصوص کیا،

انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوۃ، — بے شبہہ شیطان شراب اور جوے کے ذریعہ سے تمہارے درمیان بغض و عداوت پیدا کرنا چاہتا ہے، اور یہ کہ تمکو اللہ کے ذکر اور نماز سے روکدے،

اور پھر آخر میں یون تہدید کی فہل انتم منتہون" اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں متعدد طریقوں سے اور متعدد اسباب و وجوہ کی بنا پر خمر و میسر کی حرمت بیان کیگئی ہے،

اسکے ساتھ ممانعت خمر کی نوعیت پر غور کرو کہ جب اس سے بچنے کا حکم دیا تو پھر اسکے استعمال کو قطعاً اور بہرصورت ممنوع قرار دیا کم ہو یا زیادہ دونون کا پینا یکسان حرام ٹھہرایا، بلکہ نبی صلعم نے جب یہ آیت اُتری توجسقدر جسکے پاس تھی ضایع کردینے کا اعلان فرمایا، انتہا یہ ہے کہ اسکے بنانے اور رکھنے اور پینے کے برتنون کو بھی توڑ پھوڑ دینے کا حکم دیا، (یہان پر متعدد احادیث مشہورہ و آثار صحابہ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہین) پس ان احکام سے مقصود سد ذرائع ہے، کیونکہ درحقیقت ذرائع ہی اصل شے تک پہنچانے والے ہوتے ہین، ٹھیک اسی طرح میسر (جسکا حکم خمر کے ساتھ ہی بیان کیا گیا ہے) کی حرمت کا سبب حقیقی تو اکل المال بالباطل ہے، لیکن اسکے ساتھ لازمی طور پر اور دوسری مضرتون مثلاً فساد، بغض باہمی اور سہو فرائض وغیرہ کو بھی ملحوظ رکھنا پڑیگا، اسلئے کہ یہ بالکل

واضح امر ہے کہ انسان کا نفس اور اسکی خواہشیں بہت چھوٹی چھوٹی چیزون سے بڑھتے بڑھتے بڑی بڑی چیزون تک پہنچ جاتی ہین۔ اسکے بعد علامہ ایک حدیث نقل کرتے ہین

من لعب بالنردشیر فکانما صبغ یدہٗ فی لحم خنزیر ودمہ جو نرد کھیلا گویا اُس نے سور کے گوشت اور خون سے اپنا ہاتھ آلودہ کیا۔

بہ ظاہر بات ہی کہ جب انسان سور کے گوشت کو ہاتھ لگائیگا تو رفتہ رفتہ اس سے اُسکی نجاست کا تخیل بھی کم ہوتا جائیگا یہانتک کہ اسکے بعد یہ بہت ممکن ہی کہ ایک دن وہ اسکو استعمال بھی کرلے، پس جسطرح اس گوشت کو ہاتھ لگانا چونکہ کہانے پینے تک کا ذریعہ و سبب بن سکتا ہے، اور اسی بنا پر اُسکا چھونا تک ناجائز قرار دیا گیا ہے، ٹھیک اُسی طرح نرد و شطرنج کا کھیلنا بھی جو اکل بالباطل کا ذریعہ بن سکتا ہے حرام ٹھرا۔

اسی سلسلہ مین علامہ ایک اور استدلال لاتے ہین جس سے بعض فقہاء کا یہ خیال ہی سرے سے غلط ٹھرتا ہی کہ نرد و شطرنج کے کھیلنے کی حرمت اکل بالباطل کی وجہ سے ہی، فرماتے ہین یہ کہنا کہ میسر کی حرمت مقامرۃ کی وجہ سے ہے بالکل دعوی محض ہے اور ظاہر قرآن و سنت سے اسکے خلاف ثابت ہوتا ہے، اللہ تعالےٰ نے کہا،

انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلاۃ

ان آیات مین علت تحریم وہی حصول فساد و زوال مصلحت واجبہ ہے اسلئے کہ عداوت و بغض باہمی یقیناً داخل فساد ہی پھر ذکر الٰہی و نماز سے قلوب انسانی کو سہو کی حالت مین رکھنا (جو یا واجب ہی یا مستحب) اس سے بھی بڑھکر فساد۔ اب دیکھو بعینہٖ یہی اسباب شطرنج و نرد مین بھی جمع ہین، اسکا یہان کوئی سوال نہین کہ حالت کامیابی مین کوئی معاوضہ ملیگا یا نہین، بہر حال اس کھیل مین انسان کی فکر، عقل اور قلب وغیرہ بالکل مستغرق ہوجاتے ہین طرفین مین سے ہر ایک کو دوسرے کی چالون کے توڑنے اور ناکام کردینے کی فکر دامنگیر رہتی ہی، اور اسمین انکی حالت یہانتک پہنچ جاتی ہی کہ وہ اپنی بھوک اور پیاس تک کو بھول جاتے ہین، اُنکو اسکا بھی احساس نہین ہوتا کہ اُنکے پاس کون آیا؟ کس نے سلام کیا؟ اور اپنے ضروریات نفس و مال تک سے بےخبر ہوجاتے ہین، جب طبعی و فطری ضروریات کی طرف سے غفلت و بیہوشی کا یہ عالم ہو تو پھر تا بذکر الٰہی و نماز چہ رسد؟ نیز یہ بھی قابل لحاظ امر ہے کہ ایک شراب خوار جو بالکل بدمست و سرشار ہوگیا اسکی اور ایک شطرنج باز کی حالت مین بہت تھوڑا ہی فرق نہین رہجاتا ہے؟ -

(باقی)

مترجمات

ہندوستان و عقلیت

از لالہ ہردیال ایم اے

ذیل میں جس مضمون کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے، وہ ہندوستان کے مشہور سیاسی انقلاب پسند لالہ ہردیال ایم اے کے قلم سے حال میں نکلا ہے، انیسوین صدی عیسوی کے وسط مین جبکہ سائنس کی روز افزون قوت کے مقابلہ مین مسیحی یورپ شکست پر شکست کہا رہا تہا اور مادیات کا غلبہ مغرب کی روحانیات پر مسلّم ہو چکا تہا، فرانس کے نامور فلسفی آگسٹ کومٹ نے اپنا فلسفہ ایک مکمل نظام کی حیثیت سے جسکے تحت مین اخلاق، معاشرت سب کچھ آجاتا تہا، متعدد ضخیم مجلدات مین "پازیٹو فلاسفی" (فلسفہ حسیت) کے نام سے دنیا کے سامنے پیش کیا، جسکا لفظی خلاصہ یہ ہے کہ دنیا کو ادوار ثلثہ سے گذرنا ہوتا ہے، پہلا دور مذہب و شریعت کا ہوتا ہے، اسوقت انسان جہالت و ضعیف الاعتقادی مین مبتلا رہتا ہے، دوسرا دور فلسفہ کا ہوتا ہے، اسوقت عقلی موشگافیون اور منطقی استدلالات کا دور دورہ ہوتا ہے، تیسرا دور سائنس کا ہوتا ہے، جب انسان حس و مشاہدہ ہی پر اعتماد کرنے لگتا ہے، اور اپنے علم کو محسوسات و مدرکات تک محدود رکہتا ہے، یہ منزل حقیقت شناسی کی ہوتی ہے اور کمالات انسانی کا یہ منتہی ہے، اس نظام فلسفہ مین مذہب کا جو مرتبہ ہے ظاہر ہے، کومٹ کے ماننے والے پازیٹوسٹ کہلاتے ہین، اور لندن، پیرس مین انکی انجمنین اور مجلسین موجود ہین، جو مختلف علمی کامون مین مصروف رہتی ہین، انگلستان مین انکا ایک مختصر ماہوار

رسالہ پازیٹوسٹ ریویو کے نام سے شائع ہوتا رہتا ہے، لالہ صاحب کا مضمون اسی رسالہ مین شائع ہوا ہے، اس مضمون سے اسکا کافی اندازہ ہو سکیگا، کہ ہندوستان مین جو بزرگوار "عقلیت" "روشن خیالی" "ترقی" "آزادی" کی علمبرداری کے مدعی ہین خود اُنکے دلائل کسقدر باوزن وسنجیدہ ہوتے ہین! (معارف)

سائنس اور تعلیم عام کی ترقی کے سامنے عبادت گذار و مراقبہ شعار اہل ہند کے قدیم مذاہب وعقاید کی بنیادون کا منہدم ہوجانا یقینی ہے، عقلیت رفتہ رفتہ اس گہوارۂ تصوف و الٰہیات کو تسخیر کرکے رہیگی، البتہ یہ کوئی نہین کہہ سکتا کہ اس سرزمین پر عقلیت کس خاص صورت و قالب مین جلوہ گر ہوگی، ادوار تاریخی کے ساتھ عقلیت کے بھی مختلف مظاہر و شئون رہے ہین، تاہم اسکا جوہر ہمیشہ ایک ہی رہا ہے، ہندوستان اغلباً فلسفۂ حسی کا کوئی جدید نظام خلق کریگا، اسلئے کہ اُسکے تجربات عمیق تر و وسیع تر ہین، اُسے حق وصداقت کی جستجو مین کارنہ باری مغرب سے کہین زیادہ غلو وانہماک رہا ہے۔

ہندوستان کو اپنی ترقی ونشو ونما کے لئے حسیت کی ضرورت ہے، صدیون سے اسپر جوگیون، زاہدون، مہاتماؤن اور رشیون اُنکے دوسرے پُرجوش گمراہون کی بلا مسلّط رہی ہے، یہان کے بہترین افراد نے ہمیشہ اپنی قوتون اور قابلیتون کو سراب وحباب صفت نمائشی مسایل، مکتی (وصال) نیرزان (فنا) سمادہی (وجد) ونجات وغیرہ کے پیچھے ضایع کیا ہے، اور ہندو و مسلمان دونون قومین، فرسودہ مذاہب توحید، وحدت وجود وغیرہ کے چکر مین پڑی رہی ہین، اسی کا نتیجہ ہے کہ آج اہل ہند ضعیف الاعتقادی کی انتہائی پستی مین گرفتار، اور جنات، دیوتا، سانپ، شجر و حجر وغیرہ مزخرفات کی پرستش مین مشغول ہین، تعلیم یافتہ طبقہ یا تو روحانی زندگی سے بالکل معرّی ہے، یا ویدانت کے نشہ مین مدہوش

پڑا ہے، اور یا عوام کے ساتھ دعا و عبادت مین، جو تملق و خوف کے جذبات پر مبنی ہین، لگا ہوا ہے۔ گمرہی و ضعیف الاعتقادی بلا کی طرح اس سرزمین پر مسلط ہین۔ عقلیت کو اس سرزمین پر ایک بڑا میدان سر کرنا ہے۔

لیکن ہندوستان کے سامنے فلسفۂ حسی کے پیش کرتے وقت ہمین کسی حال مین بھی کومٹ کے اصل الاصول، ترتیب و تسلسل کو نظرانداز نہ کرنا چاہیئے۔ ماضی وحال دونون کے مناسب امتزاج سے ایک مرکب تیار کرنا چاہیئے۔ کوئی متمدن قوم اپنے ماضی سے بے تعلق نہین ہوسکتی، عقلیت کا مقصد تکملہ ہونا چاہیئے نہ کہ تخریب۔ عقلیت کو ہندوستان کے ارباب فکر کے سامنے روایات قدیم کے قالب مین ڈہال کے پیش کرنا چاہیئے۔ نہ اس حیثیت سے کہ پیرس مین بنا ہوا یہ کوئی اجنبی و غیر ملکی نظام ہے، ساتھ ہی جہانتک ممکن ہو اسے جامع و مکمل بھی ہونا چاہیئے۔ زمانۂ حال مین عقلیت کے زیر سایہ جتنی تحریکین یورپ مین پیدا ہوئین، اُن مین صحیح ترین و بہترین وہ نظام حیثیت ہے جسکی بنا و تنظیم کا سہرا اگسٹ کومٹ کے سر ہے۔ قدیم مذاہب کے غلط مسائل کی پردہ دری، اور کتب مقدسہ کی محض مخالفانہ نکتہ چینی کبھی ہندوستانی دماغ کو مطمئن نہ کرسکیگی، یورپ مین اسوقت ہزارہا عقلیین ایسے ہین جنکی نگاہین والٹیر و پین تک محدود رہتی ہین، اُنکے نزدیک آزاد خیالی کی تبلیغ تمامتر یہ ہے کہ مسیحیت کی غلطیون اور ائمۂ مذہب کی مکاریون کی پردہ دری کیجائے، شروع شروع مین یہ عمل تخریب لازمی ہے، لیکن اسی پر رُک جانا ٹھیک نہین۔ اسکے آگے تعمیر و تنظیم کا کام بھی ضروری ہے، اور اسپر ابتک صرف پازیٹوسٹ جماعت نے توجہ کی ہے۔ کومٹ کے استاد و پیشرو سینٹ سائمن کا مقولہ تھا کہ "انسانیت ویرانہ مین آباد نہین رہ سکتی" مرد ہو یا عورت کسی کو ہمیشہ اسپر قناعت نہین رہ سکتی، کہ فلان فلان مسائل غلط ہین، اغلاط کی

تنقید کے بعد اُنکے سامنے حقائق و دقائق کا ذخیرہ پیش کرنا چاہیئے، ہندوستان کی تہذیب کی سطح سے ہونا محال ہے، کہ محض اسکی ضعیف الاعتقادیون کا تمسخر و مضحکہ کیا جاتا رہے، معتقدات قدیم کے ابطال کے ساتھ ہی ساتھ اُسے صحت و واقعیت پر مبنی مسائل پہنچتے رہنا چاہیئے۔ کوئی ہندوستانی ان کثیر التعداد یورپین آزاد خیالون کی طرح گذر نہین کرسکتا، جو ایک طرف تو عقلیت کے دوست اور مذہب کے دشمن ہین، لیکن ساتھ ہی کسی خاص جماعت، سوسائٹی یا برادری کے رشتہ مین بھی منسلک ہونا نہین پسند کرتے، موجودہ نظام مثبت (پازیٹوزم) مین ممکن ہو کہ کچھ خامیان ہون، لیکن با این ہمہ وہی ایک ایسا نظام ہے جو مشرق کے اُن متلاشیان حقیقت کے لئے باعث کشش و موجب ترغیب ہوسکتا ہے، جنھون نے افق مغرب پر سائنس کے ستارہ کو طلوع ہوتے دیکھا ہے، اور پیرس، لنڈن، فرلی، جینیا، و بارسیلونا مین اُسکی روشنی جلوہ گر پائی ہے۔

ہندوستانی دماغ متعدد تحریکات کی بنا پر جو اُسے پچیس صدیون سے متاثر کررہی ہین، اسوقت پازیٹوزم کو قبول کرنے کی خاص طور پر صلاحیت رکھتا ہے، ہندوستانی روایات مین فلسفیانہ مباحث مین عقل و استدلال سے کام لینے کے عناصر موجود ہین، ہندوستانی اسکے خوگر ہوگئے ہین کہ اپنے عقاید کی تائید مین بجائے نقل کے عقل سے کام لین، گوتم بدھ نے اپنے تئین نبی یا رسول کی حیثیت سے پیش نہین کیا، وہ معمولی فرد بشر کی طرح تبلیغ کرتا رہا، اور کبھی کسی فوق الفطرت چشمۂ حکمت کا نہین قایل ہوا، یہان کے جو بزرگ ترین حکماء ہوئے ہین، انھون نے دقیق مسایل کا حل ہمیشہ بغیر نقل و الہام کے وساطت کے کیا ہے، یہ صرف آخر زمانہ مین ہوا ہے کہ مذہبی طبقہ کے اقتدار کے تحفظ کے لئے رفتہ رفتہ عقل و رائے کو بعض قیود کا ماتحت کردیا گیا، لیکن جس زمانہ سے یہ فلسفہ ناشرعی لٹریچر رواج پانے لگا،

وہی ہندی فلسفہ کے انحطاط و زوال کا زمانہ ہے، جہان فلسفہ کا دور دورہ ہو ضعیف الاعتقادی کا وجود باقی نہین رہ سکتا، اور ہندوستان کم از کم فلسفہ کا توخوگر رہ چکا ہے، حکمت و دانائی کی بنیاد یہین سے پڑتی ہے، انہین فلسفیانہ موشگافیون کا ایک نتیجہ یہ بھی ہوا کہ تیسری صدی قبل مسیح ہی سے ہندوستان رواداری کے اصول سے واقف ہو گیا، جیسا کہ شاہ اشوک کے فرامین سے ظاہر ہوتا ہے، فلسفہ حبیت کا بھی ایک اساسی اصول رواداری ہی ہے۔

ایک لحاظ سے ہندوستان (بہ استثنا چین) دنیا کے تمام ممالک سے زیادہ عقلیت کو قبول کرنے کے لئے مستعد ہے، ہندوستانی دماغ عقیدۂ توحید (یعنی عقیدۂ وجود خالق یکتا) کے جہل و مہلک تخیل کو جو وہم پرستی و ضعیف الاعتقادی کی سب سے خطرناک صورت ہے قطعاً رد کر چکا ہے۔ حکماے ہند کے صرف دو ہی گروہ ہین، ایک وہ جو ملحد ہین، دوسرے وہ جو وحدت وجود کے قایل ہین، ایسا کوئی بھی نہین جو سیمیا طیقی عقیدۂ توحید کے عمیق غار مین گرا ہو، اسمین شبہہ نہین کہ بعض جدید فرقے مثلاً سکھ، برہمو، آریہ سماج وغیرہ اس عبرانی عقیدہ کے پیرو ہو گئے ہین، لیکن یہ ایک بہت ہی جدید تغیر ہے۔ حکماے ہند نے چونکہ عوام کو اس حال پر چھوڑ دیا کہ وہ شرک، بت پرستی و خرافات پرستی کے دلدل مین پھنسے رہین، اسلئے توحید پرستی کو قدرتاً اسکا موقع مل گیا کہ وہ شمالی و مغربی ہند مین سادگی اسلام کے زیر حمایت ایک نمایان فتح حاصل کرے لیکن ہندوستان کی توحید پرستی، اسلام کے عقیدہ سے اصلاً بالکل مختلف ہے، ہندی خدا پرست "کرم" اور تناسخ کے بہ دل معتقد ہین جسکے معنی یہ ہین کہ وہ خدا کی ربوبیت کاملہ کے منکر ہین[لہ] - یہ لوگ جس وقت خالص توحید کا دعوی کرتے ہین اس

لہ اس دعوی اور اسکی دلیل مین اگر ناظرین کو کوئی ربط نہ نظر آئے تو انہین اپنی فہم کو قصور وار (بر صفحہ آیندہ)

وقت بھی ان کا رجحان وحدت وجود ہی کی جانب ہوتا ہے، خدا پرستی کا عقیدہ ہندوستانی دماغ کے لئے بالکل بیگانہ رہا ہے، ڈہائی ہزار سال سے زیادہ ہوا کہ کپل نے صاف صاف وجود باری کا انکار کردیا، اور اُسکی یہ تعلیم اس مختصر فقرہ مین آج تک محفوظ چلی آتی ہے کہ "خدا ثابت نہین ہوسکا ہے"۔

بُدہا و مہابیر نے اس عقیدہ کی عام تلقین کی، اور دنیا کے ان دو بڑے ملحدانہ مذاہب جین مذہب و بودھ مذہب کی تبلیغ ہندوستان ہی مین ہوئی، جینی اور بودہی مبلغین ہی کی کوششون کا یہ نتیجہ ہوا کہ الحاد و دہریت کو ایک مذہبی حقیقت کا مرتبہ حاصل ہوگیا، وحدت وجود بھی درحقیقت بمقابلہ خدا پرستی کے دہریت سے قریب تر ہے[۱]۔ پس اگر پازیٹوزم کی دعوت ہندوستان کو دیجائے تو توحید تو کوئی زبردست حریف کی حیثیت ہی نہین رکھتی، لے دیکے صرف بت پرستی باقی رہجاتی ہے، سو اسکے قدم بہ آسانی اکھڑجائین گے، راسخ الاعتقاد حلقون مین الحاد کا انتساب آج بھی کچھ معیوب نہین سمجھا جاتا، اسلئے سانکھیا حکما، کا پختہ ہندو ہونا سب کو مسلّم ہے، حالانکہ وہ کُھلم کھلا ملحد تھے، غرض اہل ہند کے دماغون مین توحید کی حمایت مین کوئی رواجی یا روایتی استعداد بھی موجود نہین، پس گویا لڑائی آدہی تو جیتی ہی ہوئی ہے۔

بدہسٹ حکما بجائے خدا وجود روح کے بھی منکر ہین، تاہم عملی حیثیت سے وہ اسکے قائل ہی ہین، بدہا وجود روح کا قائل نہ تہا۔ چنانچہ "سوالات بلنڈا" مین جو مکالمات ہین

(بسلسلہ صفحہ گذشتہ) سمجھنا چاہیئے۔ عقلیت کے مبلغ سے اس صریحی بے عقلی کا وقوع کیونکر ممکن ہے! (معارف)

[۱] اگر "عقلیت" پر ایمان لے آنے سے اسی قسم کے اسرار و دقائق کا انکشاف ہونے لگتا ہے، تو ماہرین امراض دماغی شاید بہت جلد فہرست امراض مین اس جدید عنوان کا اضافہ کرلین۔ (ایضاً)

ان مین بدھا کی اصل تعلیم کی متعدد اسالیب حسنہ کے ساتھ توضیح کی ہے۔ لیکن کرم "کا جو عقیدہ ہے، اسکے لئے حقیقت روح کو تسلیم کرنا ناگزیر ہے، اس باب مین قدیم بدھسٹ تحریرون کے حوالے پازیٹوسٹ گروہ کے لئے مفید ہونگے۔ اگر ہندوستان کے کارنامے اس بارہ مین اسکے بعد کچھ نہین۔

اہل ہند اس مسئلہ سے بخوبی واقف ہوچکے ہین کہ ہر باعظمت و نیک شخص کا احترام کرنا چاہیئے، خواہ وہ کسی مذہب اور کسی نسل کا ہو، ہندوستانی روایات مین شرافت نفس کو بہت بڑا مرتبہ حاصل ہے، اور اس حیثیت سے ہندوستان کھرے کھوٹے مین خوب تمیز کر لینے لگا ہے۔ یہان کسی مذہبی پیشوا کی اسکے عقیدہ یا قومیت کی بنا پر توہین و تحقیر نہین کیجاتی، چنانچہ انتہائی سیاسی عداوت کے باوجود مسلمان پیشوایان مذہب کی، اگر انکی شخصی زندگی واقعی مقدس ہوئی، پوری تعظیم کیجاتی رہی ہے۔ گویا مذہبی حقانیت کا معیار حسن عمل قرار پاگیا ہے، چنانچہ اجمیر کے مسلمان پیر معین الدین چشتی کے مزار کی زیارت کے لئے ہرسال ہزارہا ہندو جاتے ہین۔ ہندوستانی گو اس پیر کے مذہب کو نہین مانتا، لیکن اسکی ذات سے ارادت و عقیدت رکھتا ہے، بالکل یہی اصول پازیٹوزم کا ہے، جو ہر بڑے شخص کی عزت و احترام کی تعلیم دیتی ہے، خواہ اُس نے ایسے عقاید کی کیون نہ تلقین کی ہو جو نہایت مضر اور پازیٹوزم سے بالکل مختلف بلکہ اسکے مخالف ہون۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ہندوستانی بمقابلہ یہودی، مسیحی و مسلمان کے پازیٹوزم کو بہ آسانی قبول کریگا، اسلئے کہ ان تینون مذاہب (یہودیت، مسیحیت، و اسلام) کی تعلیم یہ ہے کہ پیشوایان مذاہب غیر مکار و بطال ہوئے ہین، جنکے لئے دائمی عذاب جہنم ہے۔

حیثیات بالا سے، ہندوستان مین پازیٹوزم کے استقبال کے لئے زمین تیار ہوچکی ہے،

لیکن ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے، اہل ہند کو گرویدگی رہبانیت، زہد، فقر، تصوف وغیرہ کے ساتھ ہے، انکی معاشری زندگی تنگ خیالیون سے محدود ہے، وہ یاد ماضی کے مختصر عالم مین مست رہتے ہین، اور مغرب سے تحصیل فلسفہ پر آمادہ نہین، کاشتکارون کا طبقہ جاہل ہے، اور ہندوؤن کی معاشری زندگی کی بنیاد دین بت پرستی پر قائم ہین، سائنٹفک اصول پر غور وفکر ایک نامعلوم شے ہے، تناسخ کا عقیدہ، ہیضہ و بلیریا کی مقامی وباؤن کی طرح ہند کے لئے مخصوص ہے، اور زندگی کو زیادہ سے زیادہ ایک ناگزیر معصیت سمجھا جاتا ہی اس صحرائے اوہام کی بیخکنی لازمی ہے، قبل اسکے کہ صحیح نشو وبالیدگی ممکن ہو، یہ کام صرف پازیٹوزم ہی سے انجام پاسکتا ہے۔ یورپین پازیٹوسٹ گروہ کو اس خدمت پر کمربستہ ہوجانا چاہیئے

نوٹ از ایڈیٹر پازیٹوسٹ ریویو"۔ مین اگرچہ مذاہب ہند کے متعلق مسٹر ہردیال سے بہتر راے رکھتا ہون، تاہم مجھے انکی راے سے پورا اتفاق ہے کہ ہندوستان مین جدید مذہبی زندگی کی جو قلم لگائی جاے، وہ روایات قدیمہ ہی کے تنہ پر ہو، اس جدید بالیدگی کا آغاز عمل ممکن ہے مغرب ہی کی جانب سے ہو، لیکن یہ قطعی ہے کہ اس کام کا سرانجام اہل ہند ہی کے ہاتھ ہے۔ (ایڈیٹر پازیٹوسٹ ریویو)

معارف - جہالت بجاے خود ایک قابل علاج مرض ہے، لیکن جب اسے عالمانہ نمائش ومحققانہ ادعا کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے تو اسکا علاج کسی کے بس کی بات نہین، اور اسی کا نام جہل مرکب ہے۔ مضمون بالا کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ "عقلیت" کے اس ہندوستانی علمبردار کا یہ مرض غالباً مزمن ہوچکا ہے۔

مضمون نگار کی شائستگی، تہذیب و متانت کا اندازہ ان فقرون سے بخوبی ہوسکیگا، جنھین ہم نے زیر خط کردیا ہے، دوسرے مذاہب کو "ہیضہ و بلیریا" کی طرح ایک وبا قرار دینا،

عقیدۂ توحید کو "مہمل" "مہلک" اور سب سے زیادہ خطرناک وہم پرستی" تحریر کرنا شاید عقلیت کے آئین تہذیب مین بالکل جائز ہے۔ رواداری پر لفظاً سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے، لیکن عملاً اسکا مفہوم یہ قرار دیا گیا ہے، کہ دوسرے مذاہب کو انتہائی اہانت اور سب وشتم کے ساتھ یاد کیا جائے۔ عقل واستدلال کا نام بار بار لیا گیا ہے لیکن خود اپنے دعاوی کو دلایل وبراہین کی منت کشی سے یکسر آزاد رکھا گیا ہے۔

تاریخی صحت و واقعات کا یہ التزام ہے کہ ہندو حکماء کی طویل فہرست مین ایک موحد کا بھی نام نظر نہین آتا! دعوی یہ ہے کہ حکماے ہند سب کے سب بلا استثناء ملحد یا تقریباً ملحد ہوے ہین۔ لیکن اس دعوی کے ثبوت مین لے دیکے صرف ایک کپل کا نام مل سکا ہی اور اسکے الحاد کی بھی کسقدر مستحکم دلیل اسکے اس فقرہ سے دی ہے کہ "وجود باری ثابت نہین ہو سکا ہے"۔ ہمارے وسیع النظر دوست کو شاید اس کھلی ہوئی حقیقت کی بھی اطلاع نہین کہ سب سے بڑے توحید پرستون مین سے اکثرون نے بھی کہا ہی کہ وجود باری دلیل وبرہان سے ثابت ہونے والی شے نہین۔ کیا انکے اس قول سے انکا بھی ملحد ہونا ثابت ہوگا؟ اردو کے ایک صوفی شاعر کا شعر ہے،

اللہ رے نزاکتِ وجود باری
ثابت ہونے کا بار بھی اُٹھ نہ سکا

کیا ہمارے دوست اس شاعر کو بھی ملحد شعراء کے زمرہ مین شمار کرینگے؟

مذہبی واقعیت کا یہ عالم ہے کہ مسلمانون کے متعلق یہ ارشاد ہوتا ہے کہ "وہ دوسرے مذاہب کے پیشواؤن کو بطّال ومکار سمجھنے پر مجبور رہین، اور انکے لئے "انکے نزدیک دائمی عذاب جہنم ہے"۔ یہ ستم ظریفی اس مذہب سے متعلق کیگئی ہے جسکی واضح تعلیم یہ ہی کہ جو لوگ

خدا کے سوا دوسرون کو پکارتے ہین (یعنی مشرکون) کو سب و شتم نہ کرو" (انعام آیت ۱۰۹) اور جسکی تصریحات ہین کہ "ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہے" "ہر جماعت کے لئے ایک رسول ہے" "ہر قوم مین خدا کی جانب سے ایک تنبیہ کرنے والا بھیجا گیا ہے" اور مسلمانون کو بار بار تاکید کی گئی ہے کہ ان سب ہادیان حق کو برابر سمجھین، اور ان مین باہم کسی طرح کی تفریق روا نہ رکھین!

یہ نمونہ اس روشن خیالی، اس عقلیت، اس رواداری، اس سنجیدگی، اور اس ترقی پذیری کا جسکی دعوت ایک فاتحانہ اِدّعا و خودسرانہ تحکم کے ساتھ تاریک خیال، وہم پرست و ضعیف الاعتقاد ہندوستان کو دی جا رہی ہے! بہتر ہوگا کہ قبول دعوت سے پیشتر ایک بار داعیون کی اخلاقی و دماغی حالت کا جائزہ لے لیا جاے، اسکے بعد فیصلہ بہت آسان ہو جائیگا،

پہنچا تو ہوگا سمع مبارک مین حال میر
اسپر بھی جی مین آئے تو دل کو لگائیے

علوم مشرقیہ اور مدارس یورپ

امریکہ کے ایک مستشرق فیلیپ ہیٹی (Philip Haity) نے جو نیویارک امریکہ مین کولمبیا یونیورسٹی (Columbia University) کے پروفیسر ہین، مندرجہ بالا عنوان سے ایک طویل مضمون لکھا ہے، جو مصر کے ایک ہفتہ وار علمی رسالہ مین شایع ہوا ہے، اُسکا اقتباس ہم ہدیۂ ناظرین کرتے ہین:-

ہر سال موسم خریف مین جہازات متعدد غربی اساتذہ و مدرسین کو ممالک مصر و شام مین منتقل کرتے ہین جنمین خصوصاً انگریز، امریکی اور فرانسیسی ہوتے ہین، تاکہ انیگلوسیکسینہ اور لاطینی زبان کی شاخون کے قواعد کی تعلیم جدید اور مغربی تمدن کے اصول اور فلسفۂ حیات کے مبادیات کی اُسمین تلقین کرین، یہ ایک معروف و مشہور امر ہے، لیکن وہ امر جس سے لوگ بہت کم واقف ہین، یہ ہے کہ علم کا سفر صرف غرب سے شرق کی جانب ہی نہین بلکہ شرق سے غرب کی جانب بھی ہے، اور اگرچہ علم کا سفر اول حدیث ہے، لیکن سفر ثانی قدیم ہے اور دونون مین کوئی فرق نہین، سوا اسکے کہ علوم غربیہ کے داخلہ کی تحریک کرنیوالے خود ابناے غرب ہی ہین، اور ساتھ ہی اسکے علوم شرقیہ کو یورپ مین بلانیوالے بھی یورپین ہی پائے جاتے ہین،

قرون متوسط مین غرب کا شرق سے اتصال

عرب اندلس مین | اسمین شک نہین کہ سلسلۂ حوادث کا وہ پہلا حلقہ کہ جسکا نتیجہ علوم شرقیہ کا

بلاد غربیہ مین داخلہ ہے، وہ عربون کی براعظم یورپ مین جنوبی غربی جانب کی فتوحات ہین، اور اُن کا اندلس مین صدیون تک کا دراز قیام ہے جیسا کہ ان مین بہت سے افراد مثل ابن رُشد و ابن خلدون کے ان لوگون مین سے پیدا ہوے جنھون نے فلسفۂ عربیہ کے مطالب کو اسپینیون اور فرانسیسیون کے فہمون کے قریب کردیا، اور اُن سے دوسرون تک جیسا کہ مشہور و معروف ہے پھر عربون ہی کے وجود نے یورپ مین بخارا، الجزائر، اور شام کے علماے اسلام کی تالیفات کے ترجمہ کا اور یورپ کے اطراف مین اُنکی اشاعت کا راستہ بھی کھولا ہے، ہمارے لئے قانون ابن سینا کا استشہاد کافی ہے کہ جسکو ابناے یورپ نے بارہوین صدی سے لیکر سترہوین صدی تک بطور ایک طبی رہنما کے اختیار کیا، قانون کا ترجمہ زبان عبرانی مین ۱۴۹۱ء مین ناپولی مین کیا گیا، اور عربی کے ساتھ رومیہ مین ۱۵۹۳ء مین طبع ہوا، پھر لاطینی (Latin) زبان مین ترجمہ کیا گیا، اور اسکے علاوہ ابن سینا کی دیگر تالیفات منطق اور فلسفہ طبعیہ مین سے ترجمہ کی گئین، اور اسی طرح اسکے قبل بھی ابن سینا کی خاص خاص تالیفات لاطینی زبان مین کی گئین مگر ابن رشد کے ترجمات ایک غیر منتظم ترکیب سے آئے جو ضبط و احکام سے باہر تھے۔

واجب ہے کہ ہم اس امر کو بھی فراموش نکرین کہ یہودیون کے علماء و فلاسفہ کی بھی ایک تعداد مثل ابن جیوج، وکمخی ماہرین علم لغت و ابن جیرول شاعر و ابن جیمون (میمونڈس) فیلسوف کے تھی کہ جنھون نے قرون وسطی مین یورپ مین نشو و نما پائی، اور وہ سب اعلےٰ معارف و فنون کی جانب تنبیہ خواطر اور توجیہ افکار مین مہارت تامہ رکھتے تھے[۱]، (ابن جیوج

---

[۱] فاضل پروفیسر علامہ ابن رشد اور شیخ الرئیس ابن سینا کے مقابلہ مین اُن چند یہودی علماء کے نام پیش کرکے یہ دکہلانا چاہتے ہین کہ یورپ بھی اس زمانہ مین علوم و فنون مین مسلمانون سے پیچھے نہ تھا، لیکن آگے چل کر پروفیسر موصوف ان علماء یہود کی جو جائے پیدائش اور سنہ ولادت بتلاتے ہین (بقیہ بر صفحۂ آیندہ)

واکو مین ۹۸۵ء مین پیدا ہوا، لیکن توطن قرطبہ (Cardova) مین اختیار کیا، اور یہ ابن النحو العبرانی کے لقب سے ملقب ہے، اسی طرح سے میموندس ۱۱۳۵ء سے ۱۲۰۴ء تک قرطبہ مین زندہ رہا، اور ابن جیرول وغیرہ جنوبی اسپین مین گذرے، اول ۱۰۲۱ء سے ۱۰۷۰ء تک اور بارہوین صدی مین، اس زمانہ کے اکثر علماء یہود نے جو کچھ لکھا وہ عربی زبان مین عبرانی زبان کے حروف سے لکھا، اور تمدن عربیہ کے آثار اُنکی کتابون مین ظاہر ہین،

کیونکہ علماے عرب کی تاثیر کا افکار یورپ پر قرون متوسطہ مین ہونا امر یقینی تہا، پس اسی انداز مین مشرقین اور مستشرقین نے حتی کہ اُن مین سے بعض نے عربی تمدن کے بڑے بڑے اصولون کا معاکسہ مبادیٔ عربیہ کی جانب کیا اور منجملہ ان فضلاے امریکہ کے اُستاد وینر (Weiner) ہارورڈ یونیورسٹی (Harford university) کے ہین کہ جنھون نے حال مین دو جلدین شائع کی ہین جنمین اُنھون نے یہ ثابت کرنیکی کوشش کی کہ گوتہک gothic تمدن کا بڑا حصہ عربی الاصل ہے اور گوتہک کے کئی کلمون کے اور اسکے ساتھ جرمنی اور انگریزی کلمون کے اشتقاق کا اعادہ عربی مصدر کی جانب کیا ہے، گویا کہ اُستاد موصوف نے دو یا دو سے زیادہ زبانون کے کلمات مین تجانس لفظی کو اُن زبانون کے درمیان علم الالسنہ (Philology) کے علاقہ کے وجود کی دلیل شمار کی ہے،

(بسلسلہ صفحہ گذشتہ) اس سے یہ امر صاف ظاہر ہے کہ یہ لوگ بھی مسلمانون ہی کے آغوش علم مین تربیت پانیوالے اور اُنہی کے علوم وفنون کے چشمون سے فیضیاب ہوکر کامل بنے تھے، اسلئے کہ پیدائش کی جسقدر تاریخین پروفیسر موصوف نے بتلائی ہین، وہ دسوین صدی عیسوی سے پہلے کی ہین اور مسلمانون کا سیلاب فتوحات ساتوین عیسوی مین ہی تمام شمالی افریقہ پر چہا چکا تہا اور خود اسپین مین مسلمانون کی فتوحات ۷۱۱ء سے شروع ہو گئی تہین،

حروب صلیبیہ درحقیقت حروب صلیبیہ کے نتائج اپنے تمام فسادات کے ساتھ بعض بھلائیون سے بھی خالی نہ تھے، اور انکا روحانی فائدہ یہ تہا کہ اُنھون نے یورپیون کو اول مرتبہ اس چیز سے آگاہ کیا کہ جو ابناے مشرق ادنی علوم ریاضیہ، فلکیہ، اور فلسفیہ کے ذخائر سے رکہتے تھے اور بہت اہل فرنگ پر اُنکا اقتباس آسان کردیا، وہ جہاز جنھون نے قاتلون کو مشرق مین منتقل کیا تہا، مغرب مین مشرقی مصنوعات اور تجارتی سامان کے ساتھ واپس ہوئے، اور اس راستہ پر کہ جسپر تجارت چلی تھی، علم ہمیشہ اسکے پیچھے چلتا رہا، پس سب سے پہلے قاتل، پھر تاجر، پھر عالم اُسپر چلے، اور یہی وہ نقش قدم ہین کہ جنپر تعلقات بشریہ کی تاریخ مین واقعات چلتے ہین،

سقوط قسطنطنیہ پندرہوین صدی کے وسط مین سلطنت بائزنطین (Byzen...) پر ترکون کے غلبہ کا نتیجہ بہت سے علماے یونان کی براعظم یورپ کی جانب جلاوطنی بھی تھی، جنھون نے اپنے ساتھ کثرت سے کتابین اور لامحدود مجلدات منتقل کین، قبل اسکے بہت سے اطالوی ادبا، قسطنطنیہ اور ایتھنس کی اپنے علوم عالیہ کی تکمیل کے لئے اقتدا کیا کرتے تھے، اس سے یورپ کے طلباے ادب مین ایک جدید ذوق فلسفہ یونانیہ اور اُسکے رفیق فلسفہ مشرقیہ کی جانب پیدا ہوگیا، اور مشرق ادنی کے علوم اور اُنکے تفوق و ترقی کے اسباب کی جانب توجہ ہوئی، یہی وہ تیسرا واسطہ اتصال ہے کہ جو علوم مشرقیہ و مغربیہ کے باہمی علاقہ مین پایا جاتا ہے،

افکار کی بیداری عظیم پندرہوین صدی کے اواخر مین یورپ کے عالم فکری مین ایک نئی اور شدید حرکت پیدا ہونا شروع ہوئی جسکی غایت پرانے اعتقادات و تقالید دینیہ اور فلسفہ قدیم سے خلاصی تھی اور علوم یونانی اور رومانی کی جانب میلان تہا، اور یہی وہ بیداری افکار ہے کہ جو (Renaissance) کے نام سے مشہور ہے، اور یہ ان تین اہم اسباب کا آخری نتیجہ ہے،

(۱) عربون کی فتوحات اسپین مین،

(۲) حروب صلیبیہ،

(۳) فتح قسطنطنیہ،

اس حرکت کے آخری دور مین یورپ کی قومون مین مشرقیون کے غور و فکر کے طریقہ اور انکے ماضی کے حالات معلوم کرنے کی جانب میلان زیادہ ہوگیا، اسلئے کہ یونان و روم اور ابنا ے مشرق کے درمیان صلات دمویہ اور علائق ادبیہ و روحانیہ ہے، اور ہر ایک فریق کا فہم دوسرے فریق کے فہم کے بغیر مشکل ہے، پس علوم یونانیہ لاطینیہ سے علوم مشرقیہ کی جانب انتقال طبعاً سہل ہوگیا۔

اسباب

جذبۂ دینی | ہوسکتا ہے کہ وہ پہلا سبب جس نے یورپینون کو دروس شرقیہ مین غور و خوض کرنے کی جانب متوجہ کیا، دینی جذبہ ہو، اسلئے کہ اُنمین سے بہت سون نے اور خصوصاً اکلیر سکیلی نے توجہ کے ساتھ ان علوم کو اختیار کیا تاکہ فرائض دینیہ سے مختص کتابون کے طبع کرنے کی جیساکہ ابناے شرق نے شروع کیا تھا قدرت پادین، یا آنیوالے حملون کے مقابلہ کی، اور اول مدرسہ جو اس راہ مین قائم کیا گیا وہ مدرسہ جمعیتہ مقدسہ کا دین عیسوی پھیلانے کے لئے تھا،

(Sacra Congregatio de Propaganda Fide)

کہ جسکی بنیاد پوپ غریغورس پانزدہم نے سنہ ۱۶۲۲ مین رکھی، اسکے بعد ہی وہ کالج ظہور مین آیا کہ پوپ اوربانوس ہشتم نے سنہ ۱۶۲۷ مین Collegium Urbanum de Propaganda Fide کے نام سے قائم کیا، اور ان دونون کالجون کی غرض مبلغین کی تہذیب اور مشرقی گرجون کے لئے کتب کا طبع کرنا تھی،

مستعمرات وتجارت | اسمین شک نہین کہ وہ عوامل تو یہ کہ جنھون نے عقلون کو معارف شرقیہ کے استقبال کے لئے آمادہ کیا، سیاست وتجارت پرمنتہی ہوتے ہین،

پس حکومت فرانس کا شروع سے خاص رجحان مسیحی مقدس شہرون کی طرف رہا اِسلئے فرانسیسیون نے دروس شرقیہ کی توسیع مین ہمت دکھلائی اور فرانسیسی حکومت اٹھارہوین صدی کے دوران مین مشرق ادنیٰ کی جانب آدمی بھیجتی رہی اور ربسا اوقات اس سے پہلے بھی چند نوجوانون کو (Jeunes de Langue) جو درس دیا کرتے تھے، اُسکی تاریخ، اُسکی لغات، اور اُسکے دین کا جیسا کہ نتیجہ نکلتا ہے اس جملہ سے جو اس عربی گرامر مین وارد ہے جسکو دی سافاری De Savary نے ۱۷۸۴ء مین تالیف کیا اور حکومت کو Grammatica Linguae Arabicae Vulgaris recou Sillera-Tio کے نام سے طبع کے لئے پیش کیا، لیکن کتاب ۱۸۱۳ء تک شائع نہین ہوئی،

پس فرانسیسی اور شامی قبائل کے درمیان اس تاریخی رابطہ اور تقلیدی محبت نے بہت سے فرانسیسیون کو علوم عربیہ کے ضبط واشاعت کی طرف متوجہ کیا برخلاف حکومت برطانیہ کے. کیونکہ اس نے باوجود اپنے مقبوضات کی وسعت کے اور ایشیا وافریقہ کے قبائل کے اور خصوصًا قبائل اسلام کے ساتھ کثرت کے ساتھ علائق رکھنے کے اپنی رعایا مین سے متشرقین پیدا کرنے کا بالکل اہتمام نہ کیا، اور نہ ہی اُسکے لئے مراعات کے ساتھ انکی مدد کی، ہم نے کسی حادثہ کی بابت نہ سُنا کہ اسمین انگریزی مستشرق وزارت خارجیہ یا حربیہ کے ساتھ رائے ومشورہ مین شریک ہوے ہون سوائے اس آخری حملہ کے کہ جو زیر قیادت جنرل اللنبیٔ ارض فلسطین مین ہوا، اِسلئے کہ علمائے انگریزیہ کے ایک فریق نے اس حملہ کی

موافقت کی تھی اور قیادت حربیہ اُن سے مشورہ لیتی اور اُنکے علم سے مستفید ہوتی تھی،

لیکن جرمنی کا اہتمام شئون شرقیہ کے لئے دوسرون کے اہتمام سے مختلف ہے کیونکہ وہ شروع سے منظم، مرتب اور ایک معین مقصد کے لئے رہا، اور وہ مقصد "استعمار و انتفاع" ہی لیکن روس و اسٹریا تو اُنکے باشندون کے نصف شرقی ہونے کی سبب سے اور اُنکے حدود بلاد شرقیہ سے ملی ہونیکی وجہ سے اُنکو علوم مشرقیہ کی جانب توجہ کرنے اور اُن مین سے بعض کی اشاعت اُنکے درمیان جاری کرنے سے کوئی چارہ نہ تہا،

وسائل

افراد | دسوین صدی کے بعد نہ تو کوئی زمانہ اور نہ بلاد یورپ مین سے کوئی شہر ایک فرد یا چند ایسے افراد سے خالی ر ہا کہ جنکو ابناے شرق کی زبانون اور اُنکے غور و فکر کے نتیجون نے ازخود رفتہ نہ کردیا ہو، پس اُنھون نے اسکے حاصل کرنے مین دلچسپی لی اور اپنی زندگیون کو اُنسے استفادہ حاصل کرنے کے لئے صرف کرڈالا، لیکن ہوس اور غایتہ کے بابت ان لوگون مین سے برسبیل استشہاد ہم دو مثالون کے پیش کردینے پر اکتفا کرتے ہین، ایک اُن مین سے جدید ہے اور دوسری قدیم۔

اٹلی مین آجکل ایک امیر صاحبِ جاہ و ثروت اور علم ہے کہ جو خدمتِ علوم اسلامیہ کے لئے اِسطرح کھڑا ہوگیا ہے کہ اُسکے مانند بہت کم کھڑے ہوے ہین، اور وہ پرنس لیون کیتانی Leone Caitani ہے، اس مستشرق نے ۱۹۰۵ سے ۱۹۰۸ تک آٹھ ضخیم جلدین تاریخ اسلامی Annali dell Islam مین لکھی ہین کہ جسکی نظیر نہین اور اسمین صرف تاریخ مشرقی ہی کے متعلق بیان نہین کیا ہے، بلکہ جس تاریخ کا بھی کہ ہوسکتا ہی اسلئے کہ مصنف نے ہر سنہ کا ذکر کیا ہے اور تمام حوادث جمع کوکہ جو اس سنہ مین وقوع پذیر ہوے ہین

اہم مصادر عربیہ قدیمہ سے ترجمہ کرکے مرتب کیا ہے اور اُسپر حواشی چڑہاے ہین جو متقدمین و متاخرین کے ثقہ ترین لوگون سے ماخوذ ہین، اور ان سب کو تصاویر و نقشون سے مزین کیا ہے، اگر یہ کتاب اطالوی زبان مین نہ ہوتی کہ جسکو علوم اسلامیہ کے طلبا بہت کم جانتے ہین، تو یہ اپنے باب مین مفید ترین کتاب اور طلبا و مدرسین کے لئے سب سے زیادہ روشن دلیل ہوتی،

تیرہوین صدی عیسوی مین ولایت کتالونیا Catalonia مین اسپین کے عمال مین سے ایک راہب تہا جسکا نام ریمون لل Raimon Lull تہا، اُس نے اپنے قوی و وقت کو درس عربیہ کے لئے اور مشنری کے لئے ریڈرین طیار کرنے کی ضرورت مین ان استادون کے لئے صرف کیا جو مدارس مین بلاد اسلامیہ کے لئے مسیحی مبلغین کو طیار کرنے کے واسطے عربی کا درس دیتے تھے، پس اس ریمون نے ۹ سال تک عربی کا درس دیا، اور کئی برس فرانسیسیون کے گرجے مین میر مار مین پڑہایا، اور جس شخص نے اُسکی کتاب Libra de Maravelles کا مطالعہ کیا ہے وہ اُسمین کلیلہ دمنہ کے بین آثار پا دیگا، وہ رومہ گیا اور پوپ کلیمنفنوس پنجم اور بلیفاس ہشتم کو علوم مشرقیہ کی تعلیم کیلئے مشن اسکولون کے قائم کرنیکی ضرورت جتلائی پھر پیرس گیا، پھر مانٹ پولیر، پھر جنیوا اور پھر قبرص لیکن بے فائدہ۔

جماعات | یورپ کے بڑے بڑے شہرون مین سوسائٹیان ہین، مثلاً رائل ایشیاٹک سوسائٹی یا فرنچ ایشیاٹک سوسائٹی کہ جنمین ابناے غربیہ سے مستشرقین اور علوم شرقیہ سے شغف رکہنے والے داخل ہوتے ہین، اور ان سوسائٹیون کی غایت مشرق کے متعلق، لغوی، فلسفی تاریخی اور دینی مباحث کا اہتمام کرنا اور انکے ممبرون کی معلومات مین لکچرون اور مولفات کی

اشاعت سے وسعت پیدا کرتا ہے، ہم یہان پران سوسائٹیون کے وجود کی جانب اشارہ کردینے پر اکتفا کرتے ہین، اسلئے کہ ہماری بحث یہان پر خصوصاً مدارس سے متعلق ہے۔

علماے مترجمین گو کہ اندلس کے عرب صلیبیین اور بازنطین علوم شرقیہ کو مغرب مین منتقل کرنے کے واسطہ ہوے ہین، لیکن اسمین بھی شک نہین کہ یورپ کے جدید مستشرقین ان کے علاوہ دوسرے عربون کے فرزندان روحی ہین، اسلئے کہ علماے یورپ جو مستشرقین ہین وہ وہی مترجمین علام لبنانیون کی اولاد ہین جنھون نے سولھوین صدی مین اور اسکے بعد معارف عربیہ و سریانیہ کو اٹلی و فرانس مین داخل کیا، اور منطق و فلسفہ و تاریخ اور مشرقیون کے دین کی اشاعت کی اور ابناے غرب مین ابناے مشرق اور انکے افکار سے واقفیت حاصل کرنیکی رغبت پیدا کی، پس لبنانی وہ ہین جنھون نے علوم شرقیہ کا باب ابناے غرب کے لئے کھولا اور اسکی سب سے بڑی فضیلت انھین کو ملتی ہے۔

سب سے پہلا استاد سریانی زبان کا یورپ مین الخوری یوسف گذرا ہے کہ جسکو پادری سمعانی الحدثی نے ۱۵۱۵ء مین رومہ بھیجا تھا۔

سب سے پہلی کتاب جو زبان سریانیہ کی نحو مین یورپ مین مدون گئی وہ وہ کتاب ہے کہ جسکو جرجیس میکائیل عمیرہ نے جو مارونیہ کالج رومہ کا سند یافتہ تھا، تالیف کی،

سب سے پہلا شخص جس نے "تاریخ فلسفہ شرقیہ کی تلخیص فرانسیسی زبان مین کی وہ ابراہیم حاقلانی ہے جو حاقل کی طرف منسوب ہے (اور یہ لبنان کا ایک قصبہ ہے) اور لاطینی زبان مین Ecchelensis کے نام سے مشہور ہے اور حاقلانی سریانی اور عربی زبان کا رومہ مین استاد تھا، ۱۶۶۴ء مین رومہ مین انتقال کیا اور ۴۶ تالیفات تاریخ شرقیہ فلسفہ، اور سامی زبانون مین چھوڑین۔

وہ سب سے پہلا شخص جس نے لاطینی زبان مین ترجمہ کی بنا رکھی وہ مرہج نمبرون (Marsnanus mannus) باتن لبنان کے ایک قصبہ کا ہے، یہ ۱۷۱۱ء مین اپنے ماموں ابراہیم حاقلانی کی جگہ شاپنزا کالج، روما مین کام کرنے کے بعد فوت ہوا،

ان لوگون مین سے جنھون نے شاپنزا مین درس دیا، علامۂ جبرائیل صہیونی..... Sionita بھی ہے جو اھدن مین ۱۵۷۷ء مین پیدا ہوا، اور ۱۶۴۸ء مین پیرس مین فوت ہوا، یہ رومہ مین استاذ رہے، پھر شاہ لویس سیزدہم کا ترجمان مقرر ہوا، پھر سامی زبانون کا صوربون Sorbonne مین استاذ ہوا، تورات کا متعدد زبانون مین ترجمہ کرنے کے مساعدین مین سے یہ بھی ایک تھا اور ترجمہ تورات مین اُسکے ساتھ کام کرنیوالا اُسکا رفیق یوحنا الحصرونی تھا۔

ان علماؤن مین زیادہ تر وہی ہین جو اس کالج کے سند یافتہ ہین جسکی بنا ۱۵۸۴ء مین پوپ غریغورس سیزدہم نے طلباء مارونیین کے لئے رکھی اور اسمین شک نہین کہ یہی کالج لغات ومعارف سامیہ کی نشر وتوزیع مین اٹلی، فرانس اور یورپ کے تمام دیگر شہرون مین سب سے زیادہ کام کرنیوالا تھا

لیکن وہ شخص جسکی نسبت اگر یہ کہا جائے کہ اُسکی زندگی علوم شرقیہ اور علماء مغرب کے درمیان ایک حلقۂ اتصال گذری ہی تو بیجا ہوگا اور وہ یوسف سمعان السمعانی ہی وہ ابو العلوم الشرقیہ اور وہ سب سے بڑا عالم ہی کہ جسکا مثل آج تک شام نے نہین پیدا کیا، سمعانی طرابلس مین ۱۶۸۷ء مین پیدا ہوا اور رومہ مین ۱۷۶۸ء مین فوت ہوا، اسکو پوپ نے دو مرتبہ مخطوطات اور کتب عربیہ کے جمع کرنیکے لئے ملک شام مین بھیجا، اور پھر اسکو کلیمنصوص دوازدہم نے کتبخانہ الفاتیکان کا مدیر ثانی مقرر کر دیا، پھر یہان سے اس نے سیکڑون سریانی، عربی، حبشی، ارمنی، فارسی، عبرانی اور یونانی زبانون کی قلمی کتابون کو طبع کرایا اور انکی اشاعت کی، اسکی تالیفات مین اہم ترین تالیف کتاب "المکتبۃ الشرقیہ" ہے جو اسوقت تک مستشرقین کا قبلۂ معلومات اور اُنکے استفادہ کے اہم ترین مصادر مین سے ہے،

اخبار علمیۃ

برمنگھم کے ڈاکٹر کرینسٹن واکر نے دعوی کیا ہے کہ وہ آیڈرینیلین نامی ایک دوا کی مدد سے مردہ کو زندہ کرسکتے ہین، یہ دوا حیوانات کے گردون کے غدود سے تیار ہوتی ہے، ڈاکٹر موصوف کا بیان ہے کہ وہ سنہ ۱۹۱۰ء سے اسکے تجربات مین مصروف ہین، اور اب تک ۲۰ مریضون پر خاصی کامیابی ہوئی ہے، اور ان مین سے ایک پر تو (بقول ڈاکٹر موصوف) پوری کامیابی ہوئی ہے اس مریض کا حال ڈاکٹر واکر نے تفصیل سے برٹش میڈیکل جرنل مین تحریر کیا ہے: انکا بیان ہے کہ یہ مریض ایک گیارہ مہینہ کا بچہ تھا، اسپر ایک آپریشن (عمل جراحی) کیا گیا، اور بچہ مرگیا، مرجانے کی علامات یہ تھین کہ حرکت قلب بند ہو چکی تھی اور جسم سرد پڑ چکا تھا، ڈاکٹر نے اسی دوا (Adrenalin) کی پچکاری دی، اور اس سے حرکت قلب چار منٹ بند رہنے کے بعد پھر جاری ہوگئی۔

چند ماہ ہوئے اٹاوا (کناڈا) مین جو امپیریل پریس کانفرنس ہوئی تھی، اسمین شرکت کے لئے لندن کے مشہور روزنامہ ڈیلی میل کے مینیجنگ ایڈیٹر مسٹر کیمبل اسٹوارٹ بھی جہاز وکٹوریہ پر گئے تھے، اُنھون نے جہاز سے اپنے اخبار کو یہ لاسلکی پیام بھیجا کہ "قومی ترانہ (نیشنل انتھم) کی آواز ۱۹۰۰ میل کے فاصلہ سے بذریعہ لاسلکی ٹیلیفون کے سُنائی دی" لاسلکی ٹیلیفون کے اسقدر فاصلہ پر کام دینے کی یہ پہلی مثال ہے۔

امراض دماغی کے ایک ماہر نے باہر سے ایک مریضہ مسز ہبرلنگ کی بابت ایک رپورٹ بھیجی ہے جو سومنابولزم (بیداری نما خواب) کے عجیب مرض مین مبتلا ہین، انہین جب اس مرض کا دورہ پڑتا ہے تو اُنہین خواہ کتنی ہی مضبوطی کے ساتھ زنجیرون سے جکڑدیا جائے اوران مین قفل ڈالدیا جائے، وہ شب کو سوتے سوتے اُٹھتی ہین، اور عجیب وغریب ترکیبون سے زنجیر، قفل، وغیرہ سب سے رہائی حاصل کرلیتی ہین، اوراسی خواب کی حالت مین شب خوابی کا لبادہ پہنے چلتی پھرتی اور سارے کام کاج کرنے لگتی ہین، تین مہینہ کے عرصہ مین پانچ مرتبہ ایسا ہوچکا ہے کہ وہ اپنی خوابگاہ سے بہت دور اسی عالم مین گشت کرتی ہوئی پکڑی گئی ہین، تین مرتبہ اسپتالون مین رکھی گئی ہین، مگراب تک کچھ نفع نہین ہوا ہے، آخری مرتبہ جب وہ اسی عالم مین سڑک پر گشت کررہی تھین تو دوسری جانب سے ایک موٹر آرہا تھا مگر اسکی تیز روشنی اور آواز بھی انکو بیدار نہ کرسکین، اور وہ برابر اسی کی جانب خطِ مستقیم پر حرکت کرتی رہین، قریب تھا کہ موٹر انہین گرادے، کہ خود موٹر والون نے موٹر روک لیا، مسز ہبرلنگ کا بیان ہے کہ انہین اس مرض کی شکایت ۱۶ برس سے ہے جب سے کہ اُنکی شادی ہوئی ہے، گو ایک دورہ اس سے قبل بھی پڑچکا تھا،

لندن یونیورسٹی سے ملحق ایک تاریخی دارالعلوم اسکول آف ہسٹاریکل ریسرچ کے نام سے آیندہ جولائی مین کھلنے والا ہے، جسکا مقصد اعلیٰ تحقیقات کو ترقی دینا ہوگا، افتتاح ۱۱ جولائی کو ہوگا، اور رسم افتتاح کے موقع پر تمام انگلستان، امریکہ وکناڈا کے اساتذہ تاریخ یکجا ہونگے، یہ اجتماع ایک ہفتہ تک رہیگا،

آخری سرکاری اعداد کے مطابق ہندوستان کے مختلف صوبون مین اُن جرائم کا تناسب جو پولیس کی دست اندازی کے قابل تھے حسب ذیل تھا:-

برہما	۵۳۱	فی لاکھہ آبادی
بمبئی	۴۵۴	"
بنگال	۴۴۴	"
مدراس	۴۰۸	"
صوبۂ متحدہ	۳۴۴	"
پنجاب	۲۵۶	"
آسام	۲۴۱	"
صوبۂ سرحدی	۲۰۲	"
بہار و اڑیسہ	۱۶۰	"

ٹیگور کی تصانیف کے ترجمہ انگریزی، فرانسیسی، جرمن، سویڈش وغیرہ یورپ کی متعدد زبانون مین تو ہو ہی چکے تھے، حال مین اُنکا ترجمہ اسپینی زبان مین بھی شروع ہوا ہے، ہسپانوی مترجم خود بھی اسپین کا ایک نامور شاعر و ادیب ہے،

ہندوستان کے جدید محققین و مکتشفین کی فہرست مین ایک اور اضافہ مسٹر پرمیشرن کے نام سے ہوتا ہے، موصوف مدراس کے رہنے والے ہین، مدراس یونیورسٹی سے آنرز لیکر گریجویٹ ہوے اور گورنمنٹ نے وظیفہ دیکر اُنھین انگلستان بھیجا، وہان کیمبرج کی کیونڈش

لیبوریٹری مین داخل ہوکر اُنھون نے طبعیات مین ناموری شروع کی، حال مین اُنکے دو مضامین کو کیمبرج فلاسفکل میگزین مین شایع ہونے کی عزت حاصل ہوئی ہے جو علماے فن کے نزدیک ایک خاص امتیاز کی شے ہے، اس سے بھی بڑھکر یہ کہ کارڈف مین برٹش ایسوسی ایشن آف سائنس کا جو آخری سالانہ جلسہ ہوا، اُسمین اُنکا بھی ایک مضمون پڑھا گیا اور وہ اہل فن کے نزدیک خاص وقعت کا مستحق قرار پایا۔

امپایر یونیورسٹیز کانگرس کے جسکے معنی ان تمام یونیورسٹیون کی نمائندون کے اجتماع کے ہین جو انگریزی حکومت مین واقع ہین اجلاس آکسفرڈ مین ۵، ۶، ۷، ۸ جولائی کو منعقد ہونگے اور توقع ہے کہ ۵۸ یونیورسٹیون کے نمایندے اُن مین شریک ہون، ہندوستانی یونیورسٹیون کے نمایندے بھی سکے لئے روانہ ہورہے ہین، چنانچہ مدراس وکلکتہ یونیورسٹیون کے نام شایع بھی ہوچکے ہین، ان دونون یونیورسٹیون نے اپنے جو نمایندے رکھے ہین، ان مین تقریباً نصف ہندوستانی ہین، یہ کانگرس اپنی نوعیت مین دوسری ہے، پہلی یونیورسٹیز کانگرس کا اجلاس ۱۹۱۲ء مین بمقام لندن منعقد ہوا تھا، اس مرتبہ ہر یونیورسٹی مجاز ہے کہ زیادہ سے زیادہ اپنے چار سفیر (ڈیلیگیٹ) بھیجے جنھین راے دینے کا حق ہوگا، اور دس نمایندہ (ریپریزنٹیٹو) رکھے جنھین راے زنی کا حق ہوگا۔

کانگرس کے مختلف نشستون کے صدر اصحاب ذیل ہونگے،

۵ جولائی، اجلاس صبح	لارڈ کرزن، چانسلر آکسفرڈ یونیورسٹی،
" " اجلاس شام	آنرایبل مسٹر بالفر چانسلر کیمبرج وایڈنبرا،
۶- " اجلاس صبح	لارڈ ہالڈین، چانسلر برسٹل یونیورسٹی،

۶ جولائی، اجلاس شام	لارڈ گرے، چانسلر شفیلڈ یونیورسٹی،
۷، " اجلاس صبح،	لارڈ بالفر، چانسلر سینٹ اینڈریوز یونیورسٹی،
" " اجلاس شام،	لارڈ شیفٹسبری، چانسلر بلفاسٹ یونیورسٹی،
۸، " اجلاس صبح،	لارڈ رابرٹ سیسل، چانسلر برمنگھم یونیورسٹی،
" " اجلاس شام،	لارڈ کینن،

اجلاس کانگرس کا تختۂ نظام کار، مختلف یونیورسٹیون کے پرنسپلون اور وائس چانسلرون کی ایک جماعت کا مرتب کردہ ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ تعلیم سے متعلق ہر قسم کے مسائل زیر بحث رہین گے، چند مضامین کے عنوانات یہ ہین،

(۱) "یونیورسٹیون مین مضامین نصاب کا توازن و تناسب"

(۲) "یونیورسٹیون مین بلدیات، سیاسیات و معاشیات کی تعلیم"۔

(۳) "یونیورسٹیان اور تعلیم ثانوی"۔

(۴) "یونیورسٹیان اور بالغون کی تعلیم"۔

(۵) "یونیورسٹیان اور صنعتی تعلیم"۔

(۶) "یونیورسٹیان اور تحقیقات عالیہ"۔

اس قسم کے مضامین کے علاوہ یونیورسٹیون کے باہمی تعلقات، نیز اُنکے مالی و انتظامی مسائل کے ہر پہلو پر گفتگو ہوگی۔

لندن کے ایک پادری صاحب نے اپنے ذاتی موٹر کار کو اپنی معقول آمدنی کا ذریعہ

اس طرح پر بنالیا ہے کہ اُسکے پشت، رُخ، اور بازوؤن پر جتنی خالی اور نمایان جگہ ہے، سب کو پُر کرنے کے لئے تاجرون اور کارخانہ دارون سے اشتہارات حاصل کرلئے ہین، اُنکے موٹر کی ہر خالی جگہ پر "ضرورت ہے" "کرایہ کے واسطے" "خریدار و چلو" "قابل فروخت ہے" وغیرہ کے عنوانات نظر آتے ہین، اور جسوقت انکا موٹر کسی طرف گذرتا ہوتا ہے، صدہا تماشائی اس عجیب منظر کو دیکھنے کے لئے جمع ہوجاتے ہین، ان اشتہارون کی اُجرت سے پادری صاحب نہ صرف موٹر کا خرچ نکال لیتے ہین بلکہ اس آمدنی سے کچھ بچا بھی لیتے ہین،

اشتہارات کے سلسلہ مین یہ کہنا بے محل ہوگا کہ ندرت اور جدت کے لحاظ سے جاپانی اشتہارات اپنا جواب نہین رکھتے، نمونہ کے طور پر بعض اشتہارات کے اقتباسات یہان درج کئے جاتے ہین:-

"ہماری دوکان سے مال کی روانگی اس سرعت سے ہوتی ہے کہ توپ کا گولہ بھی اسکا مقابلہ نہین کرسکتا۔

"خریدارون کے ساتھ ہم اس خاطر و مدارت سے پیش آتے ہین جو دو رقیب اپنے معشوق کے ساتھ کرتے ہین"

"پارسل ہم اس محبت سے تیار کرتے ہین جیسے بیوی اپنے شوہر کے لئے کرتی ہے"

"ہمارے کارخانہ کی ریشم اور ململ ایسی صاف، چکنی اور ملائم ہوتی ہے کہ گویا کسی معشوق کے رخسار ہین"

مورخین کا خیال ہے کہ دنیا مین سب سے پہلے جس شہر کی آبادی دس لاکھ تک پہنچی

وہ شہر بابل تہا۔

دنیا کی سب سے بیش قیمت گھڑی پاپائے روم کی ملک مین ہے، یہ جواہرات کی بنی ہوئی ایک ٹایم پیس ہے، اور اسکی قیمت کا اندازہ کم ازکم ۶۰ ہزار پونڈ (چہ لاکہہ روپیہ) کیا جاتا ہے،

برٹش موزیم (لندن) مین کتابون کی جو عظیم الشان تعداد ہے، اسکا اندازہ اس سے کیاجاسکتا ہے کہ صرف انجیل کے نسخون کی تعداد اسمین ۱۶ ہزار ہے۔

معاشیات کے ایک ماہر نے اندازہ کیا ہے کہ دنیا مین شکر کا سالانہ خرچ درمیان ایک کرور، ۴۰ لاکہہ اور ایک کرور، پچاس لاکہہ ٹن (ایک ٹن ۲۷ من کے مساوی ہوتا ہے) کے ہے۔

دہلی کا تیس ہزاری میدان جو مدت سے پولیس پریڈ کے میدان کا کام دے رہا تہا، شاہان مغلیہ کے زمانہ مین ایک وسیع باغ تہا، اورہر چند سال سے جب سے دہلی کو ازسرنو پایہ تخت بنایا گیا ہے، اس میدان مین مختلف سرکاری و نیم سرکاری تقریبات ہوتی رہین، اور ان ضروریات سے اُسکے مختلف حصے برابر کھودے جاتے رہے، درمیان مین ایک بڑا سا تودہ تہا، حال مین اُسے چند مزدور کھود رہے تھے کہ اس تودۂ خاکی کے اندر ایک پختہ عمارت نظر آئی، اُسے کھودا تو معلوم ہوا کہ مقبرہ ہے، افسران محکمۂ آثار قدیمہ کو اطلاع

ہوئی، اور اُنھون نے اسے اپنے تحفظ مین لیلیا، ان لوگون کا بیان ہے کہ یہ مقبرہ اورنگ زیب کی نامور شہزادی زیب النسا کا ہے، جسکے حسن و جمال، علم و فضل کے صدہا افسانے لٹریچر کا جزو ہو گئے ہین، پائنیر (۵ - فروری) کا خاص نامہ نگار ان ہین سے بعض قصون کو دہراتا ہے،

ایک سائنس دان کا بیان ہے کہ اگر سطح سمندر کو ۶ ہزار فٹ پست تر کر دیا جاے تو افریقہ سے بڑا براعظم، قطب جنوبی کے قریب ہویدا ہو جائیگا، اور شمالی امریکہ کے ڈانڈے ایک طرف یورپ و انگلستان سے بذریعہ گرین لینڈ و آئس لینڈ کے، اور دوسری جانب ایشیا سے بذریعہ ابناے بیرنگ کے ملجائین گے، لیکن سمندرون کی وسعت مین کوئی قابل لحاظ فرق نہ پیدا ہوگا، اسی طرح اگر سمندر کو ۱۳۲۰۰ فٹ (۲½ میل) اور گہرا کر دیا جاے تو ایشیا، افریقہ، اسٹریلیا، و جنوبی امریکہ سب مل جل کر ایک عظیم الشان براعظم بنجائیگا، لیکن اسپر بھی سطح ارض کے نصف سے زاید حصہ پر پانی روان رہیگا، البتہ اگر سطح سمندر کو ۱۸۴۸۰ فٹ (۳½ میل) عمیق کر دیا جاے، تو موجودہ براعظمون کا وجود نہ قائم رہ سکیگا، بلکہ صرف شمالی بحر اکاہل کا جانشین ایک بڑا سمندر، اور جنوبی اقیانوس کا ایک چھوٹا سمندر رہ جائیگا، اور افریقہ و امریکہ کے درمیان چند چھوٹے چھوٹے بحری قطعے رہجائین گے، بحر روم کے بیشتر حصہ کی گہرائی ایک میل سے کچھ ہی زاید ہے، بحر اقیانوس تین بڑے حصون مین تقسیم ہے، وہ جہان سب سے گہرا ہے، قریب پانچ میل کے ہے، اور جہان سب سے کم گہرا ہے، قریب دو میل کے ہے، اسکی عمیق گہرائیون مین روشنی کا نشان تک نہین، بجز ان جانورون کے جن سے فاسفورس کا چمکدار مادہ از خود خارج ہوتا رہتا ہے، حیات نباتی کا وجود ممکن نہین، حیات حیوانی کا وجود البتہ پایا جاتا ہے وہ بھی بہت محدود تعداد مین۔ (پاپولر سائنس سفتگرم)

پروفیسر آرتھر کیتھ، اف، آر، اس نے حال مین انسان کی تاریخ پر لندن مین ایک طویل لکچر دیا، جسمین مختلف اثری و ارضی شہادتون کے پیش کرنے کے بعد اُنھون نے آخری نتیجہ یہ نکالا کہ انسان کو موجودہ انسانی شکل مین آئے ۱۵ لاکھ سال گذر چکے ہین۔

امریکہ مین ایک شخص کی ایک پسلی گھوڑے کی لات سے ٹوٹ گئی تھی وہ لن جنرل ہسپتال مین آیا، وہان ڈاکٹرون نے گائے کی ایک پسلی کے ۱۴ انچ کے ٹکڑے کو ۲۴ گھنٹہ جوش دیکر انسان کے جسم مین رکھدیا۔

ادبیات

محسوسات جوش

جناب شبیر حسن صاحب جوش ملیح آبادی

شور آبادی مین سناٹا سا ویرانون مین ہے — کتنی شیرینی تری قدرت کے افسانون مین ہے
ہنس رہے ہین پہول، طالع ہو رہا ہی آفتاب — تاجپوشی "صبح" کی رنگین گلستانون مین ہے
جہوم کر برسی ہی کیا برسات کی پہلی گہٹا — روشنی ہر دشت مین خوشبو بیابانون مین ہے

رُوح اگر حسن مین تحلیل نہو — باطنی علم کی تکمیل نہو
ایک اک بات پہ برسون اُلجھن — اتنی باریک بھی تخئیل نہو

دل کا ہر سانحہ بیساختہ یاد آتا ہے — جہٹپٹا وقت ہی میدان ہی سناٹا ہے

آنکھون مین نیند لائے، کہانی ہی کیون نہو — مرنا ہے خوب عہد جوانی ہی کیون نہ ہو

اسقدر خائف ہے دل آرام سے — کانپ اُٹھتا ہون خوشی کے نام سے

شوق ناقص، خیال مہمل ہین　　پھر یہ دعویٰ کہ "ہم مکمل ہین"
کیا گذرتی ہین تیرہ اور خاموش　　فرصتین گرمیون کی بادل ہین

سینے کو جگمگا دے لذت فروز ہو جا　　اے رُوحِ مشتعل ہو لبریز سوز ہو جا
دیدار سے جلا کر آنکھون کو روشنی دے　　پہلو مین رہنے والے انظارہ سوز ہو جا

جو پیامی گیا خجل آیا　　ہائے کس بیوفا پہ دل آیا
اپنے پہلو پہ کی نظر ہم نے　　جب کہیں کا کسی پہ دل آیا

صبر کی طاقت جو کچھ دل مین ہی کہو دیتا ہون مین　　جب کوئی ہمدرد ملتا ہی تو رو دیتا ہون مین

تم نہین مین ہون، مین نہین تم ہو　　صاف کہدون تو اک تلاطم ہو

وعدہ نہین ہے ایک علالت کا جام ہے　　ایفائے عہد روح کی صحت کا نام ہے

باب التقریظ والانتقاد

فلسفۂ جذبات

از

مولوی عبدالماجد صاحب بی اے

"فلسفۂ جذبات" اپنے مصنف کے قلم کی پہلی کتاب ہے، اسکا پہلا ایڈیشن (ایکہزار کی تعداد مین) انجمن ترقی اردو کی طرف سے ۱۹۱۴ء مین شایع ہوا تہا، اور ۱۹۱۸ء کے اختتام سے پہلے ہی دوسرے ایڈیشن کی ضرورت محسوس ہوچکی تھی، جو ۱۹۲۱ء مین ہمارے ہاتہون تک پہنچا ہے، جس زبان کے بولنے کے سات کرور انسان مدعی ہون اسمین کسی حقیر سے حقیر کتاب کے بھی پانچ برس کے اندر ایک ہزار نسخون کا نکل جانا مطلق حیرت کی بات ہونی چاہیئے، لیکن اگر اس زبان کی کس مپرسی کا یہ عالم ہو کہ اُسکے بڑے سے بڑے مشاہیر مصنفین کی نسبتہً زیادہ عام کتابون کے ایڈیشن بھی ہزار ہی دو ہزار کی تعداد مین چھپتے ہون تو کسی نوجوان مصنف کی پہلی اور ایک خالص علمی کتاب کے ایک ہزار نسخون کا ۵ سال کی مدت سے کم مین نکل جانا، یقیناً اُسکی مقبولیت کی دلیل ہے، جسپر ہم "فلسفۂ جذبات" کے مصنف کو مبارکباد دیتے ہین۔

اردو مین اور بھی ایک آدہ درجن ایسے خوش قسمت اہل قلم ملجائینگے جنکی زندگی ہی مین اُنکی بعض کتابون کے ایک سے زاید بار طبع ہونے کی نوبت آئی ہے، لیکن اُنکی طبع ثانی طبع اول کی ہو بہو نقل ہوتی ہے، اور فلسفۂ جذبات ہماری زبان مین غالباً پہلی

کتاب ہے جسکے مصنف کے ارتقاے فکر نے اُسکے جدید اڈیشن مین اُسکا رد و بدل کر دیا ہی کہ اشاعت اول کے پڑھ چکنے والے بھی اس سے کافی استفادہ کر سکتے ہین۔

آخر مین ایک بالکل نیا باب حکماے ہند کے فلسفۂ جذبات کا بڑھایا گیا ہی، حکماے ہند سے مراد ہندو حکما ہین، حکماے ہند و مغرب کے علم النفس مین اصولی اختلاف اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ

"حکماے مغرب کے نزدیک نفس کے عناصر ثلثہ وقوف، احساس وارادہ ہین، حکماے ہند نفس کی تحلیل عناصر ذیل مین کرتے ہین، وقوف، خواہش، (اچھا) وسعی (کریا) مغربی فلسفہ مین ارادہ کے ڈانڈے خواہش سے ملے ہوتے ہین، بلکہ گویا دونون الفاظ مرادف ہین[۱]، بخلاف اسکے ہندی فلسفہ مین ارادہ سے بالکل علٰحدہ خواہش کو ایک مستقل عنوان قرار دیا گیا ہے، اور ارادہ کے بجاے تیسری کیفیت سعی کو قرار دیا گیا ہے، جسکے مفہوم کے تحت مین عمل بھی داخل ہے، جذبات کا ماخذ خواہش ہے"

لیکن اس جدید باب کے اضافہ سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ آجکل کے حکماے مغرب کی طرح حکماے ہند نے علم النفس پر مستقل کتابین لکھی ہین، جس سے اس باب کے معلومات ماخوذ ہین، ہندوستان کے قدیم حکمار کے افکار زیادہ تر مباحث الٰہیات پر مقصور تھے، اور وہ بھی خصوصیت کے ساتھ مذہبی نقطۂ نظر کی ماتحتی مین۔ البتہ ان اسلاف کے سپوت اخلاف (بابو بھگوانداس صاحب وغیرہ) نے اپنی کاوشون سے منتشر ذرات کو یکجا کر کے ایک محسوس حقیقت بنادی ہے۔

تاہم خود اس ایک باب ہی کے پڑھنے سے پتہ چل جائیگا کہ ہندی حکمار کا نظریۂ جذبات

---

[۱] علی العموم شاید حکماے مغرب بھی خواہش و ارادہ کو ہم معنی نہین سمجھتے۔

خالص علم النفسی تحقیقات پر نہین بلکہ آلہیاتی افکار پر مبنی ہے، چنانچہ ایک اعتراض کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ

"پھر چونکہ الٓہیات مین یہ مسلم ہے کہ ہر نفس کو اپنی زندگی مین تمام ممکن تجربات سے ہو کر گذرنا پڑتا ہے، اسلئے یہ لازمی ہے کہ ہر زمانہ مین کچھ نفوس ایسے ضرور ہون جنکو بذل وایثار مین وہی لطف آتا ہو جو دوسرون کو تمتع واستیثار مین آتا ہے"

اسی باب کا آخری پیراگراف یہ ہے :-

حکماے مغرب کی تحقیقات متعلق بہ جذبات صرف انسان، اور ایک حد تک بعض اعلی حیوانات تک محدود ہے، لیکن حکماے ہند کہتے ہین کہ شعور تمام موجودات کائنات مین بہ اختلاف مدارج یکسان ہے، اور اسلئے جذبات بھی مدارج کی کمی وبیشی کے ساتھ جسطرح انسان مین پاے جاتے ہین، اسی طرح حیوانات، نباتات وجمادات سب مین موجود ہوتے ہین، ویدانت کی تعلیم یہ ہے کہ ایک رُوح برتر ایسی ہے جو کائنات کے ذرہ ذرہ مین یکسان حلول کئے ہوئے ہے، فرق صرف یہ ہے کہ کہین اسکا قالب بالکل سادہ وبسیط صورت مین ہوتا ہے اور کہین زیادہ شاندار ومرکب صورت مین عقل وادراک تک بجاے خود بالکل بے شعور وبے حس ہے، اگر وہ رُوح سرمدی جو تمام عالم مین سرایت کئے ہوے ہے، وہی اسکو بھی اسقدر شاعرہ وصاحب حس بناتی ہے۔

اس بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ حکماے ہند کا "فلسفۂ جذبات" صحیح معنی مین "آلہیات جذبات" ہے، اور اسی لئے اسکو **نفسیات جذبات** کے بجاے "فلسفۂ جذبات" کے نام سے تعبیر کرنا زیادہ قریب صحت ہے، کتاب کے باقی ابواب ومباحث تمام تر خالص **نفسیات** مغربی کی تحقیقات پر مبنی ہین، اسلئے "فلسفۂ جذبات" کی جگہ اسکا زیادہ مناسب نام نفسیات جذبات

ہوگا، درحقیقت یہ کتاب علم النفس ہی کی متداول کتابون کا صرف ایک باب ہی جسکو مصنف نے شرح وبسط کے ساتھ ایک مستقل دلچسپ کتاب بنا دیا ہے،

پوری کتاب ڈھائی سو صفحات کی ہے جو مقدمہ کے علاوہ ۱۴ ابواب اور ایک ضمیمۂ وضع اصطلاحات پر مشتمل ہے، آخر مین انگریزی اردو اصطلاحات کا ایک فرہنگ ہی۔

مقدمہ مین علم النفس کے عالمگیر منافع وفضائل کا بیان ہے، باب اول ودوم مین نفس کی عام تشریح وتعریف اور عضویاتی پہلو سے بحث ہے، باقی باب ۶ تک اصل نظریۂ جذبات کے متعلق مشترک مباحث ہین، جنمین جذبات کی ماہیت ارتقاء وانحطاط وغیرہ پر گفتگو ہے، اسکے بعد سات سے بارہ تک "غم ومسرت، خوف، غضب، الفت وہمدردی، انانیت، اور شہوت سے الگ الگ مستقل ابواب کی تحت مین بحث کیگئی ہے، باب ۱۳ مین اختلال جذبات" یعنی جذبات کی غیر طبعی حالت کے اسباب واحوال کا ذکر ہے، سب سے آخری باب دہی "حکماے ہند کا فلسفۂ جذبات" ہے۔

علمی مسائل کی توضیح وتعبیر مین زبان کی صفائی وسلاست مصنف فلسفۂ جذبات کا مخصوص حصہ ہے، جسکا اندازہ تم کو اوپر کے اقتباسات سے ہوسکتا ہے، جسکو کچھ بھی سنجیدہ علوم سے ذوق ہے، شروع سے آخر تک کتاب کو دل لگاکر پڑھ سکتا ہے۔

کتاب کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ مصنف نے اگرچہ "اس رسالہ کا مقصود مغرب کے مسلم علماے فن کی ترجمانی" رکھا ہے۔ لیکن یہ "ترجمانی" محض مقلدانہ نہین ہے، بلکہ مصنف نے غور وفکر اور ذاتی تجربہ ومشاہدہ ہے، علماے مغرب کے نظریات کی تصدیق کی ہے، ماہیتِ جذبات کے ایک اہم اخلاقی مسئلہ مین اپنے ایک ذاتی تجربہ کا حال اس طرح بیان کیا ہے:-

"اس ضمن مین یہ واقعہ بھی قابل ذکر ہے کہ مولف ہذا نے ایک لڑکے پر عمل ہپناٹزم کرکے اس سے فرمائش کی کہ اسکی زبان خشک ہوجاے، چہرہ زرد پڑجاے، دل دھڑکنے لگے، جسم مین رعشہ پڑجاے، غرض احکام ہپناٹزم کے ذریعہ سے اس پر تمام علامات خوف طاری کردیئے، لیکن خود خوف یا دہشت کا کوئی لفظ زبان سے نکالا تک نہین مگر جب معمول بیدار ہوا، اور اس سے خواب ہپناٹزم کی سرگذشت دریافت کیگئی تو اس نے بیان کیا کہ وہ حالتِ خواب مین کسی چیز سے ڈر گیا تھا، مگر جب یہ دریافت کیا گیا کہ وہ کس شے سے ڈر گیا تھا؟ تو اُسکا جواب وہ صرف یہ دیسکا کہ "خود بخود" جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر مصنوعی ذرایع سے وہ آثار جسمانی پیدا کردیئے جائین جو حالت خوف مین قدرتی طور پر پیدا ہوتے ہین، تو بغیر کسی واقعی محرک خوف کے، خوف کی جذبی کیفیت از خود وجود مین آجاتی ہے، اور اسی جذبۂ خوف پر دیگر جذبات کو بھی قیاس کرنا چاہیئے، مولف ہذا نے ہپناٹزم کے ذریعہ سے متعدد بار اس قسم کے تجربات کئے اور ہر مرتبہ اسی نتیجہ کی تصدیق ہوئی"۔

محاسنِ طباعت کی نسبت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بہ حیثیت مجموعی طبع ثانی طبع اول سے بہتر نہین ہے، علاوہ اغلاط کتابت وغیرہ کی موجودگی کے کاغذ بھی کتاب بھر مین شاید ایک قسم کا نہین لگایا گیا ہے، جس سے کافی بدنمائی پیدا ہوگئی ہے، ٹائٹل پیج کا رنگ (سرخ) بھی کچھ علمی کتاب کے لئے مناسب نہین ہے۔

قیمت کے لئے سرورق کے ایک زاویہ مین صرف لفظ "قیمت" لکھا ہے، ملنے کا پتہ دفتر انجمن ترقی اُردو، اورنگ آباد (دکن) ہے،

اُردو

ہماری زبان کی سب سے قدیم خدمتگذار مجلس "انجمن ترقی اُردو" ہے، اس سال سے اس نے اپنی خدمات مین ایک نئے باب کا اضافہ کرنا چاہا ہے، جسکی اولین قسط ہمارے سامنے ہے یہ "اُردو" نام کا سہ ماہی رسالہ ہے، جو اسکی طرف سے نکلا ہے، اردو مین اس سے پہلے غالباً کوئی سہ ماہی رسالہ کبھی نہین نکلا، اس بدعت حسنہ کا ہم دل سے خیر مقدم کرتے ہین۔

اُردو کا "آغاز" ہی پڑھنے سے خیال ہوتا ہے کہ اسکے دربار مین نہ حالی و آزاد (مولوی محمد حسین) کی صف مین شبلی کی جگہ ہے، اور نہ حسن "دکن ریویو" کے ساتھ الندوہ کے نام سے یہ اپنی زبان قلم کو آلودہ کرنا چاہتا ہے۔ اسلئے یقیناً معارف کی تعریف و تنقیص دونون سے اسکا مرتبہ ارفع ہوگا، تاہم، ہم اپنا معاصرانہ فرض ادا کرنے مین عتبۂ شبلی کی کوئی کسرِ شان نہین سمجھتے۔

رسالہ کی ضخامت ۱۷۶ صفحات ہے، کاغذ نہایت عمدہ استعمال کیا گیا ہے، لکھائی چھپائی بھی نہایت روشن و جلی ہے، تقطیع ۲۰ × ۳۰ ہے، قیمت فی نمبر ۱۲ ہی، سالانہ ممکن ہے کچھ کم ہو۔

"یہ رسالہ خالص ادبی ہوگا، کشکول نہوگا جسمین ہر قسم کے رطب و یابس اور انمل بے جوڑ مضامین بھر دیئے جاتے ہین، کوئی خاص مقصد پیش نظر نہین ہوتا، پیشانی پر صرف اتنا لکھدینا کافی ہے، ادبی، اخلاقی، معاشی، تاریخی، سیاسی رسالہ۔ ۔ ۔ مگر انجمن کا رسالہ ادب اور اسکے متعلقات سے آگے بڑھنا نہین چاہتا۔"

یہ ایک در کی "محکم گیری" یقیناً قابل اعتراض نہین ہے، نہ اسمین شبہہ ہے کہ یہ میدان

باوجود تنگی کے بہت کچھ وسعت رکھتا ہے، اور بجاے خود ایک عالم" ہے لیکن موقت ادبیات (پیریاڈیکل لٹریچر) مین چاہے وہ "ماہوار" ہو یا سہ ماہی" کچھ نہ کچھ اخبار و شذرات (نوٹس وغیرہ) کا ہونا مناسب ہوگا، اور اسمین بھی خالص ادبی ہی حدود کی پابندی قائم رہ سکتی ہے، یورپ مین کثرت سے سہ ماہی رسایل نکلتے ہین، ان مین بھی عموماً اخبار و شذرات کا ایک جزو ضرور ہوتا ہے، "اُردو" مین اس جزء کی ایک سطر بھی نہین رکھی گئی ہے جس سے بجاے مُوقت رسالہ کے یہ مجموعہ مضامین کی ایک کتاب معلوم ہوتا ہے،

ایڈیٹر اُردو کے بعض احباب یہ فرماتے ہین کہ ہمارے ہان کی آب وہوا ایسے بلند پایہ رسالون کے لئے راس نہین۔ اسکی وجہ وہ ناظرین کی ناقدردانی سمجھتے ہین، لیکن ہمارا تجربہ ہے کہ اس ناقدردانی سے بھی بڑھکر ہماری زبان مین بلند پایہ اہل قلم کی نایابی اسکا باعث ہوتی ہے، شاید یہ ہماری کوتاہ نظری ہو، اسلئے کہ ہمارے جدید معاصر کی نگاہ مین ایسے حضرات بھی موجود ہین" جو کسی بلند پایہ رسالہ کے ہونے سے اپنے خیالات کے اظہار مین مضائقہ کرتے ہین، خدا کرے ایسا ہی ہو! گو خود اس پہلے نمبر سے اس اُمید کے قائم کرنے مین ہمت افزائی نہین ہوتی۔

اس نمبر مین چھوٹے بڑے آٹھ مختلف مضامین ہین، جنمین ایک جناب نواب عماد الملک صاحب بلگرامی کے اُس انگریزی مضمون کا ترجمہ ہے جو آج سے پچاس سال پہلے وضع مصطلحات پر لکھا گیا تھا۔ آجکل جب اُردو مین جدید علوم منتقل ہو رہے ہین، اِسکا پڑھنا استفادہ و دلچسپی سے خالی نہوگا، ایک مضمون "مصنفین و شعراے تیموریہ" کے عنوان سے ہے جو پروفیسر براؤن کی "تاریخ ادبیات ایران" جلد سوم کے ایک ٹکڑے کا ترجمہ ہے ایک مفید و مختصر مضمون اُردو رسم الخط کی اصلاح سے متعلق ہے، جو لندن کے ایک انگریزی

رسالہ مین عبد اللہ ابن یوسف علی صاحب کے قلم سے نکلا تہا -

ان کے علاوہ جو مضامین براہ راست اردو زبان کی ملک ہین، ان مین ایک "مقدمۂ نکات الشعرا" جو مولانا حبیب الرحمن خان شروانی نے نکات الشعرا (تذکرہ شعرائے اردو از میر) پر لکھا تہا، اور جو اصل کتاب کے ساتھ مدت ہوئی شائع ہوچکا ہے -

سب سے بڑا مضمون جو قریبًا ۶۰ صفحون کی وسعت کو محیط ہے وہ ہے جو ڈاکٹر عبد الرحمن بجنوری مرحوم نے "بطور مقدمہ کے غالب کے کلام پر تبصرہ لکہنا شروع کیا تہا" یہ محاسنِ کلام غالب کے زیر عنوان درج کیا گیا ہے - عام ناظرین "اردو" کی سطح فہم سے تو یہ مضمون بہت بلند ہوگا، لیکن غالب کے خاص شیدائیون کو اسکا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے، غالب کی عظمت مین کلام نہین، نہ اسمین شبہہ ہے کہ وہ اکثر ایک زبردست فلسفی شاعر کی زبان مین باتین کرتے ہین - لیکن مرحوم ڈاکٹر نے ذرا افراط پسندی سے کام لیا ہے جس سے گمان ہوتا ہے کہ شاید غالب نے جدید فلسفہ وسائنس، ریاضیات وطبعیات سب کچھ پڑھکر شاعری مین قدم رکہا تہا -

یہ مضمون غالب اور اپنی دونون کی اہمیت کے لحاظ سے مستقل تنقید کا مستحق ہے جسکی گنجائش رسالہ کی ضمنی تنقید مین افسوس ہے کہ نہین نکل سکتی - اگر اردو کے بجاے یہ انگریزی زبان مین لکہا گیا ہوتا، تو ہم سے زیادہ اغیار اسکے ذریعہ سے غالب کے مرتبہ کو پہچانتے !

"انجمن ترقی اردو" نے ایک نہایت ضروری کام یہ کیا ہے کہ اردو مین مختلف علوم وفنون کے جو اصطلاحات اب تک پیدا ہوچکے ہین، انکو ... ۶ کی تعداد مین یکجا کرلیا ہے اور انکے ایک حصہ کو (متعلق طبعیات) اہل بصیرت سے استصواب کے لئے اس

رسالہ مین شائع کیا ہے، ان اصطلاحات مین اسمین شک نہین کہ ابھی بکثرت خامیان ہین، اور کافی اصلاح وترمیم کی ضرورت ہے، امید ہے کہ جو لوگ اس کام کا کچھ ذوق رکھتے ہین وہ اس استصواب پر لبیک کہکر انجمن کا ہاتھ بٹائین گے۔

مگر ہمارے نزدیک اگر اس استصواب رائے ومشورہ کو اسی رسالہ کی اقساط کے ساتھ جاری رکھا گیا تو اسمین سالہا سال لگ جائین گے۔ حالانکہ ضرورت اسکی ہے کہ جو اصطلاحات پیدا ہوگئے ہین، اُن پر اہل الراے طبقہ کی ایک جماعت کی نظرثانی کراکے، جلد سے جلد ایک "قاموس اصطلاحات" حاجتمندون تک پہنچ جائے، پھر اسپر اضافہ ہوتا رہیگا۔

ان مذکورہ بالا ذخائر ادبیہ کے علاوہ تین چھوٹے چھوٹے مضمون اور ہین۔

(۱) "قدیم یونانی علم ادب"۔ از سید ہاشمی صاحب جسکا سلسلہ ابھی آیندہ چلیگا۔

(۲) "تجویز بقاے اردو"۔ از سید غلام بھیک صاحب نیرنگ،

(۳) "جامعہ عثمانیہ"۔ از "معلم"

سب سے اخر مین انجمن کی "مختصر ششماہی رپورٹ" ہے۔

ابھی معارف پریس ہی مین تہا کہ اُردو کا دوسرا نمبر ۴ تک پہنچگیا ہے، یہ اپنے مقاصد کے لحاظ سے نقش اول سے بہتر ہے، اسمین سالانہ قیمت کی تصریح ہے، عام خریدارون سے ۱۲ر، اور ارکان انجمن سے ۱۰ر،

ملنے کا پتہ: انجمن ترقی اُردو، اورنگ آباد دکن ہے۔

مطبوعات جدیدہ

التنقیح فی ولادۃ المسیح، مولوی حافظ امام الدین صاحب گجراتی نے مسئلۂ ولادت مسیح پر یہ رسالہ لکھا ہے جسمین اس ایک بنیادی اصول کی بنا پر کہ تولید انسانی کا یہ فطری قاعدہ خداوند کریم نے مقرر کیا ہے کہ مرد اور عورت کا اجتماع ہو اور اسکے خلاف تسلیم کرنے کے معنی یہ ہین کہ فطرت الٰہی کی تکذیب کیجاے، اسلئے ولادت مسیح کی نسبت جو راے ایک مدت سے اسلامی دنیا مین تسلیم کرلیگئی ہے وہ یقیناً غلط فہمی اور عدم تدبر فی القرآن کا نتیجہ ہے، کتاب کے پہلے حصہ مین قرآن مجید کی ان تمام آیات کو یکجا کرکے جنمین تخلیق انسانی کی نسبت کسی حیثیت سے بھی گفتگو کیگئی ہے، اس عام اور غیر متبدل قانون فطرت کو اور زیادہ موکد و مدلل کردیا گیا ہے

دوسرے حصہ مین سورۂ آل عمران، سورۂ مریم اور دوسری سورتون کی آیات متعلقہ ولادت مسیح پر بحث کیگئی ہے، اور مصنف نے ہر پہلو سے اس عام اصول تخلیق انسانی کی تائید و تاویل کرکے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السّلام بھی بغیر والد کے پیدا نہین ہوے، اسی ضمن مین ان تمام امور مذکورۂ آیات کی تاویل و توضیح بھی کیگئی ہے جو بالواسطہ یا بلا واسطہ مصنف کے مقصد کے خلاف ہوسکتی ہین، مثلاً مسئلہ ادعاے نبوت مسیح فی المہد اور تکلم فی المہد سلسلۂ بیان مین جا بجا سرسید مرحوم کے مضامین و تفسیر سے بھی استدلال کیا گیا ہے اور ایسا کرنا ناگزیر تھا، کیونکہ یہ مسئلہ انہی کی تفسیر کی صداے بازگشت ہے، صفحے ۱۲۵، کاغذ سفید لکھائی چھپائی اچھی، قیمت ۸؍، پتہ

زچہ اور بچہ، زچہ اور بچہ کے ابتدائی حالات نہایت سخت احتیاط اور کافی نگرانی کے

محتاج ہوتے ہین، زیر تبصرہ کتاب اسی مقصد کو پیش نظر رکھکر لکھی گئی ہے، اسکے دو حصے ہین، پہلے حصہ مین یہ مباحث ہین، معمولی حمل، حاملہ کی عام احتیاط، حمل کی خرابیان، حمل کا گرجانا، اور بچہ کا مردہ پیدا ہونا، زچہ خانہ کا انتظام، زچہ کی خبر گیری، زچہ کا بخار، اور اسکے روکنے کی تدبیرین، دوسرے حصہ مین حسب ذیل مضامین ہین، بچے کسطرح بڑھتے ہین، بچے کی خبر گیری، بچے کو دودھ پلانا، کچے یا ادھورے بچے، بچے کی معمولی بیماریان، اصل کتاب انگریزی زبان مین ہے جسکو سید اظہر علی، ایم، اے، منشی فاضل نے انجمن بہبودی مادران و بچگان ہند کے لئے ترجمہ کیا، اور باہتمام لالہ ٹھاکر داس اینڈ سنز دلّی پرنٹنگ ورکس دہلی مین چھپکر شایع ہوئی، تقطیع چھوٹی، صفحے ۹۸، کاغذ سفید، لکھائی چھپائی عمدہ، قیمت ۱۲ر۔

حضرت اویس قرنی، حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی سوانحری، غالباً پیش نظر رسالہ اس سلسلہ کی پہلی کڑی ہے، جسمین تمہیدی بیانات، حضرت اویسؓ کے خاندان کے ابتدائی حالات، اور اُنکے قبول اسلام تک کے مباحث درج ہین، تاریخی و تنقیدی بیانات خاص طور سے قابل غور ہین، تاہم رسالہ دلچسپیون سے خالی نہین، ارباب محبت کے لئے ایک نغمۂ شوق ہے جسکو سُن کر ہر شخص سبحان اللہ و ماشاء اللہ کی صدا بلند کرنے پر مجبور ہوگا، مرتبہ مولانا مناظر احسن صاحب گیلانوی دیوبندی، صفحے ۴۶، کاغذ سفید، لکھائی چھپائی عمدہ، قیمت ۵ر، علاوہ محصول ڈاک، پتہ: محمد عبدالرحمن کتبخانہ قادریہ موچی بازار، نمبر ۹۴ سکر بنگلور۔

تحریم شراب، موجودہ زمانہ مین ملک و قوم نے ترک مسکرات کی طرف جو قدم اُٹھایا ہے ہمین اُمید ہے کہ اسکی اس رفتار کو پیش نظر رسالہ اور زیادہ تیز کر دیگا، مولانا عبدالسلام ندوی نے خاص اسی مقصد کو پیش نظر رکھکر اسکو تحریر فرمایا ہے، اور اسمین مذہبی، معاشرتی، اخلاقی اور طبّی حیثیت سے شراب کے نقصانات دکھائے ہین، صفحے ۲۲، قیمت ۳ر مع محصولڈاک، پتہ: دار المصنفین اعظم گڈہ

عدد پنجم و ششم	ماہ رمضان و شوال ۱۳۳۹ھ مطابق مئی و جون ۱۹۲۱ء	جلد ہفتم

مضامین

شذرات		۳۲۲-۳۳۱
مسئلہ ارتقاد حکمائے اسلام	مولوی عبدالماجد صاحب بی اے	۳۳۲-۳۴۳
اسلام کا اثر یورپ پر	مولوی قاضی احمد میان صاحب جوناگڈہی	۳۴۴-۳۸۱
فتاوی ابن تیمیہ	مولوی ابوالحسنات صاحب ندوی رفیق دار المصنفین	۳۸۲-۳۹۷
خواتین اسلام	مولوی عبدالرحمن صاحب نگرامی ندوی	۳۹۸-۴۲۲
ترجمات	کلام اقبال،	۴۲۳-۴۳۱
اخبار علمیہ		۴۳۲-۴۴۵
آثار علمیہ ادبیہ	مفتی صدرالدین خان مرحوم آزردہ کا خط	۴۴۶-۴۵۰
تقریظ و انتقاد	"وضع اصطلاحات"	۴۵۱-۴۵۹
ادبیات	مرزا سالک مرحوم و جناب بیتز ندوی	۴۶۰-۴۶۱
مطبوعات جدیدہ		۴۶۲-۴۶۴

معارف کے اکثر خریداروں کا سال جون مین پورا ہو جاتا ہی، جولائی کا پرچہ وی، پی سے جاری ہوگا جو صاحب آیندہ جاری نہ رکھنا چاہین از راہ عنایت پہلے سے مطلع فرمائین کہ دفتر وی، پی کے مصارف و زحمت سے محفوظ رہے، بلکہ منی آرڈر سے چندہ بھیدینا زیادہ بہتر ہوگا اسلئے کہ ڈاکخانہ کے جدید قواعد کے رو سے وی پی کا خرچ بڑھگیا ہی جس سے منی آرڈر کی صورت مین آپ بچ سکتے ہین۔ "منیجر"

شذرات

پونہ کی زنانہ یونیورسٹی کا تخیل مرہٹی قوم کے ایک صاحب عزم فرد (پروفیسر کاروے) کے ذہن مین دسمبر ۱۵ء مین پیدا ہوتا ہے، جون ۱۶ء مین یہ منصوبہ عملی شکل اختیار کرتا ہے، آغاز ۲۱ء مین دار العلوم مذکور کی جو رپورٹ شائع ہوتی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہی کہ اسکی زندگی نہ صرف دوسری حیثیات سے قابل اطمینان ہے، بلکہ مالی حیثیت سے بھی اس ساڑھے چار برس کی مدت مین اسکی مستقل آمدنی ستر ہزار سالانہ تک پہنچگئی ہے! سُنتے ہین اسی سرزمین ہند پر ایک اور قوم بھی بستی ہے جسکے ہان لڑکیون کے نہین لڑکون کے مدرسے قلت سرمایہ کے مرض مین مبتلا ہوکر سسک سسک کر اپنی زندگی کے دن کاٹ رہے ہین؛ ندوہ، و دیوبند، علیگڈھ و لاہور، اور جدید قومی درسگاہون کے ارباب حل و عقد نے بھی اس "یک بام و دو ہوا" کے فلسفہ پر غور کیا ہے؟

دار المصنفین، اپنی نوعیت مین شاید ہندوستان بھر مین منفرد ہے، اُسکا مقصد اصلی محض علمی خدمتگذاری ہے، بے شبہہ مذہب و ملت، ملک و قوم، اخلاق و معاشرت کی خدمات بھی وہ اپنی بساط کے موافق انجام دینے کی کوشش کرتا رہتا ہے، لیکن یہ سب کچھ

علمی دائرہ کے اندر مقید رہ کر ہی ممکن ہے، ایسے خالص علمی مرکز کا اہم جزو کتبخانہ ہونا چاہیئے، لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ابتک جو ذخیرۂ کتب ہم فراہم کر سکے ہین وہ کسی اعتبار سے بھی دار المصنفین کے شایان شان نہین، اس سلسلہ مین گذارش صرف اسقدر کرنا ہے کہ دنیا مین اسوقت جسقدر علمی انجمنین قائم ہین، اُن مین سے کوئی بھی اپنا کتبخانہ اپنے صرف سے قائم نہین کرتی بلکہ کتابون کا بیشتر حصہ ان انجمنون کو مصنفین، ناشرین (پبلشرز) اہل مطابع اور عام پبلک کی جانب سے تحفتہً وصول ہوتا رہتا ہے، لندن کی رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے رسالہ (جرنل) مین برابر ان ہدایا وتحائف کی فہرست شائع ہوا کرتی ہے، جو ہر سہ ماہی مین اُسکے دار الکتب کو وصول ہوتے رہتے ہین، اس فہرست کے سرسری مطالعہ سے بھی نظر آجاتا ہے کہ اس مشہور ومعروف سوسائٹی کے خزانۂ کتب کا جزو اعظم انہین عطیات پر مشتمل ہے، کلکتہ کی ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال اس سے قدیم تر انجمن ہے، سال گذشتہ اُسکے کتبخانہ مین ۲۰۱۵ کتابون کا اضافہ ہوا لیکن معلوم ہے کہ انمین خریدکردہ کتابین کتنی نہین؟ کل ۱۷۳!! باقی ۱۸۴۲ کتابین تحائف وہدایا کی مد مین داخل ہوئین، دار المصنفین کے قدردان احباب ومعاونین اگر اپنی ذمہ داری اس باب مین تھوڑی بھی محسوس کرنے لگین تو انشاء اللہ کچھ ہی روز مین اُسکے کتبخانہ کی حیثیت بھی ممتاز ہوجائے،

مسٹر اے، جے بالفور اسوقت یورپ کے مشاہیر علما مین ہین، مذہب وفلسفہ سے متعلق وہ متعدد ومستند تصانیف کے مصنف ہین، مختلف علمی انجمنون کے عہدہ دار رہ چکے ہین اور آج بھی "دو یونیورسٹیون" (ایڈنبرا اور کیمبرج) کے چانسلر ہین، کچھ روز ہوئے آپ نے

پارلیمنٹ مین "انجمن اقوام" پر تقریر فرمائی تھی، اس تقریر کے ضمن مین افلاس و عسرت ایثار و نفس کشی کے "مشرقی" فضائل کی بابت جناب نے حسب ذیل گہر افشانی فرمائی :-

"بیشک، تمام مصائب کی تعبیر خوشنما الفاظ مین کیجا سکتی ہے، امراض کو علاج نفس بتایا جاسکتا ہے، افلاس کو مصلح اخلاق سمجھا جاسکتا ہے...... لیکن اگر کوئی صحیح الحواس شخص ان چیزون کو ذریعۂ ترقی سمجھتا ہے، اور یہ خیال کرتا ہے کہ ہجوم مصائب تزکیۂ اخلاق کا کام دیسکتا ہے تو اُسے چاہیئے کہ بجاے عقلیات قوم مین اضافہ کی سعی کے اپنے نظریات کو پاگل خانہ کی چار دیواری کے اندر محدود رکھے"

یہ اس شخص کے خیالات ہین جو اسوقت مسیحی دنیا مین ایک زبردست عالم و رہنما کی حیثیت رکھتا ہے، جنون و دیوانگی کا یہ معیار صحیح تسلیم کرلینے کے بعد سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس معلم اخلاق کی صحت دماغی سے متعلق کیا فتوی صادر ہوگا جس نے آج سے اُنیس صدیان پیشتر دنیا کو یہ تعلیم دی تھی کہ "دولتمند کا آسمانی بادشاہت مین داخل ہونا کیسا مشکل ہے!..... اونٹ کا سوئی کے ناکہ مین سے نکل جانا اس سے آسان ہے کہ دولتمند خدا کی بادشاہت مین داخل ہو" (مرقس باب ۱۰) اور جس نے یہ کہا تھا کہ "مبارک ہین وہ جو دل کے غریب ہین کہ آسمان کی بادشاہت انھین کی ہے، مبارک ہین وہ جو غمگین ہین کہ وہ تسلی پاوینگے، مبارک ہین وہ جنھین راستبازی کے سبب ستایا گیا ہے کہ آسمان کی بادشاہت انھین کی ہے" (متی باب ۵)

"جنون و سلامتیٔ عقل کے فرق و امتیاز سے کسکو انکار ہوسکتا ہے، البتہ یہ الگ بحث ہے کہ جنون کا انتساب خود مسٹر بالفر اور اُنکے ہم خیالون کی جانب کرنا صحیح ہوگا، یا ان لوگون کی جانب جنھین یہ مسیحی "فلسفی مجنون قرار دے رہا ہے، اسپر مجھے ایک حکایت یاد آئی جسکا

اعادہ شاید مدعیان عقل وحکمت کے لئے بھی لطف سے خالی نہو، کہتے ہین کہ کسی قدیم بادشاہ کے عہد مین ایک بڑا پاگل خانہ تھا، اُسکی ایک کوٹھری مین جسکے دروازون پر لوہے کی سلاخین لگی ہوئی تھین، ایک دیوانہ محبوس تھا، ایک صاحب اس دارالمجانین کی سیر کرنے تشریف لائے، اور اُنھون نے اس دیوانہ کی کوٹھری کے سامنے کھڑے ہوکر اُسے منہ چڑہانا شروع کیا، دیوانہ نے اپنا منہ دوسری طرف پھیر لیا، مگر ان صاحب نے ادہر تشریف لاکر دہی حرکت جاری رکھی، دیوانہ نے چار مرتبہ اپنا منہ پھیرا، مگر جدہر وہ مُنہ پھیرتا تھا، اسی طرف وہ صاحب آکر منہ چڑہانے لگتے تھے، عاجز آکر دیوانہ چلایا کہ "خدایا، یہ کیا اندھیر ہے کہ جس شخص کو اس آہنی کٹھرے کے اندر رہنا چاہیئے وہ باہر ہے، اور جسے باہر ہونا چاہئے تھا، وہ اندر ہے۔"

وفی ذلک عبرۃ لاولی الالباب

لندن، ۹- مارچ، آج سفیر امریکہ مسٹر ڈیوس، اور اُنکی میم صاحبہ نیویارک کے قصد سے روانہ ہوئے، منجملہ ان اشخاص کے جو واٹرلو اسٹیشن تک اُنکی مشایعت کی غرض سے آئے تھے، لارڈ ریڈنگ بھی تھے جنھون نے مسز ڈیوس کے دونون رخسارون کے بوسے لئے۔"

یہ وہ تار برقی ہے جو ریوٹر کی زبان سے ہندوستان مین گھر گھر پہنچ چکی ہے، تار مین اسکا کوئی ذکر نہین کہ دلیرانہ بہادرسے مسز ڈیوس کو کیا تعلق ہے، ممکن ہے کہ محض گہری دوستی ہو، یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی قرابت قریبہ ہو، لیکن فرض کیا کہ بہت قریب کی قرابت سہی، تو بھی کیا یہ خبر اس قابل تھی کہ ہندوستان مین اُسکی تشہیر کیجاتی؟ شخصیتون کے سوال سے یہان سروکار نہین، مقصود گذارش صرف اسقدر ہے کہ ایک مرد کا ایک جوان عورت کا منظر عام پر بوسہ لینا تہذیب جدید وتمدن مغرب کے نزدیک خواہ کتنا ہی معزز عمل ہو،

لیکن ریوٹر ایجنسی کے کارپردازون کو اتنا تو بہرحال سمجھ لینا چاہیئے تھا کہ ساری دنیا ابھی تہذیب وشائستگی کے اس مرتبہ پر نہین پہنچ چکی ہے، لارڈ ریڈنگ یقیناً نہایت شریف الخصال شخص ہونگے، مسٹر ڈیوس (سفیر امریکہ) بداہتہً ایک معزز شخص ہین، انکی خاتون محترم یقیناً نہایت عفیفہ وپارسا ہونگی، یہ سب کچھ سہی، لیکن اسے کیا کیجئے کہ دنیا مین ابھی کرورون نفوس ایسے باقی ہین (اور ان مین سے کئی لاکھہ مغربی تعلیم یافتہ بھی ہین) جنکے فرہنگ الفاظ مین شرافت عزت، غیرت، حمیت، پارسائی، عفت وعصمت کے معانی اس سے بہت کچھ مختلف ہین جو یورپ وامریکہ کے اعلیٰ طبقون مین لئے جاتے ہین، ریوٹر کو ایسی خبرون کی اشاعت اور داد حاصل کرنے کے لئے اسوقت کا انتظار کرنا چاہیئے، جب ہندوستانی تہذیب و اسلامی تہذیب (خدانخواستہ) بالکل معدوم ہوچکی ہون، ابھی تو کرورون کی تعداد مین ایک ایسی قوم موجود ہے جو اپنے پیمبر برحق کے اس وصف پر فخر کرتی ہے کہ وہ پردہ نشین کنواری لڑکیون سے بھی زیادہ شرم وحیا والے تھے (عن ابی سعید الخدری قال کان النبی صلعم اشد حیاءً عن العذراء فی خدرھا) تمدن جدید کی ان کرشمہ سازیون سے انکے نزدیک، خود بیحیائی کا چہرہ تمتما اٹھتا ہے، اور بیغیرتی اپنی آنکھین نیچی کرلیتی ہے۔

قرآن مین قدیم متمدن و پرقوت قومون کی دفعتہً تباہی وبربادی کے واقعات کثرت سے بیان کئے گئے ہین، لیکن ہم مشکل ہی سے ان پر یقین کرتے ہین، بلکہ بعض مدعیان دانش و دانائی تو علانیہ ان بیانات کو "اساطیر اولین" کے مرتبہ پر رکھتے ہین، لیکن آج ہماری آنکھون کے سامنے مغرور و سرکش تمدن حاضر کی فوری بربادی وہلاکت کے جو واقعات رونما ہورہے ہین وہ حیرت انگیز و عبرت خیز ہونے مین قصص قرآنی سے ایک ذرہ کم نہین،

ڈسکوری، انگلستان کا ایک نہایت بلند پایہ علمی میگزین ہے، جسکی عنان ادارت سائنس کے نامور ماہران فن کے ہاتھون مین ہے، اور جسکے ایک رکن سر جے، جے ٹامسن (پریسیڈنٹ رایل سوسائٹی) بھی ہین، یہ رسالہ اپنے ایک تازہ ایڈیٹوریل مین وائنا (دار الحکومت اسٹریا) کے تمدن مرحوم پر جن الفاظ مین ماتم کرتا ہے وہ اس قابل ہین کہ اُنہین حرف بحرف ناظرین معارف تک منتقل کر دیا جائے، لکھتا ہے کہ "اس سال ہزارہا آنکھین وائنا کی طرف اُٹھ رہی ہین، یہ وہ شہر ہے جو صدیون سے مشرق کی جانب ہمارے علوم و فنون کا مرکز تھا، .... جنگ سے پہلے وائنا کی عظمت و شوکت کا نقشہ کون کھینچ سکتا ہے؟ مسرت و رونق کی گرم بازاری اُسکی ایک ایک گلی مین تھی، ایک ادنی سی بات یہ ہے کہ اسکے ہوٹلون مین جو قہوہ کی پیالی فروخت ہوتی تھی، اُسپر بالائی کی تہ اسقدر موٹی ہوتی تھی کہ شکر کا ڈھیلا جو اسپر رکھدیا جاتا تھا وہ کہین پندرہ سکنڈ مین جا کر پیالی مین تہ نشین ہوتا تھا، رہین اونچی چیزین تو اُسکی یونیورسٹی، اُسکی علمی درسگاہین، اُسکے مشاہیر رجال و خواتین، اُسکی رونق و آراستگی، اسکا حسن و جمال، اُسکی شان و شوکت، آہ کن کن چیزون کا ذکر کیا جائے"!

یہ حالت کل تک تھی، لیکن آج؟ "آہ، آج جو حالت ہے، اُسکا ہمین خود یقین نہین آتا، آج یہی شہر بیکسی و بیبسی تباہی و بربادی کی ایک زندہ تصویر ہے! سامان عیش و تعیش کو جانے دیجیے، ضروریات زندگی، جلانے کی لکڑی، کھانے اور کپڑے تک کا قحط ہے، اساتذہ و طلبہ، محققین و ماہرین فن، جو کل تک تبحر علمی و کمال فن کی داد دے رہے تھے آج اُنکے پاس اتنا نہین رہا ہے کہ پیٹ بھر کے کھا سکین! کتابون کی خریداری اور آلات کی بہم رسانی تو الگ رہی فاقہ کشی سے جان دیدینے کی نوبت متعدد صورتون مین پیش

آچکی ہے، کیا علم کی اشاعت اسقدر عام ہوچکی ہے کہ دنیا اسکے ایک بڑے مرکز کی بربادی باسانی گوارا کرسکتی ہے؟ یہ دیکھکر ہمین مسرت ہوتی ہے کہ بہت سے فیاض طبع اشخاص اسکی اعانت اور علمی ہمدردی پر کمر بستہ ہوگئے ہین، کاش اُنکی کوششین دنیا کو اُس حشر سے محفوظ رکھہ سکین جو بظاہر اُسکا یقیناً ہونے والا ہے۔"

اسٹریا کا یہ حشر دنیا کی تاریخ مین کوئی نیا واقعہ نہین، اس سے پیشتر خدا معلوم کتنی قومین اسی طرح اپنی زشتیٔ اعمال کے پاداش مین تباہ و فنا ہوچکی ہین، وکم اھلکنا من القرون من بعد نوح وکفی بربک بذنوب عبادہ خبیرا بصیرا اسٹری تمدن اگر واقعۃً اپنی عمر طبعی کو پہنچ چکا ہے، تو کوئی دنیوی قوت، کسی کی مالی اعانت، کسی کی ہمدردی، کسی کی فیاضی اُسکے وقتِ موعود کو نہین ٹال سکتی، مصر و بابل، چین و ایران، یونان و روما، سب تمدن اسی طرح اپنے اپنے وقت مقررہ پر فنا ہوچکے ہین، ما تسبق من امۃ اجلہا وما یستاخرون،

گذشتہ نمبر مین اخبار علمیہ کے زیر عنوان ہندوستان مین وقوع جرائم کے صوبہ وار اعداد درج کئے جاچکے ہین، جن سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ جو صوبے تعلیم و تہذیب مین سب سے آگے ہین، یعنی بمبئی، بنگال، مدراس، وہین سب سے زیادہ تعداد مین جرائم واقع ہوئے ہین اور جو صوبے تعلیم و تہذیب مین سب سے پست ہین، وہان جرائم نسبۃً بہت ہی قلیل الوقوع ہین، یعنی آسام، بہار، و صوبۂ سرحدی مین، ہندوستانی تعلیم یافتہ جماعت کے بعض انگریزی اخبارات اس "سوء اتفاق" پر اظہار حیرت کرتے ہین، لیکن کیا درحقیقت یہ کوئی حیرت انگیز امر ہے؟ ہندوستان کے صوبہ وار تناسب جرائم و تعلیم کو تھوڑی دیر کے لئے دوسرے

اسباب کا معلول فرض کر لیجئے، لیکن اسکے متعلق کیا ارشاد ہے کہ خود جاہل ہندوستان اور تعلیم یافتہ مغرب کی تعداد جرائم کے درمیان جو تناسب ہے وہ بھی اسکی تائید مین ہے ؟

"تازہ ترین اعداد اسوقت پیش نظر نہین، لیکن آج سے چند سال پیشتر "یہان" اور "وہان" تعداد مجرمین کا جو تناسب تہا، اسکا اندازہ اعداد ذیل سے ہوگا:-

ہندوستان	۳۸	مجرمین	فی لاکھہ آبادی
انگلستان	۹۰	"	"
باقی ممالک یورپ	کم از کم ۱۰۰	"	"
	زیادہ سے زیادہ ۲۴۰	"	"

(ماخوذ از ڈکشنری آف اسٹیٹسٹکس، مرتبۂ مسٹر میکال ملہال، الف، آر، اس، اس)

اس سے بھی قطع نظر کیجئے تو ایک تیسری قوی شہادت رونما ہوتی ہے، اور وہ ایک جدید مستند کتاب امریکن پولیس سسٹم کے اوراق مین منضبط ملیگی، اسکے مصنف امریکہ کے ایک ماہر علم الاعداد مسٹر ریمنڈ فوسڈک ہین، جنھون نے امریکہ کے ہر اس شہر کا دورہ کرکے جسکی آبادی ایک لاکھہ یا اس سے اوپر ہے، اور وہان کے اعداد فراہم کرکے یہ کتاب نیویارک کے بیورو آف سوشل ہائیجین کے زیر اہتمام شایع کی ہے، ہمین وہ نیویارک، شکاگو، واشنگٹن وغیرہ کے اعداد جرائم دیتے ہین، جو انگلستان کے اعداد جرائم سے بدرجہا زاید ہے، اور ہندوستان سے کہین زیادہ انگلستان مین وقوع جرائم ہوتا رہتا ہے، اسلئے ہندوستان و امریکہ کے اعداد جرائم مین زمین و آسمان کا فرق نظر آتا ہے، سنہ ۱۶ء مین لندن مین جسکی آبادی ۷۲ لاکھہ ہے،

نو (۹) قتل ہوئے، بخلاف اسکے شکاگو مین جسکی آبادی ۲۴ لاکھ ہے، ۱۰۵ قتل ہوئے! سنہ ۱۶ سے سنہ ۱۸ تک گلاسکو مین ۳۰۸ قتل ہوئے، اسکے مقابلہ مین فلیڈلفیا مین جسکی آبادی اُسکے مساوی ہے، اس مدت مین ۷۸۱ واقعات قتل پیش آئے، سنہ ۱۹ مین شہر نیو یارک کے اندر صرف موٹرون کی چوری کے واقعات ۵۵۲۷ تک پہنچے! اور یہ جرائم کچھ ایک ہی قسم تک محدود نہین، بلکہ قتل عمد، سرقہ، سرقہ بالجبر، ڈاکہ، جعل سازی وغیرہ ہر قسم کے جرائم اسی کثرت کے ساتھ اس مرکزِ تمدن مین واقع ہوتے رہتے ہین، ایسی حالت مین اگر موجودہ نظام تعلیم اور جرائم پروری کے درمیان علت ومعلول کا تلازم نظر آئے تو اس لزوم کی ذمہ داری نوامین منطق پر عاید ہوتی ہے،

لیکن اس نظام تعلیم سے اسکے سوا اور نتائج پیدا ہی کیا ہو سکتے ہین، جسکا مقصد صرف یہ ہو کہ انسان کو اپنی زندگی گزارنے مین زیادہ سے زیادہ مدد مل سکے، (اسپنسر) جسکی انتہائی غایت یہ ہو کہ نوع انسانی کے لئے اجتماعی حیثیت سے زیادہ سے زیادہ فواید حاصل ہو سکین، (مل)، اور جسکی آخری غایت محض اسقدر ہو کہ انسان کو قوانین مادی کا صحیح ترین علم ہو سکے، (ہکسلے)؟ بداخلاقی بالواسطہ اس نظام تعلیم مین بھی مذموم سمجھی گئی ہے، مگر صرف اس حیثیت سے کہ بالآخر اسکے نتائج اسکے مرتکب کے لئے تکلیف دہ ثابت ہونگے، نہ اس حیثیت سے کہ بداخلاقی بجاے خود کوئی قابل مواخذہ شے ہے، البتہ اسی کرۂ ارض کے دوسرے حصون مین ایک ایسا نظام تعلیم بھی موجود ہے جسمین یہ بتایا گیا ہے کہ حصول علم کی غایت تمامتر خداشناسی، تزکیہ نفس، وتوفیق حسن عمل ہے، اور اُسکا آخری مقصد نجات اخروی ہے نہ کہ بیش قرار مشاہرون کا حصول، سعدی تحصیل علم کے لئے جانگداز کوششون کی ترغیب

دیتے ہین مگر کیون ؟ صرف اسلئے کہ بغیر اسکے خداشناسی وفلاح اخروی ممکن نہین،

پئے علم چون شمع باید گداخت — کہ بے علم نتوان خدارا شناخت

برو دامنِ علم گیر استوار — کہ علمت رساند بدار القرار

برہان الاسلام زرنوجی، اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہ بہت سے اعمال دنیوی حسن نیت کے باعث اخروی بنجاتے ہین، اور بہت سے اعمال اخروی سوءنیت کے باعث دنیوی ہوجاتے ہین، طالبعلم پر تاکید کرتے ہین کہ اسے طلب علم سے مقصود محض رضاے الٰہی، حیات اُخروی، رفعِ جہالتِ نفس، وتائیدِ ملتِ اسلام رکھنا چاہیئے، اسلئے کہ بغیر علم کے پاکیزہ نفسی وتقویٰ کا قیام رہ نہین سکتا۔ (تعلیم المتعلم، باب ۲)

کاش ہمارے خدایان تعلیم، خواہ عاملین موالات ہون یا تارکین موالات، اپنے اسلاف کے ان ارشادات کو کبھی کبھی سن لیا کرین۔

"مشرقیات" پسند ناظرین معارف یہ دیکھکر خوش ہونگے، کہ ہمارے فاضل دوست مولوی عبدالماجد کا قلم مغرب کی گردش سے ملول ہوکر مشرق کی سمت لوٹ رہا ہے، ہندو اخلاف اپنے اسلاف کی کہنہ متاع علم کو قدامت کے گرد وغبار صاف کرکے، اکثر یورپ کی متاع نو کے مقابل مین مساوی قیمت کے مطالبہ کے ساتھ پیش کرتے رہتے ہین، "مسئلۂ ارتقاء اور حکماے اسلام" کے مقالہ نگار سے اگر ہم یہی امید علوم اسلامیہ کی خدمت گذاری مین باندھین تو بیجا نہوگا،

البتہ پیشرو قافلہ مین، صرف بابو بھگوان داس نہین، بلکہ ڈاکٹر بوس بھی ہین، جو محض اس پر قانع نہین ہین، کہ انیسوین صدی کے معارف واکتشافات کا ہمارے اسلاف کے ہان ساتوین صدی مین سُراغ ملتا ہے، بلکہ خود انیسوین صدی کے علوم وتحقیقات پر ازدیاد واضافہ کی مسلمہ فضیلت بھی اُن کو حاصل ہے، لیکن ہمارے حدی خوان ابھی ذکر ماضی کے ذوق سے آگے نہین بڑھ سکے ہین، مبادا یہ نشہ تیز ہوکر کہین ورزیادہ مستقبل سے غفلت کا باعث نہو!

مقالات

مسئلہ ارتقار اور حکماء اسلام

از

(مولوی عبدالماجد صاحب)

آج سے چودہ سال پیشتر کا ذکر ہی، کہ مولانا شبلی مرحوم نے "فلسفہ اور اسلام" کے عنوان سے ایک مضمون تحریر فرمایا تھا، جو جون ۱۹۰۸ء کے الندوہ مین شائع ہوا تھا، مضمون مین ڈارون کے مسئلہ ارتقار کی مختصر تشریح کرنے کے بعد یہ دکھایا گیا تھا، کہ ارتقار انواع کا خیال ڈارون کا بالکل مجتہدانہ خیال نہین، بلکہ اس سے صدیون پیشتر متعدد حکمار اسلام بھی اسی خیال کو ظاہر کر چکے تھے،

اِس مضمون کا شائع ہونا تھا، کہ اسلامی پریس مین ایک آگ لگ گئی، علماء نے ضلالت بلکہ کفر کے فتاوی کی تقسیم اسراف کے ساتھ شروع کر دی، اور مختلف اخبارات و رسائل مین اس ملحدانہ مضمون کے بہ کثرت جوابات نکلنے لگے، اٹاوہ کا ہفتہ وار اسلامی اخبار اس زمانہ مین خاص شہرت رکھتا تھا، اس کے صفحات مین ایک مولوی صاحب نے جو اپنے نام کے ساتھ "فلسفی" لکھنے کے عادی تھے، ہفتون تردیدی مضامین کا سلسلہ جاری رکھا اور بعض ظریف شعرا کو طبع آزمائی کے لئے ایک دلچسپ موضوع ہاتھ آگیا، یہانتک کہ جب یہ شورش حد سے بڑھنے لگی، تو اکتوبر کے الندوہ مین مولانا مرحوم کو دبی زبان سے

اس مضمون سے متعلق معذرت شائع کرنا پڑی، یہ معذرت گو تعلقات ندوہ کے لحاظ سے قرین مصلحت تھی، لیکن نفس مضمون سے متعلق قطعاً غیر ضروری تھی، اسلئے کہ مولانا نے بغیر اپنے عقائد کا اظہار کئے ہوئے بعض قدیم اکابر علماء اسلام کے اقوال نقل کر دئیے تھے پس اگر ان خیالات کی بنا پر تکفیر لازم آتی تھی، تو ان علماء سلف کی ہونا چاہیئے تھی، نہ کہ مولانا شبلی کی، جو محض ان خیالات کے ناقل تھے، جنوری ۱۹۰۸ء کے الندوہ مین مولانا مرحوم کے شاگرد رشید مولانا سید سلیمان، (ایڈیٹر معارف) نے اس موضوع پر قلم اُٹھایا، اور نصوص قرآنی کی تصریحات سے ثابت کیا، کہ قرآن مجید اس خیال کا منکر نہین، بلکہ مسئلہ ارتقاء خواہ صحیح ہو یا غلط، تصریحات قرآنی اس کے دونون پہلوؤن کے متحمل ہو سکتے ہین،

علامہ مرحوم نے اپنے مضمون مین فوز الاصغر (ابن مسکویہ) چہار مقالہ (احمد نظامی سمرقندی) و اخوان الصفا کے اقتباسات اپنے دعوے کی شہادت مین پیش کئے تھے، ذیل مین ایک اور شہادت ایک ایسے بزرگ کی تحریر سے پیش کی جاتی ہے، جو مسلمانون کے ایک فرقہ کے نزدیک مذہبی استناد رکھتا ہے، اور جس کی علمی عظمت ہر فرقہ کو مسلّم ہے،

خواجہ نصیر الدین طوسی، ساتوین صدی کے ایک مشہور عالم گزرے ہین، جو دو واسطون سے شیخ الرئیس بوعلی سینا کے شاگرد تھے، فلسفہ، ہیئت، کلام، تصوف مین ان کی متعدد تصانیف مرتبۂ استناد رکھتی ہین، اور اخلاق مین ان کی اخلاق ناصری تو اپنے فن کی تمام کتابون مین شاید سب سے بہتر و مشہور تر ہی، اپنی اسی کتاب مین ایک فصل انھون نے انسان کے اشرف موجودات ہونے پر رکھی ہی، (مقالۂ اول فصل چہارم) اس کے ضمن مین انھون نے جن خیالات کا اظہار کیا ہی، وہ حرف بحرف وہی ہین جو انیسوین صدی کے آخر مین ڈارون، اسپنسر، ہکسلی و ہیکل کی زبان سے ادا ہوے اور جنھین دنیا انھین حضرات کے

اوّلیات واجتہادات مین شمار کرتی ہی،

محقق طوسی کے اقتباسات سے قبل مختصراً ان مقدمات کو ذہن نشین کرلینا چاہیئے، جو جدید سائنس اور مسئلہ ارتقار کے مسلمات مین داخل ہین:-

(۱) موجودات عالم کی ترکیب جن ذرات مادی سے ہوئی ہی، وہ اپنی آخری بسیط و مفرد حالت مین یکسان و مساوی ہین،

(۲) جون جون ان مین ترکیب وتالیف پیدا ہوتی جاتی ہی، یعنی اجسام مرکب وجود مین آنے لگتے ہین، ان مین باہم فرق مدارج وامتیاز مراتب پیدا ہوتا جاتا ہی،

(۳) مرکبات مادہ مین پست ترین مرتبہ جمادات کا ہی، جمادات کی انتہائی ترقی یہ ہی کہ اون مین صفات نباتی پیدا ہونے لگین،

(۴) اس سے اوپر نباتات کا مرتبہ ہی، حیات نباتی کا کمال یہ ہی، کہ اس کے ڈانڈے حیات حیوانی سے مل جائین، چنانچہ متعدد نباتات پر "نباتات حیوانی" کا اطلاق کیا جاتا ہی،

(۵) حیوانیّت کی ترقی کی آخری منزل یہ ہی کہ اس مین خواص انسانی پیدا ہوجائین چنانچہ وحشی انسان" "انسان نما بندر" "بن انس" وغیرہ اسی برزخ انسانیت وحیوانیت کی مثالین ہین،

گویا جتنی انواعِ موجودات ہین، سب ایک دوسرے سے مسلسل ومربوط ہین، ایک کی انتہا دوسرے کی ابتدا ہوئی ہی، ایک دوسرے سے بالکل علٰحدہ ومستقل بالذات کوئی نوع نہین،

اہل سائنس کا ایک بڑا گروہ (جس مین ڈارون، ہکسلی، ہیکل، ٹنڈل وغیرہ شامل ہین، یہان پہونچکر رک جاتا ہی، لیکن انھین کا ایک مختصر گروہ، والس، لاج، وغیرہ کی رہنمائی مین ایک قدم اور آگے بڑھتا ہی، اور کہتا ہی، کہ انسانیت کے بعد کچھ اور مدارج ومنازل بھی ہین،

محقق طوسی، بعض دیگر حکمائے اسلام کی طرح، اسی آخر الذکر گروہ کے ہمخیال ہین، مسئلہ ارتقا انیسوین صدی عیسوی کی سائنٹفک تحقیقات کا روشن ترین کارنامہ ہی، اس کے مہمات مسائل کا عطر دفعات بالا مین آچکا، ذیل مین تیرھوین صدی عیسوی کے ایک مسلمان عالم کی تحریر مین ایک ایک دفعہ کی صراحت دیکھ لو، یہ ایک ایسی کھلی ہوئی شہادت ہے جس پر کسی حاشیہ آرائی یا رائے زنی کی حاجت نہین، محض اسکا مطالعہ کافی ہوگا،

اجسام مادی اپنی طبعی و ابتدائی حالت مین یکسان ہوتے ہین،

اجسام طبعی از ان روئی کہ جسم اند با یکدیگر متساوی اند در رتبت و یکی را بر دیگرے شرفے و فضیلتے نیست چہ یک حد معنوی ہمہ را شامل است و یک صورت جنسی ہیولی اولی جملہ را مقوم و اختلاف اول کہ در ایشان ظاہر می شود تا ایشان را متنوع میکند بانواع عناصر و غیر آن مقتضی بہ تباینے کہ موجب شرف بعضی بود بر بعضے نیست بلکہ ہنوز در معرض تکافی در رتبت و تساوی در قوت اند،

اجسام طبعی از روی جسم رتبہ مین مساوی ہین اور ایک کو دوسرے پر کوئی شرف اور فضیلت نہین ہی اسلئے کہ سب کی تعریف ایک ہی اور ہیولی اولی سب کی قوام ماہیت مین داخل ہے ظہور اختلاف اول جن سے وہ انواع عناصر مین منقسم ہوتے ہین کسی ایسے تباین کا مقتضی نہین جو موجب شرف ہو بلکہ اس وقت تک وہ رتبہ اور قوت مین برابر ہوتے ہین،

ترکیب امتزاج کیساتھ اختلاف مراتب پیدا ہونے لگتا ہی، اس سلسلہ کی سب سے پہلی کڑی جمادات ہوتے ہین،

و چون میان عناصر امتزاج و اختلاف پدید می آید و بقدر قرب مرکب بہ اعتدال حقیقی کہ آن وحدت معنویست اثر مبادی و صور شریفہ

جس وقت عناصر مین باہم امتزاج و اختلاط کا ظہور ہوتا ہی اور جسم مرکب بقدر قرب اعتدال حقیقی و وحدت معنوی مبدأ فیاض سے متاثر ہوکر صور شریفہ قبول کرنا شروع کرتا ہے اس وقت اس مین ترتب و اختلاف مدارج

قبول سکنہ ترتب وتبائن درایشان ظاہر می شود پس انچہ از جمادات مادۂ او قبول صور را مطاوع تر است از جہت اعتدال مزاج شریف تر است از دیگران وآن شرف را مراتب بسیار و مدارج بیشمار است تا بحدی رسد کہ مرکب را قوت قبول نفس نباتی حاصل آید

پیدا ہونے لگتا ہی، انواع جمادات مین سے جن مادہ مین قبول صورت کی استعداد زیادہ ہوتی ہی، وہ دوسرون سے باعتبار اعتدال مزاج شریف تر ہوتی ہین اور اس شرف کے مراتب بیشمار ہین یہانتک کہ اجسام مرکب (یعنی بعض جمادات) مین نفس نباتی کے قبول کرنے کی قوت حاصل ہو جاتی ہی،

جمادات ترقی کرتے کرتے نباتات کے درجہ تک پہونچ جاتے ہین، اور اب نباتات مین ارتقا شروع ہوتا ہی،

پس بدان نفس مشرف شود و در و چند خاصیت بزرگ چون اغتذا و نمو و جذب ملائم و نفض غیر ملائم ظاہر شود و این قوتہا نیز در و متفاوت افتد بحسب استعداد وانچہ باُفق جمادات نزدیک تر باشد مانند مرجان بود کہ بمعادن بہتر ماندہ از و گذشتہ مانند گیاہہائے کہ بی بذر و زرع بمجرد امتزاج عناصر و طلوع آفتاب و ہبوب ریاح بروید و در و قوت بقائی شخص زمانے دراز و تبقیۂ نوع نبود، پس ہم برین نسق فضیلت بر نسبتی محفوظ افزاید،

اب جسم جماد اس نفس نباتی سے مشرف ہو جاتا ہی اور اس مین چند برتر خصوصیات پیدا ہو جاتی ہین، مثلاً غذا حاصل کرنا، نمو، جذب موافق، ترک مخالف، یہ قوتین بھی حسب تفاوت استعداد متفاوت ہوتی ہین، مرجان افق جمادات سے نزدیک تر ہی اور معادن سے ترقی کرکے اُن نباتات کی حد تک پہونچ گیا ہے جو خود بخود امتزاج عناصر اور آفتاب و ہوا کی مدد سے اُگتی ہین اور جن مین نہ تو عرصۂ دراز تک خود باقی رہنے کی قوت ہے اور نہ اپنے نوع کے باقی رکھنے کی، یہانتک کہ اُن کا مرتبہ تخم دار گھاس اور

تا بہ گیاہہاے تخم دار و درختان میوہ دار رسد
کہ در ایشان قوت بقاے تشخص و تبقیۂ نوع
بحد کمال باشد و در بعضی کہ شریف تر باشند
اشخاص ذکور کہ مبادی صور موالید باشند
از اشخاص اناث کہ مبادی مواد باشند متمیز
شوند و ہمچنین بدرخت خرما رسد کہ بچند خاصیت
از خواص حیوانات مخصوص است و آن
آنست کہ در نبیۂ او جزوی معین شدہ است
کہ حرارت غریزی در و بیشتر باشد بمثابۂ دل
دیگر حیوانات را تا اغصان و فروع از و
روید چنانکہ شرائین از دل و در لقاح و
گشتن و اون و بار گرفتن و مشابہت بوئی بچہ
بدان بارگیر و بوئی نطفۂ حیوانات مانند دیگر
جانور انست و آنکہ چون سرش ببرند یا آفتی
بدلش رسد یا در آب غرق شود خشک گردد
کہ شبیہہ است بہ بعضی از ایشان، و بعضی از
اصحاب فلاحت خاصیتی دیگر یاد کردہ اند
درخت خرما را از ہمہ عجیب تر و آن آنست
کہ درختی می باشد کہ میل میکند بدرختی و بار

میوہ دار درخت تک پہونچ جاتا ہی اور
اون مین خود باقی رہنے اور اپنی نوع کے
باقی رکھنے کی پوری قوت پیدا ہو جاتی ہی،
اب ان مین بعض ایسے ہونے لگتے ہین جنمین
نر اور مادہ کا امتیاز بھی ہوتا ہی، یہانتک
کہ درخت خرما تک ترقی کر جاتے ہین، جس مین
چند خواص حیوانات پائے جانے لگتے ہین،
مثلاً اس مین ایک جز ایسا ہوتا ہی جس مین
حرارت غریزی زیادہ ہوتی ہی وہ بمنزلہ
دل کے ہوتی ہی اور اس سے شاخین اسطرح
نکلتی ہین جس طرح دل سے شرائین، اسکی
مادہ نر سے بار آور ہوتی ہے، اور جس
مادہ سے بار آور ہوتی ہی اوس کی بو حیوانات
کے نطفہ کی سی ہوتی ہے، جب اوس کا
سر کاٹ ڈالتے ہین یا اوس کے دل پر کوئی
صدمہ پہونچتا ہی یا پانی مین غرق ہو جاتا ہے
تو خشک ہو جاتا ہی، بعض ماہرین فن فلاحت
نے تو اس کی ایک عجیب خاصیت یہ بھی
بیان کی ہی کہ اس کے بعض مادہ درختون کا

گیرد از گشن، ہیچ درختی دیگر جز از گشن آن
درخت و این خاصیت نزدیک است بخاصیت
الفت و عشق کہ در دیگر حیوانات است بر جملہ
امثال این خواص بسیار است درین درخت
و ادرا ایک چیز بیش نماندہ است تا بحیوان
برسد و آن انقلاع است از زمین و حرکت
در طلب غذا و انچہ در اخبار نبوی علیہ السلام
آمدہ است کہ درخت خرما را عمۂ نوع انسان
خواندہ انجا کہ فرمودہ است اَکْرِمُوا عَمَّتَکُمُ النَّخْلَۃَ
فَاِنَّہَا خُلِقَتْ مِنْ بَقِیَّۃِ طِیْنِ آدَمَ ہمانا اشارہ
بدین معنی باشد و این مقام غایت کمال نباتات
است و مبدأ اتصال بہ افق حیوانات،

نباتات اب حیوانات کی صف مین قدم رکھتے ہین، اور اون مین حیات حیوانی پیدا ہونے لگی ہے

وچون ازین مرتبہ بگزرد مراتب
حیوانی بود کہ مبدأ آن بہ افق نبات پیوستہ
بود مانند حیواناتیکہ چون گیاہ تولد کنند و از
تزاوج و تولد و حفظ نوع عاجز باشند چون
کرمان خاک و بعضی از حشرات و جانورانیکہ
در فصلی از فصول سال پدید آیند و در فصلی

میل کسی خاص نر کی جانب ہوتا ہے کہ سوا
اس کے کسی دوسرے سے بار آور ہی نہین
ہوتے، یہ خاصیت بمنزلہ عشق کے ہی غرضکہ
اس درخت مین اس طرح کی بہت سی
خاصیتین ہین، جن سے اس مین حیوان کے
مرتبہ تک پہونچنے کے لئے صرف تلاش غذا
مین حرکت کرنا باقی رہ جاتی ہی، حدیث
نبوی کہ اپنی پھوپھی درخت خرما کی تعظیم کرو،
کہ اوس کی خلقت آدم کی بقیہ مٹی سے
ہوئی ہی، اسی جانب اشارہ کرتی ہے،
یہ انتہائے کمال نباتات اور ابتدائے کمال
حیوانات ہی،

نباتات کی اس ترقی کے بعد مرتبۂ حیوانیت شروع
ہوتا ہی، جس کی پہلی منزلون کے ڈانڈے
حیات نباتی سے ملے ہوئے ہوتے ہین، مثلاً
بعض کیڑے اور پتنگے جو گھاس کی طرح خود بخود
پیدا ہوتے رہتے ہین اور جن مین افزائش
نسل کی قوت نہین ہوتی، بعض کی پیدائش
کسی خاص فصل مین ہوتی ہی، اور جہان

دیگر مخالف آن فصل نیست شوند و شرف ایشان
بر نباتات بقدر تست بر حرکت ارادی احساس
تا طلب ملائم وجذب غذا کنند وچون ازین
مقام گزرد وبحیواناتی رسد که قوت غضبی درایشان ظاهر
شود تا از منافی احتراز نمایند وآن قوت نیز درایشان
متفاوت بود وآلت هر یکے بحسب مقدار قوت ساخته ومعد بود
وانچه بدرجهٔ کمال رسد دران باب بسلاحهاے تمام
که بعضی بمنزلهٔ نیزه ها باشند چون شاخ وسرون
وبعضی بمثابهٔ کاردها وخنجرها چون دندان و
مخلب وبعضی بمحل تیر ودبوس چون سم وانچه
بدان ماند وبعضی بجاے زرہین وتیر چون آلات
رمی که در شهپر مرغان وغیر آن بود ممتاز باشند
وانچه آن قوت در و ناقص باشد بدیگر اسباب
دفع چون گریختن وحیله کردن مخصوص باشند
مانند آهو وروباه، واگر تامل افتد در اصناف
جانوران ومرغان مشاهده کرده آید که هر شخص
را انچه بدان احتیاج بود از آلات واسباب
فراغت ومقدر ومهیاست چه بقوت و
شوکت وترتیب آلات چنانکه یاد کرده آمد

دوسری فصل آئی وہ نیست ونابود ہوجاتے
ہین، ان کو صرف حرکت ارادی واحساس و
تلاش غذا کی بنا پر نباتات پر فضیلت حاصل
ہوتی ہی اس سے آگے بڑھکر اُن حیوانات
کا مرتبہ ہی جن مین قوت غضبی موجود ہوتی ہی،
جس سے یہ دفع ضرر کرسکتے ہین، یہ قوت بھی
مختلف ہوتی ہی، بہ اندازۂ قوت ہر ایک کو
آلات بھی ملے ہین مثلاً سینگ، دانت، پنجے
سُم، شہپر جو بمنزلۂ نیزہ، چھُری خنجر، گرز اور
تیر کے ہین، جن مین یہ قوت ناقص ہی انکے لئے
دوسرے اسباب دفع مہیا ہین مثلاً آہو کے
لیئے رم روباہ کے لئے حیلہ. مشاہدہ سے
صاف ظاہر ہوتا ہی کہ جانوروں اور چڑیونکے
لئے وہ آلات واسباب فراغت جن کی ان کو
حاجت ہی فراہم کردیئے گئے ہین، جو آلات
وقوت سے محروم ہین اُنھین الہام خداوندی
نے ان مصالح پر مطلع کردیا ہے جن سے
وہ بآسانی حصول کمال شخصی ونوعی کرسکین
یعنی ازدواج طلب نسل، اولاد کی حفاظت

وجہ بالہام رعایت مصالح کہ مستدعی کمال شخص یا نوع شود مانند شرائط ازدواج و طلب نسل وحفظ فرزند وتربیت او و ساختن آشیان بحسب حاجت و ذخیرہ نہادن غذا و ایثار آن بر ابنائی جنس و موافقت ومخالفت با ایشان و احتیاط وکیاست وتحری و فراست در ہر تاسنے بحدیکہ خردمند دران متحیر شود و بحکمت و قدرت صانع خویش اعتراف کند سُبْحَانَ الَّذِیْ اَعْطٰی کُلَّ شَیٍٔ خَلْقَہٗ ثُمَّ ہَدٰی، و اختلاف اصناف حیوانات از تفاوت مدارج نباتات زیادہ است از جہتِ قرب آن بہ بسائط وبعد این ازان وشریف ترین انواع آنست کہ کیاست و ادراک او بجدی رسد کہ قبول تادیب وتعلیم کند تا کمالے کہ در و مفطور بود اورا حاصل شود مانند اسپ موذب و باز معلّم وچندانکہ این قوت در و زیادہ بود مرتبہٗ او و رجحان بیشتر بود تا بجاے رسد کہ مشاہدہٗ افعال ایشان را کافی بود در تعلیم چنانکہ انچہ بہ بیند بحاکات نظیر آن تقدیم ساخت

وتربیت، آشیانہ بنانا، غذا کا ذخیرہ فراہم کرنا۔ اپنے ابنائے جنس کو اس مین سے دینا، موافقت و مخالفت کے برتاؤ کرنا، غرض اس درجہ احتیاط و فہم و فراست وصوابدید انکو عطا ہوئی ہی کہ عقلا متحیر ہوہو کر قدرت صانع کے معترف ہوتے ہین، سُبْحَانَ الَّذِیْ اَعْطٰی کُلَّ شَیٍٔ خَلْقَہٗ ثُمَّ ہَدٰی، بہ نسبت نباتات کے اصناف حیوانات کے مدارج مین زیادہ تفاوت پایا جاتا ہی، اسکا سبب یہ ہی کہ کہ حیوانات بسائط سے بعید ہوتے ہین، اور نباتات قریب، بلند ترین حیوانات وہ ہوتے ہین جو تعلیم کو قبول کرکے اپنا کمال نظری حاصل کرسکتے ہین، مثلاً گھوڑا اور باز یہ قوت جس قدر زیادہ ہوگی اتنا ہی انکا مرتبہ بلند ہوگا، چنانچہ بعض حیوانات کے لئے بجائے تعلیم کے صرف مشاہدہٗ افعال کافی ہوتا ہی، وہ جو کچھ دیکھ لیتے ہین بے ریاضت ومشقت اسکی نقل کرنے لگتے ہین، اور یہ مراتب حیوانات کی

بے ریاضتے وتعبے کہ بہ ایشان رسد و این نہایت مراتب حیوانات بود،

انتہا ہے،

حیوانیت کے ڈانڈے انسانیت سے مل جاتے ہین، ارتقاء حیات حیوانی کی انتہا حیات انسانی کی ابتدا ہے

و مرتبۂ اول از مراتب انسانیت مرتبہ متصل باشد و آن مردمانے باشند کہ بر اطراف عمارت عالم ساکن اند مانند سودان مغرب وغیر ایشان چہ حرکات وافعال امثال این صنف مناسب افعال حیوانات بود تا این غایت ہر تراتب وتفاوت کہ افتد بمقتضاے طبیعت بود وبعد ازین مراتب کمال ونقصان مقدر بر ارادہ ورویت بود پس ہر مردم کہ این قوئی در وتمام افتد وبہ استعمال آلات واستنباط مقدمات آن را از نقصان بکمال بہتر تواند رسانید فضیلت وشرف او زیادہ بود بر آنکہ این معانی در و کمتر باشد۔ واوائل این درجات کسانے را بود کہ بوسیلۂ عقل وقوت حدس استخراج صناعات شریف وترتیب حرفتہائی دقیق وآلات لطیف میکنند وبعد ازان جماعتی کہ

یہان سے مرتبۂ انسان کی ابتدا ہوتی ہی، اس ابتدائی درجہ کے انسان (یعنی وحشی وحیوان نما انسان) اطراف عالم مین سکونت پذیر ہین، مثلاً سودان مغرب، ان کے افعال و حرکات حیوانات سے مشابہ ہوتے ہین۔ یہانتک باہمی تفاوت کے مدارج اقتضائے طبیعت کی بنا پر طے پاتے رہتے ہین، مگر اسکے بعد مراتب کمال ونقصان ارادہ اور فکر پر مبنی ہو جاتے ہین، چنانچہ جس شخص مین یہ قوتین کامل ہوتی ہین، وہ ان کے صحیح استعمال سے درجۂ کمال تک پہونچ سکتا ہی، اور ان اشخاص سے کہین آگے بڑھ جاتا ہی، جن مین یہ قوتین نسبتہً کم ہوتی ہین، ان مین ابتدائی درجہ اُن لوگون کا ہی جو قوت عقلیہ سے طرح طرح کی صنعت و حرفت وآلات کے موجد ہین اس کے بعد وہ گروہ ہی جو بوسیلۂ عقل علوم ومعارف

بعقول وافکار وتامل بسیار در علوم ومعارف واقتنائی فضائل خوض می نمایند و از ایشان گزشته کسانیکه بوحی والہام معرفت حقائق واحکام از مقربان حضرت الہیت بی توسط اجسام تلقی میکنند و در تکمیل خلق و تنظیم امور معاش ومعاد سبب راحت و موجب سعادت اہل اقالیم وادواری شوند واین نہایت مدارج نوع انسانی بود وتفاوت این نوع بیشتر از تفاوت بود در نوعہائے حیوانات ہم بدان نسبت کہ در حیوانات ونباتات گفتہ آمد وچون بدین منزلت رسد ابتدائے اتصال بود بعالم اشرف ووصول بمراتب ملائکہ مقدس وعقول و نفوس مجرد تا بہ نہایت آنکہ مقام وحدت بود وآنجا دائرہ وجود باہم رسد مانند خطی مستدیر کہ از نقطۂ آغاز کردہ باشد تا بدان نقطہ باز رسد،

اکتساب فضائل مین سرگرم رہتا ہے، ان بالاتر وہ نفوس قدسیہ ہین جو بذریعۂ وحی والہام معرفت حقائق حاصل کرتے ہین اور بلا توسط اجسام مقربان رب العزت سے اخذ احکام فرماتے ہین اور خلقت کی تکمیل اور ان کے معاش ومعاد کا انتظام ان کے ہاتھون مین ہی اور یہ کمال نوع انسانی کی حد ہی، نوع انسانی مین بمقابلۂ نوع حیوانی اسیقدر تفاوت ہی جتنا کہ حیوانات ونباتات مین بیان کیا گیا اس مرتبہ پر پہونچ کے انسان کی رسائی عالم اشرف وملائکہ وعقول تک ہو جاتی ہے یہانتک کہ وہ مقام وحدت تک ترقی کرجاتا ہی جہان دائرہ وجود کا اختتام اس طرح ہوتا ہے جیسے ایک خط مستدیر کسی نقطہ سے شروع ہو کر اپنا دورہ ختم کر دیتا ہی،

اقتباس بالا کی آخری سطور مین محقق طوسی نے ارتقاء انسانیت کے جس مسئلہ کو

چھیڑ دیا ہی، اِس سے حکماء یورپ کا ایک بڑا گروہ تو قطعاً نا آشنا ہی، جرمن حکماء کا ایک گروہ جو اُصولاً اسے تسلیم کرتا ہی، وہ بھی چونکہ مادّیات کے محدود دائرہ سے ایک قدم آگے بڑھانا کفر خیال کرتا ہے، اسلئے (SUPERMAN) "سوپرمین" (فوق الانسان) وغیرہ کی پریشان خیالیون مین پھنس کر رہ گیا ہی، لے دے کے والس، لاج، وغیرہ کا گروہ رہ جاتا ہے جو عالم اجسام سے برتر و ماورا ایک دوسرا عالم تسلیم کرتا ہے، وہ البتہ اس روحانی ارتقا کے اسرار سے ایک حد تک آشنا کہا جا سکتا ہے، لیکن درحقیقت اِس طلسم کی کامل عقدہ کشائی یورپ کے بس کی بات نہین، اِس معتخوان کو مدتون بیشتر مشرق مین سر کیا جا چکا ہی، اور اِس منزل کے بہترین راہنما "اُن" کے ہان نہین، بلکہ خود ہمارے ہان گذر چکے ہین، قونیہ کا عارف کامل، جسے دنیا رومی کے لقب سے پکارتی ہی، نباتیت، حیوانیت و انسانیت کے ساتھ ان مراتب ملکوتیت و لاہوتیت کے مربوط ہونے کی، اپنی مخصوص ملہمانہ انداز مین یون خبر دیتا ہی ؎

از جمادی مردم و نامی شدم — وز نما مُردم بہ حیوان سرزدم
مردم از حیوانی و آدم شدم — پس چہ ترسم کے زمردن کم شدم
تا برآرم از ملایک بال و پر — جملۂ دیگر بہ میرم از بشر
از ملک ہم بایدم جستن زجو — کل شیٔ ہالک الا وجہہ
بار دیگر از ملک قربان شوم — آنچہ اندر وہم ناید آن شوم
پس عدم گردم عدم چون ارغنون — گویدم اِنّا الیہ راجعون

معارف: حکمائے یورپ بھی غالباً نفس نظریۂ ارتقا کی اولیت اکتشاف کے مدعی نہین ہین، اُن کا اصلی کارنامہ اس نظریہ کے علمی (سائنٹفک) شواہد و دلائل کی فراہمی اور قوانین "تنازع للبقا" و "انتخاب طبعی" وغیرہ کا استقرائی استنباط ہی، باقی اُفق انسانیت سے اوپر کسی مرتبۂ ارتقا کا علم سائنس کی حد نظر سے باہر اور زیادہ تر مابعد الطبیعیات کی بحث ہی، جس کیلئے یقیناً ڈارون ہی اوراق گردانی کے بجائے، رومی کے دفاتر مثنوی کی طرف رجوع کرنا چاہیئے،

اسلام کا اثر یورپ پر

(۲)

علوم وفنون

یورپ مین ازمنۂ وسطیٰ مین رومی اور یونانی علوم وفنون کی ترقی کا افسانہ بالکل فراموش ہوچکا تہا، اور اسوقت اہل یورپ عملی طور پر ان علوم کی نسبت کچھ بھی واقف نہ تھے، رومی اور یونانی علوم کے زوال کے بعد سے یورپ مین بھی تنزل علوم پیدا ہوگیا، اور اسوقت سے گویا تمام علمی کتابون پر مہرین لگ گئین، اگر ایسے وقت مین اہل اسلام نے اس قدیم ذخیرۂ کتب کو جسمین رومی اور یونانی علوم وفنون کے بیش بہا خزانے محفوظ تھے، جانفشانی اور صرف کثیر سے حاصل کر کے اپنی زبان مین منتقل نہ کرلیا ہوتا، اگر انھون نے ان قدیم اقوام کی عظیم الشان یادگارون کو فنا ہونے سے نہ بچایا ہوتا، اور تلف ہونے دیا ہوتا، تو اسمین ذرا بھی شک نہ تہا کہ اہل یورپ جو آج تمام اقوام عالم کے پیشرو نظر آتے ہین، تمدن وتہذیب کے علمبردار نہ بن سکتے، ہمارا یہ دعویٰ تاریخی حقائق پر مبنی ہے، اور خود یورپ کے ماہران تاریخ کو اس امر کا اعتراف ہے، مشہور مصنفین یورپ کے اقوال ہم یہان نقل کرتے ہین،

(۱) موسیو گستاولی بان لکھتا ہے:-

صرف عربون کی بدولت (نہ ان راہبون کی وجہ سے جو زبان یونانی کا نام بھی نہ جانتے تھے) تصانیف قدیمہ ہم تک پہنچی ہین، اور دنیا کو ہمیشہ اُن کا ممنون رہنا چاہیے کہ انھون نے اس

ذخیرۂ بے بہا کو تلف ہونے سے بچا لیا[1]۔"

(۲) مارگو لیتھ لکھتا ہے:۔

"انہی کی تصنیفات کی بدولت یورپ مین فلسفۂ یونان پھر زندہ ہوا[2]۔"

(۳) پروفیسر رینالڈ نکلسن لکھتا ہے:۔

"اگرچہ مسلمانون نے جن مختلف شعبہ جات علوم مین قیمتی اضافے کئے اُنکو ضرور تسلیم کرنا چاہیے، مگر یہ تحقیقات و اکتشافات اس بار احسان کے مقابلہ مین بہت کم وقعت رکھتی ہین جو اہلِ عرب نے ازمنۂ وسطی کے یورپ پر لطور ہنایان وشعل برداران علم کے ہم پر کیا ہے[3]۔"

(۴) جان کلرک رِڈپا تھ لکھتا ہے:۔

"علوم کی تخم افشانی اسلام کے اسکالرون نے کی اور اس طرح ہلال نے صیبب کو اصول علمی دفنی کا درس دیا[4]۔"

ان کے علاوہ اور بھی کئی یورپین مصنفین نے اس امر کا اعتراف کیا ہے، مگر چونکہ اُنکی تصنیفات ہمارے پاس نہین ہین، اسلئے موجودہ اقتباسات پر ہی اکتفا کرنا پڑا۔

تراجم اور فلسفۂ یونان[5] کسی قوم کی ترقی علم وادب کا ابتدائی زمانہ بیرونی ممالک کے مصنفین کی کتابون کے ترجمہ سے شروع ہوتا ہے، اہل اسلام بھی اس سے مستثنیٰ نہین رہے، اُنھون نے قدیم اہل یونان کی تقریباً تمام تصانیف کو جو دستبرد زمانہ سے تلف ہوجانے کے قریب تھین، یہی نہین کہ اپنی زبان مین منتقل کرلیا، بلکہ اپنا بنالیا، انہی کے ذریعہ سے فلسفۂ یونان کا نام

[1] تمدن عرب صفحہ ۵۱۴، [2] محمڈنزم صفحہ ۲۴۴، [3] لٹریری ہسٹری آف دی عربز، صفحہ ۳۵۹، [4] انسائیکلوپیڈیا آف یونیورسل ہسٹری جلد ۲ صفحہ ۱۲۵، [5] تراجم کے لئے دیکھو علامہ شبلی کی کتاب تراجم جو اس موضوع پر نہایت مبسوط ہے،

پھر زندہ ہوا،

یونانی فلسفہ کی کتابون کے ترجمہ کی طرف سلمانون کی توجہ خاندان عباسیہ کے مشہور تاجدارون منصور، ہارون، اور پھر اسکے خلف الرشید مامون کے عہد زرین مین ہوئی، یہ وہ زمانہ تھا جب یونانی منطق و فلسفہ کی تحصیل کفر و الحاد کی مترادف تھی، چنانچہ یہ ضرب المثل ہوگئی تھی کہ من تمنطق فتزندق، لیکن آزاد خیال مسلمانون نے اُسکی کچھ پروا نہ کی، اور ان خلفا کی زیر سرپرستی یونانی علوم کا سرمایہ اپنی زبان مین منتقل کرلیا، خلیفۂ ہارون الرشید نے اس کام کے لئے "بیت الحکمۃ" قائم کیا تھا جسمین بلا لحاظ مذہب و ملت بڑے بڑے ماہرین السنہ اور فضلاے وقت کو شریک کیا گیا تھا، تاکہ وہ تمام کتب قدیمۂ یونان کا عربی مین ترجمہ کرین، اسکے عہد مین فلسفۂ یونان کی اکثر کتابین ترجمہ ہوئین، اسکے بعد مامون الرشید نے اس کام کو اور ترقی دی، اور اسمین بہانتک کوشش کی اور اسقدر سخاوت سے کام لیا کہ جسقدر ترجمہ کیا جاتا تھا اُسی کے ہموزن سونا دیتا تھا۔[۱]

مامون ہی کی تقلید بغداد کے اکثر امراء و اہل دول نے کی، اسلئے وہان عراق، شام، فارس، روم، اور ہندوستان سے ترجمہ کرنے کے لئے حکما، اور برہمن پنڈت وغیرہ آنے لگے، یونانی، فارسی، سریانی، قبطی اور لاطینی زبانون سے مختلف علوم و فنون کی کتابون کے ترجمے ہونے لگے، مامون کے بعد بھی چند خلفا کے زمانہ تک یہی طریقہ جاری رہا، اور تمام اہم کتابین علوم قدیمہ کی عربی مین ترجمہ کرلی گئین،[۲]

عیسائی مصنفین کی طرف سے عموماً یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ سلمانون نے فلسفۂ یونانی کو عربی مین ترجمہ کرنے مین بہت غلطیان کی ہین، اور وہ اس زبان مین کافی مہارت ہنو نیکی

---

[۱] علوم عرب جرجی زیدان صفحہ ۱۷۰ [۲] ایضاً،

وجہ سے فلاسفۂ یونان کے خیالات کو برابر نہین سمجھ سکے[۱]، مگر یہ صحیح نہین ہے اسلئے کہ جب گیارھوین صدی کے وسط مین علماے یورپ نے یونانی فلاسفہ کی کتابون کا ترجمہ کرنا چاہا تو اُنھون نے عربی تراجم کو اصل سے قریب تر پایا، بلکہ جو باتین وہ اصل یونانی مین نہ سمجھ سکے تھے اُنکو عربی مین سمجھا، چنانچہ یورپین مصنفین کو اس بات کا اعتراف ہے کہ عربی تراجم اصل کے مطابق نہایت صحیح ہین:-

"اہل عرب کے اس اثر کی جو موجودہ دور تمدن کے تمام شعبہ جات پر پڑا ہے، سب سے واضح اور نمایان خصوصیتون مین سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ اُنھون نے یورپ مین قدیم مصنفین یونان کا علم پہنچایا، جنکی زبان، تصنیفات اور نامون تک قطعی فراموش ہو چکے تھے، نہایت جرارت کے ساتھ اس بات کو قبول کرنا چاہیے کہ ان کثیر التعداد تراجم اور اُنسے بھی زیادہ ان کثیر التعداد شرحون نے جو اہل عرب نے قدیم اہل یونان کی تمام کتابون پر لکھین، اور جو اُنکے لٹریچر کو یونانی لٹریچر کا فرزند ثانی بناتی ہین، زمانہ حال کے لوگون کو قدیم علوم وفنون کا پہلا خیال دلایا، اور محض انہی کے تراجم ان اصلی اور قدیم مصنفین کی تصنیفات حاصل کرنے، اور اُنکو سمجھنے کا ذریعہ بنے، بقول مسٹر ہائنڈ علوم یونانی کا ایک بہت بڑا حصہ جو اصلی ذرائع سے ہمارے پاس پہنچا ہے وہ پہلے پہل ہمکو عربون کے ہاتھ سے پہنچا[۲]۔"

اسمین ذرا بھی شک نہین کہ مسلمانون نے کتب فلسفہ و دیگر علوم یونان کی محافظت کی، اور اُسکو نئی زندگی بخشی، اور یورپ کو نہ صرف اُن بیش بہا تصنیفات سے آشنا کر دیا بلکہ اُنکا پڑھنا سکھایا، اہل یورپ کو مجبوراً ماننا پڑا ہے کہ اُن قیمتی خزانون کے محافظ مسلمان ہی تھے[۳]،

---

[۱] آئینۂ عرب (ترجمۂ صناجۃ الطرب) از نوفل آفندی صفحہ ۲۳۰ و ۲۳۱، ہسٹورینس ہسٹری آف دی ورلڈ، جلد ۸ صفحہ ۲۷۶۔ [۳] ایضاً۔

"اگر ہم علوم انسانی کی تمام تاریخ کا پتہ چلائین اور اس حقیقت کو یاد رکھین کہ یونان نے اسکندریہ مین رومی علوم کو زندہ رکھا تو ہمکو علوم یونان کے مقدس ڈپو کی محافظت کو یورپ کی علمی نشاۃ الثانیہ کے زمانہ تک عربون ہی سے منسوب کرنا پڑیگا"[1]

یہ کہا جاتا ہے کہ فلسفہ مین مسلمانون کی ہمت فلاسفۂ یونان کے تراجم، اُن کے شروح، تعلیقات و تلخیصات تک محدود رہی، اور اُنھون نے بطور خود اسمین زیادہ ترقی نہین کی، تاہم مشہور فلاسفۂ اسلام الرازی، کندی، ابن سینا، ابن رُشد، امام غزالی وغیرہ نے مشاہیر فلاسفۂ یونان کے رد مین کئی کتابین لکھ ڈالین اور اُنکے سیکڑون نظریون کی تغلیط کی اور اُنکے بیشمار اصولون کو محض بے بنیاد کرکے رکھدیا، پھر بھی یورپ آج تک باوجود ادعاے ہمہ دانی اس سے زیادہ اور کچھ نہ کرسکا، کہ اُسکا تمامتر انہی مشاہیر حکماے اسلام کی تصنیفات پر دار و مدار رہا، اور تیرھوین صدی عیسوی کی ابتدا سے اسکے دار العلومون مین ابن رشد ہی کا فلسفہ رائج تھا[2]، ارسطو کا فلسفہ بھی سب سے پہلے مسلمانون ہی نے اہل یورپ کو سکھایا، ایک عیسائی مورخ یون لکھتا ہے:-

"فلسفۂ ارسطو سب سے پہلے ان مسلمانون کی بدولت یورپ مین پہنچا، جنھون نے اسپین کو (جو اوائل قرون وسطی مین علوم و فنون کا اہم مرکز تھا) فتح کرلیا، تصانیف ارسطو کے عربی تراجم کے لاطینی ترجمے کئے گئے، اور اسطرح ارسطو کے مسائل مسیحی دنیا کے دار العلومون کے لکچر رومز (خطبہ گاہون) مین سکھاے جانے لگے"[2]

منطق استقرا[3] | فلسفہ کا ذکر کرتے ہوے مین اپنے مضمون کی تکمیل مین قاصر رہونگا اگر مین منطق

---

[1] تمدن عرب صفحہ ۵۱۵ [2] ہسٹری آف ماڈرن فلاسفی از اے، ڈبلیو بین صفحہ ۱۰۳، [3] امور خصوصیہ سے حقائق عمومیہ کے استخراج کرنے کو طریقۂ استقرا کہتے ہین۔

استقرار کا ذکر نہ کرون، یورپ مین یہ عام خیال ہے کہ منطق استقرار کی ایجاد کا سہرا لارڈ بیکن کے سر ہے، لیکن اہل یورپ کو یہ نہین معلوم کہ امام غزالی نے اپنی منطقی تصنیفات[1] مین استقرار کی بنیاد ڈالی، ڈاکٹر ڈریپر بھی استقراء کو بیکن سے منسوب کرنے کے خلاف ہے وہ لکھتا ہے:-

"طریقۂ استقرار کو بیکن سے منسوب کرنا گویا تاریخ کو فراموش کر دینا ہے[2]"

لارڈ مکالے نے ایسیز مین بیکن کو فلاسفہ مین سب سے اونچی جگہ بٹھایا ہے مگر وہ بھی استقرار کو اس سے منسوب کرنے کا سخت مخالف ہے[3]، ڈاکٹر لی بان اس امر مین ہمارا ہمخیال ہے جبکہ وہ یہ لکھتا ہے:-

"تجربہ اور مشاہدہ کو اقوال اساتذہ کے مقابل مین تحقیقات علمی کے اصول قرار دینا عموماً بیکن کی طرف منسوب کیا جاتا ہے لیکن اسوقت تک تسلیم کرنا چاہیئے کہ اسکے موجد عرب تھے، کل محققین یورپ علی الخصوص ہمبولڈ جرمنی سیاح جنھون نے عربی تصنیفات کو دیکھا ہے اب اس امر کے قائل ہین[4]"

---

[1] امام غزالی کی بعض منطقی تصنیفات یورپ مین طبع ہو گئی ہین، ان مین سے ایک کتاب مقاصد الفلاسفہ کے چند صفحون کا ترجمہ ڈڈمنیک گوندی سالوی نے کیا، اور وہ ۱۵۶۷؁ مین بمقام وینس چھاپا گیا، یہ علامہ شبلی مرحوم کی نظر سے گذرا ہے، اسمین منطق کے ابتدائی مسایل ہین لیکن جس وضاحت کے ساتھ ان مسائل کو لکھا ہے کسی مصنف نے آج تک نہین لکھا، منطق مین ایک اور کتاب امام صاحب کی ہے جسکا نام میزان العمل ہے اسلامی ممالک مین یہ کتاب بالکل نایاب ہے، لیکن یورپ مین اسکا عبرانی ترجمہ جو ایک یہودی مسمی بہ ابراہیم حصدائی نے کیا تھا، مانبیو گول دنتال نے لیپزگ مین ۱۸۳۹؁ مین چھاپا (دیکھو الغزالی صفحہ ۵۳، ۵۸) [2] الغزالی صفحہ ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، [3] کانفلکٹ بٹوین ریلجن اینڈ سائنس صفحہ ۲۳۳، (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آیندہ)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ جسطرح فلسفہ مین یورپ والے مسلمانون کے خرمن علم کے خوشہ چین رہے، اسی طرح منطق مین بھی وہ اُنکے دست نگر بنے، ڈاکٹر نوفل لکھتا ہے:۔

کما اخذ الافرنج اکثر علومهم عن العرب	جس طرح اہل فرنگ نے اکثر علوم عربون سے لئے
اخذوا کذالک عنهم علم المنطق ایضاً	اسی طرح علم منطق بھی اُنھون نے انہی سے حاصل کیا
(ولکنه علی الوجه الذی اشرنا	مگر وہ بھی اسطرح جیسا کہ ہمنے پیشتر اُسکی نسبت اشارہ
الیه) ودام عندهم علی هذه	کیا ہے (یعنی لاطینی تراجم کے ذریعہ سے) اور جو
الصورة الی الاواخر الجیل السادس	غلطیان اُنھون نے کی ہین اُنکو ویسا ہی قائم
عشر للمیلاد"	رکھکر) اور اسی صورت مین یہ علم اُن کے ہان
[1]	سولھوین صدی کے آخر تک قائم رہا۔

نظریۂ ارتقاء "ایوولیوشنری تھیوری" یا نظریۂ ارتقاء چارلس ڈارون کی اولیات مین شمار ہوتا ہے، جسمین اُس نے نسل انسانی کی ابتدا کا سراغ لگایا ہے، اور ثابت کیا ہے کہ انسان پہلے جماد تھا، پھر نبات ہوا، اور پھر بتدریج ترقی کرتے کرتے حیوان کی شکل بن آیا، جکی ہیئت اولین بندر کی تھی، اسکی نسبت ہمارے ظریف الطبع شاعر کی یہ پھبتی مشہور ہے:۔

بنے بندر سے ہم انسان ترقی اسکو کہتے ہین
ترقی پر بھی بیٹھو بدنصیبی اسکو کہتے ہین

آج اکثر تعلیم یافتہ مسلمان واقف ہین کہ اس مسئلہ کو سب سے پہلے دنیا مین پیش کرنے والے انہی کے اسلاف تھے، ہم اپنے مضمون مین تفصیل کی گنجائش نہین پاتے، ورنہ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [4] الیسنر بائی مکاے صفحہ ۷۰ لم (لندن ۱۸۹۳ء) [5]، تمدن عرب صفحہ ۴۰۰

[1] زبدة الصحائف فی اصول المعارف صفحہ ۱۹ طبع ناصری بمبئی،

حکماے اسلام کی تصنیفات سے دکھاتے کہ کس طرح اُنھون نے اس نظریہ کو ثابت کیا ہی اور ڈارون کے نظریہ کے ساتھ اسکو کیا مطابقت ہے[1]،

بعض عیسائی علماے سائنس بھی اس سے بیخبر نہین ہین کہ اس مسئلہ کے سب سے پہلے موجد مسلمان ہین، چنانچہ ڈاکٹر ڈریپر لکھتا ہے :۔

"بعض دفعہ تعجب ہوتا ہے جب ہماری نظر ایسے خیالات پر پڑتی ہے جنکی نسبت از راہ فخر ہم یہ سمجھتے ہین کہ ان خیالات کے موجد ہونے کا شرف ہین کو حاصل ہے، مثال کے طور پر نظریۂ ارتقا و ترقی کو لیلو جسکو ہم اپنے زمانہ کا اکتشاف سمجھتے ہین، حالانکہ اس مسئلہ کی تعلیم اس سے بہت پہلے اُنکے (مسلمانون کے) مدارس مین دیجاتی تھی، اور ہنو اُسکے محدود ہی معنی لیتے ہین لیکن وہ ہم سے بھی آگے بڑھے ہوے ہین اور اجسام غیر عضوی تک کو اسکے دائرۂ عمل مین داخل سمجھتے ہین[2]"

تاریخ دنیا جانتی ہے کہ فن تاریخ کو مسلمانون نے کسدرجہ پر پہنچا دیا، "فن تاریخ" کی تدریجی ترقی کا اگر سراغ لگایا جاے تو صاف معلوم ہو جائیگا کہ اس فن کے ساتھ مسلمانون سے زیادہ کسی قوم نے اعتنا نہین کیا، اُنھون نے اس فن مین اسقدر ترقی کر لی تھی کہ اُنکی طرز تاریخ نویسی پر کسی قسم کا اضافہ کرنے کی گنجائش نظر نہین آتی[3]، فلسفۂ تاریخ کے اصول کو جسطرح ہمارے مشہور مورخون نے سمجھا وہ کئی صدیون کے بعد آج یورپ کی سمجھ مین آے ہین، پروفیسر مارگولیتھ کا یہ اعتراض کہ اُنکی تاریخین اس سیاسی تجربہ سے خالی ہین، جو خاص سیاسیات ارسطالیسی کی بنیاد ہے[4]، محض اُسکی کوتاہ بینی اور تعصب پر مبنی ہے، یورپین مورخین جو فن تاریخ کے مدعی

[1] دیکھو کتاب "معارج الدین" مصنفہ پروفیسر نواب علی ایم اے (بڑودہ کالج) جو انکی بنظیر تصنیف ہی، اس سے ہمارے اس قول کی تصدیق ہو سکیگی [2] کانفلکٹ بٹوین ریلجن اینڈ سائنس صفحہ ۱۱۸، [3] محمڈنزم صفحہ ۲۴۹، [4] محمڈنزم صفحہ ۲۴۹،

ہین اکثر جب مسلمانون اور اسلامی ممالک کی تاریخ لکھنے بیٹھتے ہین تو اُن کا ماخذ تمامتر عربی کی وہ کتابین ہوتی ہین جو لفظاً تاریخ کے تحت مین نہین آسکتین، مثلاً کشف الظنون، فہرست ابن الندیم وغیرہ یا متعصب عیسائی مورخین کی تاریخین جسمین ابو الفرج ملطی کی تاریخ الدول بہت مشہور و متداول ہے، یہ کتاب جسکا لاطینی ترجمہ ڈاکٹر پوکاک نے کیا ہے اور اسمین خود کی طرف سے بھی بہت کچھ رنگ آمیزی کی ہے، اکثر اسلامی تاریخی امور مین اہل یورپ کا موجودہ زمانہ مین بہترین ماخذ ہے، گبن کی رومن امپائر کے حصۂ اسلامی تاریخ کا اکثر امور مین یہی ماخذ ہے، افسوس تو یہ ہے کہ اُنھون نے کبھی اُن مشہور عربی تاریخ نویسون، طبری، مسعودی، بیرونی، مقریزی، ابن خلدون وغیرہ کی تاریخون کا مطالعہ غور و فکر اور ٹھنڈے دل سے نہین کیا، حالانکہ یہی کتابین سب سے پہلے انہی لوگون کے اعتنار سے طبع ہوئین، اگر واقعی اُنھون نے ان اصل تواریخ کو پڑہا ہے، اور پھر بھی وہ یہ کہتے ہین کہ اسلامی تواریخ "سیاسی تجربہ" کے عنصر سے خالی ہین تو سوا اسکے کیا کہا جاسکتا ہے: -

آنکس کہ نداند و بداند کہ بداند   درجہل مرکب ابد الدہر بماند

پھر بھی کبھی کبھی کوئی حق بات انکے قلم سے نکل جاتی ہے، چنانچہ یہی مصنف اس بات کا قائل ہے کہ

"تنقید التاریخ" جسے جرمن زبان مین "تنقید اسناد"

کہتے ہین درصل ایک اسلامی ایجاد ہے[۲]۔"

اور تاریخی تحریرات مین ہر فقرہ کے لئے ماخذ کا حوالہ جو فٹ نوٹ مین دیا جاتا ہے درصل اسلامی طرز ہے جسکو اہل یورپ نے اختیار کیا ہے[۳]،

---

[۱] اسمین شک نہین کہ بعض اہم تاریخی معلومات ہمکو ان فہرستون سے حاصل ہوتی ہین مگر اصل واقعات کو مشہور و معتبر تواریخ مین ڈھونڈھنا چاہیئے۔ [۲] محمدنزم صفحہ ۲۴۸ [۳] ایضاً صفحہ ۲۴۹،

جغرافیہ | مسلمانون نے جغرافیائی تحقیقات مین جو کوششین کی ہین اسکا اعتراف اکثر مصنفین یورپ کو ہے مگر باوجود اس اعتراف کے کہ مسلمانون کا علم جغرافیہ ذاتی مشاہدات پر مبنی ہے، جہان علم جغرافیہ نے سائنٹفک طرز اختیار کی ہے وہان وہ بطلیموس سے ماخوذ بتلایا جاتا ہے[1]، لیکن ان مصنفین کو نہین معلوم کہ پہلے پہل یورپین جغرافیہ دان اور نقشہ کش عربی کتابون ہی کے طفیلی تھے، اور اسی پرواز پر اپنی کتابین لکھتے ہین"[2]۔

سلمان پہلی قوم تھی جھون نے بلاد بعیدہ کا سفر کیا، تمام دنیا کے عجائبات دریافت کئے، حدود زمین کی پیمائش کی، مشہور جغرافی ملطبرون لکھتا ہے کہ دریافت امریکہ کے لئے کلمبس سے پہلے کچھ لوگ جنھین معزورون کہتے تھے، لشبونہ (اندلس کا ایک مقام) سے نکلے تھے اور وہ سب کے سب عرب تھے، دریاؤن کا سفر کرتے تھے اور عجیب و غریب مقامات اور زمینون کی تلاش بحر اطلانطک مین کرتے پھرتے تھے[3]۔

موسیو لیبان مسلمانون کی جغرافیہ دانی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

"اُنھون نے فن جغرافیہ کو کسقدر ترقی دی، اور موسیو ڈی وی وین ڈی سینٹ مارٹن کے سے لائق اور واقف کار جغرافی کا عربون کی تحقیقات سے قطع نظر کرنا بجز اسکے سمجھ مین نہین آتا کہ اسلام کے خلاف اسوقت تک یورپ مین نہایت شدید موروثی تعصب باقی ہے، تحقیقات علمی کے لحاظ سے عربون نے وہ درست ہیئت کے حسابات کئے جنپر نقشون کی بنا ہے، اور اُنھون نے یونانیون کی فاش مقامی غلطیون کو درست کیا، سیاحت اور اسفار کے لحاظ سے اُنھون نے ایسے سفرنامے شائع کئے جن سے دنیا کے

---

[1] نولدیکی کا مضمون "احاطۂ تاریخ عرب" مندرجہ ہسٹورینس ہسٹری آف دی ورلڈ جلد ۸ صفحہ ۲۰، [2] آئینۂ عرب (ترجمۂ صناعۃ الطرب) صفحہ ۶۱۰ [3] ایضاً صفحہ ۲۰۶ بحوالہ ملطبرون،

ان ممالک کے حالات جو پہلے معلوم نہ تھے اور جہان اہل یورپ کا گذر تک نہین ہوا تھا، ظاہر ہوے، تصنیفات جغرافی کے لحاظ سے اُنھون نے وہ کتابین لکھین جو ما سبق تصنیفات کی جگہ قائم ہوگئین، اور جنکی تقلید پر یورپ نے کئی صدی تک اکتفا کی۔[1]

علم جغرافیہ مین سلمانون کی تحقیقات و اکتشافات کا اندازہ اُنکے ان سفرنامون سے ہوتا ہے جو اُنھون نے دور دور دراز ممالک کی سیر و سیاحت اور ذاتی مشاہدات سے کئے ہین، عجیب و غریب جغرافیائی معلومات سے پُر ہونیکے علاوہ یہ سفرنامے علم الاثار (ارکیالوجی) کا بیش بہا ذخیرۂ معلومات ہین، مارگولیتھ لکھتا ہے:۔

"ساتوین اور آٹھوین صدی ہجری کے دو مشہور سیاحون ابن جبیر اور ابن بطوطہ کے سفرنامے ہمارے پاس موجود ہین، آخرالذکر کا سفرنامہ عالمان آثار قدیمہ کے لئے معلومات کی ایک کان ہے، اور یورپ کی ایک سے زیادہ زبانون مین اسکا ترجمہ ہوچکا ہے۔[2]

مصر کا عیسائی مصنف سلیمان بستانی مشہور اسلامی مورخ اور جغرافی شریف ادریسی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

"وتاليفه يدل على حالة المعارف الجغرافية بين العرب فى القرن الثانى عشر ومع انه يوجد فيه اغلاط كثيرة كما يوجد فى استرابون كان الينبوع الذى استقى منه جغرافيو الغرب قبل اكتشافات البرتوغاليين فى القرن الخامس عشر۔"[3]	اور اسکی تصنیف بارہوین صدی عیسوی مین اہل عرب کے علم جغرافیہ کی حالت پر دلالت کرتی ہے اور باوجود اسکے کہ اسمین بہت سی غلطیان پائی جاتی ہین، جیسی کہ استرابو کے جغرافیہ مین پائی جاتی ہین پھر بھی پندرہوین صدی مین پرتگالیون کے جغرافیائی اکتشافات سے قبل یورپ کے جغرافیہ نویسون کا یہی ماخذ و منبع تھا۔

[1] تمدن عرب صفحہ ۲۲۸ [2] محمڈنزم صفحہ ۱۴۲ [3] دائرۃ المعارف جلد ثانی صفحہ ۶۷۴

علم ہیئت و نجوم

اس فن کو ایک مکمل سائنس کے درجہ پر پہنچا دینے والے مسلمان علما تھے، اور یہ بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ اس فن مین مسلمانون نے اسقدر ترقی کر لی تھی کہ وہ کام جسکو اقوام یورپ نے بالکل زمانۂ حال مین کیا ہے وہ اسوقت کر چکے تھے[1]۔

طامس بکل مسلمانون کے علم نجوم کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے :۔

"علوم کی کوئی شاخ جسکو اہل عرب نے سائنس کے رتبہ پر پہنچا دیا ہے تو وہ نجوم ہے، جسمین آٹھوین صدی کے وسط مین خلفاء کی زیر سرپرستی اُنھون نے بہت کچھ کمال پیدا کیا اور اسکو ترقی دیتے رہے[2]"

اس بات کے ماننے مین ذرا بھی پس و پیش نہین کرنا چاہیئے کہ یورپ نے اس فن کے متعلق تمامتر اسلامی مصنفات سے اخذ کیا اور آج تک اسپر کسی قسم کا مزید اضافہ نہ کر سکے، اس فن مین اُنکے اہم اکتشافات کا دائرۂ عمل بہت وسیع ہے، جسمین سے مشتے نمونہ از خروارے ڈاکٹر ڈریپر کی زبانی سن لینا چاہیئے،

"اُنھون نے ان تمام ستارون کی فہرست تیار کی جو اس حصۂ آسمان پر نظر آئے، جو اُنکے مقابل تھا، اور بڑے بڑے ستارون کے نام رکھے جو آج تک تبدیل نہین ہوئے اُنھون نے یہ اصول دریافت کیا کہ شعاع نور ہوا مین بشکل قوس گذرتی ہے، چاند اور سورج کے افق پر نظر آنے کی توجیہ کرتے ہوئے بتایا کہ یہ اجرام قبل از طلوع و بعد از غروب کیون دکھائی دیتے ہین، شفق کی اصلیت اور ستارون کے جھلملانے کی صحیح وجہ دریافت کی، یورپ مین جو پہلی رصدگاہ قائم ہوئی وہ مسلمانون ہی کی بنائی ہوئی تھی، اجرام فلکی کی نقل و حرکت کے متعلق اُنکی تحقیقات کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ زمانۂ حال کے سب سے

[1] تمدن عرب صفحہ ۱۷۰ [2] ہسٹری آف دی سولزیشن آف یورپ جلد اول صفحہ ۷۱ کا نوٹ نمبر ۱۲۰،

قابل ماہران فن ریاضیات نے اُنکے رصدی نتائج سے استناد کیا ہے[۱]"

ابن رشد نے آفتاب کے کلف کو بذریعہ رصد دیکہا تہا، حالانکہ اسوقت تک یورپ والون کو اسکی خبر بھی نہ تھی[۲]، غرضکہ مسلمانون نے اس فن مین حیرت انگیز ترقی کی تھی، اور آج یورپ مین جو کچھ انکشافات اس علم کے متعلق ہورہے ہین وہ سب اہل اسلام کے تصدق مین ہین، بیلی اپنی کتاب "تاریخ علم الہیئت" مین لکھتا ہے: ۔

" یورپ مین قرون وسطیٰ مین احیاء علوم کی طرف جو پہلا قدم بڑہایا گیا وہ الفرغانی[۳] کی کتاب "مبادیات علم نجوم" کا ترجمہ تہا"

یہ الحسن[۴] کی کتاب (الفجر والشفق) کا طفیل ہے کہ کیپلر کو انعکاس کرۂ ہوائی کا علم ہوا اور یہ بہت ممکن معلوم ہوتا ہے کہ آئزک نیوٹن کا داستان رپ مین سیب گرنے پر قانون کشش ثقل کو دریافت کرنا بہ نسبت اسکے زیادہ تر اہل عرب ہی کا ممنون توجہ ہو کیونکہ محمد بن موسیٰ الخوارزمی نے جو کچھ "حرکت اجرام سماوی" اور "قوت کشش" پر لکہا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ضرور بموافقت عامہ (کشش ثقل) کے قانون عظیم سے بہت پیشتر واقف تہا[۵]"

علم المناظر والمرایا — ڈاکٹر لیبان نے جہان اہل عرب کے علوم و فنون کا تذکرہ کرتے ہوئے اُنکی ایجادات واختراعات کی فہرست دی ہے ان مین سب سے اعلیٰ درجہ کی ایجاد یہ بتلائی ہے کہ

---

[۱] کانفکات صفحہ ۱۵۹ - ۱۵۸ [۲] آئینۂ عرب صفحہ ۹۶ [۳] محمد ابن کثیر الفرغانی کی ایک تصنیف "کتاب فی الحرکات السماویۃ وجوامع علم النجوم" ۱۶۶۹ء مین یعقوب غولیوس کے اہتمام سے مع لاطینی ترجمہ کے ہالینڈ مین طبع ہوئی (اکتفاء القنوع صفحہ ۲۴۲) [۴] ابوعلی محمد بن الحسن بن الہیثم البصری مسلمان علماے ہیئت وریاضی کے طبقہ مین سب سے زیادہ مشہور و معروف ہے، ۳۵۴ھ مین بمقام بصرہ پیدا ہوا، اور ۴۲۹ھ مین بمقام قاہرہ وفات پائی،
[۵] ہسٹورینس ہسٹری جلد ۸ صفحہ ۲۷۹،

انھون نے علم المناظر مین اعلیٰ درجہ کی معلومات حاصل کین اور اسکے لئے باریک آلات جر ثقیل ایجاد کئے[1]، اور ایک جگہ ہیئت و نجوم کے مشہور عالم الحسن کی کتاب "المناظر" پر راے زنی کرتے ہوے لکھا ہے :-

"بہت ہی عجیب الحسن کی کتاب المناظر ہے جسکا ترجمہ لاطینی اور اطالوی زبانون مین ہوا تھا اور جس سے کیپلر نے اپنی کتاب مناظر مین بہت کچھ کام لیا ہے، اسمین نہایت محققانہ ابواب ہین، جنمین (۱) آئینون کے نقطۂ اجتماع الضوء (۲) اور ان مین تماثیل کے ظاہری مقامات (۳) مسالہ انعطاف شعاعی اور تماثیل کا ظاہر بڑا پن وغیرہ مسائل سے بحث کی ہے، اسی کتاب مین مسٔلہ مندرجہ ذیل کو بھی جسکا حاصل کرنا درجۂ چہارم کی مساوات پر موقوف تھا، اقلیدس سے حل کیا ہے وہ مسئلہ یہ ہے :- ایک مدور آئینہ مین نقطۂ انعکاس کو معلوم کرنا جسوقت کہ شئے منعکس اور آنکھہ کا مقام معلوم ہو، موسیو شاسل جن سے بہتر اس امر مین راے دینوالا کوئی شخص نہین ہے، الحسن کی کتاب کو یورپ کی کل معلومات علم مناظر کا ماخذ خیال کرتے ہین[2]"

سطور محولۂ بالا سے بہ بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ اس فن مین جو تحقیقات ہوئین وہ تمامتر علماے اسلام کی دماغی کاوشون کا نتیجہ ہین، اگرچہ دراصل اسکے موجد ہونے کا فخر اہل یونان کو ہے لیکن جس صورت مین یہ فن انھون نے وضع کیا وہ بالکل سطحی اور معمولی تھا، اس فن مین انکی تصنیفات مین سے صرف اقلیدس کی ایک کتاب مسلمانون کو ہاتھ لگی ہے جسکا عربی مین "اختلاف المناظر" کے نام سے ترجمہ ہوا،

الجبر و المقابلہ | علم ریاضیات اہل یونان سے مسلمانون کو حاصل ہوا، انھون نے اس فن مین

[1] تمدن عرب صفحہ ۴۴۴ [2] ایضاً صفحہ ۴۳۴،

اہل یونان کی اکثر تصنیفات کا ترجمہ کر ڈالا، اور آج انہی ترجمون کی بدولت اہل یورپ کو علوم ریاضیہ حاصل ہوے، کرنیلوس فاندیک لکھتا ہے:۔

خدم علماء ابناء العرب علم الریاضۃ	علماے عرب نے علم ریاضی کی بہت بڑی خدمت
خدمۃ کلیۃ ولولا لضاع کثیر من	انجام دی ورنہ اہل یونان کی بہت سی تصنیفات
مصنفات الیونان فی الریاضیات	علم ریاضیات ضائع ہوجاتین جو اصل یونانی
لانہا حفظت فی ترجمات عربیۃ بعد	تلف ہوجانے کے بعد عربی ترجمون کی وجہ سے
فقدان الاصل الیونانی"[1]	محفوظ رہ گیئن،

خود الجبرا (Algebra) کا لفظ شہادت دے رہا ہے کہ یہ عربی الاصل ہے اور اسلئے مسلمان ہی اسکے موجد کہے جاسکتے ہین، اگرچہ اصل مین ابرخس یا دیوفنطس اس علم کے واضع بتاے جاتے ہین، لیکن اہل عرب نے اسکی بہت کچھ اصلاح کرکے ایسے عمدہ قواعد واصول پر اسکو مبنی کر دیا ہے کہ اب انہی کی طرف منسوب ہونے کے قابل ہوگیا ہے[2]،

مسلمانون مین سب سے پہلے اس علم پر جسکو اطلاع ہوئی وہ عہد مامون کا مشہور مترجم ابوجعفر محمد بن موسی الخوارزمی[3] ہے، اس فن مین اُسکی کتاب الجبر والمقابلہ بہت مشہور ہے، جو سنہ ۱۸۳۱ء مین علامۂ روزن کے انگریزی ترجمہ کے ساتھ لندن مین چھپکر شائع ہوگئی ہے عیسائی مورخ جرجی زیدان کا یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ:۔

"اہل یورپ نے اپنی آخری اور موجودہ ترقی مین جبر ومقابلہ بالکل عربی سے لیا[4]"

ڈاکٹر نوفل کی بھی یہی راے ہے[5]، لیبان کہتا ہے:۔

---

۱ اکتفاء القنوع بما ہو مطبوع صفحہ ۲۰۱، مطبع الہلال مصر، ۲ آئینۂ عرب صفحہ ۲۱۳، ۳ المتوفی ۲۳۵ھ بعض اسکو ابوعبداللہ محمد بن موسیٰ بن شاکر بتلاتے ہین، ۴ علوم عرب صفحہ ۲۲۷، ۵ زبدۃ الصحائف صفحہ ۲۰۲،

"عربون نے علوم ریاضیہ کو بہت رواج دیا، اُنھون نے جبر و مقابلہ مین بڑی ترقی کی بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ اس علم کے موجد عرب ہین[1]"

علم ہندسہ کو جو ترقی مسلمانون نے دی وہ ضرور قابل لحاظ ہے، مسلمان اگرچہ درصل اسکے موجد نہ تھے تاہم یورپ مین سب سے پہلے رقوم ہندسیہ کو روشناس کرنیوالے یہی[2] تھے، نولدیکی لکھتا ہے:-

"اہل عرب بڑے اعزاز کے مستحق ہین محض اسلئے کہ اُنھون نے ہندوؤن کے رقوم ہندسیہ کے طریقہ کو اختیار کیا اور اُسکو اہل یورپ کے ہاتھون مین پہنچایا، یہ تعجب خیز امر ہے کہ آخرالذکر نے کیون ان سخت غیر آسان رومی اعداد کا بار بار استعمال اتبک جائز رکہا ہے[3]"

طب فن طب مین بھی اہل اسلام کو یورپ کے استاد ہونے کا فخر بجا طور پر حاصل ہے اس فن مین جو ترقیان اُنھون نے کین، اور جو بیشمار ذخیرۂ کتب اُنکی مسلسل تحقیقات نے فراہم کر دیا اُسکو بیان کرنا ہمارے مقاصد سے باہر ہے، اسلئے ہم صرف یورپین مصنفین کے اقوال سے اس بات کو ثابت کرینگے کہ فن طب مین اہل اسلام کا اثر یورپ پر کہان تک پڑا ہے،

یورپ مین سب سے پہلا مدرسہ طبیہ سلرنو (جنوب اٹلی) کا مدرسہ تھا جو مسلمانون نے قائم کیا[4]، جس نے اٹلی اور یورپ مین فن طب کی تعلیم کو زندہ کیا[5]،

مارگولیتھ لکھتا ہے:-

---

[1] تمدن عرب صفحہ ۱۷، ۴۱ [2] آئینۂ عرب صفحہ ۶۱۳ [3] مضمون اعاطہ تاریخ عرب مندرجہ ہسٹورینس ہسٹری جلد ۸ صفحہ ۲۰ [4] کا نفلکٹ صفحہ ۱۱ [5] رومن امپائر از گبن صفحہ ۱۴ جلد ۵ (ایوری مین اڈیشن)

" مسلمانوں کی طب کا اثر یورپ میں مدت درازتک قائم رہا اور سترہوین صدی تک طب کے لئے عربی زبان کی تحصیل لازمی امر سمجھا جاتا تھا، اور سالرازی اور ابن سینا کی تصنیفات سے ابتک اہل یورپ آشنا ہین[1]"

فنِ جراحی کا مشہور عالم شیخ ابوالقاسم ابن عباس القرطبی الاندلسی الزہرادی، (المتوفی ۱۱۰۶ء) ہے جسکو اہل یورپ ابلقاسسس کہتے ہین، اس نے بہت سے آلات جراحی ایجاد کئے، جنکی تصاویر اُسکی کتابون مین درج ہین، پتھری نکالنا جو اسوقت بالکل جدید عمل سمجھا جاتا ہے درصل اسی نامور کی ایجاد ہے[2]، اس مشہور شخص کی تصنیفات پندرہوین صدی مین یورپ مین پہنچین[3]، بقول ہالر ان کل جراحون کا جو چودہوین صدی کے بعد گذرے ہین، اسی کی تصنیفات پر دار و مدار تھا[4]۔ اُسکی تصنیفات پہلے ۱۴۹۷ء مین لاطینی مین طبع ہوئین انکی اخیر طبع نہایت جدید ہے، جو ۱۸۶۱ء مین ہوئی[5]، اس سے قیاس ہوسکتا ہے کہ سلمانون کی طب سے یورپ کبتک فائدہ اُٹھاتا رہا ہے، جسکے اثرات گو آج دھندلے پڑگئے ہین مگر تاریخ کی روشنی مین وہ اسی آب و تاب سے چمک رہے ہین۔

علم الکیمیا علم طب کے دوش بدوش کیمیا نے بھی اطبار اسلام کے ہاتھون مین نشو و نما پائی، اگرچہ آج اس فن نے بیحد ترقی کرلی ہے پھر بھی جو جدید انکشافات آجکل ہورہے ہین وہ وہی ہین جو کئی صدی پیشتر سلمان کرچکے تھے اُنھون نے مختلف قسم کے تیزاب نکالے،

---

[1] محمدٌ نزم صفحہ ۲۴۴ [2] تمدن عرب صفحہ ۴۸۱ [3] فن جراحی مین اُسکی ایک کتاب ۱۷۷۸ء مین آکسفورڈ مین لاطینی مین ترجمہ ہوئی ہے، (دائرۃ المعارف جلد ۲ صفحہ ۳۱۴) [4] تمدن عرب صفحہ ۴۸۱، وعلوم عرب جرجی زیدان، [5] ایضاً ،، ۴۵۲

نائٹرک ایسڈ، نائٹرو ہیڈرو کلورک ایسڈ وغیرہ ایجاد کئے، غاز (گیس) کی خاصیتین دریافت کین، پوٹاس، ایمونیا، نائٹریٹ آف سلور، کلورائڈ آف مرکیوری، وغیرہ کیمیاوی مادے تیار کئے، سلفرک ایسڈ اور الکحل جیسی چیزین اختراع کین، اسلئے ڈاکٹر ڈریپر کا یہ کہنا کچھ مبالغہ نہین ہے کہ

"انہون نے تیزابون کی ایجاد اور سائنٹفک نقطۂ خیال سے علم کیمیا کی صحیح بنیاد ڈالی" [1]

مورخ گبن بھی اس بات کا قائل ہے کہ

علم کیمیا اپنے ارتقا اور صلبیت کے لئے اہل عرب کی سعی و کوشش کا رہین منت ہے، انہون نے سب سے پہلے عمل تقطیر کے لئے قرع انبیق ایجاد کیا اور فطرت کے عوالم ثلاثہ (موالید ثلاثہ) کے مادون کا تجربہ کیا، الکحل اور تیزاب کے تناسبات اور امتیاز کو معلوم کیا، اور معدنیات سمیہ کو نہایت مفید ادویات مین تبدیل کردیا، مگر کیمیاے عربی کی سب سے پرشوق جستجو استحالۂ فلزات اور اکسیر کے لئے تھی۔ [2]

اسلام مین جابر بن حیان [3] جسکو یورپین مورخ گبر Geber کہتے ہین سب سے پرانا کیمیائی (Chemist) ہے جسکی متعدد کتابین لاطینی مین ترجمہ کی گئین، ان مین سے ایک کتاب مسمیٰ بہ نتائج التکمیل کا ترجمہ ۱۶۷۲ء مین فرنچ مین ہوا [4]، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کتاب کتنے دنون تک یورپ مین مستند سمجھی گئی، فن کیمیا سے طب کو بہت مدد ملی اور

---

۱ انٹلکچوئل ڈولپمنٹ آف یورپ جلد اول صفحہ ۴۰۸، ۲ رومن امپائر جلد ۵ صفحہ ۱۵۴،

۳ ابو موسیٰ جابر بن حیان بہت مشہور شخص ہے اسکا زمانہ ۱۶۵ھ کا ہے کہتے ہین کہ اسکی تصنیفات علم کیمیا مین ایک ہزار سے زاید ہین،

۴ تمدن عرب صفحہ ۴۳۶،

اصلاح اس طب کیمیادی کی بنیاد مسلمانون کے ہاتھون سے پڑ چکی تھی، جو آج یورپ کا سرمایۂ ناز سمجھی جاتی ہے، اور جو طب جدید کے نام سے ملقب ہے، کتب قرابادین جنمین مرکب ادویات کے بنانے کا طریقہ درج ہوتا ہے، خاص مسلمانون کی ایجاد ہے اور انہی سے یورپ نے اخذ کرکے فارماکو پیا نام رکھا، فن کیمیا سے مسلمانون نے صنعت وحرفت مین بھی کام لیا ہے، مثلاً رنگون کی ترکیب، اخراج فلزات، فولاد بنانا، چمڑے کی دباغت وغیرہ،

بارود کی ایجاد — علم کیمیا کی سب سے بیش بہا ایجاد بارود ہے، اس اعلی درجہ کی ایجاد کو ناواقفیت سے اہل فرنگ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، حالانکہ یہ خاص اسلامی ایجاد ہے، اسکی نسبت عیسائی مورخ جرجی زیدان لکھتا ہے،

"بارود اہل عرب کے یہان ایک مشہور چیز تھی اور وہ لوگ اس زمانہ سے نصف صدی قبل ہی اسکا استعمال اپنی لڑائیون مین کرتے رہے تھے جس زمانہ مین کہ اہل فرنگ شوارٹس کو اسکا موجد بتاتے ہین، اور یہ بات بھی ہے کہ تیرھوین صدی عیسوی کے

لہ طب کیمیادی کے متعلق ایک نایاب وقدیم کتاب اسا غرایا ہے جسکو قلمی نسخہ پرسے ہمارے ایک غائبانہ مخدوم ومحترم جناب مولوی حکیم سید محمد حسن صاحب ترمذی المنگلوری نے اردو مین مع شرح کے ترجمہ فرمایا ہے، جس سے طب کیمیادی مین مسلمانون کی سعی وکوشش کا اندازہ ہوسکتا ہے یہ کتاب درصل حکیم براکلسوس کی تصنیف ہے (جسکے ذاتی حالات اور وطن تک کا صحیح حال معلوم نہین ہین) جسکا عربی ترجمہ کسی مسلمان عالم نے کیا ہے، براکلسوس یا پیراکلسوس مذکور بارھوین صدی عیسوی مین موجود تھا، اور راجر بیکن کا ہمعصر تھا، اسکی یہ تصنیف مسلمانون ہی کے فیض تعلیم کا نتیجہ ہے، کتاب کا ابھی پہلا حصہ شایع ہوا ہے، اور فاضل مترجم سے غالباً ہماری یہ استدعا بیجا نہوگی کہ حتی الامکان وہ دوسرے حصہ کا بھی بہت جلد ترجمہ کرکے ملک کو مستفید فرمائین گے، (اختر) ۲ تمدن عرب صفحہ ۳۰۸،

آخر مین اہل عرب نے بارود بنانے کی ویسی ہی ترکیب بیان کی ہے جیسی کہ آجکل پائی جاتی ہے[۱]"

یورپین مورخ تو عدم واقفیت اور تعصب کی بنا پر ہر اس بات کا انکار ہی کر دیا کرتے ہین جسکو مسلمانون سے منسوب کرنا پڑے جیسا کہ طامس بکل نے کئی مورخین یورپ کے حوالہ سے اسکو مشتبہ بتایا ہے[۲] اگر ان مین کئی متعصب ہونے کے باوجود بعض ایسے حق شناس بھی ہین جو یہ کہتے ہین :-

"اہل عرب حیرت انگیز مگر خوفناک ایجادات مین ابھی زیادہ مشغول نہونے پائے تھے کہ نہایت اہم نتائج ظہور پذیر ہونے شروع ہوے، سائنٹفک نقطۂ خیال سے تیزابون کی ایجاد نے علم کیمیا کی صحیح بنیاد ڈالی اور سیاسی نقطۂ نظر سے بارود کی ایجاد نے دنیا مین انقلاب پیدا کر دیا[۳]"

میکنیکس "مکینکس اور مسلمان" اس موضوع پر علامہ شبلی نے ایک محققانہ مضمون لکھا ہے جو اُنکے رسائل مین شامل ہے، اسمین مختصر مگر محققانہ طور پر مسلمانون کے مکینکس مین آلات ایجاد کرنے اور اس فن مین اُنکی تصنیفات وغیرہ کا ذکر کافی طور پر کر دیا ہے، اسلئے یہان ہم صرف ڈاکٹر لیبان کے اس قول پر اکتفا کرتے ہین :-

عربون کو مکینکس کی اور خصوصاً عملی مکینکس کی بہت وقعت تھی اور وہ آلات جو انکے بنائے ہوے آج بھی ہمکو مل سکتے ہین اور وہ واقعات جو انکے متعلق قدیم مورخون نے لکھے ہین اُن سے عربون کی لیاقت کا ایک بلند خیال پیدا ہوتا ہے[۴]"

---

[۱] تمدن اسلام جلد اول صفحہ ۱۹۹ و ۲۰۰، [۲] ہسٹری آف دی سویلیزیشن آف یورپ جلد اول صفحہ ۲۰۳ کا نوٹ نمبر ۹۳ [۳] انٹلکچول ڈیولپمنٹ صفحہ ۴۰۸ جلد اول، [۴] تمدن عرب،

گھڑی کی ایجاد سب سے اعلیٰ ایجاد جو اس فن مین مسلمانون نے کی وہ گھڑی ہے جو زمانۂ حال کے تمدن و معاشرت کا جزو لاینفک بنی ہوئی ہے اور جس کے بغیر دنیا کا کام مشکل چل سکتا ہے اہل یورپ اور خصوصاً فرانسیسی مورخ تو اس بات کو تسلیم کرتے ہین کہ سب سے پہلی گھڑی جسکا علم انکے ملک مین ہوا وہ گھڑی تھی جو خلیفہ ہارون الرشید نے (۸۰۰ء مین) شارلین بادشاہ کو بھیجی تھی، اور اس زمانہ کے لحاظ سے ایسی عجیب و غریب چیز تھی جس نے شارلین کے درباریون کو حیرت مین ڈالدیا، اور وہ اسکو سحر سمجھنے لگے[۱] یہ گھڑی اس صنعت سے بنائی گئی تھی، کہ اسمین بارہ چھوٹے چھوٹے دروازے رکھے گئے تھے، ہر گھنٹہ گذرنے کے بعد دروازہ کہلتا، اور اسمین سے گھنٹون کی تعداد کے مطابق تانبے کی گولیان ایک لوہے کی تھالی پر گرکر آواز دیتین اور اسوقت تک یہ دروازہ کہلا رہتا جب ان بارہ دروازون کا دورہ پورا ہوجاتا تو بارہ سوارون کی تصویرین دروازون سے نکل کر گھڑی کی سطح پر چکر لگاتین[۲]، پنڈلم (رقاص) والی گھڑیان ایک عرصہ کے بعد ظہور مین آئین، ڈاکٹر نوفل لکھتا ہے کہ پوپ سلوسٹر ثانی نے جو جربرٹ کے نام سے مشہور تھا اور اندلس جاکر اس نے مسلمانون کے علوم و فنون کی تحصیل کی تھی، یہ شخص ریاضیات اور جر ثقیل وغیرہ کا بڑا ماہر تھا اور یہی (پہلا شخص ہے جس نے مسلمانون سے سیکھ کر قوم ہندسیہ کو یورپ مین پہنچایا) پہلا شخص ہے جس نے پنڈلم والی گھڑی ایجاد کی[۳]، مگر ڈاکٹر ڈریپر معترف ہے کہ سب سے پہلے یہی لوگ ہین جنھون نے پنڈلم کا ہم سے تعارف کرایا[۴]۔

آلہ قطب نما یا "میرینرس کمپاس" کی ایجاد بھی عربی دماغ کی ممنون ہے، اسکا استعمال

---

[۱] زبدۃ الصحائف فی اصول المعارف صفحہ ۶۹ [۲] کشف المخباعن فنون الاورباصفحہ ۲۱۸ معنفہ احمد فارس آفندی، [۳] زبدۃ الصحائف صفحہ ۲، [۴] کانفلکٹ صفحہ ۱۱۶،

اہل عرب نے اگیارہوین صدی عیسوی کے آغاز مین کیا،[۱] کہا جاتا ہے کہ اسکے موجد اہل چین ہین مگر بقول لیبان اسکا کوئی ایسا ثبوت نہین ملتا کہ اُنھون نے دریائی سفر مین اسکا استعمال کیا ہو، برخلاف اسکے اہل عرب بڑے جہاز ران تھے اور چین سے[۱] سوتیت اُنکے تعلقات قائم ہو چکے تھے جبکہ اہل یورپ کو اس ملک کے وجود تک کا علم نہ تھا[۲] وہ لوگ اُسکو سمت قبلہ درست کرنے کے لئے استعمال کرتے تھے، اور بری و بحری دونون طرح کے سفر مین اس سے کام لیتے تھے، ڈاکٹر لیبان اور موسیو سدیو نے بدلائل ثابت کیا ہے کہ اُسکے موجد مسلمان تھے اور اُنھون نے ہی اُسکو اول یورپ مین پہنچایا۔[۳]

صنعت کاغذ سازی فن کاغذ سازی کو رواج دیکر مسلمانون نے دنیا کو فی الواقع اپنا بہت بڑا احسانمند بنایا ہے جو بمقابلۂ دیگر احسانات کے زیادہ وزنی ہے، اور اسطرح اشاعت علم کی وہ مہتم بالشان اور کارآمد خدمت انجام دی جسکی توقع مسلمانون کی علم پرست قوم سے ہوسکتی تھی، ازمنۂ وسطی مین اہل یورپ مدت تک صرف چمڑے پر لکھتے رہے جو اسقدر گران تھا کہ کتابون کی اشاعت نہو سکتی تھی، اور چند روز مین وہ اسقدر نایاب ہو گیا کہ یونانی و رومی راہبون نے بڑی بڑی قدیم تصنیفات کے حروف چھیل کر اُنکے صفحون پر اپنے مذہبی رسائل لکھنے شروع کئے، اور اگر مسلمان کاغذ سازی کو رواج ندیتے تو یہ راہب کل قدیم تصنیفات کو جنکے وہ محافظ سمجھے جاتے تھے تلف کر دیتے۔[۴] انہی مسلمانون کی بدولت نہ صرف انکی قدیم مذہبی کتابین محفوظ رہ گئین بلکہ اشاعت علوم مین بھی معتدبہ ترقی ہوئی مشہور مورخ گبن کو اس امر کا اعتراف ہے کہ اسلامی ممالک مین سے کاغذ سازی کی بیش بہا

---

[۱] ہسٹورینس ہسٹری جلد ۸ صفحہ ۲۷۵ [۲] تمدن عرب صفحہ ۴۴۴ [۳] ایضاً صفحہ ۴۰۴ و خلاصۃ تاریخ العرب سیدیو، [۴] تمدن عرب صفحہ ۴۴۲،

صنعت یورپ مین پہنچی،[۱] موسیو سدیو لکھتا ہے :-

" سنہ ۵۸ء مین سمرقند و بخارا مین ریشم سے کاغذ بنائے جانے لگے تھے، اور سنہ ۷۰۶ء مین یوسف بن عمرو نے ریشم کی بجاے ردی کا کاغذ ایجاد کیا جو کاغذ دمشقی" کے نام سے مشہور ہے، اور جسکا ذکر مورخین یونان نے بھی کیا ہے، اسپین مین پرانے کپڑون اور چیتھڑون سے کاغذ بنانے کے کارخانے عام طور پر قائم ہوگئے تھے، تیرھوین صدی عیسوی مین عربی کاغذ کا قسطلیہ مین رواج ہوا، اور وہان سے فرانس، اٹلی، انگلینڈ، جرمنی وغیرہ ممالک یورپ مین پہنچا،[۲]

اسلامی علوم کی کتابون کے ترجمے یورپ کی زبانون مین[۳]	عربی سے یورپ کی زبانون مین سب سے پہلے تراجم بارھوین صدی کی ابتدا مین اُن یہودیون اور مسلمانون نے کئے جو مبدل

بہ عیسائیت ہوچکے تھے، اُنکے بعد اہالی یورپ اس کام مین مشغول ہوے مثلاً گیررڈ (باشندہ کریمونا) البرٹس سگنیس جو عربی لباس پہنا کرتا تھا، اور رجو پیرس مین ابن سینا اور فارابی کی تصنیفات کے ذریعہ سے فلسفۂ ارسطو کا درس دیتا تھا اور مچل اسکاٹ جس نے طلیطلہ مین سنہ ۱۲۱۷ء مین عربی کی تحصیل کی،

تیرھوین صدی	راجر بیکن، اور ریمانڈال (سنہ ۱۳۱۵ء) جنھون نے لوگون کو فلسفہ اور سائنس

کے لئے مشرقی زبانون کی اہمیت جتائی،

چودھوین صدی	(سنہ ۱۳۱۱ء - سنہ ۱۳۱۲ء) پوپ کلینٹ پنجم کی طرف سے روما، پیرس، بولونا،

آکسفورڈ اور سالامانکا مین عبرانی اور عربی کی تعلیم کے لئے پروفیسر مقرر کئے گئے جنکی کلیسا

---

[۱] رومن امپائر جلد ۵ حصۂ تاریخ اسلامی [۲] ہسٹورینس ہسٹری آف دی ورلڈ جلد ۸ صفحہ ۲۷۵،

[۳] ماخوذ از لٹریری ہسٹری آف پرشیا از پروفیسر براؤن جلد اول صفحہ ۹۰۳ تا صفحہ ۱۱م،

کی طرف سے سخت نگرانی ہونے لگی تاکہ کہین یہ تعلیم پابندئی مذہب عیسوی کے لئے مہلک اور خطرناک نہ ثابت ہو، ان پانچون تعلیمی مرکزون مین دو دو پروفیسر مقرر کئے گئے تھے، جن کو حکومت یا کلیسیا کی طرف سے تنخواہین دی جاتی تھین، ان پروفیسرون کا کام یہ تھا کہ وہ عبرانی اور عربی زبان کی اعلیٰ تصانیف کا صحیح لاطینی مین ترجمہ کرتے اور طلبا کو ان زبانون مین گفتگو کرنے کی مہارت، مشنری اغراض کے لئے پیدا کراتے تھے،

سولھوین صدی، بہرحال یہ نہین معلوم ہوتا کہ ابتدا مین ان تجاویز کا کوئی کامیاب نتیجہ نکلا ہو، یا عربی زبان کی تعلیم مین معتدبہ ترقی ہوئی ہو، ۱۵۳۰ء مین "کالج ڈی فرانس" کی بنیاد فرانسیس پنجم نے ڈالی اگرچہ قبل ازین آرم جنڈ آف مانٹ پیلیر ۱۲۷۴ء مین ابن سینا اور ابن رشد کی کتابون کے بعض حصص کا لاطینی مین ترجمہ کرچکا تھا، مگر وہ نامور اسکالر اور سیاح گلامی پوسٹل (المتوفی ۱۵۸۱ء) سب سے پہلا فرنچ مستشرق کہلانے کا مستحق ہی جس نے عربی کے ٹائپ بنوائے، اور ۱۵۸۷ء مین ہنری سوم نے کالج ڈی فرانس مین عربی کی پروفیسری قایم کی اور چند سال کے بعد سیوری ڈی بریوس جو، کہا جاتا ہی کہ، مشرقی ادب کا نہایت عمدہ مذاق رکھتا تھا، سفیر بنا کر قسطنطنیہ بھیجا گیا، اس کے مرنے کے بعد اسکے تمام مسودات عربی، فارسی، ترکی، شامی وغیرہ لوئی سیز دہم کے پاس لائے گئے اور "امپیری میری رائل" کے عظیم الشان شاہی کتبخانہ مین داخل کردیئے گئے،

سترھوین صدی، یورپ مین عربی نیز دیگر السنۂ مشرقیہ کی تعلیم کی تکمیل یہ کہنا چاہیے کہ پندرھوین صدی مین ہوئی جس کے بعد بتدریج اس کی ترقی کی رفتار بہت دھیمی اور سست رہی، اس صدی مین پہلے سر طامس ایڈم نے اور پھر اسقف لارڈ نے

دو جگہ یعنی کیمبرج مین ۱۶۳۲ء مین اور آکسفورڈ مین ۱۶۳۶ء مین عربی کی پروفیسرشپ قائم کی جن مین سے آخر الذکر جگہ مین ڈاکٹر پوکاک کا سا مشہور مستشرق، اور اول الذکر مین ابرھام وہیلکوک مقرر کیے گئے تھے،

اٹھارھوین صدی، ۱۷۹۵ء مین ارکین سلطنت فرانس نے السنۂ مشرقیہ (عربی، فارسی، ترکی) کی تعلیم کے لئے ایک درسگاہ قائم کی اس کے بعد سے بلاد یورپ مین جتنے مشرقی مدارس قایم کئے گئے وہ اسی طرز پر تھے، یہ درسگاہ زیادہ تر دو آدمیون کی سعی و کوشش سے قایم ہوئی جن مین سے ایک مشہور مستشرق سلوسٹر ڈی ساسی اور دوسرا لوئی لگلے (۱۷۶۳ء۔ ۱۸۲۴ء) ہے جو ہندوستانی السنہ کا پروفیسر تھا، اٹھارھوین صدی کے اخیر مین جن اسباب سے علوم مشرقیہ کی زیادہ اشاعت ہوئی ان مین سب سے بڑا سبب ایشیاٹک سوسائٹیان ہین، سب سے پہلی ایشیاٹک سوسائٹی ۱۷۸۰ء مین شہر بتویا (جزائر ہند مقبوضۂ ہالینڈ) مین قائم ہوئی، اس کے بعد اسی طرح کی دوسری سوسائٹی ولیم جانس (۱۷۴۶ء۔ ۱۷۹۵ء) نے جنرل ایشیاٹک سوسائٹی کے نام سے کلکتہ مین قائم کی، اس سوسائٹی کے نمونہ پر ہندوستان مین دوسری ایشیاٹک سوسائٹیان قائم ہوئین، جن مین سب سے زیادہ مشہور ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال ہے جو ۱۷۸۴ء مین قائم ہوئی،

فہرست تراجم و مترجمین، عربی زبان سے جن کتابون کا ترجمہ اہل یورپ نے کیا وہ عموماً لاطینی مین ہوا، اور مترجمین نے جن کتابون کے ترجمے کئے ان کی تعداد تقریباً تین سو[2]

---

[1] ماخوذ از آداب العربیۃ فی القرن التاسع عشر للویس شیخو طبع بیروت جلد اول، [2] ماخوذ از رسائل المؤید والهلال، المقتطف، المقتبس، سیاحۃ المعارف، وغیرہ،

تک ہی جن کی تفصیل حسب ذیل ہی:۔

علم	تعداد
فلسفہ وطبعیات	۹۰
ریاضی ونجوم	۷۰
طب	۹۰
کیمیا، وعلم الاجسام	۴۰
	۲۹۰

یہ ترجمہ شدہ کتابین دو قسم کی ہین:۔

(۱) وہ کتابین جن کو خود مسلمانون نے یونانی زبان سے ترجمہ کیا تھا، اہل یورپ نے ان کتابون کو عربی ہی سے ترجمہ کیا مگر وہ اصل مصنفین کی طرف منسوب کردی گئین،

(۲) وہ کتابین جن کو ان علوم مین مہارت پیدا کرنے کے بعد خود علماے اسلام نے تصنیف کیا تھا،

یہان ہم اُن مصنفین کی ایک فہرست درج کرتے ہین جن کی تصنیفات کا ترجمہ یورپ کی زبانون مین ہوا،

نمبر شمار	نام مصنف	کیفیت
	ابوالحسن علی ابن راجل	اسکی تصنیفات زیادہ تر علم الفلک مین تھین آلات رصدیہ پر اسکی ایک کتاب کا ترجمہ پروفیسر سدیو نے ۲ جلدون مین ۱۸۳۵ء مین پیرس سے شایع کیا،
۲	ابوالوفاء البوزجانی	علم ہیئت کا بڑا ماہر تھا، سدیو ندکورنے اسکی

		تقریبًا تمام تصنیفات کا ترجمہ کیا جو ۱۸۴۰ء مین پیرس سے شایع ہوئین،
۳	یعقوب کندی	مشہور فیلسوف جس کی بدولت عرب پرسے یہ اعتراض اُٹھ گیا کہ ابتک نسل عرب سے کوئی شخص غیرزبانون کا ماہر یا حکیم و فلاسفر نہین ہوا، اسکی ایک طبی تصنیف کا لاطینی مین ترجمہ ہوا اور ۱۵۳۱ء اور ۱۶۰۳ء کے مابین کئی بار شائع ہوا،
۴	موسیٰ خوارزمی	جبر و مقابلہ مین اس نے ایک رسالہ لکھا تھا جس کا ترجمہ علامہ روزن نے ۱۸۳۱ء مین انگریزی مین کیا، اِس سے پیشتر بارھوین صدی مین ردولف دی بروج نے اس کا ترجمہ لاطینی مین کیا تھا،
۵	ابوالحسن الفرغانی	اس نے علم الفلک مین ایک کتاب لکھی تھی جسکے لاطینی مین تین ترجمے ہوئے، ایک ترجمہ یوحنا اشبیلی نے بارھوین صدی عیسوی مین کیا جو ۱۴۹۳ء مین فرارہ سے شایع ہوا،
۶	ابونصر فارابی	اسکی تصنیفات کا عبرانی مین ترجمہ ہوا لیکن وہ شائع نہین ہوئین،
۷	ابن رشد	اس کی اکثر تصانیف کے، جو طب، فلسفہ، ہیئت وغیرہ مین تھین، لاطینی مین ترجمے ہوے اور ۱۵۵۲ء مین

		یہ مختلف نامون سے شائع کئے گئے،
۸	ابن سینا	قانون کا ترجمہ لاطینی مین ہوا اور بار بار چھپا، پہلی اشاعت سنہ ۱۴۷۳ء مین ہوئی اور اسکی تصنیفات کی شرحین اٹھاروین صدی کے آخر تک شایع ہوائین،
۹	جابر ابن حیان	فن کیمیا کا زبردست عالم پیرس کی پبلک لائبریری مین، لاطینی زبان مین اس کی چھہ کتابین موجود ہین اسکی اکثر کتابین طبع ہوئین، سب سے پہلے اسکی تصنیفات سنہ ۱۴۹۰ء مین چھاپی گئین، اسکے بعد سنہ ۱۶۷۲ء مین لاطینی سے فرنچ مین انکا ترجمہ ہوا اسکی کتابون کے انگریزی ترجمے ہوئے اور سنہ ۱۶۷۸ء مین طبع ہوئے،
۱۰	جابر فلکی	ہیئت مین اسکی ایک تصنیف تھی جس کا ترجمہ لاطینی مین ہوا،
۱۱	ابن عباس الزہراوی	طب اور سرجری مین علامۂ دہر تھا اسکی ایک کتاب طب نظری و عملی مین مسمی بہ التصریف لمن عجز عن التالیف ہے، اِس مین فنِ جراحت کے متعلق جو حصہ ہے اسکا ترجمہ عبرانی مین معہ ترجمۂ لاطینی کے ۲ جلد مین اکسفورڈ سے علامہ تشاننغ نے

		چھاپا، اور پوری کتاب کا ترجمہ لاطینی مین ہوکر ۱۵۱۹ء مین اوغسبورغ سے شائع ہوا،
۱۲	الحسن ابن الہیثم	ریاضیات کا بڑا عالم تھا، اسکی کتابون کا لاطینی مین ترجمہ ہوا اور وہ ۱۵۷۲ء مین شائع ہوئین، ہندسہ مین اسکی ایک تصنیف کا خلاصہ موسیو سدیو نے چھاپا ہی، علم مناظر مین اسکی کتاب جو سات جلدون مین ہی اسکا ترجمہ لاطینی مین ہوا اور بازل سے شائع ہوا،
۱۳	ابن العوام اندلسی	علم نباتات کا ماہر تھا، فن زراعت پر اسکی ایک کتاب تھی جس کا ترجمہ فرنچ زبان مین موسیو کلیمان نے کروایا اور ۱۸۶۶ء مین چھاپا،
۱۴	ابو ذکریا محمدؐ ابن محمود القزوینی	جغرافیہ اور نیچرل ہسٹری (تاریخ طبعی) کا بڑا ماہر تھا، اس کی مشہور تصنیف عجائب المخلوقات کا فرنچ زبان مین ترجمہ ہوا اور ۱۸۰۵ء مین پیرس سے شائع ہوا، اور لاطینی ترجمہ معہ لاطینی شروح کے ۱۸۵۹ء مین لیپزیگ سے ولیم فولک کے اعتناء سے شایع ہوا،
۱۵	ابن البیطار	علم نباتات مین اسکی ایک کتاب "الجامع المفردات الادویۃ والاغذیۃ کا ترجمہ ڈاکٹر لکرک نے

		دو جلدون مین کیا جو ۱۸۰۷ء مین پیرس سے شایع ہوا،
۱۶	ابن یونس	علم ہیئت مین اس کی مشہور تصنیف "کتاب الزیج الکبیر الحاکمی"، کا ترجمہ علامہ کوسان دی برسفال نے ۱۸۰۴ء مین مع اصل متن کے ۴ جلدون مین پیرس سے شایع کیا،
۱۷	نصیر الدین طوسی	ہیئت مین اس نے ہلاکو کے حکم سے ایک زیج مرتب کی تھی جو "زیج الخانی" کے نام سے مشہور ہے، اسکا خلاصہ لاطینی مین ۱۸۴۰ء مین شایع ہوا، اور بیشتر ۱۶۵۲ء مین بھی چھپا تھا،
۱۸	الوغ بیگ	امیر تیمور کا پوتا، بڑا ریاضی دان تھا، اسکی تصنیف سے "زیج سلطانی" ہے، لاطینی مین اسکا ترجمہ ہوا، یہ کتاب ۱۶۶۵ء مین آکسفورڈ سے اور ۱۶۵۰ء مین لندن سے شائع ہوئی،
۱۹	ذکریا رازی	مشہور طبیب، اسکی تصنیفات کی تعداد تقریبًا ۲۲۶ ہے، اس کی اہم کتابون کا ترجمہ لاطینی مین ہوا اور ۱۴۸۶ء مین شائع کی گئین، جدری (چیچک) پر اس کے ایک رسالہ کا ترجمہ لاطینی زبان مین ۱۷۴۷ء اور ۱۷۶۶ء مین چھپا اور اسکے ترجمے یورپ کی اکثر زبانون مین ہوئے،

۲۰	ابن طفیل اندلسی	ہیئت وفلسفہ کا بڑا عالم تھا، فلسفہ مین اس کی مشہور کتاب حی بن یقظان کا ترجمہ لاطینی مین ڈاکٹر پوکاک نے ۱۶۷۱ء اور ۱۷۰۰ء مین آکسفورڈ سے مع اصل متن کے شایع کیا،
۲۱	ابو الحسن بہنیار	فلسفۂ ارسطو کا ماہر اور ابن سینا کا شاگرد، عقلیات مین اس کے دو مقالے جرمنی مین مع اصل متن اور شروح کے لیپزگ مین ۱۸۵۱ء مین ڈاکٹر سلیمان بوبر نے شایع کئے،
۲۲	یحیٰی بن جزلہ	فن طب کی اس کی ایک کتاب تقویم الابدان فی تدبیر الانسان کا ترجمہ فرنچ مین ۱۵۳۲ء مین استراسبورغ سے شائع ہوا،
۲۳	ابو مروان ابن زہر اندلسی	معالجات طب مین اس کی ایک کتاب التیسیر فی المداواۃ والتدبیر کا لاطینی ترجمہ ۱۴۹۰ء مین بندقیہ سے اور ۱۵۳۱ء مین لیون سے شایع ہوا، حمیات مین اس کے دو رسالون کے ترجمے ۱۵۷۰ء مین لاطینی زبان مین بندقیہ سے شایع ہوے، جو اطباء یورپ کے نزدیک اب تک مستند و معتبر سمجھے جاتے ہین،

یہان ہم مصنفین کے ساتھ ان کی تمام تصنیفات کی ایک مفصل فہرست دینا مناسب سمجھتے ہین، جن کا ترجمہ یورپ کی متعدد زبانون مین ہوا، اگرچہ یہ فہرست مکمل نہین کہی جاسکتی تاہم اس سے یہ اندازہ کرنے کا موقعہ ملیگا کہ یورپ تمام علوم وفنون مین مصنفین اسلام کا کس قدر زیر بار احسان ہی،

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	مترجم
۱	السمع والبصر	یعقوب کندی	گریمونی
۲	الغایۃ	؍	؍
۳	الاحکام	؍	؍
۴	التوحید	؍	؍
۵	الاسباب المختلفہ	؍	نامعلوم
۶	مستقبل المعرفۃ	؍	؍
۷	اقرابا ذین فی ترکیب الادویہ	؍	؍
۸	الامطار والریاح	؍	؍
۹	خصائص العناصر	فارابی	؍
۱۰	السمع الطبیعی	؍	گریمونی
۱۱	المنطق	؍	؍
۱۲	العلوم	؍	؍
۱۳	مطلع العلم	؍	گندیسا لغی
۱۴	اقسام الفلسفہ	؍	؍

۱۵	العقل والمعقول	فارابی	نامعلوم
۱۶	الکیمیاء	″	″
۱۷	الحاوی	زکریا رازی	فراغوث
۱۸	المنصوری	″	گریمونی
۱۹	الفنور	″	″
۲۰	الاقسام	″	″
۲۱	المدخل فی الطب	″	″
۲۲	الاغذیہ	″	″
۲۳	علل المفاصل	″	نامعلوم
۲۴	امراض الجلد	″	″
۲۵	التریاق	″	″
۲۶	الجدری والحصبہ	″	″
۲۷	شرح الرسائل فی اسرار الحکمۃ المشرقیہ	ابن سینا	علامہ مہرن
۲۸	القانون	″	گریمونی
۲۹	قلب الانسان	″	فیلنوف
۳۰	الارجوزۃ فی الطب	″	ارمنکو
۳۱	شرحہا	″	″
۳۲	الشراب	″	الیاغوس
۳۳	النفس	″	اشبیلی

۳۴	مابعد الطبیعہ	ابن سینا	گوندیسالفی
۳۵	الطبعیات	〃	〃
۳۶	السماء والعالم	〃	〃
۳۷	مختصر الحیوان	〃	اسکاٹ
۳۸	التعریفات	〃	نامعلوم
۳۹	الکیمیار	〃	〃
۴۰	الحجر الفلسفی	〃	〃
۴۱	الحدود	〃	〃
۴۲	المنطق	〃	〃
۴۳	الفلسفۃ الاولی	〃	〃
۴۴	الکلیات فی الطب	ابن رشد	ارمنکو
۴۵	رسالۃ توحید والفلسفۃ	〃	مولر
۴۶	الادویۃ المفردہ	〃	ماین
۴۷	التریاق	〃	نامعلوم
۴۸	السموم	〃	〃
۴۹	شرح السماء والعالم	〃	اسکاٹ
۵۰	شرح النفس	〃	〃
۵۱	القوی الطبیعیہ	〃	〃
۵۲	الراجم	〃	〃

۵۳	احکام النجوم	ماشاء اللہ	اشبیلی
۵۴	احکام القرانات والممازجات	"	"
۵۵	الاسطرلاب	"	نامعلوم
۵۶	الدائرہ	"	گریموني
۵۷	الجراحة	زہراوی	"
۵۸	الرق	"	سمعان الجنوی
۵۹	النظر والعمل	"	نامعلوم
۶۰	التصریف فی الجراحة	"	تشانیغ
۶۱	الملکی	علی بن عباس	قسطنطین
۶۲	تقویم الابدان	ابن جزلہ	فراغوٹ
۶۳	التیسیر فی المداواة والتدبیر	ابن زہر	تیافیلنوش
۶۴	الطبیعة وماوراءہا	الغزالی	گوندلیسالفی
۶۵	میزان العمل	"	مانسیوگول ونتال
۶۶	مقاصد الفلاسفہ	"	گوندی سالیفی
۶۷	الزیج	خوارزمی	ادیارالباطی
۶۸	المدخل	"	"
۶۹	الجبر	"	گریموني
۷۰	الہندسہ	اولادشاکر	
۷۱	الالفاظ الادویہ	نورالدین محمد عبداللہ جیراجی	فرانسیس گلاڈوین

۷۲	زصود البتانی	محمد بن جابر البتانی	نامعلوم
۷۳	الجبر	ابو کامل خجا	گریمونی
۷۴	الاسطرلاب	ابن صفار	نامعلوم
۷۵	المثلثات الکرّویہ	جابر بن افلح	″
۷۶	زیج الکبیر الحاکمی	ابن یونس	کوسان وہی برسفال
۷۷	قانون المسعودی	البیرونی	سخاؤ
۷۸	اسرار الحکمۃ المشرقیہ	ابن طفیل	پوکاک
۷۹	المدخل فی النجوم	القبیصی	اشبیلی
۸۰	الانواء	ابن العوام	گریمونی
۸۱	کتاب الفلاحۃ	″	موسیو کلیمان مولیہ
۸۲	الزیج	زرقانی	گریمونی
۸۳	السموم	المیمونی	المسینی
۸۴	النجوم	الفرغانی	گریمونی واشبیلی
۸۵	زہر النجوم	البلخی	اشبیلی
۸۶	الاختیار	″	نامعلوم
۸۷	الرمد	″	″
۸۸	کتاب فی العدد وآلات الرصد	ابو الحسن علی بن راجل	سدیو
۸۹	الفجر والشفق	ابن ہیثم	گریمونی
	وغیرہ	وغیرہ	

یورپ ہمارے احسانات کو چھپانے کی کوشش کرتا ہی

یہ عجیب بات ہی کہ یورپ اہل اسلام کے ان بیش بہا احسانات کو چھپانے کی کوشش کرتا ہی مگر جو باتین کہ روز روشن کی طرح اہل بینش پر آشکارا ہین وہ چھپائے سے کہین چھپ سکتی ہین ؟ ایک امریکن مصنف اس احسان فراموشی کے متعلق افسوس ظاہر کرتا ہے کہ :-

"جس طریقہ سے یورپ کے لٹریچر نے مسلمانون کے سائنٹفک، علمی و ادبی احسانات کو پس پشت ڈالدینے کی کوشش کی ہو اسپر مجھے سخت افسوس ہوتا ہی، مگر یقیناً وہ بہت دیر تک چھپ نہین سکتا، وہ ناانصافی جو مذہبی بغض و عناد اور قومی افتخار پر مبنی ہوتی ہی، اسکو ہمیشہ قیام نہین ہوتا"

"یورپ کے عیسائی مصنفین نے ہر سبجکٹ پر قلم اٹھاتے وقت خواہ اوسکا موضوع تاریخ ہو یا مذہب، یا سائنس، جب اپنے فتحمند مخالفین کا ذکر کیا ہی تو اسی طرح زہر اگلا ہے اُن کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ جس چیز مین وہ کوئی منقصت کا پہلو نہ نکال سکین اُسے چھپائین اور جس چیز کو چھپا نہ سکین اسکی تنقیص کرین" گاڈفری ہگنس لکھتا ہی :-

"مین بخوبی جانتا ہون کہ عیسائی لوگ مسلمانون، اون کے مذہب، اور ہر اُس چیز کو جو اُن سے تعلق رکھتی ہو سخت حقارت و نفرت سے دیکھتے ہین، مگر تحقیق کرنے سے انکو معلوم ہو جائیگا کہ یہی مسلمان اپنے مذہب کی بنیاد پڑتے ہی روئے زمین پر ایسی فیاض اور روشنضمیر قوم بنگئے تھے کہ ہم بہ نسبت قدماء کے مفید علوم کی اشاعت کے لئے ان کے بہت ممنون ہین[۲]"

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) مگر یاد رکھنا چاہئے کہ اس فہرست مین ہم نے اُن یہودی، نصرانی وغیرہ غیرمسلم لوگون کی تصانیف کو قلم انداز کیا ہو جنھون نے خود علماء اسلام ہی سے تحصیل و استفادہ کرکے اپنی کتابین لکھی تھین،

[۱] کانفلکٹ صفحہ ۹۲، [۲] اپالوجی فور دی لائف اینڈ کیرکٹر آف محمد صفحہ ۵۵ لندن ۱۸۲۹ء،

خاتمہ

دنیا بدلتی رہتی ہی، اور اس کے ساتھ ہی ساتھ ہر چیز بدل جاتی ہی، یہ قدرت کا اٹل قانون ہی، اگر آیندہ کوئی مورخ مسلمانون کی موجودہ حالت کا معائنہ کرنے کے بعد یہ کہے کہ یورپ کسی بات مین ان کا گران باراحسان نہین ہو تو اوس کی یہ بہت بڑی غلطی ہوگی ہمارے حال کو ماضی سے مطابق کرنا، اور پھر اوس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ یورپ اپنے تمدن وتہذیب کے لئے اہل اسلام کا رہین منت نہین ہی، ایک متعجلانہ اور بعید از غور وفکر کام ہی، اقوام یورپ کی ترقی یافتہ زندگی کے "کسی شعبۂ عمل کی جانچ کرو تم کو صاف معلوم ہو جائے گا کہ وہ انہی مسلمانون سے ماخوذ ہے، جو نفرت وحقارت سے دیکھے جاتے ہین" حاشا ہم مسلمانون کو یورپ کے تمام علوم وفنون کو ترقی دینے پر کسی قسم کا رشک وحسد نہین ہی، لیکن اتنا ضرور کہینگے کہ ان کا سنگ بنیاد نصب کرنے والے ہمین تھے،

عالم زماتہی وز افغان ما پُر است ؎ شد عندلیب خاک وچمن از نوا پُر است

فتاوی ابن تیمیہ

(۲)

قمع بدعات ومنکرات مذہبی امور مین افراط وتفریط اور غلو ہمیشہ بدعتون کا سرچشمہ رہا ہے، دنیا کے عظیم الشان مذاہب یہودیت اور مسیحیت کی تاریخ پیش نظر رکھو تو معلوم ہو کہ ان مین کیونکر بدعتین پیدا ہوئین؟ اور اگرچہ وہ ابتدا مین بہت معمولی درجہ کی چیزین نظر آتی ہین، لیکن آہستہ آہستہ نہایت غیر محسوس طریقہ پر وہی حقیر چیزین اصول وتعلیمات مذہب کے مسخ وتغیر اور اسطرح مقلدین مذہب کی گمراہی کا ذریعہ بنگئین، گذشتہ اُمتون نے صحیح مذہبی تعلیم کی اپنے مقاصد وخیالات کے مطابق ایسی تاویل وتفسیر کی جو تعلیم مذہب کی اصلی رُوح کے بالکل خلاف تھی اور یہی تاویل وتفسیر رفتہ رفتہ اُنکی مذہبی کتابون کا جزو بنگئی، جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ آخر اُنکا اصلی مذہب مسخ ہوکر رہ گیا، اسلام اصولی حیثیت سے اگرچہ اس قسم کی خرابیون سے محفوظ رہا، لیکن بعض فروع مین وہ بھی اس اثر سے غیر متاثر نہ رہا، اُسکی الہامی کتاب قرآن مجید ہر طرح کے خلط ووضع سے محفوظ رہی، لیکن احادیث کا کثیر حصہ اس سے متاثر ہوا، مسلمانون مین جتنی بدعتین یا جسقدر مشرکانہ خیالات پیدا ہوگئے ہین وہ بہت گوناگون اور متنوع ہین، علامہ ابن تیمیہ نے اپنے فتاوی مین ان مین سے اکثر بدعتون پر بہت کچھ لکھا ہے، یہان پر اُنکی تفصیل کی بالکل گنجائش نہین اسلئے چند خاص قسم کی مثالین پیش کیجاتی ہین۔

قبرون پر چراغ جلانا اور کلام مجید رکھنا یہود و نصاری مین اُنکی گمراہی کی بدولت یہ تخیل پیدا ہوگیا تھا کہ صلحا واتقیا کے مقبرے مقدس، متبرک اور حصول مقصد وقبول دعا کی جگہ ہین

اسلئے وہ ان مقامات کی متعبدانہ زیارت کرتے تھے، وہان نمازین پڑہتے تھے، اُنکی تزئین وآرائش کرتے تھے اور وہان چراغ جلاتے تھے، مسلمان جو انہی قومون کے ساتھ مِل جُل کر رہتے تھے آہستہ آہستہ یہ خیالات ان مین بھی پیدا ہوگئے، علامہ ابن تیمیہ نے متعدد سوالات کے جواب مین اس مسئلہ اور اسی قسم کے دوسرے مسائل پر بہت تفصیلی بحث کی ہے، اور بہت سے نکات و دقائق بیان کئے ہین، افسوس ہے کہ ان کا احاطہ کرنا اس موقع پر ذرا مشکل ہے، اِسلئے ہمکو صرف اُنکے بنیادی مباحث کے لکھدینے پر اکتفا کرنا پڑتا ہے۔

علامہ نے ایک سوال کے جواب مین لکھا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے قبرون پر چراغ جلانے سے نہایت واضح الفاظ مین منع فرمایا ہے بلکہ ایسا کرنے والے پر لعنت الٰہی کی تصریح کی ہے،

قال النبی صلعم لعن اللہ زوارات القبور والمتخذین علیہا المساجد والسرج، — نبی صلعم نے فرمایا، اللہ تعالی نے قبر کی زیارت کرنے والی عورتون اور انکو مسجد بنانیوالون اور ان پر چراغ جلانیوالون (مرد ہون یا عورت) پر لعنت کی ہے،

نیز قبرون پر تلاوت کے لئے قرآن مجید رکہنا مکروہ ترین بدعت ہے، سلف صالحین نے کبھی ایسا نہین کیا، اور ایسا کرنا قبرون کو مساجد بنا لینے مین داخل ہے، جسکے متعلق رسول اللہ صلعم سے ان الفاظ مین نہی و ممانعت ثابت ہے،

لعن اللہ الیہود والنصاری اتخذوا قبور انبیائہم مساجد۔ — اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاری پر اسلئے لعنت کی کہ اُنہون نے اپنے انبیا کی قبرون کو مسجد بنا لیا۔

متعدد روایات مین یہ یا اُنکے قریب قریب ہم معنی الفاظ ہین،

ان من کان قبلکم کانوا یتخذون القبور — تم سے پہلے جو لوگ تھے اُنہون نے قبرون کو مسجد بنا لیا تہا

مساجد الا فلا تتخذوا القبور مساجد فانی انہاکم عن ذلک، خبردار تم کبھی قبروں کو سجدے نہ بنانا اسلئے کہ میں تمکو اس سے منع کرتا ہوں۔

سفر زیارت قبور و قصر صلوٰۃ زیارت قبور انبیاء وصلحا کے سفر مین قصر صلوٰۃ کی نسبت اختلاف علماء متقدمین مثلاً ابوعبداللہ بن بطہ، اور ابوالوفا ابن عقیل وغیرہ جو سفر معصیت مین قصر کو جائز نہین رکھتے وہ سفر زیارت قبور مین بھی قصر جائز نہین رکھتے کیونکہ اس قسم کا سفر شرعاً منہی عنہ ہے، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہو کہ سفر ممنوع فی الشریعۃ مین قصر صلوٰۃ جائز نہین، دوسری جماعت یہ کہتی ہے کہ سفر حرام مین بھی نماز کا قصر کرنا جائز ہے مثلاً امام ابوحنیفہ رح کا یہی خیال ہے، متاخرین علماء شوافع وحنابلہ مثلاً امام ابوحامد غزالی، ابوالحسن بن عبدوس الحرانی اور ابومحمد بن قدامہ مقدسی کا بھی یہی خیال ہے کیونکہ انکے نزدیک نفس زیارت قبور کے لئے سفر کرنا جائز ہے اور اسکی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم نے مطلقاً فرمایا ہے فزوروا القبور (قبرون کی زیارت کرو)

بعض وہ لوگ جنکو احادیث مین درک ومعرفت نہین ہے ان حدیثون سے بھی استدلال کرتے ہین جو خود رسول اللہ صلعم کی قبر کی زیارت کے متعلق روایت کیجاتی ہین مثلاً

من حج ولم یزرنی فقد جفانی۔ جس نے حج کیا اور میری زیارت نہین کی اس نے مجھپر ظلم کیا۔

من زارنی وزار ابی فضمنت لہ علی اللہ الجنۃ، جس نے میری اور میرے والد کی زیارت کی اسکے لئے اللہ تعالے جنت کا ذمہ دار ہوگیا

لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ سب ضعیف وغیر ثابت بلکہ موضوع روایتین ہین اور

ان تمام روایتون کو ارباب سنن معتمدہ مین سے کسی نے بھی روایت نہین کیا اور ائمہ فن مین سے کسی نے بھی ان سے استدلال نہین کیا۔ حضرت امام مالک رح جو مدینۃ النبی کے امام وقت اور اعلم الناس بالحدیث تھے وہ لوگون کا یہ کہنا بھی گوارا نہین کرتے تھے کہ زرت قبر النبی صلعم (مین نے نبی صلعم کی قبر کی زیارت کی)

اسی طرح امام احمد رض جو اپنے زمانہ کے اعلم الناس بالسنہ تھے ان سے اس مسئلہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انکے پاس حضرت ابوہریرہ کی اس روایت کے سوا کوئی دوسری قابل اعتماد روایت نہ تھی،

ان النبی صلعم قال مامن رجل یسلم علی الارد اللہ علی روحی حتے ارد علیہ السلام،	نبی صلعم نے فرمایا کوئی شخص ایسا نہین جو مجھپر سلام بھیجتا ہو مگر یہ کہ اللہ تعالے اتنی دیر کے لئے میری روح لوٹا دیتا ہے کہ مین اسکے سلام کا جواب دیدون۔

....

اور اسی روایت پر ابو داؤد نے اپنی کتاب سنن مین اور امام مالک نے موطا مین اعتماد ظاہر کیا ہے، اب علامہ ابن تیمیہ اسکی تائید مزید مین اپنی عادت کے موافق اور دوسری حدیثین جمع کر دیتے ہین، مثلاً

روی عن عبد اللہ بن عمر انہ کان اذا دخل المسجد قال السلام علیک یارسول اللہ، السلام علیک یا ابابکر السلام علیک یا ابت ثم ینصرف،	حضرت عبد اللہ بن عمر جب مسجد مین داخل ہوتے تھے تو کہتے تھے السلام علیک اے رسول اللہ السلام علیک اے ابو بکر اور السلام علیک اے میرے باپ، پھر لوٹ آتے تھے،
وفی سنن ابی داؤد عن النبی صلعم	نبی صلعم نے فرمایا میری قبر کو میلا نہ بنالو

قال لا تتخذوا قبری عیدا وصلوا علی اینما کنتم فان صلاتکم تبلغنی،

وفی سنن سعید ابن منصور ان عبد اللہ بن حسن بن حسین بن علی بن ابی طالب رای رجلا یختلف الی قبر النبی صلعم و یدعو عندہ فقال یا ہذا ان رسول اللہ صلعم قال لا تتخذوا قبری عیدا وصلوا علی اینما کنتم فان صلاتکم تبلغنی، فما انت ورجل بالاندلس منہ الا سواء

وفی الصحیحین عن عائشۃ عن النبی صلعم انہ قال فی مرض موتہ لعن اللہ الیہود والنصاری اتخذوا قبور انبیائہم مساجد، یحذر ما فعلوا قالت عائشۃ ولولا ذلک لابرز قبرہ ولکن کرہ ان یتخذ مسجدا فہم دفنوہ فی حجرۃ عائشۃ بخلاف ما اعتادوہ من الدفن فی الصحراء لئلا یصلی احد

اور تم جہان کہین بھی ہو مجھپر درود بھیجو کیونکہ تمہارا درود مجھتک پہنچتا ہے۔

سنن سعید ابن منصور مین ہے کہ عبد اللہ بن حسن نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نبی صلعم کی قبر کے نزدیک آتا اور جاتا اور وہان دعا کرتا ہے، حضرت عبد اللہ نے کہا اے شخص رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے میری قبر کو میلا د بناؤ، بلکہ تم جہان کہین بھی ہو مجھپر درود وسلام بھیجو کیونکہ تمہارا درود وسلام مجھ تک پہنچتا ہے، پس اسلئے تم اور وہ شخص جو اندلس مین رہکر ایسا کرتا ہو برابر ہو۔

صحیحین مین حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے مرض موت مین فرمایا کہ اللہ تعالی نے یہود و نصاری پر اسلئے لعنت بھیجی کہ انھون نے اپنے نبیون کی قبرونکو مسجد بنالیا تھا، جو کچھ وہ کرتے تھے اس سے بچا جائے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہین کہ اگر یہ نہ ہوتا تو آپکی قبر ظاہر کیجاتی لیکن یہ مکروہ سمجھا گیا کہ وہ مسجد بنالیجائے اسی لئے صحابہ کرام نے حضرت عائشہ کے حجرہ مین اپنی اس عادت کے خلاف کہ وہ اپنے

علی قبرہ ویتخذہ مسجدا — موتی کو صحرا مین دفن کرتے تھے آپکو دفن کیا
افیتخذ قبرہ وثنا ۔ ۔ ۔ ۔ — تاکہ اسپر کوئی نماز نہ پڑھ سکے اور اسکو مسجد نہ
۔ ۔ ۔ ۔ — بنا سکے کہ وہ ایک بت ہو جائے۔

عہد ولید بن عبد الملک یعنی جب تک کہ مسجد نبوی حجرہ نبوی سے بالکل علیحدہ تھی تو صحابہ اور تابعین حجرہ نبوی مین نہ تو نماز نہ دعا اور نہ مسح قبر کے لئے داخل ہوتے تھے بلکہ نماز و دعا صرف مسجد ہی مین ادا کرتے تھے، انتہا یہ ہے کہ صحابہ و تابعین جب رسول اللہ صلعم پر درود و سلام بھیجتے یا کبھی دعا کرتے تو وہ اپنا رخ بھی قبلہ ہی کی طرف کرتے تھے نہ کہ قبر کی طرف،

قرآن مجید کیلئے تعظیمی قیام ایک مسئلہ یہ ہے کہ قرآن مجید کیلئے تعظیمی قیام اور اسکا چومنا جائز ہے یا نہین، علامہ اسکا اجمالی جواب یہ دیتے ہین کہ اسکے متعلق آثار و اخبار سلف مین کوئی تصریح نہین ملتی، امام احمد سے قرآن مجید کے چومنے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے یہی جواب دیا کہ مجھے سلف کی کوئی رائے معلوم نہین، عکرمہ بن ابی جہل جب قرآن مجید کو کھولتے تھے تو اسپر اپنا منہ رکھکر اسکو چومتے اور یہ کہتے تھے کہ

ھذا کلام ربی ھذا کلام ربی — یہ میرے رب کا کلام ہے یہ میرے رب کا کلام ہے

اس اجمالی جواب کے علاوہ علامہ کی مجتہدانہ رائے یہ ہے کہ سلف اگر قرآن مجید کی تعظیم کیلئے نہین اٹھتے تھے تو انکی یہ بھی خصوصیت تھی کہ وہ آپس مین بھی کسی کی تعظیم کے لئے نہین اٹھتے تھے، حضرت انس فرماتے ہین۔

لم یکن شخص احب الیھم من رسول اللہ صلعم وکانوا اذا راوہ لم یقوموا — صحابہ کے نزدیک رسول اللہ صلعم سے زیادہ محبوب دنیا مین کوئی شخص نہ تھا باوجود اسکے

لما یعلمون من کراھتہ لذلک؛ جب وہ آپکو دیکھتے تھے توکبھی نہین اٹھتے تھے
... ... کیونکہ وہ جانتے تھے کہ رسول اللہ صلعم اسکو ناپسند
... ... فرماتے ہین۔

ایسی حالت مین اگر ہم صحیح طور پر اسلاف کی پیروی کرنا چاہتے ہین تو ہمکو بھی کبھی کسی کی تعظیم کے لئے نہین اُٹھنا چاہئے، اس بنا پر چونکہ قرآن مجید کے لئے انکا اٹھنا ثابت نہین ہے، اسلئے ہمکو بھی اسکی تعظیم کے لئے نہ اُٹھنے مین کوئی مضائقہ نہین لیکن اب جبکہ ہم آپس مین ایک دوسرے کی تعظیم کے لئے اُٹھ کھڑے ہونے کے عادی ہو گئے ہین تو اگرچہ یہ عادت اقرب الی الذم ہے لیکن ہمکو قرآن مجید کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا چاہئے کیونکہ عام انسانون سے بہر حال وہ اس تعظیم و تکریم کا زیادہ مستحق ہے؛

قرآن مجید سے فالگیری ایک سوال یہ ہے کہ قرآن مجید سے فال لینا جائز ہے یا نہین، علامہ فرماتے ہین، قرآن مجید سے فال لینے کے متعلق متقدمین سے نفیاً یا اثباتاً کوئی روایت موجود نہین، متاخرین اسمین مختلف ہین، قاضی ابویعلی نے ایک نزاعی روایت بیان کی ہے کہ ابن بطہ نے ایسا کیا ہے لیکن دوسری روایتین موجود ہین کہ انھون نے ایسا نہین کیا، کیونکہ قرآن مجید سے فال لینا رسول اللہ صلعم یا صحابہ کرام سے ثابت نہین، حقیقت یہ ہے کہ فال و طیرہ کی جو نوعیت و صورت بھی ہو سب ممنوع و نہی عنہ ہین، البتہ صرف ایک صورت جسکو اگر ہم فال کہہ سکین تو بے شبہہ رسول اللہ صلعم سے ثابت ہے یعنی یہ کہ انسان کسی کام کو کر رہا ہو یا کسی کام کے کرنے کا اللہ تعالے کے بھروسہ پر قطعی فیصلہ کر چکا ہو اور ایسی

حالت مین کوئی کلمۂ خیر سنے جس سے اسکو مسرت ہو مثلاً جب کوئی کام شروع کر چکا ہو تو کسی کی زبان سے

یا نجیح ، یا مفلح ، یا منصور ، اے کامیاب ہونیوالا اے فلاح پانیوالا اے فتح پانیوالا

کے الفاظ نکلین تو اس اتفاقی واقعہ سے وہ اپنی کامیابی کی توقع پر مسرور ہو

اس قسم کا واقعہ خود رسول اللہ صلعم کو پیش آیا وہ یہ کہ جب آپ نے ہجرت کی تو رستہ مین ایک شخص ملا جس سے آپنے پوچھا۔

ما اسمک قال یزید فقال یا ابابکر یزید امرنا ... تمہارا نام کیا ہے اس نے کہا یزید (اسکے لفظی معنی ہین بڑہیگا) آپنے حضرت ابوبکر سے فرمایا اے ابوبکر ہمارا کام ترقی پائیگا۔

اسلئے فال کی اگر کوئی صورت جائز ہو سکتی ہے تو صرف یہی، ورنہ اور سب صورتین ممنوع و منہی عنہ ہین۔

اسلام مین بتدعات کا جو سلسلہ پیدا ہو گیا ہے ان مین سے کچھ تو ایسے ہین جنپر دوسری قومونکی تقلید مین مسلمانون نے عمل شروع کیا مثلاً قبر پرستی، مشائخ پرستی، اور غیر اللہ سے استعانت کرنا وغیرہ یہ چیزین تو بہت کچھ عوام نے خود بخود سیکھین، کچھ ایسی بدعتین بھی ہین جنکو نومسلم قومون نے اپنے آبائی مذہب مین سے قبول اسلام کے بعد بھی اپنے عادات و اطوار کے طور پر اپنے اندر باقی رکہا اور وہ انکو رفتہ رفتہ اپنے نئے مذہب (اسلام) کی تعلیم سمجھنے لگین، اس قسم کی بدعات و مشرکانہ اعمال و خیالات کی مثالین ہندوستان کے اسلامی فرقون مین بکثرت ملسکتی ہین، لیکن انکے علاوہ بہت سی بدعتین ایسی بھی ہین جو خواص یعنی تعلیمیافتہ گروہ صوفیاء کرام کے ذریعہ سے

اسلام مین داخل ہوگئین، علامہ ابن تمیمہ نے ہرقسم کی بدعتون پر کچھ نہ کچھ لکھاہی مثلاً

تحیر فی اللہ | ارباب تصوف مین یہ حدیث بہت مشہور و مقبول ہے۔

رب زدنی فیک تحیرا ، اے خدا اپنی نسبت میری حیرت بڑہا۔

علامہ ابن تیمیہ سے اس حدیث کی نسبت سوال کیا گیا تو آپنے جواب دیا کہ یہ مکذوب و وضعی روایت ہے علماے حدیث مین سے کسی نے بھی اسکو روایت نہین کیا ایسی روایتین جاہلون اور ملحدون کی ہوسکتی ہین کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکا کہنے والا پریشان و متحیر ہے اور یہ کہ وہ حیرت کی زیادتی و ترقی چاہتا ہے اور یہ دونون رسول اللہ صلعم کی شان سے گری ہوئی اور لغو و باطل باتین ہین، اسلئے کہ اللہ تعالے نے آپکی طرف وحی بھیجکر آپکی ہدایت کی اور آپکو وہ باتین سکھائین جو کسی اور کو نہ سکھائین، اس روایت کے خلاف قرآن مجید مین اللہ تعالے نے آپکو زیادتی علم کے سوال کا حکم دیا ہے مثلاً

قل رب زدنی علما کہو اے رب میرے علم کو بڑہا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ عالم تھے، آپکی شان مین ایک اور آئت ہی۔

وانک لتھدی الے صراط مستقیم، اور تم بے شبہہ سیدہی راہ کی طرف ہدایت کرتے ہو۔

اور جو شخص دوسرونکی رہنمائی کرتا ہے وہ خود کیونکر گم کردہ راہ و پریشان و حیران ہوسکتا ہے، اللہ تعالے نے قرآن مجید مین حیرت کی مذمت بیان کی ہے مثلاً فرمایا

قل اندعوا من دون اللہ مالا ینفعنا ولا یضرنا ونرد علے اعقابنا کہدو کیا ہم اللہ کے سوا اسکو پکارین جو ہمین نہ نفع پہنچاتا ہے نہ نقصان، اور کیا ہم اسکے بعد کہ

بعد اذھدنا اللہ کالذی استھوتہ	اللہ تعالےٰ نے ہمین ہدایت دی اپنی پچھلی حالت پہ
الشیاطین فی الارض حیران	لوٹ جائین مثل اسکے جسکو شیطانون نے بہوبچکا
لہ اصحاب یدعونہ الی الھدی	بنا دیا ہو اور وہ دنیا مین حیران ہو اسکے کچھ ساتھی
ائتنا قل ان ھدی اللہ ھو	ہین جو اسکو اپنی طرف بلاتے ہین، کہدو کہ اللہ
الھدی،	ہی کی ہدایت صحیح ہدایت ہے۔

حیرت بڑی حدتک جہل وضلالت ہے اور محمد صلعم کائنات عالم مین سب سے زیادہ اللہ اور اسکے اوامر ونواہی کے جاننے والے ہین، اور تمام انسانون مین آپ اپنی ذات اور دوسرون کے لئے سب سے بڑہکر روشن شمع ہدایت ہین آپکو جہالت وضلالت چھو بھی نہین گئی، اللہ تعالےٰ خود فرماتا ہے۔

والنجم اذا ھوی ما ضل صاحبکم	قسم ہو ستارہ کی جب وہ جھکجائے کہ تمہارا ساتھی
وما غوی وما ینطق عن الھوے۔	نہ تو گمراہ ہو اور نہ بہکا ہوا اور وہ جو کچھ بولتا ہے
.. ..	اپنی طرف سے نہین بولتا۔

اور دوسری جگہ فرمایا۔

کتاب انزلناہ الیک لتخرج	یہ کتاب ہو جسکو ہمنے تیری طرف اسلئے بھیجا کہ
الناس من الظلمات الی النور	لوگونکو انکے رب کے حکم کے مطابق تاریکی سے
باذن ربھم،	روشنی مین لے آئے۔

یہ اور اسی قسم کی متعدد آیات کلام مجید مین موجود ہین اسلئے ارباب علم وایمان مین سے کسی نے بھی حیرت کی تعریف نہین کی اور نہ اسکو کوئی اچھی چیز خیال کیا البتہ ملاحدہ کے ایک گروہ نے جو خود مرض حیرت مین مبتلا رہا اسکی بیحد تعریف کی۔

سجدہ اور زمین بوسی — اسلام نے مشرکانہ اعمال کے استیصال مین اسدرجہ اہتمام سے کام لیا ہے کہ وہ انسانی حرکات وسکنات جو مخصوص حالات مین شرک وخضوع لغیر اللہ کی طرف منجر ہو سکتے ہین انکے عدم جواز وحرمت کا بھی فتوے دیدیا مثلاً سلاطین و حکام یا مشائخ وبزرگان دین کے آگے سجدہ کی صورت مین زمین سے پیشانی لگانا یا کم از کم تعظیماً جھک جانا،

علامہ اس مسئلہ کی نسبت ایک سوال کے جواب مین تحریر فرماتے ہین کہ ملوک وشیوخ کے آگے زمین پر سر دھرنا، زمین بوس ہونا، رکوع کی حالت مین ہوجانا یا جھک جانا، بالکل ناجائز ہے، لوگون نے رسول اللہ صلعم سے پوچھا۔

الرجل منا یلقی اخاہ اینحنی لہ قال لا،	ہم مین سے ایک شخص جب اپنے بھائی سے ملے تو کیا اسکیلئے وہ جھک سکتا ہے آنحضرتؐ نے فرمایا نہین

حضرت معاذ کا واقعہ ہے کہ

لما رجع معاذ من الشام سجد النبی صلعم فقال ماھذا یا معاذ قال یا رسول اللہ رأیتھم فی الشام یسجدون لاساقفتھم ویذکرون ذلک عن انبیائھم فقال کذبوا علیھم لوکنت امراحدا ان یسجد لاحد لامرت المرأۃ تسجد لزوجھا من اجل حقہ علیھا یا معاذ انہ	جب آپ شام سے لوٹے تو رسول اللہ صلعم کو سجدہ کیا آنحضرت نے فرمایا اے معاذ یہ کیا ہے ؟ انھون نے کہا مین نے شامیونکو اپنے مذہبی پیشواؤنکو سجدہ کرتے دیکھا اور وہ ایسا ہی اپنے انبیاء کی نسبت بھی بیان کرتے تھے آنحضرت نے فرمایا انھون نے بہتان باندھا مین اگر کسی انسان کو انسان کے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو ان حقوق کی بنا پر جو شوہر کو اپنی

لا ینبغی السجود الا للّٰہ .. .. بیوی پر اپنے بیوی کو شوہر کے آگے سربسجود ہونیکا

.. .. حکم دیتا لیکن اے معاذ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی

.. .. سجدہ کے لائق نہین۔

یہ حکم تو عام حالتون مین ہین لیکن اگر کوئی شخص انہی کامونکو مذہب و دین یا قربت طاعت سمجھکر بجالائے تو پھر یہ بدترین منکرات مین داخل ہے اور جو شخص انکے طاعت و قربت ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو پہلے اسکو یہ بتانا چاہئے کہ ایسا نہین ہے لیکن اسکے بعد بھی وہ اگر اپنے اعتقاد پر اصرار کرے تو اسکو قتل کردینا چاہئے۔

مسئلہ کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ایک شخص ان کامونکے کرنے پر اسطرح مجبور کیا جائے کہ اگر وہ نہ کرے تو مارا جائے یا قید کردیا جائے یا اسکی دولت چھین لیجائے یا بھوکا رکھا جائے یا اسی قسم کی دوسری تکلیفین پہنچائی جائین تو ایسی صورت مین اکثر علما کا یہ خیال ہے کہ فعل حرام پر جبر و اکراہ اسکو مباح کردیتا ہے اسلئے بظاہر اسپر عمل کرلینے مین کوئی ہرج نہین البتہ یہ ضروری ہے کہ وہ دل سے انکو حرام اور برا جانے، علما کے دوسرے گروہ کا یہ خیال ہے کہ اس قسم کی اباحت صرف ان چیزون مین جائز ہے جنکا تعلق قول سے ہے یعنی کسی ناجائز و ناروا قول کے زبان سے کہنے مین بصورت مجبوری و معذوری کوئی ہرج نہین کیونکہ

انما التقیۃ باللسان، تقیہ زبان سے ہوسکتا ہے۔

لیکن عمل کسی صورت مین بھی جائز نہین۔

وسعت نظر ابتک فتادے کے جو اقتباسات پیش کئے جاچکے ہین ان سے ضمنًا یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن و حدیث پر علامہ کی نہایت وسیع و عمیق نظر ہے، لیکن علامہ کی وسعت نظر

کا دائرہ یہین تک محدود نہین بلکہ آثار صحابہ، اقوال تابعین وتبع تابعین اور مجتہدات فقہاء اسلام سب کچھ انکی نظر کے سامنے ہے اور وہ ان سے ہر جگہ کام لیتے ہین، آئندہ اقتباسات موخر الذکر امور کی مثالین ہونگی،

یہ اوپر لکھا جاچکا ہے کہ اس مجموعہ مین ابطال التحلیل نام ایک مستقل رسالہ بھی شامل ہے جو دراصل استفتا ہی ہے لیکن طوالت بحث اور مفید تفصیل وتشریح کی وجہ سے وہ مستقل تصنیف کی حیثیت رکھتا ہے مسئلہ تحلیل کی تشریح یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقین دیدین، جن سے وہ اسپر اسوقت تک کے لئے حرام ہوگئی جب تک کوئی دوسرا شخص اس سے نکاح نہ کرلے، اور وہ عورت اس دوسرے نکاح سے اپنے دوسرے شوہر کی موت یا اسکے طلاق دیدینے کی وجہ سے اس قابل نہو کہ پھر پہلے شوہر سے نکاح کرسکے، شرعًا پہلے شوہر کے لئے اس عورت سے جواز نکاح کی تو صرف یہی دو صورتین ہین، لیکن ایک صورت حیلہ کے اصول کے مطابق یہ بھی ہوسکتی ہے کہ جب پہلے شوہر نے طلاق دیدی اور اسکے بعد اسکو اپنی اس حرکت پر افسوس ہوا اور پھر اس نے یہ خواہش کی کہ اسکو اپنے نکاح مین دوبارہ لے آئے، تو اسکی خاطر سے ایک شخص نے نکاح پڑھا لیا اور نکاح کے بعد اسکو طلاق دیدی تاکہ وہ اسطرح اپنے پہلے شوہر کے لئے جائز وحلال ہوسکے۔

علامہ اسکے جواب مین لکھتے ہین کہ یہ صورت بالکل ناجائز وممنوع ہے جس شخص نے تحلیل کی نیت سے نکاح کیا وہ نکاح فاسد ہوگا، اس جواب مین جو تفصیلات ہین ان سے قطع نظر کرکے صرف وہ چیزین دکھلائی جائینگی جن سے علامہ کی وسعت نظر کا اندازہ ہوسکے اس سلسلہ مین علامہ سب سے پہلے حدیثین پیش کرتے ہین، جنمین تحلیل کے عدم جواز

کی تصریح موجود ہے، مثلاً

عن عکرمہ عن ابن عباس قال سئل	عکرمہ ابن عباس سے روایت کرتے ہین کہ رسول اللہ صلعم
رسول اللہ صلعم عن المحلل فقال	سے محلل کی نسبت سوال کیا گیا تو آپنے فرمایا نہین
لا الا نکاح رغبۃ لا نکاح دلسۃ	نکاح رغبت سے ہونا چاہئے اس مین فریب اور
ولا استھزاء بکتاب اللہ	خدا کی کتاب کے ساتھ استہزا نہونا چاہئے اور یہ بھی
ثم یذوق العسیلۃ،	ضروری ہو کہ ناکح ومنکوح باہم متمتع ہون۔

یہان پر علامہ نے متعدد حدیثین نقل کی ہین، اختصار کے خیال سے صرف ایک ہی پر اکتفا کیا گیا، حدیث کے بعد صحابہ کرام کے اقوال وافعال کا درجہ ہے، علامہ نے بہ کثرت آثار صحابہ بھی جمع کر دیے ہین، ہم ان مین سے اکابر صحابہ کے اقوال نقل کرتے ہین۔

جابر عن عمر قال لا اوتی بمحلل	جابر حضرت عمر سے روایت کرتے ہین کہ ایسا کوئی
ولا محلل لہ الا رجمتھما	تحلیل کرنے والا یا وہ جسکے لئے تحلیل کیگئی نہین
.. ..	لایا گیا مگر یہ کہ مین نے دونونکو سنگسار کیا۔
عن سلیمان بن یسار قال رفع الی	سلیمان سے روایت ہو کہ حضرت عثمان کے پاس ایک مرد
عثمان رجل تزوج امرأۃ لیحلھا	لایا گیا جس نے ایک عورت سے محض اسلئے شادی کی
لزوجھا ففرق بینھما وقال لا ترجع	تھی کہ اسکو اسکے پہلے شوہر کیلئے حلال کر دے آپنے
الیہ الا بنکاح رغبۃ غیر	ان دونون مین تفریق کرا دی اور یہ کہا کہ یہ اسکے طرف
دلسۃ	نہین لوٹ سکتی مگر صرف ایسے نکاح کے ذریعہ سے
.. ..	جو رغبت سے کیا گیا ہو اور اسمین کوئی فریب نہو
عن یزید بن ابی حبیب عن علی بن	حضرت علی سے محلل کے بارہ مین روایت ہو کہ وہ اسکی

ابی طالب فی المحلل لا ترجع الیہ الا بنکاح رغبۃ غیر دلسۃ ولا استھزاء بکتاب اللہ، | طرف نہیں لوٹ سکتی مگر رغبت کے نکاح کے ذریعہ سے جسمین نہ تو فریب ہوا ور نہ اللہ کی کتابکے ساتھ استہزا۔

عن اشعث عن ابن عباس قال لعن اللہ المحلل و المحلل لہ، | ابن عباس سے مروی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے تحلیل کرنے والے پر اور اسپر جسکے لئے تحلیل کیگئی ہو لعنت کی ہے

اسکے بعد علامہ نے تابعین تبع تابعین اور فقہار اسلام کے خیالات و آراکو اجمالاً اسطرح بیان کیا ہے کہ سعید ابن المسیب، حسن بصری، ابراہیم نخعی، اور عطار بن رباح جو ارکان تابعین ہیں اور ابو الشعثا، جابر بن زید، شعبی، قتادہ، بکر بن عبد اللہ المزنی، مالک ابن انس اور انکے تمام اصحاب اوزاعی، الیث بن سعد اور سفیان ثوری (آخر الذکر چار اصحاب تبع تابعین کے ممتاز افراد ہین) امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، ابو عبید القاسم بن سلام، سلیمان بن داؤد الہاشمی، ابو خیثمہ زہیر بن حرب، ابوبکر بن ابی شیبہ اور ابو اسحاق الجوزجانی وغیرہ نکاح تحلیل کے عدم جواز پر متفق ہین۔

فقال سعید بن المسیب فی رجل تزوج امرأۃ لیحلھا لزوجھا الاول ولم یشعر بذلک زوجھا الاول ولا المرأۃ قال ان کان انما نکحھا لیحلھا فلا یصلح ذلک لھما ولا تحل . . . . | سعید نے اس شخص کی نسبت کہا جس نے ایک عورت سے اسلئے شادی کی کہ وہ اپنے پہلے شوہر کیلئے حلال ہوجائے اور اسکی واقفیت نہ تو زوج اول کو ہوئی اور نہ عورت کو، کہ اگر اس نے نکاح صرف اسی تحلیل کی غرض سے کیا تو یہ ان دونون سے کسی کیلئے مفید نہین اور وہ عورت حلال نہوگی۔

قال ابراھیم النخعی اذا ھم الزوج | ابراہیم نے کہا کہ جب زوج اول نے یا عورت نے

الاول او المرأة او الزوج الاخير بالتحليل فالنكاح فاسد	یا دوسرے شوہر نے تحلیل کا قصد کیا تو نکاح فاسد ہی۔
جاء رجل الى الحسن البصری فقال	حسن بصری کے پاس ایک شخص نے آکر کہا کہ
ان رجلا من قومی طلق امرأته	میری قوم مین سے ایک نے اپنی بیوی کو تین
ثلاثا فندم و ندمت فاردت	طلاقین دین اور اسکے بعد کو وہ دونوں نادم
ان انطلق فاتزوجها واصدقها	ہوئے، میرا قصد ہے کہ مین اس عورت
صداقا ثم ادخل بها كما يدخل	سے نکاح کر لون، اسکا مہر ادا کر دون اور
الرجل بامرأته ثم اطلقها	پھر جسطرح ایک شوہر اپنی بیوی کے پاس
حتى تحل لزوجها فقال له الحسن	جاتا ہے جاؤن اور اسکے بعد اسکو طلاق
البصری اتق الله يا فتى ولا تكونن	دیدون تاکہ وہ اپنے پہلے شوہر کیلئے حلال
مسمار نار لحدود الله	ہوجائے، حسن بصری نے کہا کہ اے نوجوان
.. ..	اللہ تعالیٰ سے ڈر اور اسکے حدود کے لئے
.. ..	آگ کی کھونٹی نہ بن۔

(باقی)

خواتین اسلام

(۱)

آج ہم ناظرین معارف کی ضیافت ایک جدید ندوی قلم سے کرتے ہین، ذیل کا مضمون ہمارے ایک عزیزدوست مولوی عبدالرحمن نگرامی فاضل ندوہ و معلم "مدرسۃ الاصلاح" سرائمیر، اعظم گدہ کا ہے، اس موضوع پر اردو مین غالبًا ابتک اس سے جامع تر کوئی مضمون نہین نکلا ہے، جسمین عورت کے متعلق اسلامی نقطۂ نظر کا پورا استقصا ہو۔ (معارف)

اسلام اور صنف نازک کہا جاتا ہے کہ مذہب اسلام نے جنس لطیف کی تکمیل و تہذیب کے متعلق کوئی خاص قانون نہین مرتب کیا، اور نہ انکو دنیا مین نعم الٓہیہ سے منتفع ہونے کا کافی موقع دیا گیا یہ واقعہ ہے؟ ہرگز نہین۔ بیشک ایک مسلمان عورت اہل روما کے عقائد کے مطابق گہر کا اثاثہ نہین کہ شوہر کو اُسکے بیع و شرا اور ابقا، و افنا کا حق حاصل ہو اور نہ وہ یونانیون کے قانون مذہب کے لحاظ سے ایک زبردست شیطان ہے کہ جہانتک ممکن ہو اسکی تحقیر و تذلیل مین کوشش کیجاے بلکہ وہ نظام عالم کے قائم رکھنے مین مردون کی حصہ مساوی سہیم و شریک ہے اسکے ذمہ نسل جدید کی تہذیب و تربیت، اخلاق کی درستی و اصلاح، مذہبی پابندی و استواری کا اہم فریضہ ہے، چنانچہ آگے چل کر ہم اسکے متعلق صاف تصریحات پیش کرینگے، بہت سے نادان اپنی تنگ نظری کے سبب عورتون کی اس پستی و تنزل کو اسلامی تعلیمات کا نتیجہ سمجھتے ہین، کیا یہ حقیقت ہے اور واقعی اسلام کا دامن اس سے آلودہ ہے؟ حاشا و کلا اِنَّ اللہ برِیٌ من ذالِکَ و رسولہ۔ اصل یہ ہے کہ ہمارے ملک مین رسم و رواج کی

بندش نے کچھ اس قسم کی صورت اختیار کرلی ہے اور ان پر سختی کے ساتھ پابندی کا کچھ ایسا روغن ملا گیا ہے کہ سطحی نظر مین اُنکے مذہبی احکام ہونے کا دہوکہ ہوتا ہے، حالانکہ صورت واقعہ اسکے بالکل خلاف ہوتی ہے، عورتون کے اس دور تنزل کی عمر زیادہ سے زیادہ دو صدی تجویز کیجا سکتی ہے ورنہ اگر صرف ہندوستان کی تاریخ پر غور کیا جائے تو سیکڑون خاتونین شجاعت وشہامت، علوم وفنون، سپہ گری، و بہادری کے زیور سے آراستہ ملین گی،

عرصہ ہوا کہ مصر کے مشہور رسالہ "النساء بین" "المرأة والاسلام" کے عنوان سے ایک مضمون شائع کیا گیا تہا جسمین حقوق نسوان کی مجمل تاریخ درج تھی، اسکے دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ عہد قدیم مین یورپ وایشیا کے تقریباً ہر حصہ اور ہر قوم مین عورت ایک ذلیل اور پست درجہ مخلوق سمجھی جاتی تھی، عرب کے بعض قبائل مین دخترکشی کی جو رسم جاری تھی وہ اسی خیال کا نتیجہ تھی کہ لڑکی کا ہونا اُنکے لئے ہمچشمون مین ننگ وعار کا باعث تہا، بہرحال اُسوقت ارض الٰہی کا کوئی ایسا ٹکڑہ نہ تہا جسمین اس نازک مخلوق کے حقوق بیدردی کے ساتھ پامال نہ کئے گئے ہون، اسلام کے آب حیات نے اس تن مردہ مین جو رُوح ڈالی اسکا اندازہ تم حضرت عمرؓ کے اس قول سے کرسکتے ہو، کنا فی الجاھلیۃ لانعد النساء شیئاً فلما جاء الاسلام وذکرھن اللّٰہ رائینا لھن بذالک علینا حقا (بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۶۹) یعنی ظہور اسلام سے قبل ہمارے دلون مین عورتون کی کوئی وقعت نہ تھی لیکن اسلام نے آکر ہمین اس غفلت سے بیدار کیا، خداے جل وعلا نے اپنے کلام مین انکا تذکرہ کیا، تب ہم نے سمجھا کہ انکے بھی ہمارے ذمہ کچھ حقوق ہین، یہ جملہ حقیقت مین ان خیالات کا آئینہ ہے جو اسلام سے قبل عرب کے ملک مین عورتون کے

متعلق موجود تھے، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے عورتون کے حقوق مین ایک معتدبہ اضافہ کیا بلکہ اُنکے حقوق کا ایک نیا باب کھولدیا، ہم نے اوپر بتایا ہے کہ شریعت غرّا نے تکمیل معاشرت مین عورت و مرد دونون کو مساوی حقوق دئے ہین اور خاندان و اولاد کے صلاح و فساد کا دونون کو ذمہ دار ٹہرایا ہے، ہمارے اس دعوے کی دلیل حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی اس روایت سے ملتی ہے۔ الرجل راع علی اھلہ وھو مسئول والمرأۃ راعیۃ علی بیت زوجھا وھی مسئولۃ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۳) یعنی "مرد اپنے اہل کا راعی بنایا گیا ہے، اور ان سے اُنکے متعلق جواب طلب ہوگا، اور عورت خاوند کے گھر کی سنبھالنے والی ہے اور اس سے اسکے متعلق بازپرس ہوگی"۔ انہی کی دوسری روایت مین ایک اور لفظ کا اضافہ ہے المرأۃ علی بیت زوجھا و ولدہ یعنی عورت خاوند کے گھر اور اولاد کی ذمہ دار ہے۔

روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم افصح العرب والعجم تھے، اور آپکی اصلی شان یہ تھی کہ اوتیت جوامع الکلم آج ہمارے یہان عورتون کے متعلق کسقدر مباحث درپیش ہین اورون کو چھوڑ دو، ایک تعلیم کے مسئلہ مین کسقدر شدید اختلافات ہین، لیکن اس ایک مختصر لفظ نے اُن تمام قضیون کا فیصلہ کردیا، جب تک عورتین امور خانہ داری سے نابلد رہین گی وہ کیونکر شوہرون کے گھربار کی نگہداشت کرسکتی ہین، جب تک عورتین تعلیم یافتہ ہونگی دیگر فنون سے فی الجملہ اور اصول حفظان صحت سے کافی واقفیت نہ رکھین گی توکیا خاک اپنی اولاد کی حفاظت اور تربیت و اصلاح کا کام انجام دینگی! اگر ایسا ہے تو وہ لوگ جو عورتون کی تعلیم کے مخالف ہین، اس فرمان کے بعد کیا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بازپرس کے لئے تیار ہین۔ راعیہ کے لفظ سے جو اہمیت پیدا ہوئی ہے وہ ظاہر ہے،

حجۃ الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے جو فن اسرار شریعت کے ایک زبردست امام ہین اسرار نکاح مین اسی مساوات حقوق کا تذکرہ فرمایا ہے، وہ فرماتے ہین کہ انسان کے فطری اور ضروری حوائج دو طرح کے ہین، بعض ایسے ہین کہ جنکی تکمیل وہ خود کر سکتا ہے اور بعض ایسے ہین کہ جنکے انصرام مین عورت کی حاجت ہوتی ہے (علی ہذا القیاس عورت کا بھی یہی حال ہے) اسی لئے شریعت نے نکاح کو ضروری قرار دیا ہے (حجۃ اللہ البالغہ ص ۴)

دوسرے الفاظ مین گویا اسکا مطلب یہ ہے کہ عورت انسانیت کو مکمل کرنیوالی مخلوق ہے، اور یہی وجہ ہے کہ ایک حدیث مین ارشاد ہے اذا تزوج العبد فقد استکمل نصف الدین، (مشکوۃ جلد ثانی صفحہ ۲۶۸) جب کسی شخص نے نکاح کر لیا تو گویا اُس نے اپنا دین مکمل کر لیا کیونکہ اعمال انسانی کی دو قسمین ہین، ایک وہ اعمال و افعال ہین جنکا تعلق آخرت سے ہے اور دوسرے وہ جنکا تعلق معاشرت دنیاوی سے ہے، انعقاد رسم نکاح کے بعد گویا امور معاشرت کی ایک گونہ تکمیل ہو جاتی ہے، قرآن مجید کی بعض آیات اس حیثیت کو اور بھی صاف اور واضح کرتی ہین، مثلاً ارشاد ہے ھن لباس لکم و انتم لباس لھن، وہ (عورتین) تمہارے لئے لباس ہین اور تم اُنکے لئے لباس ہو"۔

لباس انسان کے لئے ایک ضروری چیز ہے اور عموماً لوگ دوسری چیزون کی بہ نسبت اُسکی تزئین و آرائش کا زیادہ خیال کرتے ہین، اسی لئے قرآن مجید نے مرد اور عورت کے حیثیات کو واضح کرتے ہوے لباس کا لفظ استعمال کیا ہے کہ تم مین کا ہر ایک دوسرے کے لئے لباس ہے، اسلئے مرد اور عورت دونون کا فرض ہی کہ ایک دوسرے کی تزئین و آرائش مین سخت جد و جہد کرین، ایک دوسرے موقع پر خصوصیت کے ساتھ عورتون کی حیثیت کو اس سے بھی زیادہ بہتر دکھلایا ہے۔ نساءکم حرث لکم فأتوا

بجن نکم انی شئتم" تمہاری عورتین کھیتون کی طرح ہین جسطرح چاہو اُنکے پاس آؤ- گو یہ آیت مفسرین کے قول کے مطابق ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ ہے، لیکن تفسیر کا عام اصول یہ ہے کہ خصوص واقعہ کے سبب سے لفظ کے عام استنباطات نہین باطل کئے جاسکتے- اس آیت مین عورتون کو کھیتی کے ساتھ تشبیہ دیگئی ہے جو ایک نہایت عزیز اور سودمند چیز ہے، کوئی کاشتکار کبھی اپنی زراعت کو ضایع نہین کرنا چاہتا، اسی طرح مردون سے خطاب کیا گیا ہے کہ تم کو اپنی عورتون کے ساتھ وہی سلوک روا رکھنا چاہیئے جو کاشتکار کو اپنی زراعت کے ساتھ، یہ قرآن مجید کا مخصوص طرز ادا ہے کیا اس سے بڑھکر بھی حسن معاشرت کی کوئی تعلیم دیجاسکتی ہے، ان دونون کا مفہوم تقریباً ایک ہی ہے لیکن الفاظ مختلف ہین، اسمین بھی ایک خاص نکتہ ہے، لیکن اسکے بیان کرنے سے پہلے ایک اور مقدمہ ذہن نشین کرلینا چاہیئے

قرآن مجید مین عموماً احکام کا مخاطب اہل عرب کو بنایا گیا ہے، اور زیادہ تر اُنہی کی اصلاح کو مقدم رکھا گیا ہے تاکہ پہلے ایک قوم کو راہ پر لایا جائے اور پھر اسکے ذریعہ سے دوسری قومون کی اصلاح کیجائے، اسکے لئے قوم عرب کا انتخاب کیا گیا کیونکہ اُن کا ملک جغرافی حیثیت سے کرۂ ارض مین مرکز کی حیثیت رکھتا ہے، اسی لئے اور احکام کی طرح عورتون کے حقوق کی طرف بھی پہلے اُنہین کو دعوت اصلاح دیگئی، عرب مین دو قسم کے لوگ آباد تھے ایک وہ جنکا کوئی ایک مقام متعین نہ تھا مختلف مقامات پر رہتے، کھیتیان کرتے، فصل کاٹتے، اور دوسری طرف چلے جاتے، دوسرے وہ لوگ جو شہرون مین آباد تھے، ان کا عام پیشہ تجارت تھا، ظاہر ہے کہ پہلے گروہ کے لئے کھیتی باری سے زیادہ دوسری کوئی چیز عزیز نہین، دوسرے گروہ کے لئے ظاہری آرائش

وزیبائش مقدم چیز ہے جسکا جزو اعظم لباس ہے، قرآن مجید کے مخاطب یہی دو گروہ ہین، انہین دونون گروہون کو عورتون کی زبردست حیثیات سمجھانے اور انکے دلون مین صنف نازک کی وقعت پیدا کرنے کے لئے دو مختلف مثالون سے کام لیا گیا ہے اور لباس وحرث کے جداگانہ الفاظ استعمال کئے گئے ہین، پہلے سے اہل حضر اور دوسرے سے بادیہ نشینون کی تفہیم مقصود ہے، اس دعوی کے اثبات کے بعد اب ہم ان چند چیزون کی تفصیل کرنا چاہتے ہین جنکے متعلق گذشتہ صفحات مین ہم ضمناً اشارہ کر آئے ہین۔ حضرت عمرؓ کے قول سے تم نے اندازہ کر لیا ہوگا کہ اہل عرب عورتون کی کچھ قدر ومنزلت نہ کرتے تھے، اور اُنکے نزدیک عورتون کی زیادہ سے زیادہ وہی وقعت ہو سکتی تھی جو ایک انسان اپنے دوسرے مملوکات ومقبوضات کی کر سکتا ہے، اور اُنکی ذات کے متعلق شوہرون کو وہی حقوق ملتے تھے جو دیگر اسباب معیشت پر حاصل ہوتے، لیکن شارع اسلام نے ہر جگہ عورتون کے ساتھ حسن معاشرت، سلوک نیک اور خوش معاملگی کی تعلیم دیتے ہوئے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ عورتون پر انکو وہی حقوق حاصل ہین جو شریعت غرا نے دیئے ہین، چنانچہ ابن ماجہ کی روایت ہے۔ لیس تملکون منھن شیئاً غیر ذالک الا ان یاتین بفاحشۃ بینۃ (تم کو عورتون پر سوا ے حقوق مخصوص کے اور کوئی دسترس نہین حاصل ہے لیکن ہان جب کوئی گناہ کرین) جو لوگ حریت نسوان کے حامی ہین اور اُسکے صحیح مفہوم سے واقف ہین وہ غور کرین کہ اس سے زیادہ اور کیا جنس لطیف کی آزادی کے حدود وسیع ہو سکتے ہین، بیشک حدود الہیہ اور اپنے اپنے فرائض سے اعراض کرنے کی صورت مین کونسا حیا پرور اور صحیح الدماغ انسان ہے جو اسلام کی اس تعلیم کے سامنے سر تسلیم نہ جھکا دیگا۔ البتہ یورپ کے کورمقلد اسکے لئے تیار ہونگے کہ عورتون کو اس درجہ آزادی دیجائے کہ وہ فواحش

وکبائر مین مبتلا رہین اور شوہرون کو ان سے بازپرس کا حق نہ حاصل ہو، لیکن ایسا کرنا انسانی حیا و شرم کا خون کرنا ہے۔ بعض مواقع پر حضور نبی صلعم نے عورت کو دنیا کی سب سے زیادہ گرانمایہ پونجی، سب سے زیادہ عزیز متاع سے تعبیر فرمایا ہے، ابن ماجہ مین حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت ہے، ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انما الدنیا متاع ولیس من متاع الدنیا شیئ افضل من المرأۃ الصالحۃ (دنیا ایک دوکان متاع ہے جسمین سب سے بہتر پونجی صالح عورت ہے) اس فضیلت کا راز وہی ہے جو ہم اوپر ظاہر کر چکے ہین کہ عورت سلسلہ تکمیل انسانیت کی ایک زبردست کڑی ہے۔ بخاری کی ایک حدیث مین حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ "المرۃ کا لضلع" عورت پسلی کی طرح ہے۔ اس ارشاد کی پوری تصویر تھوڑی سی طبی تشریح کے بعد ذہن مین آسکتی ہے، نوع انسان کے مختلف افراد ہین ان افراد کا مجموعہ گویا ایک ڈھانچہ ہے جسمین عورت کو "پسلی" سے تشبیہ دیگئی ہے۔ اب دیکھو ماہرین طب مجسمۂ انسانی مین ضلع (پسلی) کے فوائد بتلاتے ہین، اس سے بہتین واضح ہوگا کہ وہی حیثیت افراد نوع انسانی مین عورت کو حاصل ہے، علم افعال الاعضا (فزیالوجی) کے لحاظ سے پسلی کا کام پھیپھڑے اور قلب کی حفاظت کرنا ہے، انسان کی قدرتی مشین ہنہین دو پرزون کے ذریعہ سے چلتی ہے، پھیپھڑے کے ذریعہ سے سانس لیجاتی ہے اسی پر زندگی کی آیندہ رفتار کا دارو مدار ہے، اور قلب کا کام قوام بدن کی نگہداشت کرنا ہے، لیکن ان دونون کی حفاظت "ضلع" سے متعلق ہے، بعینہ یہی حال عورت کا بھی ہے، اولاد کہ اس سے آیندہ نسل کے چلنے کی امید ہے شوہر کہ تمام ضروریات کی فراہمی و نگہداشت اُسکے ذمہ ہے ان دونون کا کام عورت کے بغیر درست نہین ہوسکتا، فطرت کی طرف سے پسلی کی جو ساخت ہے اگر تم اسمین کوئی تغیر کرنا چاہو تو کرسکتے ہو مگر اسکا نتیجہ کیا ہوگا کہ اس

کل کے تمام پرزے ایک لمحہ مین تتر بتر ہو جایئن گے، اسی طرح قانون قدرت کا جو تقاضا ہے اسمین کمی وبیشی افراط و تفریط کو ہرگز دخل نہ دینا چاہیئے ورنہ اسکا وہی حشر ہوگا کہ خاندان کا خاندان برباد ہو جائیگا۔

دنیا مین آج بہت سی قومین مال اور دولت کی تلاش مین حیران و سرگردان ہین مسلمانون کو احکام مذہب کی رُو سے ملکی، قومی، سیاسی، مذہبی ضروریات کے پورا کرنے کے بعد تفاخر و تکاثر کی نیت سے مال جمع کرنا نازیبا ہے، انکی اصل غرض وغایت اعلاء کلمۃ اللہ اور معارف الٰہیہ کی تشریح و توضیح ہے، اسی لئے جب مال جمع کرنیکی ممانعت کر دیگئی (ملکی اور مذہبی ضروریات مستثنیٰ ہین) تو حضرت ثوبان نے حضور سے عرض کیا کہ پھر ہم لوگ کس چیز کے جمع کرنے کی کوشش کرین، آپ نے ارشاد فرمایا لیتخذ احدکم قلباً شاکراً ولساناً ذاکراً و زوجۃ مومنۃ تعین احدکم علی امر الاخرۃ (قلب شاکر لسان ذاکر اور زوجہ مومنہ کے حاصل کرنے کی کوشش کرو) پہلی دو چیزون کے متعلق کوئی تفصیل نہین بتائی گئی، زوجہ مومنہ کے ذکر کے بعد اس سبب کا بھی اعلان کر دیا گیا ہے کہ وہ تمہاری معین و مددگار ہوگی۔ یہ روایت تفصیل کے ساتھ ابن ماجہ مین مذکور ہے، ترمذی کی ایک روایت مین آیا ہے خیارکم خیارکم لنسائہ تم مین سب سے بہتر وہ شخص ہے جو اپنی عورت سے اچھا سلوک کرتا ہے، اور ان سب سے زیادہ جامع قرآن مجید کا یہ فرمان ہے وعاشروھن بالمعروف، ان کے (عورتون کے) ساتھ نیک برتاؤ کرو کیا ان کھلی ہوئی تحریرات کے بعد بھی انصافاً اسلام پر صنف نازک کے متعلق تنگ نظری کا الزام قائم کیا جا سکتا ہے۔

شارع اسلام اور صنف لطیف اور پر ہم نے قرآن مجید کی بعض آیات اور سرور کائنات کے

ارشادات سے یہ امر واضح کردیا ہے کہ مذہبی حیثیت سے ہمارے یہان عورتون کا کیا درجہ قائم کیا گیا ہے، اور اُنکی نگہداشت وحسن معاشرت کے لئے کسقدر پرزور اور موثر ہدایتین کیگئی ہین، اب ہم نہایت اختصار کے ساتھ دکھانا چاہتے ہین کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی حیثیت سے جنس لطیف کے ساتھ کیسا سلوک فرمایا ہے کہ آپکے اعمال وافعال ہمارے لئے ایام حیات کے بسر کرنے مین کبریت احمر ہین، لقد کان فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ تمہارے لئے حضور کے اخلاق و عادات اور معاشرت حیات مین ایک کامل نمونہ ہے، جنس لطیف کی جو وقعت وعزت حضور کے قلب مبارک مین تھی اسکا حضرت انس کی اس روایت سے اندازہ کیا جاسکتا ہے، حُبّب الی من الدنیا النساء والطیب (مجھے دنیا کی چیزون مین عورت اور خوشبو پسند ہے) (بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۵۶) حضور کا جو برتاؤ ازواج مطہرات کے ساتھ تھا اُسکی کیفیت سیر ازواج کے دیکھنے سے معلوم ہوسکتی ہے، اس مقام پر اُن کا تذکرہ کرنا طوالت سے خالی نہین، لیکن حضور کا یہ کریمانہ اخلاق صرف اُنہین تک محدود نہ تہا بلکہ اس جنس کے اور افراد بھی اسکے اثمار شیرین سے محظوظ ہوتے تھے، عیدین کے موقع پر کہ یہ دونون تہوار مسلمانون کی ایریل ریلجیس کانفرنس کے دو شاندار جلسے ہین، نیز دوسرے مواقع پر حضور اپنے خطبات مین جنس لطیف کا خاص لحاظ فرماتے تھے چنانچہ حضرت ابن عباس فرماتے ہین کہ ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجمع عام مین وعظ فرمایا عورتون کی صفین دور تہین خیال ہوا کہ شاید احکام و مواعظ کی انکو پورے طور پر اطلاع نہ ہوئی ہو اسلئے آپ بنفس نفیس وہان تشریف لیگئے، احکام تعلیم فرمائے اور صدقات کے ادا کرنے کا حکم دیا، یہ موقع عید الفطر کا تہا، آپکے ساتھ حضرت بلال بھی تشریف رکہتے تھے

دامن پھیلا ہوا تھا، عورتیں فرط اثر سے زیور اُتار اُتار کر دامن میں ڈالتی جاتی تھیں اس زمانہ میں بعض مواقع پر عورتوں نے اسی قسم کے جوش کا اظہار کیا ہے، یہ حقیقت میں ایک سنت ہے جہانتک ممکن ہو تقصیر نہ کرنا چاہیئے، آج ملک میں ایک تعلیمی کانفرنس قائم ہے، عورتوں کے لئے بھی ایک شعبہ مخصوص ہے، ہم نے اپنے بہت سے بزرگوں کو جو شارع علیہ السلام کے صحیح طرز عمل سے واقف نہیں رکھتے ہوئے سنا ہے کہ اس زمانۂ فاسد میں عورتوں کی عزت و عظمت کو یہانتک بڑہا دیا گیا ہے کہ اُنکی مجالس کے مخصوص شعبے قائم کئے جاتے ہیں لیکن اُنہیں یہ خبر نہیں کہ اُسکی بنیاد اس مبارک عہد میں پڑ چکی ہے کہ جسکے نقش قدم پر چلنا ہمارا آپکا سب کا فرض ہے۔

ایک موقع پر دربار رسالت میں عورتوں کا وفد حاضر ہوا اور اس نے شکایت کی کہ غلبنا علیک الرجال فاجعل لنا یوماً من نفسک مجالس و محافل وعظ میں ہم پر مرد غالب ہو گئے ہیں، اِسلئے ہماری استدعا ہے کہ حضور ہمارے لئے کوئی خاص دن مقرر فرمائیں آپ نے انکی اس استدعا کو کامل غور و خوض سے سُنا اور پھر اُنکے لئے ایک خاص دن مقرر فرمایا اور وعظ سے اُنکو مستفید کیا، (دیکھو بخاری جلد اول کتاب العلم)

ہمارے نزدیک مسلمان عورتوں کا یہ مذہبی فرض ہے کہ وہ اس سنت کے ادا کرنے کے لئے اپنی خاص جماعت کا ایک جلسہ منعقد کریں جسمیں علماے دین اور رہادیان قوم انکو ملک کی موجودہ ضروریات اور مذہب کے ضروری احکام و اوامر سے واقف کیا کریں۔ اُم ہانی بنت ابی طالب نے ایکبار کسی شخص کو امان دی، حضرت علی نے اس امان کو ناجائز سمجھا اور اس شخص سے جنگ کرنا چاہی، حضرت اُم ہانی نے حضور سے شکایت کی آپ نے حضرت علی کو اس سے منع فرمایا اور اُم ہانی سے کہا قد اجرنا

من اجرت یا ام ھانی اے ام ہانی جسکو تم نے پناہ دی ہم نے بھی اسکو پناہ دی، غالباً حضرت علی نے یہ خیال فرمایا تھا کہ ایک عورت کا امان دینا کیونکر جائز ہو سکتا ہے، لیکن حضور نے اس فعل کو جائز اور واجب العمل قرار دیکر اس امر کی تعلیم فرمائی کہ ان امور مین بھی عورتون کو دخل دینے کا حق حاصل ہے۔

اپنے حقوق کی حفاظت یہ تبلانے کے بعد کہ اسلام اور داعی اسلام نے جنس لطیف کو پستی کے اس عمیق گڈھے سے نکالا ہے جسمین دنیا کی تمام قومون نے اپنی مجموعی قوت سے اُسے ڈھکیلا تھا اب ہم چند اس قسم کی تاریخی نظیرین پیش کرتے ہین جن سے واضح ہوگا کہ جب اسلام نے اس نازک مخلوق کو اپنے پیرون پر کھڑا کر دیا اور یہ عام ہدایت کردی کہ ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف جسطرح عورتون پر مردون کے حقوق ہین اُسی طرح کچھ حقوق اس قسم کے بھی ہین جنمین عورت اپنے شوہرون سے زبردست مطالبہ کا حق رکھتی ہین تو اُنھون نے کس آزادی اور جرأت کے ساتھ اپنے حقوق کی حفاظت کی اور اپنے مطالبے اسلام کی عدالت عالیہ مین پیش کئے اور ڈگریان لین، حریت، صداقت، حق پرستی، صاف گوئی اسلام کی عام تعلیم ہے، اور ہر پیرو اسلام کی پیشانی ان انوار ساطعہ سے منور ہے اور اُنکے چہرے ان آثار حیات سے جلوہ افروز ہین، پھر اسلام کا ابر کرم کسی فرقہ اور جنس کے ساتھ مخصوص نہین، عورتون نے بھی اس سے فائدہ اُٹھایا اور کافی فائدہ اُٹھایا، مثال کے لئے دو ایک واقعہ درج کئے جاتے ہین۔

مہر عورتون کا ایک شرعی حق ہے، احادیث مین اقلاً دس درہم مہر کی تعداد مقرر کیگئی ہے، زیادہ کے لئے کوئی تحدید نہین کیگئی، لیکن دتحدید کا حق عورتون کو حاصل ہے امیر المومنین حضرت عمرؓ نے تعداد مہر کی تحقیق کی جب معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہ زہرا کا

مہر (تعداد مشہورہ) اسقدر رہے تو آپ نے ممبر پر چڑھکر خطبہ دیا اور فرمایا لضبغة النبی اور جگرگوشۂ رسول کے مہر کی تعداد سے زیادہ کسی کا مہر نہ مقرر ہو، جو لوگ اسکے خلاف کرین ان کا اسقدر مال جو اُنھون نے اضافہ کیا ہے مسلمانون کے بیت المال مین داخل ہو، ایک عورت نے اسی مجمع مین اس حکم کے خلاف آواز بلند کی اور کہا جب ارشاد خداوندی ہے (اتیتم احدھن قنطارا فلاتاخذوا منہ شیئا) اگر تم مین سے کوئی شخص اپنے مال مین سے ڈھیر کے ڈھیر عورتون کو دیدے تو پھر اسمین سے کچھ نہ لینا چاہئے اس ارشاد کے ہوتے ہوئے امیرالمومنین کو کیا حق ہے کہ وہ اس اضافہ کو بیت المال مین داخل کرائین۔ حضرت عمرؓ نے فوراً اسے قبول کرلیا اور بے ساختہ فرمایا (امراۃ اصابت ورجل اخطا ایک عورت نے سچ کہا اور مرد سے غلطی ہوگئی)

اس واقعہ سے متعدد نتیجے اخذ کئے جاسکتے ہین۔ اسلامی تعلیم کے زبردست اثر اور جانشینان پیغمبر کی صداقت پرستی اور حق پژوہی کی یہ ایک بین دلیل ہے، لیکن یہ نتائج ہمارے موضوع سے علٰحدہ ہین، اس موقع پر دیکھنا یہ ہے کہ ایک جلیل القدر صحابی امیرالمومنین خلیفۃ الرسول کے حکم کے مقابلہ مین ایک معمولی عورت نے کس جسارت کے ساتھ اپنے ایک جائز حق کی حمایت کی اور کامیاب ہوئی، یہ واقعہ انقضاے عصر نبوت کے بعد کا ہے لیکن اس سے عجیب تر ایک دوسرا واقعہ ہے جسمین خود رسالت پناہ کے حضور مین ایک معمولی عورت نے اپنے حق کا استعمال کیا اور پیغمبر خدا نے اُسکی تصویب فرمائی، بریرہ ایک لونڈی تہین، حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اُنھین خرید کر آزاد کردیا، آزادی سے پہلے مُغیث نامی ایک غلام کے ساتھ اُن کی شادی ہوی تھی، بریرہ اُن سے راضی نہ تہین، شرعی قاعدہ کے مطابق لونڈیون کو

حق حاصل ہے کہ وہ عتق (آزادی) کے بعد اپنے پہلے شوہر کو اگر چاہین تو جدا کر دین اور مرضی ہو تو اسی پہلے عقد کو قائم رکھین، بریرہ نے اپنے حق کا استعمال کیا اور مغیث کا نکاح فسخ کر دیا، اسکے برعکس مغیث کو ان سے بیحد محبت تھی، اس تفریق کے بعد وہ گلیون مین پریشان پھرا کرتے، چیخین مار مار کر روتے لیکن بریرہ نے انکی آہ وزاری کی کوئی پروا نہین کی اور اُن سے دوبارہ عقد کرنے پر راضی نہین ہوئین، جب حضورؐ نے مغیث کی یہ حالت دیکھی تو بریرہ سے فرمایا لو راجعتہ یعنی بہتر ہوتا اگر تم اُن سے رجعت کر لیتین، بریرہ نے کہا یا رسول اللہ تامرنی" پیغمبر خدا کیا آپ حکم فرماتے ہین آپنے جواب دیا انما اشفع حکم نہین بلکہ سفارش کرتا ہون، بریرہ نے کہا فلا حاجۃ لی فیہ مجھے اسکی (مغیث کی) کوئی حاجت نہین، اب بتاؤ کیا حقوق نسوان کی حفاظت اور استعمال مین اس سے زیادہ آزادی کی حاجت ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ آزادی کی آخری سرحد ہے، پیغمبر اسلام علیہ السلام کی شان دیکھو کہ حضور واقف ہین کہ یہ اپنا جائز حق استعمال کر رہی ہے، اسلئے شروع ہی سے یہ لہجہ اختیار کیا ہے" بہتر ہوتا اگر تم ان سے رجعت کر لیتین، اور بریرہ کا جوش عقیدت و اطاعت کا اس فقرہ سے اندازہ کرو "کیا آپ مجھے حکم دیتے ہین" یعنی اگر یہ شارع کا حکم ہے تو سرتابی کی جگہ نہین لیکن اگر محض سفارش ہے تو مجھے اختیار حاصل ہے۔

عورتون کو شریعت نے ان معاملات (نکاح وغیرہ) مین پوری آزادی دی ہے اسکی تفصیل چند اوراق کے بعد معلوم ہوگی، لیکن ہمارے ملک مین شریعت کے ان احکام پر آج کون چلتا ہے؟ اگر لڑکیان ایسا کرین تو انکو بے حیا اور بے شرم کہا جائے سچ تو یہ ہے کہ اگر حقوق شرعیہ کا استعمال کرنا بھی بے حیائی ہے تو یہ بے حیائی ہمارے لئے

سرمایۂ ناز ہے، مثال کے لئے یہ دو واقعہ کافی ہین لیکن اس موقع پر ہمارا مذہبی فرض ہو کہ خواتین اسلام کو متنبہ کردین کہ وہ اپنے جائز حقوق شرعیہ کے حصول مین رسم ورواج کی پابند ہنون بلکہ اپنے پیش نظر صرف یہ رکھین کہ خدا اور اسکے رسول نے جو قانون بنایا ہے وہ کیا حکم دیتا ہے اور اسی کے سامنے سر جھکا دین کہ حقیقی فلاح اور امن وچین اسی مین ہے

پندار سعدی کہ راہِ صفا   توان رفت جز در پے مصطفیٰ

شریعت اسلامیہ اور حفاظت حقوق نسوان

شریعتِ غرّا نے ہمیشہ کمزور اور ناتوان جماعت کی طرفداری کی ہے مظلومین وسلوبین کی دادرسی اور انکے حقوق کی حفاظت اسکی دعوت اصلاح کا اصل منشا ہے، اسلئے جسطرح اکثر عورتون کے ساتھ حسن معاشرت اور نیک سلوک کرنے کی ہدایت کیگئی ہے انکی دلجوئی کے لئے حکم دیا گیا ہے، ان کے ساتھ نرمی اور ملاطفت کا برتاؤ رکھنے کی تعلیم دی ہے، اسی طرح ہر موقع پر جہان جنس لطیف کے حقوق کی پامالی کا خوف ہوتا ہے، اسلام نہایت بلند آہنگی سے اپنے پیروون کو متنبہ کرتا ہے اور اتلاف حقوق سے باز رکھتا ہے اس نے ان تمام رسوم وقبائح کی بیخ کنی کردی، جنمین عورت صرف ایک محض محکوم کی حیثیت سے نظر آتی تھی اور اصل یہ ہے کہ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو عورتون کی پیدائش کی جو غرض وغایت کلام الٰہی نے روشن کی ہے مفقود ہوجاتی، ایک مقام پر ارشاد ہے ومن اٰیتہٖ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ خدا کی نشانیون مین سے یہ بھی ہے کہ اُس نے تمہارے لئے تمہارے نفوس سے جوڑے پیدا کئے جنکی غرض یہ ہے کہ تم اُن کے پاس سے سکون و اطمینان حاصل کرو اور خدا نے تمہارے آپس مین محبت والفت کا بیج بویا ہے۔ اس ارشاد کو اپنے سامنے رکھو اور دیکھو کہ مودت ورحمت کا تقاضا یہی ہے کہ اُنکے حقوق

تلف کئے جائین اور عورت محض ایک خادمہ کی حیثیت سے تمہاری خدمتگذاری مین مصروف رہے، داعی اسلام کی اس تعلیم سے کہ ان آبگینون کو ٹھیس نہ لگ جائے یہی منشا ہے کہ جو حقوق شریعت نے انکے لئے متعین کئے ہین اُسمین کوئی قصور اور کمی نہ واقع ہو، نکاح کا اختیار عورت اور مرد دونون کو برابر دیا گیا ہے۔ معقل بن یسار کی بہن کو ان کے شوہر نے طلاق دیدی، انقضاء عدت کے بعد قاعدۂ شرعیہ کے مطابق اُنھون نے تجدید نکاح کی خواہش کی، طرفین راضی تھے لیکن معقل اسمین حارج تھے، اسی موقع پر یہ آیت نازل ہوئی ولا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن، (اُن کو (عورتون) کو اس سے نہ روکو کہ وہ اپنے (سابق) شوہرون سے نکاح کرین) معقل انکے حقیقی بھائی تھے، کہا جاسکتا تھا کہ انکی ممانعت کسی مصلحت پر مبنی ہوگی، لیکن اُنکو صرف اسلئے رد کا گیا کہ تم مین سے ہر شخص کو اپنے حدود سے باہر قدم نہین رکھنا چاہیئے کسی سے نکاح کرنے یا نہ کرنے کا حق عورتون کو ہے مردون کو اسمین بغیر انکی اجازت اور مرضی کے دست اندازی کی کوئی ضرورت نہین۔

عرب مین یہ قبیح رسم جاری تھی کہ شوہر کے انتقال کے بعد اُسکی بیوی سوتیلے لڑکون کے حصہ مین وراثتہً آجاتی اور دوسرے اموال متروکہ کی طرح سوتیلے ماں کے بارے مین بھی انکو اختیار ہوتا کہ چاہین خود نکاح کرلین اور خواہ کسی دوسرے سے کردین بعض قبائل مین یہ بھی تھا کہ باپ کے مرنے کے بعد سوتیلی ماں پر جس لڑکے کی چادر پڑجاتی وہ اسکی مقبوضہ ہوجاتی، اس حیاسوز رسم کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہین، عورتون کی کسقدر حق تلفی ہے اُنہین کس بیدردی کے ساتھ دوسرے کا مملوک بنایا جاتا تھا قرآن مجید نے اسکا قطعی انسداد کردیا یا ایھا الذین آمنوا لا ترثوا النساء کرھا اے مسلمانو

عورتون کے زبردستی وارث نہ ہو۔ نکاح کی اس صورت کو اور مواقع پر مصرح طور سے منع کیا گیا، لیکن اس آیت سے صرف اسقدر مقصود ہے کہ عورتون پر اس قسم کے جبر کا روا رکھنا تمہارے شان اسلام کے خلاف ہے، خنشا، بنت خذام کا نکاح اُنکے والد نے صغر سنی ہی مین کردیا تھا لیکن یہ راضی نہ تہین، اُنھون نے آکر دربار رسالت مین شکایت کی آپ نے نکاح کو فسخ کردیا، (اسد الغابہ جلد ۵ صفحہ ۴۴۰) یہ عورت تاریخ اسلام مین جنس لطیف کے حقوق ازدواج مین پہلی محسنہ ہے جس نے گویا اس امر کا سنگ بنیاد رکھا کہ اگر عورت کی رضا وخوشنودی کے بغیر کوئی شادی کیجائے تو وہ اسکے فسخ کرانے کا حق رکہتی ہے انہین حقوق کی حفاظت کے لئے شریعت نے مسلہ خلع وضع کیا ہے جو تقریباً مردون کے اختیار طلاق کے برابر ہے، آیت (وان امرأة خافت من بعلھا) سے اسی کی طرف اشارہ ہے، بعض اس قسم کے حقوق ہین جنمین مرد اور عورت دونون برابر ہین، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتون کے حق کا زیادہ لحاظ فرمایا، مثلاً ماں باپ دونون کی خدمت اولاد پر واجب ہے، لیکن حضور نے اکثر مواقع پر مان کی خدمت کو ترجیح دی ہے بخاری کی ایک روایت ہے کہ ایکبار ایک شخص نے حضور سے پوچھا من احق الناس بحسن صحابتی (میرے حسن معاشرت اور نیک سلوک کا زیادہ تر مستحق کون ہے) آپ نے فرمایا اُمّک تمہاری مان (جلد دوم صفحہ ۸۸۵) ان حقوق کے ادا کرنے کے لئے آپ نے لوگونکو افضل سے افضل خدمات سے روک کر انکی تاکید کی، نسائی مین ہے کہ جاہمہ سُلمی نامی ایک شخص آپکے پاس آے اور شرکت غزا کی اجازت چاہی آپ نے پوچھا کیا تمہاری مان ہین اُنھون نے کہا ہان، ارشاد ہوا کہ فالزمھا فان الجنة تحت قدمیھا (اُنکی خدمت کرو کہ جنت اُن کے قدمون کے نیچے ہے) اس تاکید کی وجہ یہی ہے کہ عورتون کو کمزور اور ضعیف سمجھکر لوگ

انکے حقوق کی تکمیل مین تساہل کرینگے، بہرحال شریعت اسلامیہ نے جنس لطیف کے حقوق کی حفاظت کی اور خواتین اسلام کو اسکا پورا حق دیا کہ وہ اپنے صحیح مطالبات کا تقاضا نہایت بلند آہنگی سے کرین، وکفی باللہ شہیداً ہ

بعض حقوق کی تفصیل ان تمام حقوق کی تفصیل جو اسلام نے صنف نازک کو عطا کئے ہین، اس موقع پر نہین کیجا سکتی، اسکے لئے خود ایک مستقل رسالہ کی حاجت ہے، نیز اردو زبان مین اسکے متعلق ایک معتدبہ ذخیرہ بھی موجود ہے لیکن ان مین سے دو ایک کے متعلق ہم کچھ لکھنا چاہتے ہین،

عورتون پر جہان اور مظالم کئے جاتے ہین سب سے بڑا ظلم یہ ہوتا ہے کہ معاملہ نکاح وزدواج مین جو انکی عمر کا حاصل اور زندگی کا لب لباب ہے اُنہین کوئی اختیار نہین دیا جاتا حالانکہ احادیث نبوی اور احکام شریعت اسکے بالکل خلاف ہین، ہم نے اوپر متعدد جگہ تذکرہ کیا ہے کہ عقد نکاح عورتون کا حق ہے اسکے متعلق اُنہین کامل آزادی ملنی چاہیئے، رسالت پناہ کا ارشاد ہے الایم احق بنفسہا؟ ایم اس عورت کو کہتے ہین جسکے شوہر نہو، یعنی ایم اپنے معاملہ مین خود اختیار ہے، کنواری اور بیوہ دونون کے لئے تصریح ہے کہ انسے نکاح کے معاملہ مین اجازت لے لینا ضروری ہے۔ یہ حکم خود اسکو ظاہر کرتا ہے کہ مسئلہ نکاح کا تعلق عورتون سے ہے اور اسی لئے اولیا، اور وکلا، انسے اجازت طلب کرتے ہین تو کیسے ممکن تہا کہ ہمارے ملک مین اس حکم کی نافرمانی کیجاتی کہ انکے بغیر نکاح کا انعقاد ناممکن ہے لیکن اس معاملہ مین سب سے بڑی غلطی یہ کیجاتی ہے کہ والدین لڑکیون کی رضا و خوشنودی کا کوئی خیال نہین رکھتے اور نہ ان سے ان معاملات مین استصواب کرتے ہین، اسلام نے عورت کو ایک خاص حق دیا ہے جو مہر کے نام سے موسوم ہے، بہت سے ممالک مین

اور ہندوستان کی بعض قومون مین اب بھی یہ رسم ہے کہ اکثر یہ مال عورتون کی طرف سے مردون کو دیا جاتا ہے لیکن ایسا کرنا فطرت کے اصول تقسیم عمل اور تخصیص فضائل کے خلاف ہے خود مسلمانون مین ایک بڑے خلیفہ کا یہ خیال ہے کہ مرد اور عورت کے درمیان عقدِ نکاح کے بعد جو تعلقات قائم ہوتے ہین اور مرد اس سے جو انتفاع حاصل کرتا ہے یہ مال اسی کا معاوضہ ہے مگر اصل یہ ہے کہ مردون کو قیم بیت اور مالک خانہ ہونیکی حیثیت سے عورتون پر ایک قسم کی فضیلت حاصل ہوجاتی ہے (مرد اور عورت کی باہمی فضیلت کا بیان آگے آئیگا) لیکن یہ ظاہر ہے کہ ان دونون جنسون کی تخلیق ایک ذات واحد سے ہوئی ہے خلقکم من نفس واحدۃ تم سب کو ایک ہی ذات سے خدا نے پیدا کیا، پھر بغیر کسی معاوضہ کے ایک فریق کو دوسرے پر حق ریاست دیدینا اصول مساوات کے خلاف ہے اسلئے شریعت نے یہ قانون مقرر کیا ہے کہ جسطرح نکاح کے باعث عورت ایک گونہ مرد کی محکوم ہوجاتی ہے اور یہ ایک قسم کی فضیلت ہے اسکے بالعوض عورتون کو یہ فضیلت عطا کیجاے کہ انکو مال کی ایک مقدار معین دیجاے کہ دونون مین سے ہر ایک کو ایک ایک حق فضیلت ملجائے، دوسرے پر تفاضل کا موقع نہ باقی رہے (دیکھو جزء خامس تفسیر المنار صفحہ ۱۱) اسی لئے قرآن مجید نے ان تمام احکام کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا ولا تتمنوا ما فضل اللہ بہ بعضکم علی بعض تم مین سے بعض کو بعض پر جو فضیلت دیگئی ہے اسکے حاصل کرنے کی کوشش نہ کرو، اس آیت کے مخاطب عورت اور مرد دونون ہین کیونکہ اسکے بعد ارشاد ہے للرجال نصیب مما اکتسبوا وللنساء نصیب مما اکتسبن، (عورت و مرد ہر ایک کے لئے ان کے مکاسب کے لحاظ سے حصہ ہے) جب یہ طے پاگیا کہ مہر درحقیقت اس فضیلت کا عوض ہے جو مردون کو عقد نکاح کے ذریعہ سے

عورتون پر حاصل ہوتی ہے تو پھر ان قومون کا یہ دستور خلاف اصول ہے کہ عورت کی طرف سے کوئی معاوضہ مرد کو دیا جائے کیونکہ دوسرے لفظون مین اسکے یہ معنی ہونگے کہ مردون کو عورتون پر بغیر کسی معاوضہ کے فضیلت دیجائے۔ ملک کے بعض حصون مین جہیز کے متعلق عجیب وغریب خیالات ہین، اسے مردون کا حق سمجھا جاتا ہے، اسکے لئے لڑائیان ہوتی ہین، جھگڑے برپا ہوتے ہین لیکن جہیز کی اصلیت یہ نہین وہ والدین کا ایک تحفہ ہے جو لڑکی کو دیا جاتا ہے اسکی مقدار و تعداد کا انحصار محض قدرت واستطاعت پر ہے۔

اسلام نے سب سے بڑا احسان جو جنس لطیف پر کیا ہے وہ حق وراثت ہے، دنیا کی اکثر قومون نے عورتون کو حق وراثت سے محروم کردیا ہے لیکن اسلام نے ورثا مین تقریباً تمام عورتون کو "ذوی الفروض" مین شمار کیا ہے یعنی وہ اصحاب وراثت جنکے حصے شریعت نے لازمی اور ضروری قرار دیدئے ہین، شریعت کے مقرر کردہ حصون مین سب سے بڑا حصہ ثلثین ہے، یعنی جائداد کا ⅔ حصہ اس حصہ کا مستحق عورتون کے سوا کوئی اور نہین بتایا گیا، اسکی غرض یہی ہے کہ مردون کو خداوند کریم نے کسب ومعیشت کے تمام وسائل عطا فرمائے ہین، عورتین ضرورت خانہ داری کے بار گران سے پسی رہتی ہین انہین کسب معیشت کا موقع اکثر نہین حاصل رہتا گو یہ عورتون کے لئے جائز ہی شریعت نے اس مقدار کثیر کا وارث بنا دیا کہ وہ قوت ورزق کی طرف سے مطمئن ہوکر اپنی اولاد کی اصلاح وتربیت مین مشغول رہین اور انہین قوم کا ایک اعلیٰ فرد بنائین۔

مسئلہ تعلیم | جنس لطیف کے متعلق جو مباحث درپیش ہین ان مین سب سے زیادہ اہم اور مشکل مسئلہ تعلیم نسوان کا ہے، جدید اور قدیم گروہ کے مابین جو حرب بسوس قائم ہے اسکے اسباب وعلل مین اس مسئلہ کو بھی کافی دخل ہے، بہت سے بزرگون نے اسپر مذہبی رنگ

بھی چڑہایا ہی اور زیادہ سے زیادہ اسقدر اجازت دی ہے کہ عورتون کو معمولی تعلیم دیجائے لیکن افسوس کہ ان بزرگون نے نہ اسلام کی ہدایات پر گہری نظر ڈالی اور نہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے طرز عمل پر غور کیا اور نہ صحابہ و تابعین کے خیالات کو نظر امعان سے دیکھا کہ انکو نظر آتا کہ قرون اولی مین عورتون کی تعلیم کا کیا زور شور تہا، ازواج مطہرات اور صحابیات نے کیا کیا کمالات پیدا کئے تھے علوم و فنون مین ان کا کیا پایہ تہا، اسلام کا خوان کرم صرف مردون ہی کے لئے نہین اترا ہے، جنس لطیف بھی اسمین برابر کی حصہ دار ہے، حضرت عائشہ کے علم و فضل سے کون انکار کرسکتا ہے، اجلہ صحابہ و تابعین اُنسے مسائل مین استفادہ کرتے تھے۔ احادیث مین مختلف مسائل کے ذیل مین عبداللہ بن عمر جیسے بلند پایہ صحابہ کے متعلق اُنکے صحیح اور دلچسپ ایرادات منقول ہین جن سے اُنکے علم و دانش کا پتہ چلتا ہے، انکا شمار مجتہدین صحابہ مین ہوتا تہا صرف یہی نہین بلکہ اور ازواج مطہرات بھی علوم قرآن اور سنن حضرت رسول اللہ کی واقف کامل اور ماہر تہین پس حقیقت مین جنس لطیف کی تعلیم ایک سنت ہے جسکے ادا نکرنے کے ہم اسوقت ملزم ہین حضرت ام سلمہ کے متعلق منقول ہے کہ ایکبار حضور نے فرمایا جو لوگ بیعت تحت الشجرہ مین شریک ہوے ہین ان مین سے کوئی شخص دوزخ مین نہین داخل ہوگا، حضرت ام سلمہ نے فوراً عرض کیا کہ قرآن مجید تو کہتا ہے ان منکم الا واردھا (تم مین سے کوئی ایسا نہین ہے جو نہین (دوزخ مین نہ داخل ہو) اس ایراد کو سن کر حضور نے اپنے کلام کی تشریح ایک دوسری آیت قرآنی سے کی۔ کیا آج بھی عورتون کی تعلیم اس درجہ کی ہوتی ہے کہ وہ اس قسم کے شکوک پیدا کرین، اور علمائے ملت سے اسکے جوابات لین، اگر نہین ہوتی تو کیون محمد رسول اللہ صلعم کی سنت سے اعراض کیا جارہا ہے اگر سچ پوچھو تو مسلمانون کی پستی کا قوی تر سبب عورتون کی جہالت ہے

انکے ایسی عورتون کی گود مین پرورش پاتے تھے جو حقیقت مین انکو علوم و فنون کا دودھ پلاتی تھین اور مذہب اور قومیت کی رُوح پھونکتی تھین، عصر نبوت سے لیکر کئی صدیون تک اسکا رواج رہا کہ عورتین مستقل درس دیتین لوگ ان سے استفادہ حاصل کرتے اور انکے سامنے زانوے شاگردی تہ کرنے پر فخر کرتے تھے، امام ابو داود سجستانی جنکی سنن صحاح ستہ مین داخل ہے فن حدیث مین ایک عورت کے بھی خوشہ چین تھے، علامہ سیوطی کی فہرست اساتذہ مین بہت سی صاحب کمال عورتین نظر آتی ہین، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر شخص اسمار بنت عمیس سے اپنے خوابون کی تعبیر پوچھا کرتے تھے، بعض عورتون نے خطبات (لکچرز) مین اتنی مہارت بہم پہنچائی تھی کہ انکو خاص لقب دیئے جاتے تھے، اسمار بنت سکن کو عام طور سے خطیبۂ انصار کا خطاب ملا تھا، نسیبہ بنت کعب سے صحابہ اور علمائے تابعین غسل میت کی تعلیم حاصل کرتے تھے، ان تمام تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتون کی تعلیم کے متعلق جو اختلافات ہین وہ اکثر شخصی رایون پر مبنی ہین، صحابہ اور تابعین کا عمل اسکے خلاف ہے۔ بعض ابنائے تعلیم جدید مسألہ تعلیم نسوان کے متعلق حدیث طلبة العلم فریضة علی کل مسلم ومسلمة (علم کا طلب کرنا مسلم اور مسلمہ پر فرض ہے) سے استدلال پیش کرتے ہین اسمین شک نہین کہ اس روایت مین مسلمة کا ٹکڑا صحیح نہین لیکن عورتون کی تعلیم کے لئے اس لفظ کی حاجت ہی نہین "مسلم" کا لفظ خود عام ہے مردون کے ساتھ مخصوص نہین ہے، قرآن مجید اور داعی اسلام کا یہ عام طرز ہے کہ اس قسم کے مشترک احکام مین گو خطاب صرف مردون سے ہوتا ہے، لیکن ان احکام مین عورتین بھی شامل رہتی ہین اُسکی تصدیق ایک دوسری روایت سے ہوتی ہے کہ ایکبار حضور کے پاس دو ایک عورتین کچھ مخصوص مسائل پوچھنے کے لئے حاضر ہوئین وہ پوچھنے سے شرماتی تھین لیکن جب حضور کو

معلوم ہوا تو آپ نے انہین مسائل شرعیہ کے دریافت مین شرم کرنے سے منع فرمایا اور یہی فرمایا کہ طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ۔ یہ روایت شرح موطا مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ مین مذکور ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مسلم کا خطاب مرد و عورت دونون کو عام ہے، امام بخاری نے ایک خاص باب عورتون کی تعلیم کا باندھا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس زمانہ مین تعلیم نسوان کا مسئلہ ایک خاص اہمیت رکھتا تھا، تعلیم کے متعلق شارع علیہ السلام نے قریب قریب ہر موقع پر لحاظ فرمایا ہے، چنانچہ ایک حدیث مین آیا ہے رجل کانت عندہ امۃ فادبھا فاحسن تادیبھا وعلمھا فاحسن تعلیمھا ثم اعتقھا فتزوجھا فلہ اجران (جس شخص کے پاس کوئی لونڈی ہے اس نے اسکی تعلیم و تربیت، تہذیب و صلاح اخلاق مین ایک خاص کوشش کی پھر اسے آزاد کرکے اس سے نکاح کرلیا خداوند کریم اسے دُہرا اجر دیگا) یہ حکم لونڈیون کے لئے ہے لیکن تاہم اس سے اندازہ کرسکتے ہو کہ تعلیم کا جن الفاظ مین ذکر کیا گیا ہے کیا انسے یہ مستنبط نہین ہوتا کہ شارع نے جنس لطیف کی تعلیم کا کسقدر لحاظ کیا، بہر حال عورتون کی تعلیم ایک ضروری اور لابدی چیز ہے، مذہب کی طرف سے اسکے لئے کوئی امتناعی حکم نہین صادر ہوا بلکہ جا بجا اس قسم کی تصریحات ملتی ہین جن سے اسکے ضروری ہونے کا اشارہ پایا جاتا ہے پڑھنے سے زیادہ اہم مسئلہ لکھنے کا ہے جسکا خود عہد نبوت مین ہم رواج دکھلا سکتے ہین، قدیم خیال کے لوگ اسکے سخت مخالف ہین، حالانکہ ابوداؤد کی ایک روایت مین مذکور ہے کہ حضور نے ایک خاص شخص کو حضرت حفصہ کے لئے مقرر فرمایا تھا کہ وہ انہین کتابت کی تعلیم دے اور اسی بنا پر محققین علما نے اسکے جواز کا فتویٰ دیا ہے (دیکھو فتاویٰ مولانا عبدالحی) اور ہمارے نزدیک تو یہ بھی ایک سنت ہے جسپر مسلمانون کو عمل پیرا ہونا چاہیئے، عورتون کے علمی کمالات کا تذکرہ انشاء اللہ ہم ایک مستقل رسالہ مین لکھین گے۔

عورت اور مرد کی باہمی فضیلت | ان اہم مسائل مین جو آج سے نہین بلکہ سیکڑون برس سے دقیقہ سنج اور نکتہ رس دماغون کا جولانگاہ بنے ہوئے ہین مرد اور عورت کی باہمی تفاضل کا مسئلہ بھی ہے علم کلام کی مفصل اور بسیط کتابون مین صفحے کے صفحے اسی موضوع پر رنگے گئے ہین آج بھی مباحث اور قدما کی تحریرین کوتاہ نظرون کو مغالطہ مین ڈالے ہوئے ہین ہمکو اس سے انکار نہین کہ فطرت نے مردون کو عورتون پر ترجیح دی ہے، قرآن مجید مین اسکے متعلق بعض مصرح نصوص بھی موجود ہین، لیکن یہ عجیب بات ہے کہ آیات قرآنیہ کے معانی کو جو عجیب وسعت اور انکی جو تعجب انگیز توضیح وتشریح کیگئی ہے قرآن مجید کا سیاق اور شارع علیہ السلام کے اعمال وسنن کبھی اسکی تائید وتوثیق نہین کرتے ہمکو یہ تسلیم ہے کہ قرآن مجید مین بتلایا گیا ہے وللرجال علیھن درجۃ (مردون کو ان پر (عورتون پر) فضیلت حاصل ہے) لیکن یہ فضیلت ان معاملات مین نہین ہے جنکے متعلق آج نہایت بلند آہنگی سے دعوی کیا جاتا ہے بلکہ یہ ان وظائف واعمال مین ہے جنکا تعلق اعضا وجوارح انسانی سے ہے ظاہر ہے کہ فریضہ جہاد کی ادائیگی، اسباب معیشت کا مہیا کرنا یہ سب چیزین مردون کے لئے مخصوص ہین عورتون کو اُن سے کوئی تعلق نہین کیونکہ قضا وقدر نے اُنکے جسم کی جو ساخت رکھی ہے اور اُنکو جو خاص اعصاب دیئے گئے ہین وہ اس قسم کے مصائب ومشاق برداشت کرنے کے لئے ہرگز طیار نہین ہین، لیکن اسکا یہ ہرگز منشا نہین ہے کہ اس فضیلت کے حربہ سے عورتون کے تمام حقوق سلب کرلئے جائین جو اُنکی ترقی وتہذیب کے لئے ضروری اور لازمی ہین، ہم اس موقع پر مصر کے مشہور فاضل مفتی عبدہ کی زرین رائے درج کرتے ہین جو حقیقت مین اس فضیلت کے مطلب کو زیادہ واضح کرتی ہے، قرآن مجید مین ارشاد ہے الرجال قوامون علی النساء (مرد عورتون کے محافظ ہین) اس آیت سے مردون کی فضیلت پر ایک پرزور

استدلال پیش کیا جاتا ہے لیکن اگر ذرا نفس معنی پر غور کر لیا جاے تو اسی آیت سے اس فضیلت کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے، عربی علم ادب کی رو سے جب قیام کا صلہ علیٰ آتا ہے اسوقت اسکے معنی حفظ و نگہداشت کے ہوتے ہین پس گویا پہلی اور دوسری آیت کے ملانے سے یہ معنی پیدا ہوتے ہین کہ مردون کو عورتون پر جو فضیلت عطا کیگئی ہے وہ اسی لئے ہے کہ مرد عورتون کی حفاظت و نگہداشت اور کفایت وحمایت کے ذمہ دار ہین

علامۂ عبدہٗ اس آیت کی تفسیر مین فرماتے ہین - المراد بالقیام ھذا ھوالریاسۃ التی یتصرف فیھا المرؤس بارادتہ واختیارہ ولیس معناھا ان یکون المرؤس مقھوراً مسلوب الارادۃ لایعمل عملاً الا مایوجھہ الیہ رئیسہ فانکون شخص قیماً علی آخرھو عبارۃ عن ارشادہ والمراقبۃ علیہ فی تنفیذ مایرشدہ الیہ ای ملاحظۃ فی اعمالہ وتربیتہ (تفسیر المنار جزء ۵ صفحہ ۶۸)

یعنی مردون کو جو اس آیت کریمہ مین عورتون کا محافظ و نگہبان بتایا گیا ہے اسکا مقصود یہ ہے کہ محکوم حاکم کے ماتحت رہکر اپنے ارادہ اور اختیار کے مطابق ذاتی اعمال و افعال مین تصرف کرتا رہے نہ یہ کہ محکوم محض رہکر اپنے تمام ارادہ اور حرکات حاکم کے سپرد کردے اور وہ جدہر باگ پھیر دے بلاچون وچرا اسی طرف مڑجائے حکومت کی غرض یہی ہے کہ وہ صرف محکوم کے طرز عمل اور طریق کار کی نگرانی کرے ۔

اس عبارت سے صاف واضح ہو گیا کہ مردون کی فضیلت کا ماحصل محض عورتون کے طریق کار کی نگرانی ہے، انہین انکی تعلیم وغیرہ مین مزاحمت و ممانعت کا کوئی حق نہین، سطحی نظر مین یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ یہ اعمال (کسب معیشت) وغیرہ مردون کیلئے کیون مخصوص کردیئے گئے اسکا ایک جواب (اعضا کی ساخت) اوپر دیا جاچکا ہے ایک اور دوسرا جواب جو فاضل مصری نے تحریر کیا ہے ہم اس موقع پر درج کرتے ہین،

عورتون کے ذمہ اولاد کی تربیت اور پرورش کا ایک ضروری فرض رکھا گیا ہے اور اس خاص فرض کے ادا کرنے کے لئے جو قوت فطرت نے اُسے دی ہے وہ صرف اُسی کے ساتھ مخصوص ہے اور عورت کے بغیر اسکی تکمیل ناممکن محض ہے اور جو فرائض مردون کے لئے رکھے گئے ہین گو اُنکی نسبت یہ ممکن ہے کہ باحسن وجوہ تو نہین تاہم کچھ نہ کچھ عورتین بھی اُسکو پورا کرسکتی ہین، لیکن اگر ان فرائض مین حکماً اور قانوناً عورتون کو شریک کیا جاتا تو وہ فرائض جو عورتون کے بغیر انجام نہین پاسکتے کیونکر مکمل ہوتے اسی لئے شریعت نے کسب معیشت وغیرہ مردون کے لئے اور اصلاح اخلاق و عادات اولاد عورتون کے لئے متعین فرمائی۔

آخر مین یہ ظاہر کردینا ضروری ہے کہ یہ فضیلت جنس رجال کو جنس نسار پر حاصل ہے اشخاص و افراد اس سے مستثنیٰ ہین کیونکہ شخصی فضیلت اپنے مکاسب و مناقب کا نتیجہ ہوتی ہے ورنہ یون تو علامہ ابن حزم مسلمانون مین سب سے زیادہ درجہ عورتون کا سمجھتے ہین کیونکہ اُن کے نزدیک ازواج مطہرات سے کوئی افضل نہین۔

(باقی)

منتخبات

کلامِ اقبال

بُلبلِ ہندوستان

رقم زدہ مسٹر ای، ام فارسٹر

پروفیسر نکلسن کے ترجمۂ اسرار خودی کے بعد سے یورپ مین کلام اقبال پر خاص توجہ ہونے لگی ہے، ٹائمز لٹریری سپلیمنٹ ایک سے زاید بار ریویو کر چکا ہے، ذیل مین اس ریویو کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے جو مسٹر ای، ایم، فارسٹر کے قلم سے انگلستان کے مشہور ادبی پرچہ اتھینیم مین شایع ہوا ہے، (معارف)

یہ بھی ہمارے شہنشاہانہ طرز حکومت کا ایک کرشمہ ہے کہ اقبال جیسا شاعر جسکا نام گذشتہ دس برس سے اُسکے ہموطن مسلمانان ہند مین بچہ بچہ کی زبان پر ہے، اسکے کلام کا ترجمہ اسقدر عرصہ کے بعد جاکر ہماری زبان مین ہوسکے، ہندوؤن مین جو مرتبہ ٹیگور کو حاصل ہے، وہی مسلمانون مین اقبال کو ہے، اور زیادہ صحیح طور پر ہے، اسلئے کہ ٹیگور کو بنگال کے باہر اُسوقت تک کسی نے نہ پوچھا، جب تک وہ یورپ جاکر نوبل پرائز نہ حاصل کر لائے، بخلاف اسکے اقبال کی شہرت و ناموری یورپ کی اعانت سے بالکل مستغنی ہے، لاہور و دہلی، علیگڈھ و لکھنؤ، بھوپال و حیدرآباد سب اسکی وقعت نظر و شاعرانہ عظمت کو تسلیم کر چکے ہین، کیا لندن بھی اس فتوی پر مہر تصدیق لگائیگا؟ اس سوال کا جواب اُسی وقت مل سکتا ہے، جب یہ سوال پیش بھی کیا جائے مگر اتبک یہ سوال پیش ہی نہین ہوا ہے، پروفیسر نکلسن کی قابل قدر و بیش بہا کتاب اِس سوال کے

محض ایک جزو خفیف سے تعلق رکھتی ہے، معلوم نہین اُنکا یا کسی دوسرے مستشرق کا قلم کب تک صحیح وکامل نقد وتبصرہ کے لئے مواد مہیا کرسکیگا؟ خیر، اسوقت تک ممکن ہی کہ اشارات ذیل ہی کچھ کام دیسکین،

ہندوستان مین شاعری سیاست سے الگ نہین، کاش وہ الگ ہوتی! لیکن بحالات موجودہ اُسکی توقع رکھنا ایسا ہی ناممکن ہے جیسے دانتے کو فلورینس کی سیاسیات سے الگ کرنا، رہی اس سیاست کی نوعیت تو یہ ایک مثلث ہستی ہے، جسکے تین اضلاع، رعایا مین ہندو ومسلمان، اور حاکمون مین انگریز ہین، اول الذکر دونون قومین بعض اوقات مشترک محکومیت ومشرقیت کی بنا پر باہم متحد ہوجاتی ہین، اور انگریزون کا مقابلہ کرنے لگتی ہین، اور بعض اوقات اپنے مذہبی، نسلی، ومعاشری اختلافات کی بنا پر آپس مین لڑنے لگتی ہین، انگریزون کو یہ تغیرات انوکھے معلوم ہوتے ہین، لیکن درحقیقت ان مین کوئی حیرت کی بات نہین، انکا ماخذ ومولد، خود جبلت انسانی ہے، جسکا ظہور ہر ہندوستانی مین ہونا لازمی ہے، ہندی نژاد کے سامنے یہ دو سوال ہر وقت رہا کرتے ہین، آیا اسے اپنے وطن کی جانب رجوع کرتے رہنا چاہیئے، اور ہندوستان کو ایک قوم بنانا چاہیئے؟ یا اسے اپنے تاریخی ماضی سے سبق لینا چاہیئے، اور اس صورت مین مسلمانون کا کعبۂ مقصود مکہ ہوگا، اور ہندوؤن کا دیدۂ اُمید خدانخواستہ ہم اس انتخاب مین کیون مدد دینے لگے؟ تاریخ یورپ کی روشنی مین ہمارے نزدیک یہ ہردو مقاصد بے معنی ہین، لیکن بہرحال اس دورنگی کے وجود سے انکار نہین ہوسکتا اور نہ اسپر طنز واعتراض کی کوئی وجہ ہے، اسکا وجود انگریزون کے قدم ہندوستان مین آنے سے بہت پیشتر سے ہے، اکبر کے زمانہ مین تحریک اتحاد قومی کو ترقی رہی، تو اورنگ زیب کے زمانہ مین جذبۂ اختلافات مذہبی کا بول بالا رہا، شاعر کے لئے بشرطیکہ اسکی شاعری گل وبلبل تک

محدود نہین، ان راستون مین سے ایک کا انتخاب ناگزیر ہے، لیکن شاعر چونکہ قواعد ریاضی کا نہین بلکہ اپنے جذبات کا پابند ہوتا ہے، اسلئے اسکی طبیعت مین تلون رہا کرتا ہی اور اہل سیاست اس تلون سے چڑھتے رہتے ہین،

اقبال کی شاعری اس کلیہ کی ایک مثال ہے، اقبال کا وطن پنجاب ہے، جو ہندو مسلمانون کے باہمی اختلافات وکشیدگی کے لئے مشہور ہے، انھون نے اپنی شاعری کی ابتدا بجائے قومی رنگ کے مذہبی پہلو سے کی، حالی کی طرح اقبال کا بھی ابتدائی کلام انکے ہم مذہبون ہی کے لئے ہے، انکی ایک ابتدائی نظم کا عنوان شکوہ ہے، جسمین خدا کو مخاطب کرکے مسلمانون کے کارنامے اور پھر انکے موجودہ زوال ومصائب بیان کئے گئے ہین، اور عرض کیا گیا ہے کہ "ہمین ان تمام کارگذاریون کا صلہ یہ ملا ہے کہ حورین کفار کو نصیب ہوتی ہین، اور برق آسمانی ہمارے حصہ مین آتی ہے" یہ نظم جو بڑی جرارت کے ساتھ لکھی گئی ہے، نہایت مقبول ہوئی، چندروز کے بعد اقبال نے جواب شکوہ لکھا جسمین خدا کی جانب سے یہ متعارف جواب تھا کہ ان مصائب کی ذمہ دار خود مسلمانون ہی کی غفلت ورسم پرستی ہے، شکوہ وجواب شکوہ دونون مین علی گڈھ کی روح سرایت کئے ہوے ہے، وہ علی گڈھ جسکے مشہور اسلامی دار العلوم کا مقصد ہندوستان کا نہین بلکہ اسلام کا احیا ہے، اقبال کی ایک اور نظم قومی ترانہ ہے، جسکا مطلع یہ ہے، ؎

مسلم ہین ہم وطن ہی سارا جہان ہمارا

چین وعرب ہمارا، ہندوستان ہمارا

اور اسکے بعد قرطبہ، بغداد، وغیرہ کی نوحہ خوانی کی ہے، لیکن اقبال کے احباب مین ہندو بھی تھے انہین اقبال کے اس رنگ طبیعت پر تاسف ہوا، اور انھون نے ایسہ بہت کچھ فہمائش کی نتیجہ یہ ہوا کہ اقبال کی طبیعت نے پلٹا کھایا، اور ایک جو نظم انھون نے کہی اسکا عنوان "ہندوستان ہمارا" تھا

اور اسمین مناقب وطن کا تذکرہ تہا، مطلع مین فرماتے ہین،

ہندوستان کے ہم ہین، ہندوستان ہمارا
ہم سب ہین اسکے بلبل، وہ گلستان ہمارا

اسی رنگ مین تمام اشعار ہین، طلبہ مین یہ نظم خاص طور پر مقبول ہوئی، اسکے بعد ۱۹۱۶ء مین اقبال نے نیا شوالا کہا، جسمین یہی خیالات اور زیادہ کمال شاعری کے ساتھ ادا کئے گئے ہین، اسمین مسلمان علما کی تنگ نظری سے تنگ آکر شاعر برہمن کو دعوت دیتا ہے کہ وہ اپنے تنگ دائرہ سے باہر نکل کر آئے، اور وہ اور یہ دونون مل کر ایک جدید شوالہ تعمیر کرین جسکے برابر بلند دنیا نے ابتک کوئی عمارت نہ دیکھی ہو اور وہ صنمکدہ، صنمکدۂ "ہند ہو" صحن خانہ کعبہ کی رونق اسکے صحن مین ہوگی، اسمین جو بُت ہوگا وہ زرین ہوگا، اسکی پیشانی پر لفظ "ہندوستان" کندہ ہوگا، اسکے جسم پر زنار برہمن، اور ہاتھ مین تسبیح شیخ دونون چیزین ہونگی، اور موذن اوقات نماز پر ناقوس بجایا کریگا، یہ بالکل ایک قومی و وطنی ترانہ ہے، اقبال کے قدر شناسون مین سے بہت سے اس نئے شوالہ سے خوش ہوے، اور بہت سے ناخوش، اور اب مسئلہ زیر بحث یہ ہو کہ اقبال کا قدم ترقی کس جانب اُٹھیگا؟ اس باب مین اگر کسی باہر کے شخص کی راے قابل سماعت ہوسکتی ہے تو اقبال کا قدم کسی ایک راستہ پر آگے بڑہتا نہ رہیگا، بلکہ گردش کرتا رہیگا، اقبال نے کمال ذکاوت جس سے اُن دونون راستون کو محسوس کر لیا ہے، جو قضا و قدر نے اسوقت ہندوستان کے لئے کھول رکھے ہین، اور توقع یہ ہے کہ ماضی کی طرح مستقبل مین بھی اقبال عالم تذبذب ہی مین رہین گے۔

موسومۂ بالا نظمین، اقبال کے اکثر کلام کی طرح اُردو مین ہین، یہ وہی زبان ہے جسمین ہمارے اینگلو انڈین اپنے ملازمین کو ڈانٹ ڈپٹ کرتے رہتے ہین اور جسمین انکے نزدیک

اس کے سوا اور کسی مفہوم کے ادا کرنے کی قابلیت ہی نہین، لیکن اقبال اردو کے علاوہ فارسی مین بھی کہتے رہتے ہین، اور اس سے ایک اور دلچسپ مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے۔

ہندوستان کا ہر عالم اپنے لئے تصنیفی زبان ایک سے زاید رکھتا ہے، اور قلم اٹھاتے وقت وہ ان مین سے ایک کا انتخاب اپنے موضوع، نیز اپنے مذاق طبیعت کی مناسبت سے کرلیتا ہے، یا سیاسیات کو پھر اسوقت اثراندازی کا موقع ملتا ہے، مصنف اگر مسلمان ہے، اور مقصد تصنیف ہندوؤن کے لئے خوش آیند ہے تو وہ یقیناً اردو کا انتخاب کریگا کہ یہی زبان رفتہ رفتہ ملک کی عام و مشترک زبان ہوتی جاتی ہے، اور اسمین سنسکرت کا عنصر بھی شامل ہے اسی طرح اگر مصنف ہندو ہے تو وہ ہندی زبان اختیار کرلیگا جسکا رسم الخط اگرچہ الگ ہے، تاہم فرہنگ الفاظ مین اردو سے وہ ضرور ملتی جلتی ہے۔ لیکن شاعر اگر قومی نہین بلکہ مذہبی خیال کا شخص ہے، اور اُسے ہندوستان جدید کی مرقع کشی نہین بلکہ اپنے مخصوص قدیم فرقہ کے کارنامون کی داستان سرائی مقصود ہے تو وہ آلۂ تصنیف کے لئے کسی قدیم و متبرک زبان کو اختیار کرلیگا، یعنی اگر مسلمان ہے تو فارسی بلکہ عربی کو رکھیگا، اور اگر ہندو ہے تو سنسکرت کو، یہ اسی صورت حال کا اقتضا ہے کہ "اسرار خودی" کا زمانۂ تصنیف اگرچہ ہندوستان ہمارا، اور نیا شوالہ کے درمیان کا ہے، بااین ہمہ اُسکی زبان فارسی ہے، اور اسکی روح (اسپرٹ) ان دونون سے بالکل مختلف ہے، اسکے مخاطب صرف مسلمان ہین، اسکے مضامین فلسفیانہ ہین، اسکی زبان فصحاے فارسی کی زبان ہے، اور اگرچہ غیر اسلامی عناصر بھی اسمین موجود ہین لیکن اُنکا ماخذ ہندو مذہب نہین بلکہ کچھ اور ہی ہے،

اقبال کی تعلیم کی تکمیل یورپ مین ہوئی، انکے پاس اعلیٰ ڈگریان کیمبرج (انگلستان) و میونخ (جرمنی) یونیورسٹیون کی ہین اور فلسفۂ مغرب کے عالم ہین، اپنے دوسرے معاصرین

کی طرح وہ بھی نیٹشے[۱] سے متاثر ہوئے ہین، اور اُس نے "سوپر مین" (Superman) یا فوق الانسان[۲] کا جو نا صاف تخیل پیش کیا ہے، اُسی کی رہنمائی مین اقبال بھی منازلِ حیات طے کرنا چاہتے ہین، اقبال اپنے کلام کے ذریعہ سے یہ تعلیم پیش کرتے ہین کہ ہمین دشوار اور پرخطر زندگی کا خوگر رہنا چاہیئے؟ ہمین شیشہ نہین، پتھر؛ قطرات شبنم نہین، لعل بدخشان؛ بھیڑ نہین، شیر بنکر رہنا چاہیئے، اور ان گوسفندون سے ہمین ہمیشہ محترز رہنا چاہیئے، جو ہماری جماعت کی قوت سے خائف ہوکر ہمین نباتات خوری کی تلقین کرتے رہتے ہین، ایک دلچسپ حکایت مین وہ کہتے ہین کہ شیرون نے جب محض سبزی کو اپنی غذا بنا لیا تو بالآخر اُسکے نتائج یہ ہوے،

با پلنگان سازگار آمد علف
گشت آخر گوہر شیری خزف

از علف آن تیزیِ دندان نماند
ہیبتِ چشمِ شرر افشان نماند

پنجہ ہاے آہنین بے زور شد
مردہ شد دلہا و تنہا گور شد

زورِ تن کاہیدہ خوفِ جان فزود
خوف جان سرمایۂ ہمت ربود

شیر بیدار از فسونِ میش خفت
انحطاطِ خویش را تہذیب گفت[۳]

اس تہذیب سے دور ہی رہنا چاہیئے، عشق و محبت اچھی چیز ہے، لیکن اسے رحم و حرمت سے کوئی واسطہ نہین، یہ گدائی نہین بلکہ دزدی ہے، اور خودی کے لئے باعثِ تقویت ہے، حصول محبت کا یہ طریقہ اگر اختیار کیا جاے تو ایک مرد میدان پیدا ہوگا، اور اسی غبار سے ایک شہسوار ظاہر ہوگا، اقبال اسکا پرجوش استقبال کرتے ہین ؎

اے سوارِ اشہبِ دوران بیا
اے فروغِ دیدۂ امکان بیا

رونقِ ہنگامۂ ایجاد شو
در سوادِ دیدہا آباد شو

---

۱ Nietzsche جرمنی مین ایک زمانہ حال کا فلسفی، ۲ اقبال کی اصطلاح مین نائب حق، ۳ اسرار خودی طبع دوم صفحہ ۴۹

نوع انسان مزرع و تو حاصلی | کاروان زندگی را منزلی
ریخت از جور خزان برگ شجر | چون بہاران بر ریاض ما گذر
سجدہ ہاے طفلک و برنا و پیر | از جبین شرمسار ما بگیر
از وجود تو سرافرازیم ما | پس بہ سوز این جہان سازیم ما[1]

یورپ مین بحیثیت معلم اخلاق نیٹشے کا کوئی مرتبہ نہین، فوق الانسان کے عقیدہ مین خرابی یہ آپڑتی ہے کہ آپکے ہمسایہ بھی دیکھتے رہتے ہین، اور جسطرح آپ اسکے مدعی ہوتے ہین اسی طرح وہ بھی کوشش کرتے ہین، جیسا کہ جرمنی کو تجربہ ہو چکا ہے، لیکن یہ نیٹشے پر تنقید کا موقع نہین، اقبال کی خصوصیت یہ نہین کہ وہ اس عقیدہ کے معتقد ہین، بلکہ اُن کا کمال یہ ہے کہ اس مسئلہ کو قرآن سے ملا دیا ہے، اور وہ بھی صرف دو ترمیمون کے ساتھ، نیٹشے امارت نسلی کا قایل اور وجود باری کا منکر تھا، اقبال ان دونون مسایل مین اسکے مخالف ہین، اقبال کے فوق الانسان کے لئے کسی خاص نسل یا نسب کی قید نہین، دوسرے ہستیٔ باری کا قائل ہونا اسکے لئے لازمی ہے، اسکے بعد اقبال اور نیٹشے مین کوئی فرق نہین رہجاتا، قرآن کی ایک آیت ہے کہ "مین زمین پر اپنا نائب پیدا کرونگا" (انی جاعل فی الارض خلیفہ) اور ایک دوسری آیت مین ہے جسکا مفہوم ہے کہ نیابت الٰہی سے ملائکہ نے اپنی معذوری ظاہر کی اور انسان نے اس بار کو اٹھا لیا، (انا عرضنا الامانۃ الخ) فقہا انہی آیات سے مسئلہ خلافت کا استنباط کرتے تھے، اقبال ان سے اپنے فوق الانسان کی سند جواز پیدا کرتا ہے، انسان کا فرض یہ قرار دیا جاتا ہے کہ وہ صفات ربانی اپنے مین پیدا کرے، اور اطاعت و ضبط نفس کے مراحل کو طے کرکے نیابت الٰہی تک پہنچے،

---

[1] اسرار خودی (طبع دوم) صفحہ ۷۵، ۷۶،

نائب حق ہمچو جان عالم است　　　ہستی او ظل اسم اعظم است

از رموز جزو کل آگہ بود　　　در جہان قائم بامر اللہ بود

لیکن اقبال کے نزدیک) اخلاق الٰہی سے متخلق ہونے کے معنی وصال الٰہی کے نہین ہیں جیسا کہ ہندوؤن کو، صوفیہ اسلام کو اور خود اقبال کے مرشد راہ، شاعر اعظم رومی تک کو غلط فہمی ہوئی ہے "فوق الانسان" جون جون ذات باری سے قریب تر ہوتا جاتا ہے، اسکی خودی کو ترقی ہوتی جاتی ہے، ترک خودی، فنا و وصال کے عقاید، علامات انحطاط ہین، اور مغلوب و محکوم اقوام کے مخترعات سے ہین،

یہ واضح رہے کہ اقبال وحدت وجود کے منکر نہین، وہ بیشک کہتے ہین کہ خودی کو خدا مین جذب ہونا نہ چاہیے، لیکن اسے گول کر جاتے ہین، کہ اگر وہ جذب ہونا چاہے تو ہوسکتی بھی ہے یا نہین، ہندوؤن کے عقاید کا خوف ان پر برابر طاری ہے، لیکن یہ ایک ضمنی بات تھی، اصلی دلچسپ مسئلہ یہ ہے کہ اقبال نے قرآن و نیٹشے مین تطبیق دیدی ہے اور یہ تطبیق دور از کار تاویلات کا نتیجہ نہین، بلکہ نیٹشے کو محض ہستی باری کا قایل بنا کر یہ نتیجہ صاف نکل آیا ہے، عموماً اہل ہند، مغربی فلسفہ کی تحصیل کے وقت یہ نہین جانتے کہ انکے کام کی کیا کیا چیزین یہان ملین گی، اقبال کی نظر ان سب سے گہری تھی،

اقبال نے اپنی ایک دوسری نظم رموز بیخودی مین اسلام کی ہیئت اجتماعیہ کو اس حیثیت سے پیش کیا ہے کہ مومن اسکے اندر اپنی حیات انفرادی کو فنا کر سکتا، اور شخصی زندگی سے بڑھکر ایک حیات حاصل کر سکتا ہے، لیکن اس نظام کے ساتھ فوق الانسان کا وجود کیونکر باقی رہ سکتا ہے اس سوال کا جواب یقیناً دلچسپ ہوگا اور کیا عجب ہے کہ مسٹر نکلسن اسکا بھی ترجمہ کر ڈالین لیکن رموز بیخودی بھی فارسی مین ہے، حالانکہ زیادہ ضرورت اقبال کے اردو کلام کے

ترجمہ کی ہے کہ شاعری کی عظمت کا اصلی دار مدار اسی پر ہے، اقبال کی شاعرانہ عظمت مسلّم ہے، اگرچہ دہلی کے بعض ہٹیلے اہل زبان اقبال کے پنجابی ہونے پر طعن کرتے رہتے ہین اور رہنمایان سیاست متاسف رہتے ہین کہ اقبال انکا بالکل ہم آہنگ کیون نہین ہوجاتا، اقبال کی ایک ذکی الحس ومتلون شخصیت ہے، جسکے اندر غالباً آتشِ حق کے شرارے موجود ہین، اُنکی مثال اس بلبل کی سی ہے جو سیاسیات کی ہنگامہ آرائیون سے پریشان ہوگئی ہو، لیکن اسکے لئے ان واقعات سے بالکل قطع نظر کرنا بھی ممکن نہو، اسوقت ہندوستان و اسلام دونون اس بلبل کے لئے گلستان کا کام نہین دیسکتے، اقبال کی اواز سب سے زیادہ صاف اسوقت معلوم ہوتی ہے، جسوقت اسکے ضمیر کو پورا سکون ہوتا ہے اور اُسکا وطن اصلی دور دراز سے اپنی طرف اشارہ کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے، وہ وطن جسکے راستہ کا ریگستان، ہندو، سلمان، انگریز سب کو یکسان طے کرنا ہے، خود اقبال کہتے ہین۔

نغمہ من از جہانے دیگراست — این جرس را کاروانے دیگراست
اے بسا شاعر کہ بعد از مرگ زاد — چشم خود بربست و چشم ما کشاد
رفت باز از نیستی بیرون کشید — چون گُل از خاکِ مزار خود دمید

(اتھینیم)

اخبار علمیہ

سنہ رواں مین پیرس یونیورسٹی مین طلبہ کی کل تعداد ۰۰ ۶۰، ہے ۱۹۱۳ء میں ان کی تعداد ۱۴۰۰۰ ہزار تھی، یکمی سب سے زیادہ، ادبیات، قانون وطبعیات کے شعبون مین ہوئی ہی،

فرانس مین سب سے زیادہ معزز علمی انجمن فرنچ انسٹیٹیوٹ کے نام سے موسوم ہی، اس کا ممبر ہوجانا فرانس مین اسی درجہ کا خاص اعزاز سمجھا جاتا ہی، جیسا انگلستان مین رائل سوسائٹی کا فیلو منتخب ہوجانا، اس انسٹیٹیوٹ کی بنیاد نپولین کے ہاتھ سے ۱۷۹۵ء مین پڑی تھی، یہ انسٹیٹیوٹ ہر قسم کے علوم کا جامع ہے، اور اس کے ارکان کی فہرست میں سائینس، فلسفہ انجینرنگ وغیرہ ہر علم وفن کے مشاہیر واساتذہ کا نام نظر آتا ہی،

انسٹیٹیوٹ مذکور کی ماتحتی مین پانچ مجلسین اور بھی ہین، جن مین سے ہر ایک ' اکاڈمی ' کہلاتی ہے، ان مین جو سب سے زیادہ مشہور وقدیم ترین ہے اس کا نام فرنچ اکاڈمی یا عرف عام مین مطلق اکاڈمی ہے، اسے رشلا نے ۱۶۳۵ء مین قایم کیا تھا، اس کے ارکان کی تعداد چالیس تک محدود رہتی ہی، دوسری اکاڈمی ادب وانشا کی ہے، تیسری، سائنس کی، اور چوتھی فنون لطیفہ کی، یہ تینون اکاڈمیان ۱۷۹۵ء سے قایم ہین، پانچوین اکاڈمی اخلاقیات و

سیاسیات کے لئے مخصوص ہی، اور ۱۹۳۳ء سے قایم ہے،

رسالہ پاپولر سائنس سیفنگر نے مختلف وحشی قبائل مین صنف نسوان کے مخصوص مشاغل وحالات سے متعلق کچھ معلومات درج کیئے ہین، جن سے اِس مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے، کہ مردون ذکور و اناث، ہردو اصناف کے فرائض، انسان کی ابتدائی زندگی مین بھی ایک دوسرے سے جدا جدا ہوتے ہین، نیوزی لینڈ کے وحشیون مین کاشتکاری صرف مرد کرتے ہین، اور عورت کے لیئے زرعی جانورون کو مس کرنا تک حرام ہی، اسکیمو قبیلہ کے نزدیک مرد کا عورت کے فرائض و مشاغل مین شرکت کرنا سخت جرم ہی، اکثر قبائل مین، مرد و عورت کی مشارکت طعام قطعاً ناجائز سمجھی جاتی ہی، بعض قبائل مین ہردو اصناف کے درمیان اسقدر علیحدگی رکھی جاتی ہی کہ مردون کی زبان بھی عورتون کی زبان سے بالکل الگ ہوجاتی ہی، چنانچہ قبیلہ کارب مین دو مستقل زبانین مستعمل ہین، ایک مردانی، دوسری زنانی، قبیلہ ڈابک مین ہرن کا گوشت مرد کے لئے ممنوع ہے درانحالیکہ ان کی عورتون کی یہی خاص غذا ہی،

مسلمان اِس خبر کو سنکر یقیناً خوش ہون گے کہ رایٹ آنریبل سید امیر علی کی انگریزی تاریخ اسلام (History of Saracens) کا پہلا ایڈیشن عرصہ ہوا ختم ہوگیا، اور اس کی مانگ اتنی رہی کہ صاحب مطبع کو اسکا جدید ایڈیشن شائع کرنا پڑا،

رایل ایشیاٹک سوسائٹی جرنل کے پچھلے نمبر مین پروفیسر براؤن نے چند کتابون پر تبصرہ کیا ہی، جس کا مطالعہ اسلامی و مشرقی علوم سے ذوق رکھنے والون کے لئے خاص طور پر دلچسپ

ہوگا، وہ کتابین یہ ہین:-

(۱) "ایران کا قومی شاعر" اس عنوان سے پروفیسر نولڈیکی نے جرمن زبان مین ایک کتاب آج سے پچیس برس پہلے شایع کی تھی، اور اب اسے ترمیم، و نظر ثانی، حذف و اضافہ کے بعد پھر شایع کیا ہی، اصل موضوع شاہنامۂ فردوسی پر ایک مفصل و مبسوط تبصرہ ہی،

(۲) "قدیم ایرانی شاعری، ابتدا سے عہد فردوسی تک (۱۸۰۰ قبل مسیح تا ۱۰۲۵ء) یہ انگریزی زبان مین پروفیسر ولیم جیکسن (کولمبیا یونیورسٹی) نے شائع کی ہی،

(۳) ترجمۂ مناقب العارفین، جلد اوّل۔ مولانا ے روم کے حالات و سوانح مین سب سے زیادہ مستند کتاب یہی ہی، میسو ہوار نے اس کے ابتدائی تین ابواب کا ترجمہ فرنچ مین شائع کیا ہی،

(۴) "شیخ سعدی" اس عنوان سے ڈاکٹر ماسی نے فرنچ زبان مین شیخ سعدی کے سوانح و تصانیف پر تبصرہ کیا ہی،

(۵) "ایران و دول یورپ کے تعلقات (۱۸۶۰ء تا ۱۹۱۹ء) یہ ضخیم کتاب جس مین ایران اور تقریباً کل دول یورپ، یعنی انگلستان، روس، فرانس، بلجیم، آسٹریا، جرمنی، ٹرکی، امریکہ وغیرہ کے تعلقات مندرج ہین، ڈاکٹر ولیم لیٹن نے جرمن زبان مین شائع کی ہی،

(۶) "گنج شائگان" فارسی زبان مین اقتصادیات ایران پر ہی، مصنفہ سید محمد علی جمال زادہ (سلسلۂ انتشارات ادارۂ کاوہ۔ برلن)۔

(۷) ترجمہ انگریزی اسرار خودی، از پروفیسر نکلسن، اس کا ذکر ان صفحات مین ایک سے زاید بار آچکا ہی،

(۸) "یادگار پروفیسر نولڈیکی" مشہور مستشرق پروفیسر نولڈیکی کی ہشتاد سالہ سالگرہ کے موقع پر یہ مجموعۂ مضامین موصوف کے تلامذہ نے مرتب کرکے پیش کیا ہی،

(۹) یادگار پروفیسر اینڈریاس۔ جرمنی مین بعد پروفیسر نولڈیکی کے یہی صاحب اسلامی وایرانی علوم کے سب سے بڑے ماہر سمجھے جاتے ہین، ان کی ہفتاد سالہ سالگرہ کے موقع پر یہ مجموعۂ مضامین ان کے تلامذہ نے ترتیب دیا ہی،

دنیا مین سونے کا ذخیرہ اس وقت سب سے زیادہ جس ملک مین موجود ہی، وہ امریکہ ہی۔

امریکہ کی حیرت انگیز دولت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہی، کہ جنگ کے قبل وہ بہ قدر ۵۰۰۰۰۰۰۰۰۰ ڈالر کے دوسرے ممالک کا قرضدار تھا، لیکن آج بہ قدر ۱۰۰۰۰۰۰۰۰۰ ڈالر کے دوسرے ممالک اس کے قرضدار ہین!

امریکہ کی آبادی دنیا کی مجموعی آبادی کے مقابلہ مین صرف ۶ فی صدی، اور اسکا رقبہ دنیا کے مجموعی رقبہ کے مقابلہ مین صرف ۷ فی صدی ہی، بااینہمہ دنیا کے بازارون مین جس قدر سامان وہ مہیّا کرتا ہے اسکا اندازہ اعداد ذیل سے ہوگا:۔

سونا	۲۰ فی صدی
چاندی	۴۰ فی صدی
لوہا	۴۰ "
سیسا	۴۰ "
تانبا	۶۰ "
کوئلہ	۵۲ "
روئی	۶۰ "
گیہون	۲۵ "

الومنیم	۶۰ فی صدی
تیل	۶۶ "
موٹر کار	۸۵ "

بوسٹن (امریکہ) کا طبی رسالہ، بوسٹن مڈیکل اینڈ سرجیکل جرنل لکھتا ہے، کہ اسپتال مین ایک سیزدہ سالہ لڑکی داخل ہوئی جس کے متعلق ڈاکٹرون کی تشخیص تھی، کہ اس کی امعاء اعور (اندھی آنت) مین ورم ہوگیا ہے، ایک سال سے زاید ہوگیا تھا، کہ ہر دوسرے تیسرے مہینہ اسے شدید درد معدہ کے دورہ پڑنے لگے تھے، جو ایک ایک ہفتہ رہتے تھے، اور اس مدت مین وہ بیتاب ہو ہو جاتی تھی، دورون کے درمیانی وقفہ مین بھی ہلکا ہلکا درد ہر وقت رہا کرتا تھا جو چلنے پھرنے سے بڑھ جاتا، اور لیٹنے سے جاتا رہتا، اسپتال مین اس پر عمل جراحی کیا گیا، تو اس کے معدہ کے اندر سے بالون کا ایک گچھا بر آمد ہوا، جس کی ضخامت خود معدہ ہی کے حصۂ اندرونی کے مساوی تھی، اور جس کا وزن قریب سات آؤنس کے تھا، معلوم یہ ہوا کہ اس لڑکی کی یہ عادت پڑگئی تھی، کہ اپنے سر کا بال اُکھاڑتی اور اُسے اپنی اُنگلی مین لپیٹ کر اُنگلی کو چوسا کرتی،

ایک سائینٹفک، رسالہ لکھتا ہی، کہ آفتاب کبود صرف ایک بار دکھائی دیا تھا، اس کے علاوہ ماضی مین اس کی کوئی مثال موجود نہین، اور نہ شاید مستقبل مین ہوسکے، یہ واقعہ ۱۸۸۳ء کا ہی، اس سال کے موسم بہار مین جزیرہ سنڈا اسٹیٹس مین کوہ آتش فشان نے دفعۃً آتشباری شروع کردی تھی، جو اسقدر سخت تھی کہ متعدد پہاڑ ریزہ ریزہ ہوکر ہوا مین اڑگئے تھے

زمین مین ایک ہزار فٹ گہرا غار ہوگیا تھا، اور کرورون من پتھر اور مٹی کا بادل، امیل کے دور مین محیط ہوگیا تھا، آفتاب کا رنگ اس وقت نیلا ہوگیا تھا،

بحیرۂ جاپان مین ایک جزیرہ میو اجیما ہے، وہان کی سلطنت کا ایک عجیب وغریب قانون یہ ہی، کہ اس کے حدود کے اندر پیدائش، موت، اور کتون کا پالنا، یہ تین چیزین سنگین جرائم مین داخل ہین، کتون کا نہ پالنا تو کوئی ایسی بڑی بات نہین، البتہ اس قانون سے باشندون کو سخت تکلیف رہتی ہی، کہ کسی انسان کا نہ اس سرزمین پر تولد ہونا جائز ہے اور نہ وفات پانا، یہ پُر درد نظارہ بارہا دیکھنے مین آتا ہے، کہ ایک شخص پر عالم سکرات طاری ہے، اور اس کے ورثا، جلدی جلدی اُسے کشتی پر لئے ہوے بھاگے جارہے ہین، کہ اس کی روح اس سرزمین سے باہر قبض ہو، علیٰ ہذا ایک عورت دردزہ کے آلام مین مبتلا ہے، اور اسکے اعزہ جلد سے جلد اُسے ساحل سے دور کرنے کی فکر مین لگے ہوئے ہین، باانیہمہ فطرت کے انتظامات کبھی کبھی اِن قوانین کی خلاف ورزی پر مجبور کرا ہی دیتے ہین، اسوقت زچہ کو یا متوفی کے اعزہ کو سخت سزائین برداشت کرنا ہوتی ہین،

وینس (اٹلی) کے ڈاکٹر پایس نے اپنے تجربات کی بنا پر دعویٰ کیا ہی، کہ ملیریا کے علاج مین اِکس ریز کی مدد نہایت کامیاب ثابت ہوئی ہے، وہ اسکے متعلق سنہ ۱۹۱۶ء سے تجربات کر رہے ہین، اور اس نتیجہ پر پہنچے ہین، کہ اگر طحال پر اکس ریز کا اثر ڈالا جائے تو طحال کا بڑھنا از خود موقوف ہوجاتا ہی، اور اس سے کنین کے اثر کو بہت تقویت پہنچ جاتی ہی

ایک فرنچ طبیب ڈاکٹر لیوین نے اپنے تجربات کی بنا پر ظاہر کیا ہے کہ ہچکی آنیکا بہترین علاج زمین پر چپ چاپ سیدہے (چت) لیٹ جانا ہے،

(پاپولر سائنس)

کچھ مدت ہوئی لندن کے مشہور طبی رسالہ لینسٹ نے ایک نوجوان شخص کی کیفیت شائع کی تھی، جو مادر زاد نابینا تھا، اور ایک بڑی حد تک فاتر العقل وضعیف الدماغ تھا۔ باایں ہمہ ریاضی کے دقیق ترین سوالات کو چشم زدن میں حل کر دیتا تھا، چنانچہ ہزاروں کا جزر مربع دو چار سکنڈ، اور لاکھوں کا جزر مکعب چند سکنڈ مین بتا دیتا تھا، ایک مرتبہ اس سے سوال کیا گیا کہ ۴۶۵،۴۸۴،۳۷،۵ کا جزر مربع کیا ہوگا؟ اور اس نے تیرہ سکنڈ کی مدت مین جواب دیا، کہ ۷۷،۵۔ اس سے بھی بڑھکر حیرت انگیز یہ واقعہ ہے کہ اگر ۶۴ صندوق ایسے ہون جنمین پہلے صندوق مین ایک دانہ غلہ کا ہو، دوسرے مین دو، تیسرے مین چار چوتھے مین آٹھ، پانچوین مین سولہ، اور اسی تناسب سے پورے چونسٹھون صندوق بھرے ہون تو مختلف صندوقون مین انکی کیا کیا تعداد ہوگی؟ اس نے فی الفور بلاتامل جواب دیا کہ کہ چودہوین صندوق مین انکی تعداد ۸۱۹۲ ہوگی، اٹھاروین مین ۱۳۱،۰۷۲، اور چوبیسوین مین ۸،۳۸۸،۶۰۸ اور ۶ سکنڈ کے اندر کہا کہ اڑتالیسوین مکس مین ۱۴۰،۷۳۷،۴۸۸،۳۵۵،۳۲۸ ہوگی! اس پر اس سے یہ سوال کیا گیا کہ پورے چونسٹھون صندوق کے اندر مجموعی تعداد کیا ہوگی؟ اسکا جواب ۴۵ سکنڈ کے اندر اسکی زبان پر تھا، کہ ۱۸،۴۴۶،۷۴۴،۰۷۳،۷۰۹،۵۵۱،۶۱۵۔

جو لوگ صبح سات بجے کے بعد بیدار ہوتے ہین، اور گیارہ بجے شب کو سوتے ہین،

انکی تازگی وقوت دماغ کا بہترین وقت کیا ہوتا ہے؟ ڈاکٹر ردن کی تازہ تحقیقات ہے کہ ۱۰ بجے دن کا وقت سب سے بہتر ہوتا ہے، ۱۶۵ اشخاص پر تجربہ کیا گیا اور اسکے نتائج حسب ذیل نکلے:

وقت	درجۂ قوت وتازگی دماغ
۸ بجے صبح	۱۰۰
۹ ″	۱۰۴٫۳
۱۰ ″	۱۰۶٫۶
۱۱ ″	۱۰۵٫۶
۱ بجے دوپہر	۹۸٫۷
۲ ″ سہ پہر	۱۰۰٫۶
۳ ″ ″	۱۰۵٫۱
۴ ″	۱۰۴٫۲
۵ ″	۱۰۰٫۴

گویا دماغی کام کرنے کے لئے سب سے زیادہ نامناسب وناموزون وقت دوپہر کا اور دوپہر کے بعد کا ہوتا ہے کہ اس وقت دماغ سب سے زیادہ خستہ وپراگندہ ہوتا ہے، ہندوستان مین دوپہر کے کھانے کے بعد جو قیلولہ کا رواج ہے، وہ شاید اسی مصلحت پر مبنی ہے۔

ہمالیہ کی مشہور چوٹی کوہ ایورسٹ، جس پر چڑھنے کے لئے محققین فن جغرافیہ کا وفد آج کل آیا ہوا ہے، دنیا کے پہاڑون کی بلند ترین چوٹی ہے، کچھ عرصہ پیشتر تک

علماء فن کے اندازہ مین اسکی بلندی ۲۹۰۰۲ فٹ تھی، لیکن آخری اعداد کے بموجب اسکی بلندی کا تخمینہ ۱۳۸ فٹ اور زیادہ یعنی ۲۹۱۴۰ فٹ قرار پایا ہے، مقیاس الہوا (بیرومیٹر) کا درجہ معمولی سطح زمین پر ۳۰ انچ کا رہتا ہے، لیکن ایوریسٹ پر صرف ۹ انچ تک رہتا ہے، اسکا نتیجہ یہ ہے کہ اس چوٹی پر چیزون کا وزن نسبتہً بہت ہی خفیف معلوم ہوگا، مثلاً ہوا کا وزن جو عام سطح زمین کے ایک میل مربع کے رقبہ پر ۲۸۰۰۰۰۰۰ ٹن رہتا ہے، ایوریسٹ پر صرف ۸۰۰۰۰۰۰ ٹن محسوس ہوگا۔

سلسلۂ کوہستان ہمالیہ مین ۲۰۴ چوٹیان ایسی ہین جنکی بلندیان ۲۳۰۰۰ فٹ سے اوپر ہین، اور دو پہاڑ ایسے ہین جنکی بلندی ۲۸۰۰۰ فٹ سے بھی متجاوز ہے ایک کنچنگا اول، دوسرے کنچنگا دوم۔ ابتک بلند ترین پہاڑ جس پر انسانی قدم پہنچ سکا ہے کوہ ترسول (ٹرسیل ماؤنٹ) ہے، جسکی بلندی سطح سمندر سے ۲۳۴۰۶ فٹ کی ہے اس پر ڈاکٹر لانگ استاف ۱۹۰۷ء مین چڑھے تھے، دوسرے نمبر پر ڈیوک آف ایروزی کی ہمت کو رکھا جا سکتا ہے، جو ۱۹۰۹ء مین براڈپیک پر چڑھے تھے، جسکی بلندی ۲۴۰۰۰ فٹ سے متجاوز ہے۔

سینماٹوگراف مین اب تک جو تصاویر دکھائی جاتی تھین ۔۔۔ اگرچہ متحرک ہوتی تھین، لیکن خاموش رہتی تھین، اب سویڈن کے ایک ماہر سائنس میوسون برگلینڈ نے ایک ایسی ایجاد کا دعوی کیا ہے، جسکے ذریعہ سے ان تصاویر مین گویائی بھی آجائیگی یعنی ان مین حرکت و آواز دونون ایک ساتھ پیدا ہونے لگین گی، کہا جاتا ہے یہ

سائنٹسٹ اس کوشش مین دس بارہ سال سے مصروف تہا۔

ایک سائنٹنک رسالہ لکہتا ہے کہ کوہ ایورسٹ کی چڑہائی کے بعد اب جبکہ قطب شمالی وجنوبی کی تحقیقات بہی تقریباً تکمیل کو پہنچ چکی ہے، انسان کے لئے خشکی پر اپنی جغرافیانہ بلند حوصلگیون کے پورا کرنے کا کوئی اور میدان نہ باقی رہ جائیگا اور اور اسوقت اسکی عنان توجہ قدرۃً تری کی جانب منعطف ہوگی، بحریات سے متعلق ابہی صدہا امور ایسے باقی ہین، جنکی بابت معلومات حاصل کرنا بربات کی تحقیقات سے کچھ کم دلچسپ و اہم نہین، شاید بہت کم لوگون کو معلوم ہو، کہ جس طرح خشکی مین پہاڑون کی بلند ترین چوٹیان ہوتی ہین، اسی طرح سمندر مین عمیق ترین غار بہی ہین، چنانچہ بحر سلاے مین کی ٹریخ نامی ایک غار ۲۱۴۴۲ فٹ، اور بحر ہند مین سنڈا ٹریخ نامی ایک غار ۲۲۹۶۰ فٹ گہرا ہے، اور بحر الکاہل (سپاسنک) مین فلپائن کے قریب تو ایک غار اسقدر عمیق ہے کہ پورا کوہ ایورسٹ اسکی تہ مین بخوبی غرق ہوسکتا ہے، اس غار کی گہرائی ۳۲۰۸۹ فٹ ہے، ان گہرائیون تک پہنچنا تو الگ رہا، ابتک جو بہترین آبدوز کشتیان ایجاد ہوئی ہین وہ بہی تین سو فٹ سے زیادہ غوطہ نہین لگا سکتین ماہرین فن کی یہ قطعی رائے ہے، کہ کوئی غرق شدہ جہاز سمندر کی تہ تک نہین جاتا، بلکہ ہر جہاز سطح آب سے چند فٹ نیچے اُتر کر معلق رہ جاتا ہے، اگر ان گہرائیون تک پہنچنے کی کوئی تدبیر نکل آئی، تو معلوم نہین کتنا ذخیرہ جسکو اسوقت قطعاً ضائع شدہ سمجہا جارہا ہے، برآمد ہوجائے۔

آج کل بعض ماہرین حیوانیات کے پیش نظر یہ سوال ہے کہ آیا بڑے مینڈک آگ کی حرارت سے متاثر ہوتے ہین یا نہین ؟ ڈاکٹر وڈ لینڈ نے حال مین یہ تجربات انگلستان وہندوستان دونون ملکون مین کئے کہ جلتے ہوئے سگرٹ کے ٹکڑے اور دہکتے ہوئے انگارے ان بڑے مینڈکون کے آگے ڈالدے اور یہ بلا تامل اور بغیر کسی قسم کی تکلیف کا اظہار کئے انہین نگل گئے، اس سے قیاس تو یہی ہوتا ہے کہ بڑے مینڈکون پر آگ کی حرارت اثر نہین کرتی، قدماء کا خیال تہا کہ بعض چھپکلیان (چیکلی اور مینڈک متحد الجنس نوعتین ہین) آگ کھا کھا کر رہتی ہین۔

انگلستان کے ایک ممتاز سیاح پادری جان راسکو، مشرقی افریقہ مین سالہاسال کی اقامت کے بعد اب وطن واپس ہوئے ہین اور افریقہ سے متعلق بیسیون عجیب وغریب معلومات کا ذخیرہ اپنے ہمراہ لائے ہین، ذخیرۂ معلومات کے علاوہ کافی ذخیرہ اشیار نوادر بھی انکے ہمراہ ہے، جن مین پچاس کے قریب ایسی بوٹیان ہین جو ملیریا، آتشک وغیرہ کے شدید ترین اقسام کے لئے اکسیر ہین، قسم قسم کے زہر ہین، اور انواع واقسام کے آلات، اوزار و اصنام ہین جنمین سے بعض چار چار ہزار سال کے ہین ! ریورنڈ راسکو، رایل سوسائٹی کی جانب سے سرکاری حیثیت سے اس جغرافیانہ تحقیقات پر مامور ہوئے تھے اور بعض فیاض طبع افراد نے انکی مالی امداد بھی کی تھی، انکی عمر ۷۰ سال سے اوپر ہے، انہون نے ہزارہا میل کی مسافت عموماً بائیسکل پر سوار ہوکر طے کی۔

پادری موصوف کا بیان ہے کہ بعض وحشی قبائل انہین ایسے ملے جنکی غذا بجز دودھ کے اور کچھ نہین، البتہ جب کوئی گائے مرجاتی ہے تو اسکا گوشت کہاتے ہین اور اسکے بعد بارہ گھنٹہ تک لازماً روزہ رکہتے ہین، مویشیون کی اسقدر افراط ہے کہ جس سردار کے پاس بیس ہزار کی تعداد مین گائے بیل ہون، وہ چھوٹے درجہ کا سمجہا جاتا ہے۔ بعض مردم خور قبائل سے سابقہ پڑا، انکی عورتین نہایت ہی فربہ ہوتی ہین اور مرد دبلے پتلے لیکن نہایت طویل القامت اور مضبوط ہوتے ہین، اکثرون کا قد چھ فٹ سے نکلتا ہوا ہوتا ہے، ایک مردم خور شخص نے اپنا تجربہ بیان کیا کہ "انگریزون کا گوشت کہانے مین سخت اور چمڑا ہوتا ہے، بخلاف اسکے ہندوستانیون کا ملایم ولذیذ ہوتا ہے"

بعض قبائل سیاح مذکور کو ایسے ملے جنمین لڑکیون کی منگنی انکے پیدا ہوتے ہی کردی جاتی ہے اور ۱۲-۱۴ برس کے سن مین انکی شادی کردی جاتی ہے، شادی سے قبل اگر انکی نیک چلنی مشتبہ پائی گئی، تو اسکی سزا انہین قتل ملتی ہے، بعض قبائل ایسے بھی ملے، جنمین عورت کی بدچلنی شادی سے قبل چندان معیوب نہین سمجھی جاتی۔ لیکن شادی کے بعد اسکی سزا موت ہوتی ہے، مسٹر راسکو کو شاہ یتبور کے دربار مین بھی باریابی کا موقع ملا، یہ بادشاہ باوجود ایک وحشی قبیلہ کے فرد ہونے کے مشنریون کی کوشش سے عیسائی ہوگیا ہے، اس نے راسکو صاحب کی خدمت مین وہ نادر ذخیرہ پیش کیا، جس سے آج سے چار ہزار سال قبل کی تاریخ کی بیسیون گتھیان کہل جاتی ہین

اپریل مین جو چاند گرہن واقع ہوا ہے، اس سے ہیئت دانون مین پھر کرۂ ماہتاب کے متعلق تحقیق و تفتیش کی ایک تحریک پیدا ہوگئی ہے، ابتک بہت کم لوگون نے اس حقیقت پر غور کیا ہوگا، کہ گردش ارض و دور قمر کے باوجود چاند کا ایک ہی رُخ زمین کی جانب رہتا ہے، گویا وہ ایک گیند ہی جو ایک غیر مرئی ڈور سے ہمارے کرۂ ارض سے بندھا ہوا ہے۔ اسکا دوسرا رخ ہمیشہ ہمارے لئے مخفی و مستور رہا ہے، جو رُخ ہمارے پیش نظر ہی، اسکے لحاظ سے سطح ماہتاب تمامتر ویران، غیر آباد، وسنسان ہے کہ اسکے مقابلہ مین صحراے افریقہ کو شاداب و گلزار کہہ سکتے ہین، اسکی سطح پر بجھے ہوئے آتشین پہاڑون کی وہ مہیب و ہولناک کثرت ہے کہ جنکے مقابلہ مین زمین کی کوئی شے نہین پیش کی جاسکتی، ہوا، پانی وغیرہ جن جن چیزون سے حیات وابستہ سمجھی جاسکتی ہی اُن مین سے ایک چیز بھی ماہتاب مین موجود نہین،

(پاپولر سائنس)

مشہور ماہر فلکیات، سر جارج ڈارون کی تحقیقات نے یہ قطعی طور پر ثابت کردیا ہے کہ آج سے کئی کرور سال ہوے، چاند یا تو ہمارے کرۂ ارض ہی کا ایک جزو تھا، یا اسکی تخلیق کرۂ ارض سے متصل اسی مادہ سے ہوئی، جس سے زمین بنی ہے اور غالباً چند ہی ہزار سال اُدھر زمین پر دن رات ۲۴ گھنٹہ کے نہین، بلکہ کل آٹھ گھنٹہ کے ہوتے تھے، ماہتاب مین جو قوت کشش ہے، اسکے اثر سے بحر ارضی مین بکثرت مد و جزر پیدا ہونے لگے، اور اس سے جو رگڑ فضا مین پیدا ہوئی، اس نے زمین کی شرح گردش محوری کو گھٹانا شروع کر دیا، اول اول یہ رفتار بہت تیزی سے

دہبی ہونے لگی، لیکن اب مدہم ہونے کی شرح دو ہزار سال مین ایک سکنڈ کی رہ گئی ہے، رگڑ ہی کے اثر سے ارض و ماہتاب کا درمیانی فاصلہ بھی زیادہ ہوتا گیا تا آنکہ اسوقت مرکز ماہتاب کی مسافت مرکز ارض سے بہ قدر ۲۳۸۸۳۳ میل کے ہی ماہتاب کا قطر ۲۱۶۰ میل ہے جو زمین کے قطر سے کچھ اوپر ایک رُبع (۱/۴) ہے، اور چاند کی دبازت بہ مقابلہ زمین کی دبازت کے قریب ۳/۵ کے ہے،

(ایضاً)

مسٹر کارنل، فیلو رایل جیوگرافیکل سوسائٹی جو جنوبی افریقہ کی لبست سالہ سیاحت کے بعد انگلستان واپس آئے ہین، لکھتے ہین کہ ہین نواح دریاے آرنج کے باشندون سے بارہا سنا کرتا تہا کہ اس دریا مین ایک مہیب و عظیم الشان جانور رہتا ہے، جسکی گردن سطح آب سے دس فٹ بلند رہتی ہے اور جو مویشیون کو نگل جاتا ہے مین اس روایت کو محض افسانہ سمجھتا تہا، لیکن گذشتہ مئی مین مین نے بچشم خود اس اژدر کو دیکہا۔

آثار علمیہ و ادبیہ

مفتی صدر الدین خان آزردہ، صدر الصدور دہلی

کا خط

نواب مصطفیٰ خان شیفتہ کے نام

مفتی صاحب موصوف غدر کے پس و پیش زمانہ مین دلی کے سربرآوردہ علماء مین سے تھے حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی کے ارشد تلامذہ مین تھے، شعر و سخن کے لحاظ سے غالب کے ہمنشینون اور حریفون مین تھے، دلی مین اونچے درجہ کے طلبہ کو بے مزد و اجرت علمائے سلف کے طریقہ پر درس دیتے تھے، منصب کے لحاظ سے انگریزون کی طرف سے دلی کے صدر الصدور رہتے، اوس وقت تک عام مسلمان اور خصوصاً علما، انگریزون کی نوکری کو حرام اور کم از کم تقوی کے خلاف جانتے تھے، جس کی شہادت اوس زمانہ کے بزرگون کے خطوط مین بکثرت ملتی ہے، مفتی صاحب نے اپنے اس منصب کی آمدنی سے اپنی ذاتی جائداد بہت پیدا کرلی تھی، لیکن غدر کے طوفان مین اُنپر بھی انگریزون نے بیوفائی کا الزام قائم کیا، اور ان کی جائداد ضبطی مین آگئی، اور منصب صدارت سے بھی الگ کر دیے گئے،

ذیل کا خط اسی زمانہ کا ہے، اِس خط سے مفتی صاحب کے اندرونی خیالات کا پتہ لگے گا، اور

یہ بھی معلوم ہوگا کہ دہلی کی تباہی پر اون کا دل کیسا کڑھتا تھا، اس عہد مین خط وکتابت کی زبان فارسی تھی مگر غالب کی جرأت آموزی نے دوسرے ادیبان ہند کو بھی اس کی ہمت دلادی تھی کہ وہ بے تکلف اور روان اُردو مین اظہار مطلب کریں، چنانچہ اس خط سے معلوم ہوگا کہ غالب کے علاوہ اور اون کے معاصر انشا پردازون کی طرز تحریر بھی کیسی بے تکلف سادہ اور روان تھی،

یہ خط ہم کو مفتی صاحب کے شاگرد رشید نواب صدیق حسن خان مرحوم کی ایک ناتمام قلمی تاریخ قنوج مین دستیاب ہوا ہی، جواب اون کے خلف الصدق صفی الدولہ نواب علی حسن خان کے پاس ہے،

شکر ہی اوس پروردگار عالم کا جس نے مجھکو ایسی دلدل سے کہ ہمہ تن اوس مین غرقاب تھا نکالا، کیسے علائق مین جکڑ بند تھا کہ نکلا اوس سے سوا ایسی صورت کے جو پیش آئی ممکن نہ تھا، مقدمات اصلی کا فیصل کرنا، منصفون اور صدر امینون کے مقدمات کا مرافعہ سننا، رجسٹری کے وثائق پر دستخط کرنا، مقدمات دورہ مین فتوی دینا، کمیٹیون مین حاضر ہونا، طلبار مدرسہ سرکاری کا امتحان ماہواری لینا، احکام اخیر کو اپنے ہاتھ سے لکھنا، ہزار ہا کاغذ کا دستخط کرنا، پھر گھر مین آکر طالب علمون کا پڑھانا اور اطراف جوانب کے سوالات شرعی کا لکھنا، وہابیون اور بدعتیون کے جھگڑے مین حکم ہونا، مجالس شادی وغمی اور اعراس مین جانا، شعر وشاعری کی صحبت کو گرم رکھنا، باغات کی سیر کو اور خواجہ صاحب کی زیارت کو اکثر جانا الغوثن[1] کو ساتھ لیجانا اور اونکی دعوت کا اہتمام کرنا، یہ اشغال ایسے تھے کہ رات دن اسی مین غلطان پیچان تھا اور جان کو ایکدم آرام نہ تھا، نہ کھانے کی حلاوت نہ سونے کا مزہ، نہ طاعت کا لطف، نماز پنجگانہ بھی حسب عادت ادا ہوتی تھی، وجوہ فیصلہ لکھتے لکھتے ظہر کا وقت اکثر آجاتا تو وجوہ ڈگری وڈسمس کے علیٰ نماز مین

[1] یہ خاص دلی کا لفظ ہی جس کے معنی "بیگار لوگون" کے ہین،

دسوسہ انداز ہوتی، تنخواہ اور آمدنی رجسٹری کی جب آتی تو ریوڑیون کی طرح بٹ جاتی اگرچہ لوگون کو میرے ہونے سے اس کام پر نفع تھا مگر میری ذات کو کچھ فائدہ اور تمتع دنیا کا نہ تھا، اور آخرت کا حال یہ ہی کہ یہ نوکری یعنی فصل خصومات موافق قوانین انگریزی کے اور یہ فتویٰ نویسی گو برعایت قواعد شرع ہو ہرگز جائز نہ تھی گو دباؤ سے ہمارے علم و وجاہت کے کوئی بول نہ سکتا تھا اور استکراہ ہمیشہ اس سے رہا مگر کبھی چھوڑا نہیں، اس چالیس برس کی نوکری مین ہزارہا کو جتایا اور ہزارہا کو ہرایا سیکڑون بسوہ داریان ہمارے حکم سے نیلام ہوئین صدہا آدمیون کے قتل کا فتویٰ دیا اور صدہا قید ہوئے، سوائے اس کے اور گناہ بہتیرے ہین جن کو مین جانتا ہون اور جو علم الٰہی مین ہین، اس کا کچھ حساب نہین، ساری عمر صرف افعال بہیمی و حیوانی ہوئی اور اگر انسان ہوے تو شیطان ہوے، اسی کی مغفرت پر بھروسہ ہے والا مواخذہ ہو تو کچھ ٹھکانا نہین، حقوق اللہ وہ اپنے فضل عمیم سے بخشے گا، حقوق العباد بھی اُس کے کرم سے بخشے جائینگے اللھم مغفرتک اوسع من ذنوبی ورحمتک ارجی عندی من عملی جب حال یہ ہی تو کیا انعام و احسان اسکا ہی کہ ایسے گرفتار علائق کو ان بلیات سے ایسا الگ کر دیا کہ گویا کچھ تھا ہی نہین، اور اگر اسی حال مین موت آجاتی تو نفس اُسی آفات مین مبتلا رہتا جیسا کہ کما تعیشون تموتون کما تموتون تحشرون اور کس وقت مین علیحدہ کیا کہ جب عمر ستر کی ہوچکی اور پھر نجات کس مصیبت سے دی کہ کوئی مصیبت دنیا کی اس سے بڑھکر نہ تھی اور رزق کا ڈھنگ ایسا پیدا کر دیا کہ اس کی حلّت مین کچھ شبہہ نہین، املاک متروکۂ پدری اس مین کم تھین اور اکثر زر خریدا سی مال مشتبہ سے تھی، وہ بالکل منزع ہوگئی اور پھر سرکار سے مجدد عطا ہوئی خواہ وہ آدمی ہو یا ساری ہو واسطے معاش کے کافی ہی خیلٔ لذلک الذی کس الخفی وخیلٔ لرزاق مایکفی" اور نہ وہ کتابین رہین جن کا پڑھنا پڑھانا

محض لغو و لاطائل تھا، کلام اللہ و منتخب احادیث بخاری و مسلم و حصن حصین و حزب الاعظم
اور ادعیہ ماثورہ کہ ہر وقت اور ہر جگہ ہم پہونچتے ہین اگر بعد فراغ حوائج انسانی اور ادائے
نماز پنجگانہ کے کل اوقات اس کی تلاوت اور ذکر الٰہی مین صرف ہون اور یہی شعار اور
یہی دثار (اوڑھنا) ہو تو کیا خوش طالعی اور کیسی خوش نصیبی ہے کہ دنیا اور آخرت دونون حاصل مین
ایسی آسودگی (بچھونا) اور فارغ البالی کہ یک ذرہ بھی لگاؤ دنیا اور اہل دنیا سے نہ رہا، مجھ جیسے آلودہ
علائق دنیا کو کہان میسر تھی، اور پھر اس وقت مین کوئی دنیا کی حسرت باقی نہین رہی، اور
آفتاب عمر قریب غروب ہے، اور اب تلک حواس قائم اور عقل درست اور تندرستی ہے،
توبہ، و انابت و استغفار و طاعت و عبادت پروردگار کا اب تک باقی ہے اگر یہ بقیہ انفاس
اسی مین گذر جاوین اور خاتمہ ایمان پر ہو تو نعمت دوجہانی حاصل ہے، امید احباب با صفا
اور عزیزان بے ریا سے یہ ہے کہ یہی دعا میرے حق مین کرین بعض حمقا اہل دنیا سے جب میرے
واسطے یہ دعا کرتے ہین کہ ابھی پھر وہی حکم حاصل ہو، اور وہی اوج موج، اور وہی ڈنکا
بجے یا بعضے سفہا، یہ کہتے ہین کہ ایک دفعہ وہی حکم رانی ہو جاوے، پھر اختیار ہے چند روز بعد
چھوڑ دینے کا، تو مین بہت ہنستا ہون ان کی خفت پر کوئی حسن عاقبت کی دعا نہین کرتا،

اللھم احسن عاقبتنا فی الامور کلھا	خداوندا! ہمارے تمام کامون کا انجام اچھا کر
واجرنا من خزی الدنیا و عذاب	اور ہم کو دنیا کی ذلت اور عذاب آخرت سے
الآخرۃ اللھم اقسم لنا من الیقین	نجات دے، خداوندا! ہم کو ایسا یقین دے
ما تھون علینا مصائب الدنیا،	جس سے مصائب دنیوی آسان ہوجائین،
اللھم کما رزقتنی مما احب	خداوندا! جس طرح تونے مجھکو محبوب چیزین عطا فرمائی ہین
فاجعلہ قوۃ لی فیما تحب،	اوسی طرح اوسکو اون کامون کیلئے ایک قوت بنا

جو تجھکو محبوب ہین،

عمل بر آن کما حقہ نشود آن وقت از دست رفت

اللھم وما ذویت عنی مما احب فاجعلہ فراغا لی فیما تحب،	خداوندا! تونے میری جن محبوب چیزون کو مجھسے دور کردیا ہے اُن کی جگہ وہ چیزین عطا کر جن کو تو محبوب رکھتا ہے،

حالا وقت آنست کہ اُمیدوار استجابت آن باشم۔

قال تعالیٰ وکم اھلکنا من قریۃ بطرت معیشتھا فتلک مساکنھم لم تسکن من بعدھم الا قلیلا وکنا نحن الوارثین،	اور کتنے گانوٗن جن کی زندگی فخر و غرور کی زندگی بنگئی تھی، ہم نے اون کو برباد کردیا، پس اونکے یہ مکانات ہین جن مین اون کے بعد بہت کم سکونت اختیار کی گئی، اور ہم ہی اون کے وارث ہوئے،

یہ حال ہوا دہلی کا اور اہل دہلی کا وحزب اللہ مثلاً

قریۃ کانت آمنۃ مطمئنۃ یاتیھا رزقھا رغدا من کل مکان فکفرت بانعم اللہ فاذاقھا اللہ لباس الجوع والخوف بما کانوا یصنعون انتھی،	اور خدانے ایک گانوٗن کی یہ مثل بیان کی ہے، جو نہایت پر امن تھا، اور جس مین ہر طرف سے رزق بافراط آتا تھا، لیکن جب اوس نے کفران نعمت کیا تو خدانے اوس کو بھوک اور خوف کا لباس پہنادیا، یہ اون اعمال کے عوض مین تھا جن کے وہ مرتکب ہوتے تھے،

باب التقریظ والانتقاد

وضع اصطلاحات

مصنفہ

(مولوی وحید الدین صاحب سلیم پروفیسر عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن)

علوم جدیدہ کو اردو مین منتقل کرنے مین سب سے کڑی منزل اصطلاحات کی آتی ہے، اصطلاحات کے بننے کا قدرتی طریقہ تو یہ ہے، کہ لوگ ان کو اپنے ذوق و فہم کے مطابق بناتے یا دوسری زبان سے داخل کرتے ہین، پھر ان مین سے جو اصطلاح لسانی "بقاء اصلح" کی بناپر چل جاتی ہے، وہی معتبر و مستند قرار پاتی ہے مثلاً "یوٹی لٹی" (utility) کے لئے بعض لوگون نے **منفعت** کا لفظ استعمال کیا، اور بعض نے **افادہ کا**، افادہ کا لفظ مشتقات وغیرہ کے لئے زیادہ موزون تھا، چل گیا اسی طرح "اکانمی" یا "اکنامکس" کے لئے **فلسفہ سیاست، معاشیات، اقتصادیات** وغیرہ کئی نام وضع کئے گئے، آخر الذکر نے قبول حاصل کر لیا، اول الذکر شاید اپنے واضع کے قلم سے آگے نہ بڑھ سکا۔

اس مین شک نہین کہ اصطلاحات کی اصلی ٹکسال قبول و رواج ہی ہے لیکن جس زبان کے لئے کوئی اصطلاح بنانی ہے، اگر اُس کی عام نوعیت اور نحوی اصول و قواعد واضع کے پیش نظر ہون تو بے راہ روی کا کم اندیشہ ہے، زیر تنقید کتاب مین یہی خدمت انجام دی گئی ہے، جن کے مباحث دیباچہ کے الفاظ مین بجنسہ درج ذیل ہین:۔

"اوّل مین نے اس بات پر بحث کی ہے کہ اصطلاح کی ضرورت کیون پیش آتی ہے، پھر وضع اصطلاح کے دو مختلف نظرئے پیش کئے ہین، جن مین سے ہر ایک کا ماننے والا ایک بڑا گروہ ہے، دونون گروہ اپنے نظریہ کی تائید مین جو دلائل بیان کرتے ہین، وہ سب وضاحت کے ساتھ درج کر دیئے ہین، آگے چلکر اس امر پہ بحث کی گئی ہے کہ اُردو زبان جس خاندان السنہ سے تعلق رکھتی ہے اُسکا نام آریائی ہے، پھر اس خاندان کی زبانون مین الفاظ سازی کے جو مشترک اصول پائے جاتے ہین، اُن کو بیان کرکے ہر اصول کے متعلق اوّل انگریزی زبان کی کچھ مثالین اجمالاً درج کی ہین، پھر اُردو زبان کی مثالون مین اُردو الفاظ کا بہت بڑا ذخیرہ جمع کیا گیا ہے، اس تفصیلی بحث کے بعد جس مین اُردو زبان کی قدرتی بناوٹ کا خاکہ کھینچا گیا ہے، وہ اصلی اور مرکزی بحث شروع ہوتی ہے، جس کے لئے یہ کتاب تیار کی گئی ہے؛ یعنی **وضع اصطلات**۔ چنانچہ اوّل **مفرد اصطلاحین** وضع کرنے کے اصول بتائے گئے ہین پھر عملاً اس قسم کی اصطلاحین وضع کرنے کے طریقے درج کئے گئے ہین، ان اُصولون اور طریقون کے بیان کرنے کے بعد ایک نہایت اہم اور دلچسپ بحث اس باب مین کی گئی ہے کہ ہماری زبان مین ترکیب الفاظ کے کون کون سے طریقے پائے جاتے ہین، اس بحث مین مرکب الفاظ کا جو ذخیرہ درج کیا گیا ہے، وہ نہایت کارآمد ہے اور ہماری شاعری اور انشاپردازی کا مدار اسی ذخیرہ پر ہے۔ غرض کہ اوّل **سابقون** اور **لاحقون** کے ذکر مین، پھر **نیم سابقون** اور **نیم لاحقون** کے بیان مین مفرد اور مرکب الفاظ کا جو سرمایہ جمع کیا گیا ہے

وہ کہین ایک جگہ نہین ملے گا، ترکیب الفاظ کے طریقے مندرج کرنے کے بعد مرکب اصطلاحین وضع کرنے کے اصول بیان کئے ہین، آخر مین ایک ذیل ہے، جس مین مرکب اصطلاحات کے بعض اصول کا استعمال مثالین دے کر بتایا گیا ہے"

اصطلاح سازی کے مذکورہ بالا دو گروہون مین "ایک کی رائے یہ ہے کہ تمام اصطلاحی الفاظ عربی زبان سے بنانے چاہئین، دوسرے گروہ کی رائے یہ ہے، کہ ان تمام زبانون سے کام لینا چاہئے، جو اُردو مین بطور عنصر کے شامل ہین (یعنی عربی، فارسی، ہندی) اور ان لفظون کی ترکیب مین اُردو گرامر سے مدد لینی چاہئے" (صفحہ ۷)

مصنف نے دونون گروہون کے دلائل الگ الگ بیان کرنے کی زحمت گوارا کی ہے، لیکن ظاہر ہے، کہ گروہ اول کا (اگر ایسا کوئی قابل لحاظ گروہ موجود ہے؟) یہ کلی دعویٰ کہ اُردو مین تمام اصطلاحین عربی ہی زبان سے بنانی چاہئین، قطعاً ناقابل التفات ہے۔

اس کے بعد اُردو زبان کے آریائی ہونے کی بحث کی گئی ہے، یعنی یہ زبان انہی یورپین (انگریزی، فرانسیسی جرمن وغیرہ) زبانون کی ہم خاندان ہے، جن کے اصطلاحات علمیہ کے مقابل اصطلاحات سردست ہمکو اس مین پیدا کرنے ہین، آریائی زبانون کے چار مشترک اصول مستنبط کئے گئے ہین، جو اُردو مین بھی جاری ہے۔

(۱) ایک یہ کہ دو یا دو سے زائد لفظ پاس پاس رکھدیے جاتے ہین، اور ان کے درمیان بظاہر کوئی نحوی رابطہ نہین ہوتا، مثلاً چاندگہن، موم روغن وغیرہ (۲) دوسرا یہ کہ الفاظ مین نحوی رابطہ موجود ہوتا ہے، جیسے چڑیمار، چرکٹا وغیرہ (۳) تیسرا یہ کہ

لفظ کے شروع یا آخر مین ایک جز بڑھا دیا جاتا ہے، جس سے ایک نیا لفظ بنجاتا ہے، شروع کے جز کو سابقہ (پری فکس) کہتے ہین اور آخر کے جز کو لاحقہ (سفکس) جیسے، ان پڑھ مین "ان" سابقہ ہے، اور جھگرالو مین "لو" لاحقہ ہے (صفحہ ۱۶۷) (۴) چوتھا یہ کہ حسب ضرورت ہر لفظ سے فعل بنالیا جاتا ہے، مثلاً جھلمل سے "جھلملانا" اور ٹھگ سے "ٹھگنا" وغیرہ۔

تیسرے اصول کو مصنّف نے پورے احتوا کے ساتھ لکھا ہے، ہندی، فارسی، عربی کے جو سوابق و لواحق، اُردو مین مستعمل ہین اُن کا مع امثال کے سوا سو صفحات سے زاید کی وسعت مین استقصا کیا گیا ہے۔

ان بنیادی مباحث کے بعد اصلی بحث وضع اصطلاحات کی شروع ہوتی ہے جس مین اخذ و استنباط سے مفرد و مرکب، اسمی و فعلی، سبقلاحی وغیر سبقلاحی اصطلاحات بنانے کے بہت سے اصول درج کئے گئے ہین، جن لوگون کو وضع اصطلاحات کی معیبت سے سابقہ نہین ہے اُن کے لئے اس حصّہ کتاب کے مطالب کی تفصیل قطعاً غیر دلچسپ ہوگی لیکن سچ یہ ہے، کہ اس حصّہ مین مصنّف نے تفحص و استقرا کی پوری داد دی ہے جس کا اندازہ کرنے کیلئے جابجا سے چند مثالون کا اقتباس کیا جاتا ہے۔

"ہندی اور فارسی کے مرکب لفظ مین اگر پہلے جز کا آخری حرف اور دوسرے جز کا پہلا حرف ایک ہو تو ان دونون ہمجنس حرفون مین سے ایک گرجاتا ہے حرف علت کی کوئی قید نہین، اس مین حروف صحیح بھی داخل ہین۔ مثلاً:-

(کچا + آلو) سے کچالو   (ناک + کٹا) سے نکٹا۔

(شب + برات) سے شبرات۔ (صفحہ ۲۳۶)

اُردو مین مرکب کے اجزا کو باہم ملانے کا ایک اور عجیب قاعدہ ہے، وہ یہ ہے کہ جب کب کے دوسرے جز مین کوئی حرف علت ساکن ہو تو اُس حرف علت سے ماقبل حروف کو حذف کر دیتے ہین اور پہلے جز کو اس محذوف جز کے ساتھ ملا دیتے ہین، اس قاعدہ سے دونون جز ملکر ایک جان ہو جاتے ہین، مثلاً

(پھول + تیل) سے **پھلیل** (تیل کی ت حذف کر دی۔)

(گڑ + تمباکو) سے **گڑاکو** (صفحہ ۲۳۰)

اس قسم کے اصول مستنبط کر کے کہین کہین اُن کو جدید الفاظ و اصطلاحات بنانے کے لئے مثالاً چسپان بھی کیا گیا ہے، مثلاً

"جب کسی انگریزی مصدر کے مقابل نیا مصدر بنانا ہو تو پہلے اُس مصدر کے مادہ کا ترجمہ کر دو پھر اُس کے آگے مصادر کی اُردو علامات مین سے کوئی علامت لگاؤ، مثلاً نیشنلائز (قوم مین داخل کرنا) کیلئے قومانہ۔ قومیانا۔ رجسٹر ڈ (درج رجسٹر کرنا) دفترانا وغیرہ (صفحہ ۲۰۶)

(۳) اگر کسی مرکب کے آخر مین کوئی ایسا لفظ ہو جس کے درمیان نون غنہ ہو، تو نون غنہ سے پہلے جو حرف یا حروف ہون، اُن سب کو حذف کر دینا چاہئے، اس طرح مرکب کا آخری جز چھوٹا ہو جائیگا، جس کے شروع مین نون غنہ ہوگا اور اُس مین پہلے جز کے ساتھ ایک جان ہو کر ملنے کی قابلیت پیدا ہو جائیگی، اور وہ ایک نئے لاحقہ کی شکل اختیار کرے گا، مثلاً

قندیل سے ندیل،

شکنجہ سے نجہ

سنگ سے نگ

اب ان نئے لاحقون سے لفظون کے ملنے کو دیکھو۔

(ندیل)، برقندیل (بجلی کی قندیل)، گیسندیل (گیس کی قندیل)

(نجہ)، تخمنجہ، (بیجون کو دبانے اور اُن مین سے تیل نکالنے کا آلہ) پھلنجہ (پھلون کو دبانے اور اُن مین سے عرق نکالنے کا آلہ) صفحہ ۲۸۷،

سبقلاحی الفاظ بنانے کے جو طریقے ہم پہلے بیان کر چکے ہین، اُن مین طریقہ نمبر (ط) کا استعمال عام مرکبات مین بھی ہو سکتا ہے، جسکی چند مثالین ہم اُس طریقے کے ذیل مین درج کر چکے ہین، حیوانات اور نباتات مین اس طریقے پر عمل کرنے کی ضرورت اکثر پیش آئے گی، گذشتہ اصول مین ذیل کے الفاظ اس طریقہ پر عمل کرنے کی مثالین ہین :۔

خارسرہ (حیوانات)، خارپایہ (نباتات)، اُسپادمہ (نباتات)، گرپایہ" صفحہ ۲۹۷۔

نوان اصول جو اصول نحت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اُس کا استعمال بہت سے مرکب علوم اور آلات وغیرہ کا نام رکھنے مین کیا جاسکتا ہے مثلاً (صفحہ ۲۹۹)

مقنا برقیات۔ magnetoelectricity

مقنا بصریات، magnetooptics

گرامر کی تو ایک نہایت ہی موزون مرکب اصطلاح تراش کر مصنف نے خود اسی کتاب مین چلادی ہے، یعنی جو الفاظ سابقون اور لاحقون سے بنتے ہین اُن کا نام سبقلاحی (سابقی + لاحقی) رکھا ہے۔ لیکن سوابق و لواحق سے خالی الفاظ کے لئے "لا سبقلاحی" کی جگہ ہماری غیر سبقلاحی زیادہ مناسب ہوگا۔

جو گروہ بات بات پر زبان پکڑتا ہے، اور ہر لفظ کے استعمال کے لئے آتش و

ناسخ کے کلام سے سند چاہتا ہے وہ "متنابرقیات"، و "سبقلاحی" وغیرہ ترکیبون کی ایجاد پر نہ صرف خندہ زن ہوگا، بلکہ ان کو قطعی ناجائز قرار دیگا، لیکن جو لوگ علمی زبانون کی وسعت و ضروریات سے آگاہ ہین، اور جنکو علمی مطالب کی تعبیر مین موجودہ اُردو کی تنگی کا احساس ہے، وہ یقیناً "وضع اصطلاحات" کے اُن اُصول کا نہایت گرم جوشی سے خیر مقدم کرینگے، جنکی بدولت ہم اُسی قسم کے الفاظ و مصطلحات اپنی زبان مین پیدا کر سکتے ہین، جس قسم کے آج کل کی علمی زبانون (انگریزی، فرانسیسی، جرمنی وغیرہ) مین رائج ہین۔

البتہ جدید اصطلاحات کی وضع و تخلیق مین زبان کے محض جوازی اصول و قواعد پر اعتماد کر کے اندہا دہند اختراع ہی درست نہوگا، بلکہ تا بہ امکان ہر بدعت، بدعت حسنہ ہونی چاہئے، پابندی اصول کے ساتھ "ذوق سلیم" کی رعایت ضروری ہے، اور جواز اختراع سے صرف اُسی حالت مین فائدہ اُٹھانا چاہئے، جبکہ ضرورت اختراع ناگزیر ہو۔

حضرت سلیم نے بعض جگہ ذوق سلیم سے بے اعتنائی برتی ہے، مثلاً یہ مشورہ کہ "پین اسلامک" کا ترجمہ کل اسلامی یا کل مسلم، یا مسلمی اور "پین اسلامزم" کا ترجمہ کل اسلامیت، یا کل مسلمیت، یا کل مسلم اتحاد کیا جائے" شاید مقبول نہو سکے، ممکن ہے کہ کہین "پین" کے سابقہ کے لئے "کل" کا سابقہ موزون ثابت ہو، لیکن پین اسلامک اور پین اسلامزم کے لئے "اتحاد اسلامی" اور "اتحاد اسلام" کی ترکیب چل چکی ہے اسی کو قائم رکہنا چاہئے

علیٰ ہٰذا جہان یہ دکہلایا گیا ہو کہ سابقون اور لاحقون کی مدد سے ایک لفظ سے

کتنے الفاظ بن سکتے ہین، وہان بہت سے ایسے لفظ ملینگے، جنکے استعمال مین غالباً صحیح المذاق لوگون کو سخت تامل ہو، مثلاً اُردو سے "اُرداد، اُردالو، اردآنا، اُردائی اُرداوٹ، اُرداہٹ وغیرہ کا اشتقاق یا فلسفہ سے "فلسفاؤ، فلسفالو، فلسفانا، فلسفائی، فلسفیلا، فلسفین" وغیرہ کا۔

بیشک اس سے توسیع اشتقاق ظاہر ہوتی ہے، لیکن اس قسم کی توسیع سے بلا ناگزیر ضرورت کے فائدہ اُٹھانا ہرگز جائز نہین، ہمارے نزدیک مصنف کا مقصود بھی ان مشتقات کے بیان سے، صرف اظہار وسعت ہے نہ یہ کہ لوگ اس طرح کے اختراعات کو بے تکلف شروع کر دین۔

مصادر مین بھی قومانا، اشکانا (اشک سے) ترجمانا (ترجمہ سے) جلسانا (جلسہ سے) زعفرانا (زعفران سے) ذوقانہ (ذوق سے) وغیرہ بیسیون الفاظ گڑھے گئے ہین جن کا مقصد بھی محض ایک قیاسی قاعدہ کی توضیح وتمثیل سمجھنی چاہئے، باقی استعمال مین زیادہ تر سماعت ہی پر اعتماد کرنا ہوگا، البتہ جہان نا مدفوع ضرورت لاحق ہو، اس قیاس سے کام نکالا جاسکتا ہے ورنہ معمولی محاورہ ہی کی پابندی کرنی چاہئے مثلاً اگر یہ کہنا ہو کہ "ہندوستان کی ریلین نیشنالائز کر دیجائین" تو بجائے یہ کہنے کے کہ "قومائی جائین" سیدھے معمولی طریقہ سے یون تعبیر کرنا چاہئے کہ "ہندوستان کی ریلین قومی بنا دی جائین"۔

دیباچہ مین مصنف نے لکھا ہے کہ "جس موضوع پر یہ کتاب پیش کی گئی ہے وہ بالکل نیا موضوع ہے، میرے علم مین شاید کوئی ایسی کتاب آج تک نہ یورپ کی کسی زبان مین لکھی گئی ہے نہ ایشیا کی کسی زبان مین"۔

ممکن ہے کہ یہ خیال صحیح نہ ثابت ہو، لیکن اس مین شبہہ نہین کہ اُردو کے سرمایۂ ادب

مین یہ کتاب آگے چلکر ایک کلاسکل کارنامہ بنجائے گی۔" وضع اصطلاحات" حقیقی معنی مین ایک مجتہدانہ تصنیف ہے، ۴۰۰ صفحات سے زائد ضخامت کے باوجود کہین سے کہول کر پڑہو، مصنف کی قوت اخذ و استنباط اور کاوش و دیدہ ریزی کی بے ساختہ داد دینے کا جی چاہتا ہے، یہ کتاب نہ صرف واضعین اصطلاحات کیلئے مشعل راہ ہے، بلکہ آئندہ عام اردو گرامر کی جو کتابین اس کو پیش نظر رکھکر نہ لکھی جائینگی وہ قطعاً ناقص ہونگی۔

انجمن ترقی اردو (اورنگ آباد۔ دکن) نے اس کو اپنی طرف سے شائع کرکے اپنی سلک تصانیف مین ایک نہایت ہی گران قدر موتی کا اضافہ کیا ہے، لکھائی چھپائی وغیرہ بھی خاصی ہے، قیمت بہ اختلاف مجلد وغیر مجلد ۳/۱۲ روپے، اور ۳ روپے ہے۔

ادبیات

دہلی مرحوم کی خاک پر دو آنسو

از

حضرت سالک مرحوم دہلوی

"یادِ رفتگان" کا یہ تحفہ ہمکو ہمارے عنایت فرما مولوی ابو الاعلیٰ مودودی سے ملا ہے اس سے پہلے بھی وہ اس قسم کی عنایت معارف پر فرما چکے ہین۔

روئے جنت مین بھی ہم کرکے بیانِ دہلی　　اس سے ظاہر ہی ہمین خلد نشانِ دہلی
اسکے مٹنے سے ہوئی عالمِ بالا کی نمود　　ورنہ تھی رشکِ فلک شوکت و شانِ دہلی
کسکا پتھر کا ہی دل کس سے سنا جاتا ہے　　کون ایسا ہی کہ ہو جس سے بیانِ دہلی
حشر غدر سے بھی مٹ نہ سکا اسکا وجود　　ہے الگ عالمِ فانی سے جہانِ دہلی
ہے خدوخال کا عالم وہی ابتک گویا　　ہے اُسیوقت کی نکلی ہوئی جانِ دہلی
حسرتون کا ہے مکینون کے عجب ہنگامہ　　رہے آباد اُجڑ کر بھی مکانِ دہلی
منگئی پھر بھی تو ملتا نہین دلی کا جواب　　کوئی ڈھونڈھے تو اسے پھر ہو گمانِ دہلی
ہنستے ہین بخت زلیخا پہ تو یوسف پہ ہی طعن　　دیکھ کس رتبہ کے ہین پیر و جوانِ دہلی
من و سلویٰ کے مزہ سے ہو وہ کیونکر آگاہ　　جس نے کھایا ہی نہو نزلہ خوانِ دہلی
ہوئے ہین دور کے بس ڈھول سہانے واعظ　　خلد مین کیا ہی؟ نہین ہی جو میانِ دہلی
اسقدر خلخ و نوشاد کی تعریف نہ کر　　ہمنشین آ تجھے دکھلا دون بتانِ دہلی

میں نے دیکھا ہی ملا ایک کو خریدار اُسکا بین نے جلتی ہوئی دیکھی ہی دکانِ دہلی

غالب و تیر و ثاقب سے بڑا ہے گویا بلیماروں کا محلہ صفہان دہلی

سُن کے ہر شعر پہ آنکھیں ہوں کیونکر نمناک

سالک غمزدہ ہے مرثیہ خوانِ دہلی

غزل فارسی

مولوی ابوالحسنات ندوی نیّر

صبح از خواب چو آن نرگسِ فتان برخواست گوئیا فتنۂ خوابیدۂ دوران برخواست

آخر این سوزِ نہان چیست کہ از صحن چمن لالہ آتش زدہ و شعلہ بدامان برخواست

فرصت ای ذوق طرب وقت طرب باز آمد مژدہ ای جوش جنون ابر بہاران برخواست

دل پُر از حسرت و غم چشم پُر از اشک روان عاشق از بزم جمالِ تو بہ ارمان برخواست

عشوۂ کافرِ کس غارتِ دین کرد بہ بزم

نیّرِ زہد فروش از سرِ ایمان برخواست

مطبوعات جدیدہ

الرای الصحیح فی من ہو الذبیح، حضرت مولانا حمید الدین صاحب فراہی، بی، اے، ان اکابر مفسرین مین داخل ہین جنکا شمار انگلیون پر کیا جا سکتا ہے، یہ رسالہ انکی اس مشہور عربی تفسیر کا ایک ٹکڑہ ہی جسکی تدوین و ترتیب مین وہ زمانۂ دراز سے مصروف ہین، اس مین اُنھون نے ثابت کیا ہے کہ ذبیح دراصل حضرت اسمٰعیل تھے، اور اہل کتاب کا یہ دعوی کہ حضرت اسحاق ذبیح تھے، خود توراۃ کے رُو سے غلط ہے، اسکے ساتھ ہی حضرت اسمٰعیل کے مسکن، انکی قربانی، جائے قربانی، (مروہ) قربانی کی مذہب اسلام مین اہمیت، پھر قرآن مجید سے قربانی کا بیان، ذبیح کے اوصاف، اور اُن سے حضرت اسمٰعیل کی مطابقت پر نہایت تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے، آخر مین علمائے اسلام کے اقوال ذبیح کے متعلق درج کئے ہین اور اُنکی مختصر طور پر تردید اور تائید کی ہے، یہ رسالہ ۸۰ صفحات پر تمام ہوا ہے اور بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ اسلام مین اس موضوع پر آج تک اس سے بہتر رسالہ نہین لکھا گیا، قیمت ۱۰ ہے، کتبخانہ دار المصنفین سے ملیگا۔

سوراج، ہندوستان کے واجب التعظیم پیشوا مہاتما گاندھی نے گجراتی زبان مین ہندوستان کے موجودہ تنزل، اسکے علل و اسباب، اور اُسکی ترقی کے وسائل پر مکالمہ کے پیرایہ مین ایک رسالہ لکھا تھا جسپر بڑی بڑی تحریکون کی بنیاد پڑی ہے، چنانچہ جنوبی افریقہ مین جو اخلاقی جنگین شروع ہوئین اُن مین بڑی حد تک اسی کتاب کو دخل تھا اور براعظم ہندوستان کا گوشہ گوشہ جس عظیم الشان تحریک سے گونج رہا ہے اسمین بھی یہی کتاب

دستور العمل کے طور پر سامنے رکھی گئی ہے، کتاب کی مقبولیت اس سے ظاہر ہے کہ اُس کا انگریزی، ہندی، مرہٹی، اور ہندوستان کی بہت سی دیسی زبانون مین ترجمہ ہو چکا، لیکن اُردو زبان کا خزانہ ابتک اسکے عمدہ ترجمہ سے خالی تھا، مولوی سید نجیب اشرف ندوی نے اس کمی کو پورا کر دیا اور اُسکا خاصا سلیس ترجمہ کیا ہے، کتاب کی قیمت ۸ ر ہے، اور محمد اویس عبد الحفیظ اعظم گڈھ سے مل سکتی ہے۔

دماغی تربیت، مسٹر جیمس ایلن نے انگریزی زبان مین فرنالوجی پر "ہاؤ ٹو کلٹی ویٹ دی مائینڈ" کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی، جسمین ذہن صحت، ذاتی تربیت، اور انتخاب پیشہ کے متعلق مفید ہدایات درج ہین، مولوی محمد ذکی صاحب بن مولوی محمد وصی صاحب مرحوم ڈپٹی کلکٹر نے اس کتاب کا اُردو زبان مین سلیس ترجمہ کیا ہے جو ۳۰ صفحات پر ختم ہوا ہے، یہ کتاب اُردو مین فرنالوجی پر پہلی کتاب ہے اور دیکھنے کے لائق ہے، قیمت ۲ ر ہے مصنف سے اوندرا، ڈاکخانہ بی بی پور ضلع اعظم گڈھ کے پتہ سے ملیگی۔

خدائی انکم ٹکس، خواجہ حسن نظامی صاحب نے اپنے مخصوص طرز تحریر مین یہ رسالہ لکھا ہے جسمین زکوٰۃ کے فلسفہ، اُسکے مصارف اور اُسکے تمام جزئیات کا استقصار کیا ہے، اور یہ دکھلایا ہے کہ موجودہ زمانہ مین زکوٰۃ کا بہترین مصرف خلافت اور قومی درسگاہین ہین، اور اگر اُنکی امداد مین زکوٰۃ کی رقم خرچ کر دیجاے تو تمام مصرفون کا حق ادا ہو جائیگا، یہ کتاب خواجہ صاحب نے عین وقت پر لکھی ہے، قیمت ۱۰ ر، کارکن خواجہ ڈپو دہلی سے ملیگی۔

سمرنا مین یونانی مظالم، مسلمانان سمرنا کی داستان مظلومی اگرچہ متعدد عربی اور انگریزی اخبارات کے کالمون سے ظاہر ہو چکی ہے، تاہم اسکا سب سے زیادہ موثر اور عبرتناک منظر اس روداد مین نظر آتا ہے، جو لاسینی (سوئٹزرلینڈ) کی انجمن عثمانی کے دار الاشاعت کی

طرف سے شایع ہوئی ہے، مولوی ابوالاعلیٰ مودودی نے اسکا پرزور ترجمہ کیا اور اسپر مفید مقدمہ لکھا ہے، جو دارالاشاعت سیاسیات مشرقیہ دہلی کی طرف سے طبع کرایا گیا ہے، رُوداد کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمام ممالک اسلامیہ جو خلافت عظمیٰ کے زیر سایہ رہ کر تمدن اسلام کے چہرہ کا آب و رنگ تھے، آج یونان کی سفاکانہ بے رحمیوں کی بدولت ایک تودۂ خاکستر بنگئے ہین، چنانچہ ایدن کی تمام ترکی آبادی زندہ جلا دیگئی ہے اور سمرنا سے نازلی تک ہر ہر قصبہ اور شہر سوختہ سامانی کی ایک مجسم تصویر نظر آ رہا ہے، جسکے ہر تودہ سے دھوئین کے سیاہ سیاہ بادل اُٹھ رہے ہین، یہ رُوداد ایک داستان عبرت ہے، جسکا ہر مسلمان کو مطالعہ کرنا ضروری ہے، عام قیمت ۸ر ہے، لیکن خلافت کمیٹیون کو ۴ر میں ملیگی، پتہ دارالاشاعت سیاسیات مشرقیہ سبزی منڈی دہلی،

بصائر، خواجہ عبدالحی صاحب فاروقی پروفیسر مسلم نیشنل یونیورسٹی علی گڈھ نے اس رسالہ کو تالیف فرمایا ہے، اسمین بنو اسرائیل کے واقعات مذکور ہین جنکا مقصد یہ ہے کہ اسکو پڑھکر مسلمانون مین عبرت اور بصیرت پیدا ہو، مصنف کا دعویٰ ہے کہ اسمین قرآن مجید کے بہت سے ایسے پہلو نمایان کئے گئے ہین جو ابتک لوگون کی نظرون سے مخفی تھے، یہ دعوی اگرچہ صحیح نہین کہا جا سکتا تاہم اس رسالہ کے مطالعہ سے عام مسلمانون کو فایدہ ضرور پہنچ سکتا ہے، خواجہ صاحب نے بعض اصول کے قائم کرنے مین تسامح کیا ہے اور بعض عنوانات مین مثال کے طور پر جو آیتین پیش کی ہین، اُنکے دعوی کے مطابق نہین ہین، رسالہ کی قیمت ۱۰ر ہے خواجہ صاحب سے ملیگا۔

التذییل فی ولادۃ المسیح، گذشتہ پرچہ کے مطبوعات جدیدہ مین اسکا پتہ رہ گیا تھا وہ یہ ہے، احمد یار صاحب مخدومی بارودت خانہ لاہور۔

دیوان الفیض، ہندوستان کے مایۂ ناز استاد ادب مولنا فیض الحسن سہارنپوری کا عربی کلام صفحے ۲۰۰

قیمت عہ ر

مولنا سید سلیمان ندوی

ارض القرآن جلد اول قرآن مجید کے مقامات کا جغرافیہ اور اقوام قرآن یعنی عاد، ثمود، جرہم، سبا، اصحاب فیل کی تاریخ مع نقشہ مقامات عرب قیمت۔ ع ر

ارض القرآن جلد دوم، اقوام قرآن یعنی مدین اصحاب الایکہ، قوم ایوب، بنو اسمٰعیل، اصحاب الرس، اصحاب الحجر، بنو قیدار، انصار اور قریش کی تاریخ، اور عرب کی تجارت، زبان اور مذہب پر تفصیلی مباحث صفحہ ۲۵۱ عہ ۱۲

سیرۃ عائشہ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے احوال زندگی، قرن اول کی خانہ جنگیوں کے اصلی اسباب اور ام المومنین کے فضائل و مناقب اور اونکے اجتہادات و کمالات پر مفصل تبصرہ ضخامت ۲۰۰ صفحے قیمت درجہ اول کاغذ و طبع اعلیٰ ے قیمت درجہ دوم عا ر

لغات جدیدہ چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری عہ ر

دروس الادب عربی کی پہلی ریڈر طبع سوم مع ترمیم ۲ ر

" " دوسری ریڈر طبع دوم ۴ ر

رسالہ اہل السنۃ والجماعت فرقہ اہل السنۃ والجماعت کے اصولی عقاید کی تحقیق۔ ۸ ر

بہادر خواتین اسلام ۳ ر

مولوی محمد یونس صاحب فرنگی محلی

روح الاجتماع، موسیو لیبان کی کتاب جماعتہائے انسانی کے اصول نفسیہ کا اردو ترجمہ صفحہ ۲۳۲ ع ر

مولنا عبد السلام ندوی

سیرۃ عمر بن عبد العزیز یعنی اموی خلیفہ عمر بن عبد العزیز کی مفصل سوانح عمری اور انکے عہد حکومت کے تمام علمی مذہبی اور سیاسی کارناموں اور انکے مجددانہ اعمال کی تشریح و توضیح صفحے ۱۹۰ قیمت عہ ر

مولوی عبد الباری ندوی

برکلے اور اس کا فلسفہ، مشہور فلاسفر برکلے کے حالات زندگی اور اس کے فلسفہ کی تشریح مجلد عا ر غیر مجلد عہ ر

مبادی علم انسانی، مادیت کی تردید میں برکلے کی مشہور کتاب پرنسپلس آف ہیومن نالج کا نہایت فصیح اور صحیح ترجمہ مجلد عا ر

مولوی عبد الماجد بی اے

فلسفہ اجتماع، جماعات انسانی کا علم النفس عہ ر

تاریخ اخلاق یورپ لیکی کی مارل ہسٹری آف یورپ کا ترجمہ جلد اول قیمت ے ر

ایضاً، جلد دوم

مکالمات برکلے، برکلے کی ڈائلاگس کا ترجمہ قسم اول عہ ر

ایضاً، قسم دوم عہ ر

پروفیسر سید نواب علی ایم اے

معارج الدین جدید علم کلام پر ایک محققانہ تصنیف فلسفہ جدید اور مذہب کی باہمی تطبیق پر بہترین تبصرہ عہ ۱۲ ر

تاریخ صحف سماوی، توراۃ، انجیل اور قرآن مجید کی جمع و ترتیب کی تاریخ کا باہمی موازنہ اور مخالفین اسلام کے اعتراضات دربارۂ جمع قرآن کا جواب قسم اول عہ ر دوم ے

مولوی عبد الحق بی اے منصف لکھنؤ

اساس التعلیم، فن تعلیم پر ایک فلسفیانہ تصنیف ع ر

مفتی انوار الحق صاحب ناظم تعلیمات بھوپال

حقائق اسلام، اسلامی مسائل کی فلسفیانہ عقلی تشریح عہ

تذکرۃ الحبیب یعنی رسول صلعم کی جامع مختصر سوانح عمری عہ

منشی محمد مہدی صاحب نائب مہتمم تاریخ بھوپال

انسان، علم خواص الاعضا کے ابتدائی مسائل سلیس و عام فہم زبان میں قیمت ۸ر

رموز فطرت، طبعیات، طبقات الارض، ہیئت، اور جغرافیہ طبعی کے ابتدائی مسائل عام فہم اور سلیس عبارت میں عہ

تحفۂ سائنس، پروفیسر فیروز الدین مراد، ایم ایس سی کے سائنٹفک مضامین کا مجموعہ قیمت ۱۲؍

پروفیسر محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی

الاستدلال، اس میں علم منطق کے اصول نہایت خوبی و عمدگی کیساتھ سلیس زبان اور سہل طریقہ سے بیان کیے گئے ہیں صفحہ ۱۰۲ ۱۲ر

الانسان، اسمین انسان کے تمام قوی نفسانی و جسمانی اور خصوصیات طبعی کی علمی تشریح کی گئی ہے، یہ کتاب مفید معلومات سے مالامال ہے زبان سہل اور دلچسپ صفحہ ۲۱۲ ۱۲؍

سندھ کرا لا

مولنا ابو الکلام آزاد اور ان کے خاندان کے بعض اکابر و شیوخ کے سوانح و حالات صفحہ ۲۱ قسم دوم ۸ر

"یاد ایام"

از مولنا حکیم سید عبد الحی صاحب

اسمین گجرات کی اسلامی تاریخ کے مختلف پہلو دکھائے گئے ہیں، وہان کے امرا، وزرا، علما، اور مشائخ کے حالات اور علوم و فنون کی ترقی غایت تاریخی تحقیق و تفصیل سے دکھائی گئی ہے صفحے ۴۰ قیمت عہ

بدیہہ گوئی، شعرائے بدیہہ گو کے دلچسپ حالات عہ

قواعد رکنیت دار المصنفین بہ ترمیم جدید

۱- ہر شخص جو دار المصنفین کو مالکیمشت ادا کریگا وہ "رکن دائمی" قرار دیا جائے گا، اور وقت رکنیت سے دار المصنفین کی تمام مطبوعات ماہانہ و سالانہ اس کو ہدیۃً دیجایا کرینگی،

۲- جو دار المصنفین کو ... سالانہ ادا کریگا وہ "اول رکن اعانت" ہوگا اور اسکو سال بھر تک مجلس کا ماہوار رسالہ معارف اور سال کی تمام مطبوعات بلا قیمت نذر کیجائینگی،

۳- ... سالانہ ادا کرنیوالا، دوم رکن اعانت ہوگا، اسکو معارف بلا قیمت اور دیگر مطبوعات نصف قیمت پر دیجائینگی

معارف

(۱) معارف کی سالانہ قیمت ... ہے اور قیمت فی پرچہ ۸ر (۲) نمونہ کا پرچہ ۸ر میں وی پی ہوگا (۳) رسالہ ہر ماہ کی ... تاریخ کو شائع ہوجاتا ہے، اسمین کبھی تاخیر نہیں ہوتی اگر کسی صاحب کے پاس ۲۰ تاریخ تک نہ پہونچے تو دوسرے مہینے کے پہلے ہفتہ تک اطلاع دیں ورنہ بعد کو انکو پرچہ بقیمت بھیجا جائیگا ہندوستان سے باہر کے خریدار دوسرے مہینہ کی آخر تاریخ تک مطلع کرین۔

(۴) خریداران معارف اپنی تحریری خط و کتابت میں اپنا نمبر خریداری ضرور تحریر کرین ورنہ تعمیل میں دقت اور بسا اوقات مجبوری ہوتی ہے

(۵) اکثر مضمون و کتب خانوں سے اکثر مفت کی یا تخفیف قیمت کی درخواستیں آرہی ہیں افسوس ہے کہ انکی تعمیل کی قدرت نہیں رکھتے،

مہتمم دار المصنفین ... ندوی